حلیۃ الخطباء الفصاحۃ والبلاغۃ

سیرتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

کے موضوع پر

(۲۵)

خطباتِ چشتی

جلد سوم

مؤلف

ظہیر الخطباء

مولانا عبدالرؤف چشتی اوکاڑوی

مکتبہ چشتیہ

متصل پیلی والی مسجد ویس چوک اوکاڑہ

حسیب الخطباء الفصاحة والبلاغة

سیرتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

کے موضوع پر

(۲۵)

خطباتِ چشتی

طاہر

جلد سوم

مؤلف

ظہیر الخطباء

مولانا عبدالرؤف چشتی دیوبندی اوکاڑوی

مکتبہ چشتیہ
متصل پل والی مسجد
وینس چوک اوکاڑہ

تحفۃ الخطباء الفصحۃ والبلاغۃ

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر

۲۵ خطبات چشتی

جلد سوم

مؤلف

ظہیر الخطباء مولانا عبد الرؤف چشتی دیوبندی اوکاڑوی

ناشر

مکتبہ چشتیہ
متصل پل والی مسجد ــ وینس چوک اوکاڑا

کاتب: قدرت اللہ فاروق ملکہ ہانس

نام کتاب ________ خطبات چشتی جلد سوم

مولف ________ مولانا عبد الرؤف چشتی دیوبندی

ناشر ________ مکتبہ چشتیہ اوکاڑا

تاریخ اشاعت ________

مطبع

تعداد اشاعت ________ گیارہ سو

کتابت ________ مولانا قدرت اللہ فاروقی خطیب مکہ ہائس (پاکپتن)

قیمت ________ ۱۵۰/- روپے

ملنے کے پتے

- مکتبہ چشتیہ ۔ متصل ریلوے پل والی مسجد ۔ ونیس چوک ۔ اوکاڑا
- کتب خانہ رشیدیہ ۔ مدینہ مارکیٹ ۔ راجہ بازار ۔ راولپنڈی
- مکتبہ رحمانیہ ۔ اردو بازار ۔ لاہور
- مکتبہ قاسمیہ ۔ اردو بازار ۔ لاہور
- مکتبہ سید احمد شہید ۔ اردو بازار ۔ لاہور
- سبحانی اکیڈمی ۔ حسن مارکیٹ ۔ اردو بازار ۔ لاہور
- اسلامی کتب خانہ ۔ بنوری ٹاؤن ۔ کراچی.

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا
اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا

بخش دے یا رب ہماری بھول چوک
کر ہمارے ساتھ اچھا ہی سلوک
آمین

میری خطائیں ۔ آپ کی دعائیں

حضرات گرامی!

خطبات چشتی میں جو اچھائیاں ہیں وہ اللہ تعالےٰ کا فضل و کرم
اور آپ کی دعاؤں کا ثمر ہے اور
جو غلطیاں ہیں وہ میری خطاؤں کا نتیجہ۔
مَیں اصلاح کرنے والے ہر صاحب کا
تہہ دل سے تاحیات ممنون و مشکور رہوں گا۔

اللہ کریم سے التجا

اے پروردگار عالم!
تو اس حقیر خدمت کو قبول فرما اور
میرے حق میں اس کو خیر جاری اور توشۂ آخرت بنا۔
رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ؀
آمین یا رب العالمین آمین

انتساب

تین محسن، تین مربی، تین سرپرستوں کے نام

خطبات چشتی جلد سوم کا انتساب میں اپنے تین قابل احترام بزرگوں

۱۔ استاد گرامی قدر حضرت مولانا **محمد عمر** صاحب لدھیانوی
مہتمم جامعہ مدنیہ چیچہ گھر ٹوبہ ٹیک سنگھ۔

۲۔ عم گرامی قدر حضرت مولانا **محمد حامد علی** صاحب رحمانی
مہتمم مدرسہ اشرفیہ تعلیم القرآن حسن ابدال ضلع اٹک۔

۳۔ والد گرامی قدر حضرت حافظ **محمد اکبر علی** صاحب
چک نمبر ۳۳/۱۲۔ایل ڈاک خانہ ۱۲۔ایل چیچہ وطنی ضلع ساہیوال۔
کے نام کرتا ہوں۔

جن کی دعاؤں نے میری اداؤں، جن دفاؤں نے میری جفاؤں — اور جن کی سزاؤں نے میری خطاؤں کو سنوار اور میں اپنی تعلیم جاری رکھ سکا۔ اور جن کی خواہش تھی کہ میں ایک اچھا خطیب بنوں۔

الحمدللہ! میرے مولیٰ کریم نے ان کی دعاؤں کو شرفِ قبولیت بخشا اور مجھے گفتگو کا حوصلہ عطا فرمایا۔

میری قلبی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحت وعافیت عطا فرمائے اور ان کا سایہ تا دیر سلامت رکھے۔ آمین ثم آمین

خاکپائے اکابر

عبدالرؤف چشتی۔ دیوبندی۔ اوکاڑہ

رائے گرامی

حضرت مولانا قاری عبدالحی صاحب عابد خلیفہ مجاز

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور۔ خطیب مرکزی مدنی مسجد غازی آباد لاہور

مقرر اور خطیب کے لئے یہ ضروری ہے کہ

وہ وقت ضائع کئے بغیر اپنے ہی وقت میں اپنا موضوع پورا کرے۔ اگر طے شدہ وقت میں اپنی تقریر یا موضوع مکمل نہیں کر سکتا تو وہ واعظ بے نظیر تو ہو سکتا ہے — مگر مقرر اور خطیب نہیں۔

مولانا عبدالرؤف چشتی صاحب کو دیکھا ہے کہ وہ اسٹیج پر آتے ہی بغیر وقت ضائع کئے اپنے ہی وقت میں اپنی بات مکمل کر لیتے ہیں اور عوام سے خوب داد حاصل کر کے عوام کو اپنا شیدائی بنا لیتے ہیں۔

اب تو ماشاء اللہ انہوں نے **خطباتِ چشتی** شائع کر کے

علماء، مبلغین، مقررین، خطباء

پر احسانِ عظیم فرمایا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ تَعَالٰی

جیسے خود حسین خطیب اور مقرر ہیں۔

اسی طرح خطبات چشتی بھی حسین و جمیل ہیں۔

اللہ کریم ان کی محنت کو قبول فرما کر ذریعہ نجات

اور صدقہ جاریہ بنا دیں۔ آمین۔

عبدالحی عابد

خطیب مدنی مسجد۔ غازی آباد

لاہور

رائے گرامی

خطیب پاکستان حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی صاحب دامت برکاتہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولانا عبدالرؤف صاحب چشتی ایک کہنہ مشق، منجھے ہوئے خطیب ہیں۔ ان کی خطابت کے آب دار موتی ان کی تصنیف خطبات چشتی میں نمایاں طور پر چمک رہے ہیں۔

سیرت النبی صلے اللہ علیہ وسلم ایک بحر ناپیدا کنار ہے۔ آپ نے اسے ایک لڑی میں پرو کر خطباء اور مقررین کے لئے ایک نئی سمت اور جہت عطا کی ہے۔

جمعہ پڑھانے کے لئے خطباء اور مقررین کو بہت محنت کرنا پڑتی ہے۔ با ذوق اور ثقہ خطباء اس محنت کے اور کاوش کے عادی ہو جاتے ہیں۔

مگر اس بے پناہ مصروفیات کے دور میں بعض اوقات مقررین کو ڈوب کر مطالعے کا وقت نہیں ملتا۔ اس لئے ان کے لئے ایک ایسی کتاب راہنمائی کرتی ہے جو مختلف مضامین میں اپنا دامن مزین رکھتی ہو۔

مولانا چشتی نے سیرت النبیؐ کا یہ گل دستہ علماء اور خطباء کے لئے مہیا کر کے ایک عظیم خدمت سرانجام دی ہے۔ جسے ان کی حسین کاوش قرار دیا جائے گا۔

اللہ تعالےٰ اسے قبول فرمائے ——— اور

ان کے لئے زاد آخرت بنائے۔ آمین۔

محمد ضیاء القاسمی

خطیب گول جامع مسجد غلام محمد آباد

فیصل آباد

رائے گرامی رائیونڈ کے تبلیغی مرکز مدرسہ عربیہ کے شیخ الحدیث ــــ اور جامعہ العلوم الاسلامیہ المسعودیہ کے مدیر حضرت علامہ مولانا

مفتی محمود الحسن شاہ صاحب مسعودی دامت برکاتہم

حضرت مولانا عبدالرؤف چشتی مدظلہ سے اوکاڑا میں منعقدہ علماء کرام کے ایک اجتماع میں سرسری ملاقات تو یاد ہے لیکن تفصیلی تعارف آج ان کے عظیم شاہکار خطبات چشتی کی ہر دو جلدوں کا چیدہ چیدہ مقامات سے مطالعہ کرنے سے ہوا۔ برادر مکرم حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب زید مجدہم مہتمم جامعہ قاسمیہ اوکاڑا ملاقات کے لئے رائیونڈ تشریف لائے تو حضرت چشتی مدظلہ کا ہدیۂ اخلاص بھی ہمراہ لائے۔ حق تو یہ ہے کہ کتاب کا بالاستیعاب مطالعہ کر کے اظہار رائے کیا جاوے۔ لیکن ملک کی جید معتمد علیہم ہستیوں کی تقاریظ کی موجودگی وافادیت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ یوں تو اکثر و بیشتر سیرت کے موضوعات پر پڑھنے سننے، لکھنے اور بولنے کا موقع ملتا رہا۔ مگر ایسے اچھوتے انداز سے دل کش و حسین مجموعہ نگاہوں سے گذرا اور نہ ہی علم میں آیا۔ اَللّٰهُمَّ زِدْ فَزِدْ۔

کتاب کیا ہے؟ گلہائے رنگا رنگ کا حسین امتزاج ہے جس کا قاری ہر لحظہ عجیب سی چاشنی اور تسکین روح کا وافر سامان پاتا چلا جاتا ہے۔ حضرت مؤلف مدظلہ نے جس دل جمعی و عرق ریزی سے حب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں بے ساختہ غوطہ زن ہو کر بیسیوں کتابوں سے سیرت نبوی کا عطیر علماء و خطباء کی خدمت میں پیش کیا ہے۔ اس پر اللہ جل شانہٗ اپنی شایان شان ان کو جزائے خیر نصیب فرماویں۔ اس کاوش کو مقبول و نافع و ذخیرۂ آخرت بنا کر اخلاص و استخلاص عطاء فرماویں۔ سب تبلیغی دوستوں کو "خطبات چشتی" سے استفادہ کرنا چاہئے۔ اور یہ کتاب ہر مسلمان کے گھر میں عموماً اور ہر تبلیغی دوست کے گھر میں خصوصاً موجود ہونی چاہیئے تاکہ اہل خانہ بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ سے مکمل آگاہی حاصل کر سکیں۔

خاکپائے اکابر

مفتی محمود الحسن شاہ مسعودی عفی عنہٗ

حال وارد۔ مدرسہ عربیہ۔ رائیونڈ ضلع لاہور

رائے گرامی

شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا محمد سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم

صدر وفاق المدارس پاکستان ۔ مہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سیرت کے موضوع پر اس قدر شگفتہ، روح پرور — اور معلومات افزا خطبات کا مجموعہ پہلی مرتبہ باصرہ نواز ہوا۔

جناب مولانا عبدالرؤف چشتی صاحب نے بڑے اہتمام کے ساتھ ان تقریروں کو مرتب فرمایا ہے۔ زبان عام فہم، سلیس اور سہل ہے۔

احقر پوری کتاب کا مطالعہ تو نہیں کرسکا لیکن جب بھی اور جس جگہ سے بھی اس کو پڑھا تو دلچسپ اور مفید ہی پایا۔

زورِ خطابت خوب نمایاں ہے اور پڑھنے والا نشاطِ قلب کے ساتھ محسوس کرتا ہے کہ وہ کچھ حاصل کر رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس مجموعہ کو نافع خلائق بنائے — اور مؤلف کے لئے صدقۂ جاریہ بنائے۔ آمین

محمد سلیم اللہ خان

کراچی

رائے گرامی

حضرت مولانا علامہ محمد حنیف صاحب جالندھری
مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہِ الکریم امّا بعد

برادر محترم مولانا عبدالرؤف چشتی صاحب کی تالیف "خطباتِ چشتی" جلد اول نے خطابت کی دنیا میں جلد ہی اپنا اچھا خاصا تعارف پیدا کر لیا ہے۔

مولانا موصوف نے خطباتِ جمعہ میں سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خطیبانہ انداز میں بیان فرمانا شروع کیا۔ اس سلسلہ کو ان کے سامعین نے حسنِ ذوق کا مظاہرہ کرتے ہوئے بہت پسند کیا۔

مولانا کے خطبات علمی و فنی لحاظ سے قابل داد ہیں۔ ہر خطبہ آیات کریمہ، احادیث شریفہ، عربی، اردو، پنجابی ضرب الامثال، واقعات اور اشعار سے مزین ہے۔

مولانا کے ان خطبات کی مقبولیت کا اندازہ اس امر سے ہوتا ہے کہ خطباتِ چشتی کی جلد اول نے قلیل مدت میں ہزار ہا شائقین سے خراج تحسین وصول کیا۔ اب دوسری جلد بھی منصہ شہود پر آچکی ہے۔ اور نقشِ ثانی نقشِ اوّل سے خوب تر کا مصداق ہے۔

اللہ تعالےٰ مولّف کی کاوش کو قبول فرمائیں اور اس سلسلہ کو نافع بنا دیں۔ آمین۔

محمد حنیف جالندھری
ملتان

رائے گرامی

مناظر اسلام حضرت علامہ مولانا خالد محمود صاحب پی. ایچ. ڈی لندن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آج کتاب مستطاب "خطبات چشتی" کو دیکھنے کا موقع ملا. ماشاء اللہ فاضل خطیب مولانا عبدالرؤف چشتی نے اپنے مخصوص پیرایہ بیان سے خطابت کو چار چاند لگا دیئے ہیں. ان خطبات میں جو چیز سامعین کو متاثر کرتی ہے وہ اسلام کا مسلسل تعارف ہے. خطبات ایک دوسرے سے کٹے ہوئے موضوعات نہیں ہیں بلکہ ایک دوسرے سے مسلسل ہیں. تقریباً ہر خطبہ کے آخر میں اگلے خطبہ کا ایک تعارف موجود ہے اور یہ سامعین کو آئندہ دعوت کا ایک نہایت خوشگوار انداز ہے. مولانا عبدالرؤف چشتی نے ایک ہی آیت کو ہر خطبے کا مرکز بنایا ہے اور ہر خطبے کو ایک ہی آیت کے گرد جمع کر کے قرآن دانی اور قرآن فہمی کا ایک نفیس دل کش نمونہ پیش کیا ہے. یوں سمجھئے کہ ایک گلدستہ ہے جس میں ہر رنگ اور ہر خوشبو کے پھول کھلے ہیں.

الحمد للہ یہ خطبات پاکستان کے اجتماعی ماحول میں ایک قومی، دینی آواز ہیں اور ایک مشترکہ صدائے محراب ہیں جن پر فرقہ بندی کا کوئی بوجھ نہیں ہے اور ہر مسلک کا تقریباً ہر فرد ان سے بجا طور پر فائدہ اٹھا سکتا ہے.

امید ہے ہمارے نئے فارغ التحصیل علماء اور خطیب صاحبان ان خطبات کا باقاعدگی سے مطالعہ کریں گے اور ان کی روشنی میں اپنا خطبہ تیار کریں گے تو اس سے انہیں خاطر خواہ فائدہ ہوگا. کیونکہ ان خطبات نے نئے بننے والے خطیبوں کو ایسی زمین فراہم کر دی ہے جس پر وہ اپنی تعمیر کر کے ان شاء اللہ مستقبل کے مستقل خطیب بن سکیں گے.

اللہ تعالیٰ مولانا چشتی کی اس حسین محنت کو قبول فرمائے اور ہر مسلمان کو اس سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائے. آمین

خالد محمود۔

رائے گرامی شیخ الحدیث حضرت مولانا قاری محمد الیاس صاحب مہتمم مدینۃ العلم ابکر منڈی فیصل آبادی

فاضل جلیل مولانا عبد الرؤف چشتی عرصۂ دراز سے میدان خطابت میں ایک کامیاب خطیب ہونے کی حیثیت سے لوگوں کے دلوں کو گرما رہے ہیں بلکہ خداداد صلاحیت زمانۂ طالب علمی ہی میں ان کے اندر موجود تھی جس کا وقتاً فوقتاً اظہار ہوتا دیکھ کر اساتذہ داد تحسین دیا کرتے تھے اور دعائیں دیا کرتے تھے شاید بلکہ یقیناً انہی دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ آج آسمان خطابت پر ایک درخشندہ و تابندہ ستارہ بن کر عبدالرؤف چمک رہا ہے۔ فاضل مؤلف نے ہمیشہ یہ کوشش کی کہ ان کا خطبہ سننے کے لئے دور دراز علاقوں سے آنے والے کچھ لے کر جائیں خالی ہاتھ واپس نہ جائیں۔ جامعات اور مدارس کے طلبا اور علما جب مولانا کی تقریر سنتے ہیں تو اکثر کے دلوں میں یہ تمنا پیدا ہوتی ہے کہ اے کاش ہم بھی اسی طرح کے خطیب بن جائیں۔ اسی تمنا اور آرزو کو پورا کرنے کے لئے مولانا چشتی نے شب و روز محنت کر کے اولاً ۲۵ خطبات پر مشتمل ایک کتاب ترتیب دی جس کی ہاتھوں ہاتھ فروخت کے بعد پھر دوسری جلد ۲۵ خطبات پر مشتمل شائع کر دی اور اب ماشاء اللہ تیسری جلد بھی آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ ہر خطیب تیاری خطبہ کے وقت سب سے پہلے ایک موضوع کا تعین کرتا ہے۔ پھر اس پر متعدد کتابوں کی ورق گردانی کر کے موضوع سے متعلقہ باتیں کرتا ہے پھر اس جمع شدہ مواد کو ترتیب دے کر اس قابل ہوتا ہے کہ لوگوں کے سامنے بیان کر سکے۔ مولانا عبدالرؤف چشتی نے خطبات کو کتابی شکل میں جمع فرما کر یہ کام خطباء کے لئے آسان بنا دیا ہے۔ اس لئے کہ ہر خطبہ کے شروع میں آیت قرآنیہ، احادیث مستند اور معتبر کتب سے جمع کیا ہوا موضوع سے متعلقہ مواد بڑے احسن انداز میں جمع کر دیا ہے اور خصوصاً نئے خطباء اور طلباء کے لئے تو یہ کتاب بہت ہی مفید اور معاون ثابت ہو گی۔ فن خطابت کے شوقین طلباء اور علماء کو خطبات چشتی کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیئے۔ اللہ تعالٰے مولانا چشتی کی اس عظیم محنت کو قبول فرمائے اور ہم سب کو اس سے مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

مدیر

محمد الیاس جامعۃ العلوم فیصل آباد

رائے گرامی

قومی اسمبلی کے ممبر
حضرت مولانا محمد اعظم طارق صاحب
سپاہ صحابہ کے جرنیل

فطری طور پر ہر شخص کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنی قوم اور اپنے ہمعصروں میں ایک امتیازی حیثیت حاصل کرے۔ قوموں اور بڑے بڑے سرداروں کے سر اس کے آگے جھکنے لگیں۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہر دور میں رہبر و رہنما لیڈر اور امامت کے منصب پر صرف اور صرف ایسے ہی لوگ فائز ہوئے ہیں جنہوں نے عوام کی ترجمانی کا حق ادا کرنے کا بیڑا اٹھایا اور قوت سخن سے لوگوں کے دلوں کو گرما کر بڑے بڑے انقلابات برپا کر دیئے۔ میرے خیال میں شاید ہی کوئی ایسا لیڈر تاریخ میں گذرا ہو جسے قدرت کلام نہ ہونے کے باوجود عوام کی طرف سے پذیرائی حاصل ہوئی ہو۔ قوت کلام جسے خطابت کے عنوان سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اگرچہ ایک خداداد ملکہ ہوتا ہے تاہم اس فطرتی ملکہ کی بیداری کے لئے کچھ بنیادی اشیاء کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس کے لئے مطالعہ کے ساتھ ساتھ کسی اعلیٰ خطیب کا طرز خطابت بھی خطابت کے جوہر کو نکھارنے کا اہم ذریعہ ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں طالب علمی ہی کے دور سے طلبہ اور ہونہار بچوں کی نگاہیں کسی ایسی کتاب کی متلاشی ہوتی ہیں جو ان کی اس تشنگی کو دور کر سکے۔

چنانچہ طلباء اور نئے خطباء کی اس تشنگی کو دور کرنے کے لئے میرے قابل احترام، فاضل دوست حضرت مولانا عبدالرؤف چشتی صاحب نے خطبات چشتی کے نام سے اپنے خطبات کا مجموعہ شائع کیا دیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ خطبات چشتی موجودہ دور میں سیرت النبی صلے اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر ایک منفرد اور اچھوتی کتاب ہے۔ میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ ظہیر الخطباء حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب چشتی کی تصنیف خطبات چشتی نہ صرف طلباء کے لئے مفید و معاون کے طور پر سامنے آئی ہے بلکہ بڑے بڑے خطباء کے لئے بھی یہ کتاب نعمت غیر مترقبہ ہے۔

محمد اعظم طارق
جھنگ صدر

تاثرات گرامی

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قاسمی، مہتمم جامعہ قاسم العلوم فقیر والی ضلع بہاولنگر

حضرت مولانا عبدالرؤف چشتی کے خطبات اس دور کا عظیم شاہکار ہے۔ اور خطباء کے لئے ایک عظیم سرمایہ ہیں۔

مولانا چشتی کا علماء امت پر احسان ہے کہ آپ نے بہت سی معلومات یکجا کر دیں اور علماء کو کتب کثیرہ کے مطالعہ سے بے نیاز کر دیا ہے۔

مولانا چشتی نے جس کوشش اور کاوش، جس محنت و ریاضت، اور جس خلوص و لگن سے یہ مواد جمع کیا ہے اور جس فصاحت و بلاغت سے معلومات کو ترتیب کی لڑی میں پرو دیا ہے اس پر میں آنجناب کو قلب کی گہرائیوں سے ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں۔

لاریب! یہ آپ کا عظیم الشان اور فقید المثال کارنامہ ہے جس پر تمام اہل علم کی طرف سے زبردست شکریہ کا بجا طور استحقاق رکھتے ہیں۔ خدا تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

گو اس سے قبل ملک کے ممتاز اور جید خطبائے کرام کے خطبات اشاعت پذیر ہو کر ارباب شوق کے لئے سامان تسکین فراہم کر چکے ہیں، لیکن آپ کے خطبات بعض امتیازی خصوصیات کی وجہ سے انفرادیت کے حامل ہیں۔ آپ نے سیرت طیبہ کے مختلف گوشوں کو جس طرح اجاگر کیا ہے اور اس کے مختلف پہلوؤں پر جس طرح تفصیلی روشنی ڈالی ہے وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ خدا کرے زور قلم اور زیادہ ہو۔

یہ کتاب مستطاب سکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں اور مدارس عربیہ کے طلباء کیلئے ایک بڑا قیمتی تحفہ ہے۔ نہ صرف طلباء بلکہ عام لوگ اور علماء اور خطباء بھی اس سے مستفیض ہو سکتے ہیں مستفیض ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مزید آگے بڑھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

آمین ثم آمین

محمد قاسم قاسمی فقیر والی ضلع بہاولنگر

عرضِ مؤلّف

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ رب الکریم وحدہٗ لاشریک کالاکھ لاکھ شکر ہے کہ جس ذاتِ قدیر نے محض اپنے فضل وکرم اور اپنی عنایات سے مجھ جیسے حقیر اور نحیف بندہ کو امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ پر خطبات کی تیسری جلد بھی مکمل کرنے کی توفیق اور ہمت عطا فرمائی اور میرے مالک نے میری رات دن کی محنت وکوشش کو منزلِ مقصود تک پہنچایا اور یہ سب اسی ارحم الراحمین کا فضل وکرم ہے کہ آج خطباتِ چشتی جلد سوم آپ کے دستِ مبارک میں گلاب کے پھولوں کی طرح کھلی آپ کی حسین آنکھوں کو دعوتِ مطالعہ دے رہی ہے۔

یاد رکھئے! دکان سے سیب اٹھاکر ہاتھ میں رکھ کر صرف دیکھ لینے سے اس کے فوائد حاصل نہیں ہوتے جب تک اسے خرید کر کھایا نہ جائے۔ اسی طرح کتاب اٹھاکر ورق گردانی کر لینے سے تو کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا جب تک کہ اسے مستقل مطالعہ کے لئے منتخب نہ کر لیا جائے۔ کیونکہ اچھا خطیب بننے کے لئے مطالعہ ضروری ہے اور مطالعہ کے لئے اچھی کتاب کا ہونا ضروری ہے، اور پھر صرف کتاب کا پاس ہونا ہی کافی نہیں بلکہ اس کتاب کا ذاتی خریدہ ہونا بھی ضروری ہے۔ اس لئے کہ جب کتاب ذاتی ملکیت ہوگی تو دورانِ مطالعہ اچھے جملوں پر، اچھے اشعار پر اور اچھے واقعات پر نشان لگاکر انہیں بار بار پڑھ کر یاد کیا جا سکتا ہے۔ جب کہ عاریتاً لی گئی کتاب سے خاطر خواہ فوائد حاصل نہیں ہو سکتے۔ اور ساتھ ہی ان دوستوں سے کہوں گا کہ وہ تیسری جلد کے مطالعہ سے پہلے جلد اول اور دوم کا مطالعہ ضرور کریں اور پھر جمعہ کے خطبات شروع کریں۔ تیسری جلد کا پہلا خطبہ ۵۱ نمبر سے شروع کیا گیا ہے تاکہ ترتیب قائم رہے اور مستقل جمعہ پڑھانے والا خطیب ترتیب اور تسلسل سے خطبہ دے سکیں۔

مَیں ایک بار پھر اپنے قابلِ صد احترام محدثین ومفسرین اور واعظین ومتعلمین کا تہہ دل سے ممنون ہوں جنہوں نے خطباتِ چشتی جلد اول، دوم پر تقاریظ لکھ کر میری حوصلہ افزائی فرمائی۔

اللہ کریم ان سب حضرات کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین۔

آخر میں ان قابل قدر حضرات سے معذرت چاہوں گا جنہوں نے تیسری جلد کے لئے مجھے خطوط لکھے اور تیسری جلد از جلد شائع کرنے کے شدید تقاضے فرمائے۔ لیکن بعض وجوہ کی بنا پر اشاعت جلدی نہ ہو سکی۔ جو ہوئی تاخیر تو کچھ باعث تاخیر بھی تھا

وجہ یہ ہوئی کہ مسلسل محنت اور مطالعہ کی وجہ سے میری آنکھوں میں موتیا آگیا جس کا سوائے آپریشن کے اور کوئی علاج نہ تھا اور پھر آپریشن کروانے کا فیصلہ کیا گیا۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ آپریشن کامیاب رہا۔ لیکن آپریشن کی وجہ سے مجھے ڈیڑھ ماہ کے لئے مکمل طور پر تحریر و تقریر سے بند کر دیا گیا۔ اور دو ماہ کے بعد اجازت بھی ملی تو وہ بہت ہی کم لکھنے پڑھنے کی۔ اور پھر چار ماہ کے بعد اللہ نے مکمل طور پر مجھے صحت عطا فرما دی۔ الحمد للہ اب بفضل تعالیٰ بالکل صحیح کام کر رہا ہوں۔ ذالک فضل اللہ۔ ایک وجہ تو یہ تھی۔

دوسری وجہ خطبات چشتی کے کاتب مولانا قدرت اللہ صاحب فاروق کے والد محترم کی شدید علالت کتابت میں رکاوٹ رہی۔ کاتب صاحب اپنے والد گرامی کی تیمارداری میں مصروف رہنے کی وجہ سے کام جلدی مکمل نہ کر سکے۔ اور پھر ۱۸ اکتوبر ۱۹۹۴ء کو کاتب صاحب کے والد کی وفات مزید تاخیر کا سبب بن گئی۔ اس طرح تاخیر ہوتی چلی گئی۔

بہر حال اب اللہ کے فضل و کرم اور اس کی اعانت و نصرت سے تیسری جلد آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ آپ دعا کریں کہ اللہ کریم اس کتاب کو میرے لئے دنیا میں باعث خیر و برکت اور آخرت میں ذریعہ نجات بنائے۔ اور تمام مسلمانوں کو اس سے استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

والسلام

خاکپائے اکابر

عبدالرؤف چشتی۔ اوکاڑا

خطبہ نمبر ۵۱

بنتِ مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم

علی کے نکاح میں

جھلکیاں

قبلہ کوئی بت نہیں
سجدہ گاہ اور اصحاب صُفہ کا مسکن
کون اصحاب صفہ
اصحاب صفہ کے خورد و نوش کا انتظام
پاکیزہ مہمانوں کے پاکیزہ میزبان
پھر دودھ ختم ہو گیا
فاقے کاٹنے والے جنگل کی لکڑیاں کاٹنے لگے
عجیب ترکیب

علی بارگاہ رسالت میں
اسلام نے عورت کو عزت بخشی
علی کی مشکل عثمان نے حل کر دی
عثمان کو فیاضی کا اجر مل گیا
بنت مصطفیٰ علی کے نکاح میں
سیدہ کا جہیز کیا تھا.
سیدہ کی رخصتی
پیغمبر اپنی بیٹی کے گھر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَ
نَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ
سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَ مَنْ
یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ
لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ۔
اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ
لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَکَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیْدًا ہ
مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ہ

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْم ۔

وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا
تاکہ اسے ہر ایک دین پر غالب کرے اور اللہ کی شہادت کافی ہے۔
محمد اللہ کے رسول ہیں۔

پ ۲۶ رکوع ۱۱

بزرگانِ محترم دوستو عزیزو نوجوان ساتھیو !

گذشتہ خطبہ میں یہ عرض کیا تھا کہ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی خواہش تھی کہ ہمارا قبلہ وہی ہو جائے جس کو سیدنا حضرت خلیل علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا۔ اس لئے آپ بار بار آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا کرتے تھے کہ کب ہمیں کعبۃ اللہ کی طرف نماز پڑھنے کا حکم ملتا ہے۔ چنانچہ پھر نصف شعبان سنہ ۲ ہجری میں خداوند قدوس کی طرف سے تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوتا ہے اور پھر آپ بیت المقدس کے بجائے کعبۃ اللہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔

قبلہ کوئی بت نہیں

حضرات گرامی! علماء لکھتے ہیں کہ ان مقامات کی ذاتی کوئی خصوصیت نہیں ہے بلکہ ان میں فضیلت پیدا ہونے کا سبب ہی یہ ہے کہ ان ہر دو مقامات کو اللہ تعالیٰ نے قبلہ بنانے کے لئے اختیار فرمایا ہے اور ان کی طرف رخ کرنے میں ثواب کی وجہ بھی صرف یہی ہے کہ حکم الٰہی کی اطاعت ہے اور شاید حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے قبلہ میں تغیر و تبدل فرمانے کی یہ بھی حکمت ہو کہ عملی طور سے لوگوں پر یہ واضح ہو جائے کہ قبلہ کوئی بت نہیں جس کی پرستش کی جائے بلکہ اصل چیز حکم خداوندی ہے وہ بیت المقدس کی طرف رخ کرنے کا آگیا تو اس کی تعمیل کی پھر جب کعبہ کی طرف رخ کرنے کا حکم مل گیا تو اسی کی طرف رخ کرنا عبادت ہو گیا۔ چنانچہ خود قرآن پاک نے بھی اس حکمت کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں فرمایا گیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔

وَ مَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِیْ كُنْتَ عَلَيْهَاۤ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ؕ

ترجمہ: جس قبلہ پر آپ پہلے رہ چکے ہیں اس کو قبلہ بنانا تو محض اس بات کو ظاہر

کرنے کے لئے تھا کہ کون رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرتا ہے اور کون پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ پ۲ سورہ بقرہ۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہے کہ

اس حقیقت قبلہ کے بیان سے ان بیوقوف مخالفین کا بھی رد ہو گیا جو قبلہ کے بارے میں تغیر و تحویل کو اسلام کے منافی سمجھتے اور مسلمانوں کو طعنہ دیتے تھے اور قرآن پاک میں ہی یہ ارشاد ہے کہ

يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝

اس میں یہ بتا دیا گیا ہے کہ سیدھی راہ یہی ہے کہ انسان حکم الٰہی کے لئے تیار رہے جو حکم مل جائے اس پر بے چون و چرا عمل کرے اور یہ سیدھی راہ خدا کے فضل و کرم سے مسلمانوں کو حاصل ہوئی ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔

سجدہ گاہ اور اصحابِ صُفّہ کا مسکن

حضرات گرامی! میں آپ کے سامنے تحویل قبلہ تک کے واقعات گذشتہ خطبات میں تفصیل کے ساتھ بیان کر چکا ہوں۔ آج کے خطبہ میں اصحاب صفہ اور سیدہ فاطمہ کی شادی کے متعلق عرض کروں گا۔ دعا فرمائیں کہ خدا تعالےٰ مجھے شرح صدر سے بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ سب کہدیں آمین۔

عزیزان گرامی قدر!

تحویل قبلہ کے بعد جب مسجد نبوی کا رخ بیت اللہ شریف کی طرف ہو گیا تو قبلۂ اول کی طرف دیوار اور اس کے متصل جو جگہ تھی وہ ان فقراء اور غرباء کے ٹھہرنے کے لئے چھوڑ دی گئی کہ جن کے لئے کوئی ٹھکانہ اور گھر بار نہ تھا۔ یہ جگہ صفہ کے نام سے مشہور تھی۔ صفہ دراصل سائبان اور سایہ دار جگہ کو کہتے ہیں۔ وہ کمزور مسلمان اور فقراء جو اپنے فقر پر فقط صابر ہی نہ تھے بلکہ امراء اور اغنیاء سے زیادہ خوش و خرم تھے اور ان اصحابِ ثروت سے زیادہ شاکر و صابر تھے۔

وہ فقراء جن کے دلوں میں خدا کی محبت تھی ۔
وہ فقراء جن کے دلوں میں نبی کی قدر تھی ۔
وہ فقراء جن کے دلوں میں قرآن کی عظمت تھی ۔
وہ فقراء جن کی جبین نیاز خدا کے حضور جھکتی تھی ۔
وہ فقراء جن کی نگاہ میں دنیا کی کوئی قدر و قیمت نہ تھی ۔
وہ جب ارشادات نبوت سننے کے لئے حاضر ہوتے تو اسی جگہ بیٹھ جاتے اور جب پیغمبر علیہ السلام کا وعظ ختم ہوتا تو اسی سایہ دار جگہ میں لیٹ جاتے. چنانچہ لوگوں نے انہیں اس صفہ پر پڑے دیکھا تو انہیں اصحاب صفہ کہنا شروع کر دیا یعنی صفہ والے ۔

کون اصحابِ صُفّہ؟

حضرات گرامی !
کوئی اصحاب اخدود کہلاتے ہیں ۔ یعنی خندق والے ۔
کوئی اصحاب فیل کہلاتے ہیں ۔ یعنی ہاتھیوں والے ۔
کوئی اصحاب جنّہ کہلاتے ہیں ۔ یعنی باغ والے ۔
کوئی اصحاب کہف کہلاتے ہیں ۔ یعنی غار والے ۔
کوئی اصحاب قریہ کہلاتے ہیں ۔ یعنی بستی والے ۔
کوئی اصحاب سبت کہلاتے ہیں ۔ یعنی ہفتہ والے ۔
کوئی اصحاب رس کہلاتے ہیں ۔ یعنی کنوئیں والے ۔ سبحان اللہ العظیم
خطیب کو کہنے دیجئے کہ
کسی گروہ کو اصحابِ ثروت کہا جاتا ہے ۔
کسی گروہ کو اصحابِ شرافت کہا جاتا ہے ۔
کسی گروہ کو اصحابِ صداقت کہا جاتا ہے ۔
کسی گروہ کو اصحابِ ظرافت کہا جاتا ہے ۔

کسی گروہ کو اصحابِ لطافت کہا جاتا ہے۔

کسی گروہ کو اصحابِ دیانت کہا جاتا ہے۔

لیکن جو بھوکے اور مفلس تھے مگر درس نبوت کے متعلم تھے انہیں اصحاب صفہ کہا جاتا ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔

اصحابِ ثروت کو دیکھا مگر مروت نظر نہ آئی۔

اصحابِ شرافت کو دیکھا مگر طہارت نظر نہ آئی۔

اصحابِ صداقت کو دیکھا مگر امانت نظر نہ آئی۔

اصحابِ ظرافت کو دیکھا مگر فقاہت نظر نہ آئی۔

اصحابِ لطافت کو دیکھا مگر نظافت نظر نہ آئی۔

اصحابِ دیانت کو دیکھا تو صداقت نظر نہ آئی۔ —— اور

جب کوئی اصحاب صفہ کو دیکھتا ہے —— تو

اسے پہلے صفہ نظر آتا ہے —— پھر

اصحابِ صفہ نظر آتے ہیں —— اور

جب ان کو دیکھتا ہے تو انہیں تعلیم قرآن دیتے مصطفٰے نظر آتے ہیں۔ سبحان اللہ العظیم۔

تو یہاں خطیب کو برملا کہنے دیجئے کہ [illegible]

جن کو مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم تعلیم دیں گے تو وہ اگر

ایک طرف اصحاب صفہ ہوں گے تو دوسری طرف اصحاب صداقت بھی ہوں گے۔

ایک طرف اصحاب صفہ ہوں گے تو دوسری طرف اصحاب دیانت بھی ہوں گے۔

ایک طرف اصحاب صفہ ہوں گے تو دوسری طرف اصحاب طہارت بھی ہوں گے۔

ایک طرف اصحاب صفہ ہوں گے تو دوسری طرف اصحاب فقاہت بھی ہوں گے۔

ایک طرف اصحاب صفہ ہوں گے تو دوسری طرف اصحاب مروت بھی ہوں گے۔

ایک طرف اصحاب صفہ ہوں گے تو دوسری طرف اصحاب نظافت بھی ہوں گے۔

سبحان اللہ العظیم۔

اگر ایک طرف یہ غریب ہوں گے تو دوسری طرف یہ مصطفےٰ کے حبیب ہوں گے۔
ظاہر میں مفلس ہوں گے مگر باطن میں مخلص ہوں گے۔
ظاہر میں خاموش ہوں گے مگر اندر سے پر جوش ہوں گے۔
دیکھنے میں کمزور ہیں مگر اندر سے شاہ زور ہیں۔
دیکھنے میں یہ فرشی ہیں ——— حقیقت میں یہ عرشی ہیں۔
دیکھنے میں یہ میلے ہیں ——— حقیقت میں یہ مولے والے ہیں۔
دیکھنے میں موکل ہیں ——— حقیقت میں ارباب توکل ہیں سبحان اللہ العظیم۔
حضرات گرامی!
یہی لوگ تھے جنہیں ارباب توکل کہا جاتا ہے۔
انہی لوگوں کو اصحاب تبتل کہا جاتا ہے۔
انہی لوگوں کو پیغمبر کے ارشادات سننے کا شب و روز موقع ملتا تھا۔
یہی لوگ آپ کی خدمت میں ہر وقت حاضر رہتے تھے۔
انہی غرباء نے اپنی آنکھوں کو آپ کے دیدار کے لئے وقف کر دیا تھا۔
انہی مساکین نے اپنے کانوں کو آپ کے کلمات سننے کے لئے وقف کر دیا تھا۔
انہی بے کسوں اور مجبوروں نے اپنے جسموں کو پیغمبر کی صحبت و معیت کے لئے وقف کر دیا تھا۔
یہ پیغمبر کے مدرسہ کے طلباء تھے جنہیں نہ تو تجارت سے کوئی مطلب تھا اور نہ ہی زراعت سے کوئی سروکار تھا۔ انہیں تو فقط خدا اور اس کے رسول سے پیار تھا سبحان اللہ العظیم۔

اصحابِ صفہ کے خورد و نوش کا انتظام

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اصحاب صفہ میں سے ہر ایک کو کھانے لئے روزانہ کھجوریں ملا کرتی تھیں۔ سرور کونین اپنے نبوت والے ہاتھ بھر کر ہر ایک طالب علم کو کھجوریں عطا فرمایا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ دوسرے صحابہ خصوصاً انصار مدینہ بھی اصحاب صفہ کی خدمت کرتے تھے۔ مسجد نبوی کے در

ستونوں میں ایک رسی بندھی رہتی جس پر ہر انصار اپنے باغات سے خوشے لاکر اصحاب صفہ کے لئے لٹکا دیتے تھے۔ اصحاب صفہ انہیں لکڑیوں سے جھاڑ کر کھاتے تھے۔
آپؐ کی طرف سے یہ حکم تھا کہ ہر باغ والا ایک ایک خوشہ لاکر مساکین کے لئے مسجد میں لٹکائے۔ (فتح الباری جلد ا صـ ۴۳۱ - بحوالہ سیرت المصطفیٰ صـ ۴۶۷)

سبحان اللہ العظیم۔

روایات میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے دن کی نماز پڑھائی جب آپؐ نے سلام پھیرا تو اہل صفہ دائیں بائیں کھڑے ہو کر عرض کرنے لگے۔ یارسول اللہ! کھجوروں نے تو ہمارے پیٹ جلا دیئے ہیں اور گلا بھی پھٹنے کو آیا ہے۔ آپ ہماری خوراک کا کوئی اور بندوبست کریں۔

یہ سن کر آپ منبر پر چڑھے اور خدا تعالےٰ کی حمد و ثنا کی پھر اس کے بعد قریش مکہ کی بدسلوکیوں کا ذکر فرمایا جو انہوں نے آپ سے اور آپ اصحاب سے روا رکھی تھیں اور فرمایا کہ مجھ پر اور میرے رفیق کا ر یعنی حضرت بلال پر قریباً دو ہفتے ایسے گذرے جن میں ہمارے پاس پیلو کے سوا کوئی چیز کھانے کو نہ تھی۔ انجام کار ہم نے وطن سے ہجرت کی اور اپنے ان انصار بھائیوں کے پاس پہنچے جنہوں نے ہمیں اپنی آنکھوں میں جگہ دی اور ہر طرح سے سکھ پہنچایا۔ انصار مدینہ کی بڑی غذا کھجور ہے اور یہ اس سے ہماری بھی خبر گیری کرتے ہیں۔ اگر مجھے اور گوشت میسر ہوتا تو میں اس سے تمہارا پیٹ بھرتا لیکن سر دست یہ میسر نہیں ہے۔ البتہ وہ زمانہ بھی جلد آنے والا ہے جب تم لوگ آسودگی کی زندگی بسر کروگے۔

اہل صفہ عرض کرتے ہیں یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے موجودہ زمانہ اچھا ہے یا آسودگی کا دور اچھا ہوگا!

آپ نے فرمایا کہ موجودہ زمانہ ہی خیر و برکت کا عہد ہے جس میں تم آپس میں انس و محبت سے رہتے ہو۔ (مسند احمد، مستدرک حاکم بحوالہ سیرت کبریٰ جلد دوم صـ ۸۲۹)

خطیب کہے کہ

ان نفوس قدسیہ کے سوچ کا اندازہ کیجئے کہ جب آپ نے آسودہ زمانے کا ذکر کیا تو انہیں

بجائے خوش ہونے کے اس کی فکر ہوگئی کہ وہ زمانہ ہمارے لئے بہتر ہوگا یا نہیں۔ اس سوال کا مطلب یہ تھا کہ اگر وہ زمانہ ہماری دنیا اور آخرت کے لئے بہتر نہ ہو تو ہمیں یہی تنگی و ترشی کے دن عزیز ہیں کہ اس میں ہمیں عبادت الٰہی اور تحصیل علم کا موقع تو ملتا ہے۔ ہمیں بھوکا اور پیاسا رہنا منظور ہے لیکن ذکر الٰہی سے ایک لمحہ کے لئے بھی غافل ہو جائیں یہ قبول نہیں۔ سبحان اللہ العظیم۔

پاکیزہ مہمانوں کے پاکیزہ میزبان

حضرات گرامی! مفسرین نے لکھا ہے کہ کھجوروں پر گذارہ کرنے کا انتظام محض ابتدائی زمانہ میں تھا اور عارضی تھا۔ اس کے بعد آپؐ کا یہ معمول ہو گیا تھا کہ شام کے وقت اصحاب صفہ کو بلاتے اور کھانا کھانے کے لئے اصحاب ثروت کے ساتھ تقسیم کر کے بھیجدیتے۔ بعض اوقات سرکار مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم خود بھی اصحاب صفہ کو اپنے کاشانۂ نبوت پر بلاتے تھے۔

حضرت قیس نامی ایک صحابی جو اصحاب صفہ میں سے تھا۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بلایا اور سیدہ عائشہ صدیقہ کے گھر میں ہمیں کھانا کھلایا۔ اس کے بعد فرمایا کہ اگر تمہاری خواہش ہو تو یہیں سو جاؤ ورنہ مسجد میں جاکر سو جاؤ۔ ہم نے عرض کیا کہ ہم مسجد میں ہی جانتے ہیں۔

خطیب کہے کہ وہ کیسا منظر ہوگا جب حضور خود اپنے طلباء کو اپنے گھر کھانا کھلا رہے ہوں گے اور اس کھانے میں کیسی برکت ہوگی جس کو حبیبۂ حبیب خدا نے تیار کیا ہوگا۔

اس گھر کو سلام کروں۔
اس گھر کے مکینوں کو سلام کروں۔
اس گھر کے مہمانوں کو سلام کروں۔
اس گھر کے میزبانوں کو سلام کروں۔

آسمان کی نگاہ نے نہ تو ایسے کبھی میزبان دیکھے ہوں گے ——— اور نہ ہی ایسے مہمان دیکھے ہوں گے۔ سبحان اللہ العظیم۔

اصحاب صفہ کی عظمت کا اندازہ لگایئے کہ جس پیغمبر کا کو ہر صحابی اپنے گھر دعوت دینا باعث فخر و سعادت سمجھتا ہے۔ وہ پیغمبر اعظم ان غریب طلباء کو اپنے گھر مہمان بنا رہا ہے۔ آپ کا ارشاد گرامی ہے کہ

خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَہٗ۔

تم میں بہتر وہ ہے جو قرآن پڑھے اور پڑھائے۔

چنانچہ

سب سے بہتر نے سب سے بہتر لوگوں کو گھر بلایا۔

سب سے اعلیٰ نے سب سے اعلیٰ شاگردوں کو گھر بلایا۔

سب سے افضل طلباء کے لئے سب سے افضل عائشہ نے کھانا پکایا۔

سبحان اللہ العظیم۔

جب خود سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم اصحاب صفہ کو اپنے گھر دعوت کے لئے بلائیں تو اصحاب رسول بھلا کیسے اس سنت کو ترک کر سکتے تھے اور جب پیغمبر کا یہ بھی ارشاد ہو کہ جس کے گھر دو آدمیوں کا کھانا پکتا ہے وہ اصحاب صفہ میں سے ایک تیسرا ساتھی لے کر جائے اور جس کے گھر تین آدمیوں کا کھانا پکتا ہو تو وہ چوتھے کو ساتھ لے کر جائے تو اس طرح اصحاب طلباء کو گھر لے جاتے تھے اور انہیں کھانا کھلاتے تھے۔

سیدنا حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ میں بھی اصحاب صفہ میں شامل تھا جب شام ہوتی تو حضور ایک ایک دو دو کو اغنیاء صحابہ کے سپرد فرما دیتے کہ وہ انہیں کھانا کھلائیں اور جو باقی رہ جاتے انہیں اپنے ساتھ شریک طعام فرما لیتے اور ہم سب کھانے سے فارغ ہو کر مسجد ہی میں سو جاتے تھے۔ سبحان اللہ العظیم۔

(فتح الباری بحوالہ سیرت مصطفٰے صت ۴۶۶)

پھر دودھ ختم ہو گیا

حضرات گرامی! حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری

جان ہے اور جس ذات کے سوا کوئی معبود نہیں کہ میں بعض اوقات بھوک کی وجہ سے اپنا پیٹ سینہ زمین پر لگا دیتا تا کہ زمین کی نمی اور ٹھنڈک سے بھوک کی حرارت میں کچھ کمی ہی آ جائے اور بعض اوقات پیٹ پر پتھر باندھ لیتا تا کہ سیدھا کھڑا ہو سکوں۔

ایک دفعہ ایسی ہی حالت تھی کہ میں بھوک سے سخت نڈھال تھا۔ چنانچہ سر راہ جا کر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر گذری تھی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ادھر سے گذر ہوا۔ میں نے ان سے ایک آیت قرآنی کا مطلب دریافت کیا اور غرض یہ تھی کہ وہ میری صورت اور ہیئت دیکھ کر کھانا کھلانے کے لئے اپنے ہمراہ لے جائیں گے لیکن وہ میری غرض نہ سمجھ سکے اور چلے گئے۔ میں پھر اسی جگہ بیٹھ گیا کہ اتنے میں حضرت عمر آتے دکھائی دیئے میں نے ان سے بھی ایک آیت قرآنی کا مطلب دریافت کیا مگر وہ بھی میری غرض نہ سمجھ سکے اور چلے گئے۔ میں پھر اسی جگہ بیٹھ گیا۔

کیا دیکھتا ہوں کہ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں۔ میرے دل نے کہا کہ یہ تو وہ ہیں جن کو خدائے ذوالجلال نے خیرات و برکات کا قاسم بنا کر بھیجا ہے۔
سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہے کہ حضرت ابوہریرہ حضور کو دیکھ کر خوش کیوں نہ ہوتے۔ کیونکہ یہ ہستی تو جہاں گئی وہاں سے خدا نے بھوک دور کر دی۔ سبحان اللہ العظیم۔

حضور آمنہ کے گھر آئے تو وہاں بھوک ختم ہو گئی۔

حلیمہ کے گھر گئے تو وہاں بھوک دور ہو گئی۔

ابو طالب کے گھر گئے تو وہاں سے بھوک بھاگ گئی۔ سبحان اللہ العظیم۔

چنانچہ ابوہریرہ آپؐ کو دیکھ کر بہت مسرور ہوئے اور میں نے آپ سے کسی آیت کا مطلب بھی نہ پوچھا۔ آپؐ نے میرے چہرے کو دیکھتے ہی میرے دل کی کیفیت کو سمجھ لیا۔ آپؐ مجھے دیکھتے ہی پہچان گئے اور مسکراتے ہوئے فرمایا۔

اے ابوہریرہ!

میں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ۔

آپ نے فرمایا میرے ساتھ چلے آؤ۔

چنانچہ میں آپ کے ساتھ ہو لیا۔ آپ کے گھر پہنچے۔ دیکھا تو ایک پیالہ دودھ رکھا ہے آپ نے گھر والوں سے پوچھا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہے کہ آپ کو اگر ذرے ذرے کا علم ہوتا تو یہ نہ پوچھتے کہ دودھ کہاں سے آیا ہے۔ معلوم ہوا کہ ہر وقت ہر چیز کو جاننے والی صرف خدا کی ذات ہے۔ انبیاء کو خدا تعالےٰ علم عطا فرماتے ہیں جو ساری مخلوقات سے زیادہ ہوتا ہے اور ہمارے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ساری کائنات سے زیادہ علم دیا گیا ہے۔ انبیاء اور مرسلین سے بھی زیادہ علم دیا گیا ہے۔ مگر اتنا ذہن میں رکھئے گا کہ آپ کا علم سب سے زیادہ ہے اور خدا تعالےٰ سے کم ہیں۔ بقول کسے

خدا سے تو کم ہیں اور سب سے زیادہ

دو عالم سے اعلےٰ ہمارے نبی ہیں۔ سبحان اللہ العظیم۔

جی میں عرض کر رہا تھا کہ آپ نے گھر والوں سے پوچھا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا انہوں نے بتایا کہ فلاں صاحب نے آپ کو یہ ہدیہ بھیجا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اے ابوہریرہ! اصحاب صفہ کو بلا لاؤ۔

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ اگرچہ اصحاب صفہ غریب، بے گھر اور بے زر تھے۔ ان کا نہ کوئی ٹھکانہ تھا اور نہ کوئی مستقل کھانے کا ذریعہ تھا۔ آپ کے پاس جب کہیں سے صدقہ آتا تو اصحاب صفہ کے پاس بھیجدیتے اور اس میں سے خود کچھ نہ لیتے تھے۔ کیونکہ آپ پر صدقہ حرام تھا اور اگر ہدیہ آتا تو خود بھی اس میں سے کچھ تناول فرماتے اور اصحاب صفہ کو بھی اس میں شریک کرتے تھے لیکن اس وقت آپ کا یہ حکم دینا کہ اصحاب صفہ کو بلا لاؤ مجھے کچھ شاق گذرا اور اپنے دل میں کہا کہ یہ ایک پیالہ دودھ کا اصحاب صفہ کے لئے کافی ہوگا۔ دودھ کا سب سے زیادہ حقدار میں تھا کہ کچھ پی کر طاقت حاصل کرتا۔ اور کچھ یہ بھی دل میں آیا کہ اصحاب صفہ کے آنے کے بعد مجھ ہی کو اس کی تقسیم کا حکم فرمائیں گے اور تقسیم کے بعد یہ امید نہیں کہ میرے لئے اس میں سے

کچھ بچ جائے۔ لیکن اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ضروری تھی اس لئے میں اصحاب صفہ کو بلا کر لایا اور آپؐ کے حکم سے ایک ایک کو پلانا شروع کیا۔ سب سیراب ہو گئے تو آپ میری طرف دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا کہ اب میں اور تو باقی رہ گئے ہیں۔ میں نے عرض کیا جی یا رسول اللہ۔

آپؐ نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ اور پینا شروع کرو۔

میں نے پینا شروع کیا۔ آپؐ برابر فرماتے رہے اور پیو اور پیو۔ یہاں تک کہ میں بول اٹھا۔

قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا۔ اب بالکل گنجائش نہیں ہے۔

آپؐ نے پیالہ میرے ہاتھ سے لے لیا اور اللہ کی حمد کی اور بسم اللہ پڑھ کر جو باقی تھا اس کو پی لیا۔ سبحان اللہ العظیم۔ (بخاری بحوالہ سیرت مصطفٰے ص ۴۶۵)

خطیب کہے کہ یہ اعجاز نبوت تھا کہ ایک پیالہ دودھ تقریباً اسّی آدمیوں کو پورا آگیا۔ اصحاب صفہ اسّی سے زیادہ ہوتے پھر بھی یہی پیالہ انہیں سیراب کرتا اور قربان جائیں ایسے استاد کے جو پہلے شاگردوں کو پلاتا ہے اور پھر خود پیتا ہے ——— اور

قربان جائیں ایسے پیر پر جو پہلے مریدوں کو سیراب کرتا ہے اور پھر خود ان کا بچا ہوا دودھ نوش کرتا ہے۔ ——— اور

اس طرح نہیں کیا جس طرح آج کل کے بناسپتی پیر کرتے ہیں کہ پہلے خود اپنا پیٹ بھرتے ہیں اور جب وہ کھایا نہ جائے تو پس خوردہ تبرک کہہ کر مریدوں کو کھلا دیتے ہیں۔

یہ پیر تو ایسا تھا کہ جو مریدوں کو پیتے دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ کیونکہ آپؐ کی دعا کی برکت سے دودھ اتنا ہو گیا کہ کسی کے پینے سے ختم نہیں ہوا۔ ابوہریرہؓ تین بار پیا مگر دودھ ختم نہ ہوا۔

یہاں خطیب کو کہنے دیجئے کہ جس پیغمبر کی برکت سے دودھ زیادہ ہوا. اسی پیغمبر نے جب پیالہ ہونٹوں کو لگایا تو پھر دودھ ختم ہو گیا۔ سبحان اللہ العظیم۔

فاقے کاٹنے والے جنگل کی لکڑیاں کاٹنے لگے

عزیزانِ گرامی قدر!

اصحاب صفہ عموماً قاری کے لقب سے مشہور تھے. مفسرین نے لکھا ہے کہ ان ایام میں قاری طالب علم کو کہتے تھے. روایات میں آتا ہے کہ اصحاب صفہ مجاہدین ملت تھے. مبلغین اسلام تھے. یہ اسلام کے جانثاروں کی ایک اولوالعزم جماعت تھی. بس طرح ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ رہنا ان کی شان سے بہت بعید تھا اس لئے کچھ مدت کے بعد انہوں نے اپنے لئے خود وجہ معاش پیدا کر لی تھی۔

چنانچہ صحیح بخاری (غزوہ بیر معونہ) میں ہے کہ یہ حضرات جنگل میں جا کر لکڑیاں کاٹ کر لایا کرتے تھے. (سیرت کبریٰ جلد دوم ص ۹۳۱)

خطیب کہے کہ جو نفوس قدسیہ پہلے فاقہ کے دن کاٹ رہے تھے اب انہوں نے جنگل سے لکڑیاں کاٹنا شروع کر دیں. اس طرح خدا تعالےٰ نے انہیں کسب علم کے ساتھ کسب معاش پر بھی لگا دیا اور جنگل کا پتہ پتہ پکار اٹھا ہو گا کہ

اَلْکَاسِبُ حَبِیْبُ اللّٰہِ.

محنتی خدا کا محبوب ہے. سبحان اللہ العظیم.

عجیب ترکیب

حضرات گرامی!

روایات میں آتا ہے کہ حضرت ابوہریرہ پر بھی بعض اوقات کئی کئی وقت فاقے آتے تھے اور ابوہریرہ یہ بھی چاہتے تھے کہ میرا ہر لمحہ حضور کی رفاقت میں گذرے اور مجھے کسب معاش کے لئے کہیں دور نہ جانا پڑے. چنانچہ ایک روز انہیں اپنی فاقہ کشی

دور کرنے کی ایک عجیب ترکیب سوجھی کہ کچھ کھجوریں لے کر سرکار مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم! ان میں برکت کی دعا کر دیجئے۔

آپ نے ان کھجوروں کو لے کر اکٹھا کیا اور برکت کی دعا کر کے ان سے فرمایا کہ ان کو لے جا کر اپنے توشہ دان میں رکھ لو اور جب ضرورت پڑے ہاتھ ڈال کر نکال لیا کرو۔ لیکن اس کو نہ کبھی الٹنا اور نہ کبھی جھاڑنا۔ سبحان اللہ العظیم۔

حضرت ابوہریرہ نے اس میں سے کئی من کھجوریں نکال کر فاقہ کش مسکینوں میں تقسیم کیں۔ اس تھیلی کو قیمتی سرمایہ کی طرح ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ آپ کی وفات کے ۲۶ سال بعد ایک روز وہ منحوس گھڑی بھی آگئی کہ جب خلیفۂ ثالث سیدنا حضرت عثمان غنی کو شہید کیا گیا تو وہ تھیلی بھی الٹ گئی۔ کھجوریں گر کر تھیلی خالی ہوگئی اور تیس سال تک جس سے کھجوریں نکلتی رہیں۔ اب اس سے کھجوریں نکلنا بند ہوگئیں۔

(ترمذی۔ بحوالہ سیرت کبریٰ جلد دوم صـ۸۳۲)

خطیب کہے کہ حضرت عثمان غنی کی شہادت اتنا بڑا سانحہ تھا اور اس قدر خدا تعالےٰ ناراض ہوئے کہ امت سے اپنی برکت اٹھالی۔ آج بھی بعض لوگ مظلوم مدینہ سیدنا عثمان غنی سے بغض رکھتے ہیں۔ خدا تعالےٰ انہیں ہدایت نصیب فرمائے۔ سب کہدیں آمین۔

علیؓ بارگاہ رسالتؐ میں

حضرات گرامی! ۲ھ میں ہی سرکار دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی لخت جگر سیدہ فاطمہ کا نکاح حضرت علی سے کر دیا۔ روایات میں آتا ہے کہ سیدہ فاطمہ کے لئے کئی لوگوں نے درخواست کی مگر آپ خاموش رہے۔ پھر اصحاب کے مشورہ سے سیدنا حضرت علی بارگاہ رسالت میں حاضر ہوتے ہیں۔ لیکن جلال نبوت کی وجہ سے گفتگو کی جرأت نہیں ہوتی اور خاموش بیٹھے رہے۔ تھوڑی دیر گذرتی ہے کہ سرکار

دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم خود ہی فرماتے ہیں کہ علی! کوئی کام ہے؟
سیدنا علی پھر بھی خاموش رہے تو آپ قرینہ سے ان کا مقصد پہچان گئے فرمایا
کیا تم فاطمہ کی خواستگاری کے ارادہ سے آئے ہو۔
عرض کیا جی یا رسول اللہ! اسی غرض کے لئے حاضر ہوا ہوں۔
آپ نے فرمایا بہتر ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔
خطیب کہے کہ
کسی کی منگنی کے لئے کسی کا سہارا لینا پڑتا ہے۔
کوئی اپنی بیٹی کے لئے کسی کی معرفت بات کرتا ہے۔
لیکن یہ کتنی مبارک منگنی ہے۔ یہ کتنی حسین نسبت ہے کہ مصطفٰے اور مرتضٰے میں
زہرا کے متعلق باتیں ہو رہی ہیں۔ سبحان اللہ العظیم۔
خطیب کو کہنے دیجئے کہ
زہراء کے لئے مرتضٰے مصطفٰے کے دروازہ پر آیا ہے۔
زہراء کے لئے علی نبی کے در نبوت پر آیا ہے۔
شہزادی بتول کے لئے شیر خدا رسول خدا سے گفت گو کر رہا ہے۔
اب تک سیدہ کی نسبت پیغمبر خدا کے ساتھ تھی اور انہیں فاطمہ بنت محمد کہتے تھے
لیکن آج سے اُن کی نسبت یعنی منگنی علی سے ہو گئی۔ اب انہیں زوجہ مرتضٰے کہیں گے
سبحان اللہ العظیم۔

اسلام نے عورت کو عزت بخشی

حضرات گرامی! اس گفت گو کے بعد حضور گھر تشریف لائے سیدہ فاطمہ سے
فرمایا بیٹی! علی تمہارا تذکرہ کر رہے تھے۔
حضور کا ارشاد گرامی سن کر اور فرمان کا مطلب سمجھ کر خاموش رہتی ہیں۔
خطیب کہے کہ یہ خاموشی رضامندی کی دلیل تھی۔ اسی بنا پر حضرات مفتیان کرام

نے کہا ہے کہ جب ولی بالغہ لڑکی کا نکاح کرنا چاہیئے تو اس سے اس کی اجازت لے لیوے اور حسب ارشاد پیغمبر علیہ السلام کنواری کا سکوت ہی بمنزلۂ اجازت کے ہوتا ہے۔ خطیب کو کہنے دیجئے کہ اسلام نے جو مقام عورت کو عطا فرمایا وہ اور کسی مذہب نے اسے نہیں دیا۔ سبحان اللہ العظیم۔

علیؓ کی مشکل عثمانؓ نے حل کردی

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ حضور نے حضرت علی سے فرمایا کہ شادی اخراجات کے لئے تمہارے پاس کیا ہے؟

حضرت علی نے عرض کیا حضور! کچھ نہیں ہے۔

آپؐ نے فرمایا کہ وہ حطمی زرہ کہاں ہے جو میں نے فلاں موقع پر تمہیں دی تھی۔

عرض کیا کہ وہ تو میرے پاس ہے۔

فرمایا اچھا اسی کو فروخت کر کے مہر اور دیگر اخراجات کا انتظام کر لو۔

سبحان اللہ العظیم۔

حضرت علی اپنی حطمی زرہ اپنے کندھے پر اٹھا کر بازار جاتے ہیں۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ بڑی عریض اور ثقیل زرہ تھی جس پر تلواریں ٹوٹ جاتی تھیں۔ وہ وزنی اور ثقیل زرہ اٹھا کر بازار جاتے ہیں۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہے کہ علی اس وقت مشکل میں تھے کہ زرہ اٹھا کر جا رہے ہیں اور دل میں یہ خیال ہے کہ یہ زرہ جلدی فروخت ہو جائے تاکہ جلدی واپس جاؤں۔ راستہ میں سیدنا عثمان غنی سے ملاقات ہوتی ہے۔ پوچھا اے علی! آج زرہ اٹھا کر کہاں جا رہے ہو؟

حضرت علی نے جواب دیا کہ میں نے پیغمبر علیہ السلام سے درخواست کی تھی کہ مجھے اپنی فرزندی میں لے لو۔ چنانچہ میری درخواست آپؐ نے منظور کر لی ہے۔ اسلئے حق مہر اور دیگر اخراجات کے لئے یہ زرہ فروخت کرنے کے لئے نکلا ہوں۔

سیدنا عثمان نے حضرت علی کو اس سعادت کی مبارکباد دی اور پھر فرمایا کہ میں

اسے چار سو اسی (۴۸۰) درم میں خریدتا ہوں۔

حضرت علی نے فرمایا مجھے منظور ہے۔

چنانچہ حضرت عثمان نے زرہ لے کر چار سو اسی درم حضرت علی کو دے دیئے۔

حضرت علی واپس جانے لگے تو سیدنا عثمان نے حضرت علی کو آواز دی۔ فرمایا ذرا ٹھہرو!

حضرت علی رک گئے۔

حضرت عثمان نے فرمایا کہ شادی حیدر کرار کی ہو اور عثمان اس شادی پر کوئی تحفہ نہ دے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اس لئے اے علی! یہ درم بھی لے جاؤ اور یہ زرہ بھی میری طرف سے بطور تحفہ کے لے جاؤ۔ جب تک تم راہِ خدا میں جہاد کرو گے تو

زرہ عثمان کی ہوگی۔

امداد رحمان کی ہوگی۔

فتح شیر یزدان کی ہوگی۔ ——— اور

موت شیطان کی ہوگی۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہے کہ جب کسی انسان کی چیز فروخت نہ ہو تو وہ اس وقت مشکل میں ہوتا ہے۔ حضرت علی کی زرہ جب تک فروخت نہ ہوئی اس وقت تک علی مشکل میں تھے۔ مشکل دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک ظاہری اور ایک باطنی۔ ظاہری مشکل یہ ہوتی ہے کہ انسان بوجھ اٹھائے پھرتا ہے اور باطنی مشکل یہ ہوتی ہے کہ انسان ذہنی طور پر مطمئن نہیں ہوتا۔ چنانچہ حضرت علی بھی اس وقت ظاہری اور باطنی مشکل میں تھے لیکن عثمان نے زرہ خرید کر علی کی مشکل دور کر دی اور جو مشکل دور کرے اسے مشکل کشا کہتے ہیں۔ بعض لوگ حضرت علی کو مشکل کشا کہتے ہیں لیکن یہاں تو مشکل کشا عثمان غنی ہیں

لیکن خطیب کو کہنے دیجئے کہ مشکلکشا نہ تو علی ہے نہ ہی عثمان غنی ہے۔

نہ کوئی ولی ہے نہ کوئی نبی ہے۔

مشکل کشا خالق نبی ہے۔

مشکل کشا خالقِ علی ہے —— اور

جو نہ مانے وہ سب سے بڑا غبی ہے ۔

عثمان کو فیاضی کا اجر مل گیا

حضرات گرامی!

روایات میں آتا ہے کہ سیدنا عثمان غنی کی اس فیاضی کا علم جب سرورِ دو عالم کو ہوا تو آپ کی زبان نبوت پر عثمان غنی کے لئے دعائیں جاری ہو گئیں ۔

خطیب کہے کہ

یہ دعائیں عثمان غنی کے لئے قیمتی زرہ سے بہتر تھیں ۔

یہ دعائیں دنیا کی دولت سے بہتر تھیں ۔

یہ دعائیں جواہرات سے بہتر تھیں ۔

یہ دعائیں لعل و گوہر سے بہتر تھیں ۔

یہ دعائیں یاقوت و مرجان سے بہتر تھیں ۔

خطیب کو کہتے دیجئے کہ

ایک طرف عثمان کی ادائیں تھیں ۔ —— اور

دوسری طرف نبی کی دعائیں تھیں ۔

عثمان کے ساتھ علی کی وفائیں تھیں —— اور

ان سب پر رحمت خدا کی گھٹائیں تھیں ۔ سبحان اللہ العظیم ۔

بنتِ مصطفٰے علی کے نکاح میں

حضرات گرامی! حضرت علی کو شادی کے اخراجات کے لئے جب رقم مل گئی اور ادھر حضورؐ نے اپنی بیٹی سیدہ فاطمہ سے بھی ان کی رضامندی حاصل کر لی تھی ۔ پھر آپؐ نے حضرت انس بن مالک سے فرمایا کہ تم جاؤ اور ابوبکر و عمر، طلحہ، زبیر، عبدالرحمٰن

بن عوف اور دیگر مہاجرین وانصار کو مسجد نبوی میں بلا لاؤ۔

خود سیدنا حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نکاح سے پہلے حضور پر وحی کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔ جب وہ کیفیت دور ہوئی تو آپؐ نے فرمایا کہ جبرئیل امین خدا تعالیٰ کی طرف سے پیغام لائے تھے کہ فاطمہ کا نکاح علی سے کر دیا جائے۔

(سیرت فاطمۃ الزہراء ص۹۱)

سبحان اللہ العظیم۔

روایات میں آتا ہے کہ جب بہت سے صحابہ کرام مسجد میں جمع ہو گئے تو آپؐ منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا۔ اے گروہ مہاجرین وانصار! مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ فاطمہ بنت محمد کا علی ابن ابی طالب سے نکاح کر دوں اور اس کے بعد آپؐ نے خطبہ نکاح پڑھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمَحْمُوْدِ بِنِعْمَتِهٖ الْمَعْبُوْدِ بِقُدْرَتِهٖ الْمُطَاعِ بِسُلْطَانِهٖ الْمَرْهُوْبِ ۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جو اپنی نعمتوں کے باعث ہر تعریف وتحسین کا سزاوار ہے اور اپنی قدرتوں کی وجہ سے عبادت کے لائق ہے۔ اس کا اقتدار ہر جگہ قائم ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہے کہ وہ کیسا منظر ہو گا جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ نکاح پڑھ رہے ہوں گے اور اصحاب مصطفیٰ پوری توجہ اور ادب کے ساتھ سن رہے ہوں گے۔ سبحان اللہ العظیم۔

کیسا روحانی سماں ہو گا جب آپ فرما رہے ہوں گے کہ اسی خدا تعالیٰ کا حکم زمین وآسمان پر نافذ ہے۔ اس نے مخلوق کو اپنی قدرت سے بنایا۔ اپنے احکام کے ذریعے انہیں آپس میں الگ الگ کیا۔ انہیں اپنے دین کے ذریعے سے عزت بخشی اور اپنے نبیؐ کے ذریعے سے عظمت وسربلندی عطا فرمائی۔ بے شک خدا تعالیٰ نے شادی بیاہ کو ایک لازم امر قرار دیا ہے۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

قرآن پاک کی یہ آیت تلاوت فرمائی ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ وَھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَہٗ نَسَبًا وَّصِھْرًا ؕ وَکَانَ رَبُّکَ قَدِیْرًا ۝

وہی ذات پاک ہے جس نے انسان کو پانی سے پیدا کیا اور بعض کو بعض کا بیٹا، بیٹی اور داماد بنایا اور تیرا رب ہر چیز پہ قادر ہے۔ (فرقان پ ۱۹، ع ۴)

سبحان اللہ العظیم ۔

آپ نے خطبہ نکاح میں مزید فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے ہر کام کو اپنی قضاو قدر کے تحت کر دیا ہے اور قضاو قدر کا ایک وقت مقرر ہے اور ہر چیز اپنے وقت پر ہی پوری ہوتی ہے ۔ سبحان اللہ العظیم ۔

خطبہ کے بعد حضورؐ نے حضرت علی المرتضےٰ سے فرمایا کہ میں نے چار سو مثقال چاندی کے مہر پر فاطمہ کو تیرے نکاح میں دیا۔ کیا تجھے منظور ہے !

حضرت علی نے عرض کیا منظور ہے یا رسول اللہ !

پھر آپ نے دعا فرمائی ۔

جَمَعَ اللّٰہُ شَمْلَکُمَا وَاَسْعَدَ جَدَّکُمَا وَبَارَکَ عَلَیْکُمَا وَاَخْرَجَ مِنْکُمَا ذُرِّیَّۃً طَیِّبَۃً ۔

اللہ تعالےٰ تم دونوں کی پراگندگی کو جمع کرے ۔ تمہاری کوششوں کو سعید بنائے ۔ تم پر برکت کرے ۔ اور تم سے پاک اولاد پیدا کرے ۔

سبحان اللہ العظیم ۔ (سیرت فاطمۃ الزہرا ص ۹۳)

خطیب کہے کہ علی کی موجودگی میں آپ نے یہ فرمایا کہ تیرا رب ہر چیز پر قادر ہے تو حضرت علی نے اسے تسلیم کیا اور اس سے ان لوگوں کے عقیدہ کا رد ہو گیا جو حضرت علی اور نبی کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ نبی اور علی کو بھی کلی اختیار ہے اور یہ بھی ہر چیز پہ قادر ہیں ۔

اصحاب مصطفےٰ نے بھی اس خطبہ کو سنا اور کسی نے بھی یہ نہ کہا کہ آپ بھی تو ہر چیز پہ کلی

اختیار رکھتے ہیں. حضرت علی بھی مختار کل ہیں. معلوم ہوا کہ سب صحابہ کا نبی اور علی کا یہی عقیدہ تھا کہ مختار کل صرف اور صرف خدا تعالٰے کی ذات ہے اور وہی ہر شے پر قادر ہے. سبحان اللہ العظیم.

پھر مفسرین نے لکھا ہے کہ نکاح کے بعد ایک طبق کھجوریں حاضرین پر لٹا دی گئیں. اور بعض نے لکھا ہے کہ اس موقع پر حضورؐ نے چھوہارے تقسیم فرمائے. اسی لئے بعض فقہا نے نکاح کے وقت چھوہاروں کا لٹانا مستحب قرار دیا ہے.

خطیب کہے کہ یہ محفل کتنی بابرکت ہوگی جس میں خود سرکار مدینہ چھوہارے تقسیم کرنے والے ہوں گے اور صحابہ چھوہارے لینے والے ہوں گے اور حضرت علی کو مبارک سلامت کہا جا رہا ہوگا. سیدنا علی زیر لب مسکرا رہے ہوں گے اور اس مقدس اہل مجلس پر خدا تعالٰے کی رحمتوں کا نزول ہو رہا ہوگا. سبحان اللہ العظیم.

اس مقدس تقریب کے متعلق حفیظ جالندھری کہتا ہے. ؎

مہاجر اور انصار اکابر جمع تھے سارے
اتر آئے تھے گویا دن کو اس تقریب میں تارے
نہ کوئی باجا گاجا تھا نہ کوئی شور ہنگامہ
نہ شہنائی نہ نقارہ نہ دف اور نہ دمامہ
نہ زنگا رنگ پوشاکیں نہ کنگن تھا نہ سہرا تھا
وہی تھے شاہ مرداں اور وہی مردانہ چہرا تھا

خطیب کہے کہ یہ ٹھیک ہے کہ کسی نے کوئی زنگا رنگ پوشاکیں نہیں پہنی ہوئی تھیں مگر جس قدر بھی حاضرین مجلس تھے. یہ سب کے سب لباس تقوٰی سے ملبوس تھے اور کسی کے جسم پر صداقت کی قبا نظر آ رہی تھی. اور کوئی عدالت کی چادر اوڑھے ہوئے بیٹھا تھا. کسی کے کندھوں پر حیا کی چادر نظر آتی تھی اور علی کے چہرہ پر شجاعت کا سہرا تھا اور یہ لوگ جو پوری کائنات میں ایک اعلٰی مقام اور منفرد مقام رکھتے تھے یہ سب کچی اینٹوں سے تیار شدہ مسجد میں علی کے نکاح کے لئے جمع تھے. سبحان اللہ العظیم.

حفیظ کہتا ہے۔

رسول اللہ خود موجود تھے محراب مسجد میں
کمی کرتا کوئی پھر کس طرح آداب مسجد میں
زمین و آسماں تک بس گئے نغماتِ روحانی
کہ خود قرآنِ ناطق نے پڑھیں آیاتِ قرآنی
ہوا یہ عقد عالی شان معمولی طریقے سے
ہوئے تقسیم خرمے غیر معمولی سلیقے سے
سبحان اللہ العظیم۔

سیّدہ کا جہیز کیا تھا

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ نکاح کے بعد آپ نے ہمیں یعنی اپنی ازواج مطہرات کو حکم دیا کہ فاطمہ کے لئے جہیز تیار کرو اور ساتھ ہی فرمایا کہ اس کی رخصتی کے بھی انتظامات کرو۔

سیدہ عائشہ فرماتی ہیں کہ فاطمہ بتول کے لئے ایک حجرہ تجویز کیا گیا اور پھر ہم نے میدان بطحا سے نرم مٹی منگوا کر ہم نے اپنے ہاتھوں سے اس حجرے میں بچھائی اور فرش تیار کیا۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہے کہ فاطمہ کی عظمت دیکھئے کہ جس عائشہ کی برأت قرآن میں نازل ہوئی وہ عائشہ فاطمہ بتول کے لئے اس کا گھر تیار کر رہی ہے۔ وہ بے مثال عورتیں جن کو قرآن میں امہات المومنین کہا گیا ہے وہ سب مل کر سیدہ کے حجرہ کی صفائی کر رہی ہیں اور جب حجرہ کی صفائی ہو گئی تو پھر جہیز کا سامان رکھا گیا۔ یہ سب جہیز کا سامان کیا تھا۔ حفیظ جالندھری سے سنئے۔

جہیز ان کو ملا جو کچھ شہنشاہ دو عالم سے
ملا ہے درس ہم کو سادگی کا فخر آدم سے
متاعِ دنیوی جو حصۂ زہرا میں آئی تھی

کھجوری کھردرے سے بان کی چارپائی تھی
مشقت عمر بھر کرنا جو لکھا تھا مقدر میں
ملی تھیں چکیاں دو تاکہ آٹا پیس لیں گھر میں
گھڑے مٹی کے دو تھے اور اک چمڑے کا گدا تھا
نہ ایسا خوشنما تھا یہ نہ بدزیب اور بھدا تھا
بھرے تھے اس میں روئی کی جگہ پتے کھجوروں کے
یہ وہ ساماں تھا جس پر جان و دل قربان حوروں کے
وہ زہرا جن کے گھر تسنیم و کوثر کی تھی ارزانی!
ملی تھی مشک ان کو تاکہ خود لایا کریں پانی۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہے کہ

یہ تھا سیدہ فاطمہ کا جہیز۔
یہ تھا اس عفیفۂ کائنات کا جہیز۔
یہ تھا سامان خدیجہ کی لاڈلی بیٹی کا۔
یہ سامان تھا مصطفٰے کی لخت جگر کا۔

یہ سامان تھا اس خاتون جنت کا ـــــ جس کے متعلق سرکار دوجہاں نے فرمایا تھا کہ فَاطِمَةُ بِضْعَةٌ مِنِّیْ ۔ فاطمہ میرے دل کا ٹکڑا ہے۔

یہ سامان اس فاطمہ کا ہے جس کے متعلق آپؐ نے فرمایا تھا کہ فاطمہ جنت کی عورتوں کی سردار ہے۔ آج وہی فاطمہ مختصر سامان جہیز لے کر اپنے باپ کے گھر سے جا رہی ہے۔ ذرا ٹھہریئے۔ آپ نے جہیز کا سامان تو دیکھ لیا تھا۔ آیئے یہ بھی دیکھئے کہ جہیز کے ساتھ کپڑے کون سے دیئے تھے۔ سبحان اللہ العظیم۔

حفیظ جالندھری اس مقام پر کہتا ہے۔

چلی تھی باپ کے گھر سے نبی کی لاڈلی پہنے
حیا کی چادریں عفت کا جامہ صبر کے گہنے

ردائے صبر بھی حاصل تھی توفیق سخاوت بھی
کہ ہونا تھا اسے سرتاج خاتونانِ جنت بھی
پدر کے گھر سے رخصت ہو کے زہرا اپنے گھر آئی
توکل کے خزانے دولتِ مہر و وفا لائی

سبحان اللہ العظیم۔

سیّدہ کی رخصتی

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ سیدہ فاطمہ کا جو سامان تھا وہ بھی فاطمہ کے گھر پہنچا دیا گیا اور پھر انہیں رخصت کرنے کا وقت آیا تو سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی لاڈلی بیٹی کو بلایا۔ اپنے سینہ مبارک پر ان کا سر رکھا پیشانی پر بوسہ دیا۔ اور ان کا ہاتھ حضرت علی کے ہاتھ میں دے کر فرمایا۔

اے علی! پیغمبر کی بیٹی تجھے مبارک ہو۔ —— اور
اے فاطمہ! تیرا شوہر بہت اچھا ہے۔
اب تم دونوں میاں بیوی اپنے گھر جاؤ۔

پھر دونوں کو میاں بیوی کے فرائض وحقوق بتائے اور خود دروازے تک الوداع کرنے آئے۔ دروازے پر حضرت علی کے دونوں بازو پکڑ کر انہیں دعائے خیر وبرکت دی۔ حضرت علی اور سیدہ فاطمہ دونوں اونٹ پر سوار ہوئے حضرت سلمان فارسی نے اونٹ کی نکیل پکڑی۔ حضرت ام ایمن سیدہ کے ہمراہ گئیں۔

(سیرت فاطمۃ الزہرا ص ۹۵)

پنجابی شاعر کہتا ہے۔

تاں علی دے ٹوریا فاطمہ نوں گھر ریں رکھتا نا روا کیتا
دائم دو باندے حق دعا کر کے سجدہ شکر آقا مصطفٰے کیتا۔

پیغمبر اپنی بیٹی کے گھر میں

حضرات گرامی! یہاں آخر میں یہ بھی عرض کر دوں کہ بعض روایات میں آتا ہے کہ رخصت کرنے کے بعد آپ اپنی بیٹی کے گھر تشریف لے گئے اور دروازہ پر کھڑے ہو کر اذن مانگا۔ یہ ایک سبق تھا کہ چاہے گھر بیٹی کا ہی کیوں نہ ہو بغیر اجازت اندر نہیں جانا چاہیئے۔ چنانچہ جب اجازت ملی تو اندر تشریف لے گئے اور پھر ایک برتن میں پانی منگوایا۔ دونوں ہاتھ اس میں ڈالے اور اس پر جو کچھ اللہ نے چاہا پڑھ کر حضرت علی کو سامنے بلایا اور ان کے دونوں شانوں بازوؤں اور سینہ پر وہ پانی چھڑک دیا۔ پھر سیدہ فاطمہ کو بلایا وہ شرماتی ہوئی سامنے آئیں تو ان پر بھی پانی چھڑک کر فرمایا کہ اے فاطمہ! میں نے اپنے خاندان میں سب سے افضل شخص سے تمہارا نکاح کیا ہے۔ (ابن سعد و طبرانی بحوالہ سیرت فاطمۃ الزہرا ص ۹۹)

اور پھر دعا فرمائی کہ الٰہی یہ دونوں مجھے دنیا میں سب سے عزیز ہیں تو بھی ان کو دوست رکھ اور ان کی نسل میں برکت عطا فرما۔ اور اپنی طرف سے ان کی حفاظت فرما۔ (کنز العمال بحوالہ سیرت فاطمۃ الزہرا ص ۹۹)

باقی آئندہ جمعہ انشاء اللہ

خطبہ نمبر ۵۲

صحابی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

سخت آزمائش میں

جھلکیاں

صحابی مصطفیٰ سخت آزمائش میں	خفیہ چٹھی
حسینہ کی کمینگی	خفیہ خط پر عمل
زنا اور شرک حرام ہیں	پاکیزہ اصحاب سے بھول ہو گئی۔
راہ خدا میں لڑنے کی اجازت	صحابہ کی بھول بھی باعث رحمت
مشرکین کی خباثت	مقدر کی بات

امابعد :- بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ
لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ؕ
مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ

صدق اللہ العظیم ۔

بزرگانِ محترم دوستو عزیز و نوجوان ساتھیو !

گذشتہ خطبہ کے اندر میں نے آپ حضرات کے سامنے سیدہ فاطمہ بنت مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی شادی خانہ آبادی کا تفصیل سے ذکر کیا تھا ۔ آج میں ۲ھ میں رونما ہونے والے دیگر چند اہم واقعات کا تذکرہ کروں گا ۔ دعا فرمائیں کہ خداوند قدوس محض اپنے فضل وکرم سے مجھے سچ اور حق کہنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ سب کہدیں آمین ایک بار سب حضرات بلند آواز سے درود شریف پڑھ لیں ۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَسَلِّمْ ۔

حضرات گرامی ! ہجرت کے بعد حلقۂ اسلام اگرچہ وسیع ہونے لگا تھا اور لوگ بلا تردد مدینہ منورہ آ کر اسلام قبول کر رہے تھے لیکن مدینہ طیبہ پہنچ کر بھی حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے جانثار اصحاب کو حقیقی امن وسکون اور اطمینان قلب میسر نہ ہوا ۔ لیکن ان مشکل ترین حالات میں بھی رحمت دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے جانثاروں کی طرف سے غافل نہیں تھے جو مکہ میں مشرکین مکہ کے ہاتھوں قید وبند کی مصیبتیں اٹھا رہے تھے ۔ آپؐ ہر وقت ان مسلمان قیدیوں کی رہائی کے لئے فکر مند رہتے تھے ۔ اسی خاطر آپؐ نے ایک نہایت قوی اور جری بہادر

مہاجر حضرت مرثد کو اس کام کے لئے مقرر کر رکھا تھا کہ وہ چوری چھپے مکہ جا کر قیدی مسلمانوں کو مشرکین کی قید سے نکال کر مدینہ لایا کریں۔ چنانچہ حضرت مرثد غنوی کئی مرتبہ مکہ گئے اور نظر بچا کر کئی اسیروں کو اپنے ساتھ لے کر بھاگ آئے اور ہر مرتبہ کفار کو ان کے جانے کے بعد علم ہوتا کہ کوئی مسلمان قیدی کو لے کر مدینہ بھاگ گیا ہے۔ یہ کام کوئی معمولی کام نہ تھا اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھ کر مکہ جاتے تھے اور خدا تعالےٰ کی نصرت و مدد سے کامیاب واپس آتے تھے لیکن ایک روز ایک سخت آزمائش میں پھنس گئے۔

صحابی مصطفےٰ سخت آزمائش میں

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ حضرت مرثد بن ابو مرثد غنوی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ان دنوں کا ذکر ہے جب یہ ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے تو مکہ کی ایک آوارہ مزاج عناق نامی حسین و جمیل طوائف سے ان کے تعلقات تھے۔ لیکن جب سے پیغمبر علیہ السلام کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور گذشتہ گناہوں سے توبہ کی تو پھر حضرت مرثد نے اس حسینہ عورت سے تعلقات ختم کر لئے تھے۔

روایات میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت مرثد اپنے اسی کام کے لئے مکہ جاتے ہیں۔ ایک راستہ سے گذر رہے تھے کہ سوءِ اتفاق سے عناق حسینہ انہیں جاتے ہوئے دیکھ لیتی ہے اور انہیں پہچان کر آواز دیتی ہے۔ حضرت مرثد اس کی آواز سنکر رک جاتے ہیں۔ عناق حسینہ ان کے قریب آتی ہے اور اپنے مخصوص انداز میں انہیں خوش آمدید کہتی ہے اور حضرت مرثد کی طرف اس انداز سے دیکھتی ہے جیسے کہہ رہی ہو۔

شعر

تم میرے سامنے سے گذرتے رہو اور میں تم کو چھپ چھپ کے دیکھا کروں
تم سمجھتے رہو مجھ کو اک اجنبی، اجنبی راہ منزل پہ چلتا رہے

عناق حسینہ غلاظت کا دفینہ حضرت مرثد سے کہتی ہے کہ آج تم میرے پاس

شب باشی کرو. مگر حضرت مرشد اس کی اس درخواست کو حقارت سے ٹھکراتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں اب خدا کے فضل سے مسلمان ہو گیا ہوں اور خداوند قدوس مسلمان پر غیر عورت سے اختلاط کو حرام کر رکھا ہے اس لئے اب میں ایسی بات سننے کے لئے تیار نہیں ہوں. سبحان اللہ العظیم.

خطیب کہے کہ

وہ صحابی رسول جن کے سینہ میں محبت رسول ہو.
وہ صحابی رسول جن کے دل میں عظمت رسول ہو.
وہ صحابی رسول جس کے ذہن میں خوف اور ارشاد رسول ہو.
وہ صحابی رسول جس کی نگاہ میں مقام رسول ہو.
وہ صحابی اس بے حیا، آوارہ حسینہ کی طرف التفات کیسے کر سکتا تھا
وہ صحابی اس غلاظت میں کیسے ملوث ہو سکتا تھا.
وہ صحابی اس ناپاک سے کیسے ناپاک ہو سکتا تھا. سبحان اللہ العظیم.

حضرت مرشد کا جواب سن کر حسینہ لاجواب ہو گئی. اسے کیا علم تھا کہ
جو شب زندہ دار ہو وہ شب میں داغدار نہیں ہو سکتا.
جو شب بیدار ہو وہ غیر سے شب باش نہیں ہو سکتا.
جو شب خیز ہو وہ شر انگیز نہیں ہو سکتا.
جو شب بھر عبادت کرنے والا ہو وہ شب بھر میں ہلاکت میں نہیں پڑ سکتا.
جو شب بھر پاک رہے وہ شب بھر ناپاک نہیں ہو سکتا.
جو شب بھر طاہر رہے وہ شب بھر گناہ میں ماہر نہیں ہو سکتا.
جو شب بھر جھکنے والا ہو وہ حسن کے سامنے جھک نہیں سکتا. سبحان اللہ العظیم.

خطیب کو کہنے دیجئے کہ

جس کی ہر شب شب قدر ہو وہ برائی میں ملوث ہو کر اپنی شب کو شب دیجور کیسے بنا سکتا ہے.

جس کو اسلام نے باحیا بنا دیا ہو وہ بے حیا کیسے ہو سکتا ہے۔
جس کو اسلام نے باشعور بنا دیا ہو وہ بے شعور کیسے ہو سکتا ہے۔
جس کو اسلام نے باغیرت بنا دیا ہو وہ بے غیرت کیسے ہو سکتا ہے۔
سبحان اللہ العظیم۔

اور جو ہاتھ پیغمبر کے ہاتھ سے مَس ہو چکا ہو وہ ہاتھ کسی غیر محرم کو کیسے چھو سکتا ہے۔

اور جو شخص مبلغ طائف کے اخلاق کا اسیر ہو وہ کسی طوائف کے حسن کا اسیر کیسے ہو سکتا ہے۔

یہ ٹھیک ہے کہ اسلام سے پہلے یہ حسینہ کا غلام تھا لیکن یہ اب سرکار مدینہ کا غلام ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس آقا نے مرثد کو ذرے سے زر بنا دیا۔
اس آقا نے مرثد کو کھیرے سے ہیرا بنا دیا۔
اس آقا نے مرثد کو سُم سے سونا بنا دیا۔
اس آقا نے مرثد کو صرصر سے صَبا بنا دیا۔
اس آقا نے اثیم کو اثیر بنا دیا۔
اس آقا نے مرثد کو صُم سے صمیم بنا دیا۔
اس آقا نے مرثد کو قبیح سے صَبیح بنا دیا۔
اس آقا نے مرثد کو صراط مستقیم پر چلا دیا۔
کسی نے خوب کہا ہے۔

؎ دُر فشانی نے تری قطروں کو دریا کر دیا
دل کو روشن کر دیا آنکھوں کو بینا کر دیا
خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

سبحان اللہ العظیم

حسینہ کی کمینگی

حضرات گرامی! میں عرض کر رہا تھا کہ جب حضرت مرثد نے عناق حسینہ سے یہ کہا کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں اور اسلام نے غیر عورت سے اختلاط کو حرام کر رکھا ہے تو ظالم حسینہ سُلگ اٹھی لیکن اس نے انتہائی عیاری و مکاری سے اپنے ناز و انداز کے کوئی نو بہ شکن تیر چلائے مگر وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکی اور آپ جانتے ہیں کہ ناکامی پر ذلیل فطرت انسان بھڑک اٹھتا ہے اور کمینہ سے کمینہ حرکت کرنے میں بھی کوئی باک محسوس نہیں کرتا۔ چنانچہ یہ بے حیا حسینہ بھی اپنی کمینگی پر اتر آئی اور اس نے حضرت مرثد کو تو چھوڑ دیا اور مشرکین کے گھروں میں جاکر بتایا کہ تم تلاش کرتے تھے کہ تمہارے قیدی چھڑا کر کون لے جاتا ہے۔ میں نے پتہ لگا لیا ہے وہ مرثد ہے۔ جو رات کی تاریکی میں یہاں آکر اپنے مسلمان قیدی چھڑا کر مدینہ لے جاتا ہے۔ آج بھی یہاں آیا ہوا ہے۔ چنانچہ آٹھ دس مشرک حضرت مرثد کا تعاقب کرتے ہیں لیکن حضرت مرثد خدا کی نصرت سے بغیر کوئی تکلیف اٹھائے مدینہ پہنچ جاتے ہیں۔

سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہے کہ عورت کا مکر دیکھئے کہ پہلے اس نے گناہ کی دعوت دی جب اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکی تو مشرکین مکہ کی خیر خواہ بن گئی اور حضرت مرثد کی دشمن ہو گئی۔ خدا تعالیٰ ایسی عورتوں کے مکر سے بچائے۔

عورت کی اس مکاری پر آپ کو ایک واقعہ سناتا ہوں۔ کہتے ہیں کہ کوئی میاں بیوی بڑے آرام اور سکون سے رہتے تھے آپس میں بڑی محبت اور پیار تھا۔ ایک دن شوہر اپنی بیوی سے کہنے لگا کہ میں نے سنا ہے کہ عورتیں بڑی چالاک اور مکار ہوتی ہیں لیکن میں نے تم میں کوئی چالاکی اور مکاری نہیں دیکھی یا تو واقعی چالاک نہیں ہو۔ اور یا پھر تم نے مجھ سے کوئی چالاکی نہیں کی۔ کبھی کوئی چالاکی تو دکھاؤ۔

بیوی کہنے لگی کہ رہنے دو کیا ضرورت ہے۔

شوہر کہنے لگا کہ نہیں کبھی نہ کبھی تو تھوڑا بہت شغل ہونا چاہیئے۔
بیوی نے کہا اچھا اگر تم کہتے ہو تو ٹھیک ہے۔
چنانچہ کئی روز گذر گئے شوہر بھول گیا تو بیوی نے ایک دن شہر سے کسی کو بھیج کر مچھلی منگوائی اور وہ مچھلی رات کے وقت جا کر اپنے کھیت میں دبا دی۔
صبح کو شوہر ہل لے کر کھیت گیا اور ہل چلانا شروع کر دیا تو مچھلی نکل آئی۔ اس نے وہ مچھلی دھو کر رکھ لی۔ بیوی کھانا لے کر آئی تو اسے کہا کہ یہ مچھلی مجھے کھیت سے ملی ہے اسے رات کو پکانا۔
بیوی وہ مچھلی لے کر گھر آئی اور اسے خوب تیار کر کے خود کھا گئی اور خاوند کے لئے مسور کی دال پکا کر رکھ دی۔ چنانچہ رات کو خاوند جب گھر پہنچتا ہے اور خوشی خوشی ہاتھ دھو کر کھانے کے لئے بیٹھتا ہے تو یہ دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے کہ اس کے آگے مچھلی کی جگہ مسور کی دال رکھی گئی ہے۔
بیوی سے پوچھتا ہے کہ جو مچھلی میں نے تجھے دی تھی وہ کیوں نہیں پکائی۔
بیوی کہنے لگی کون سی مچھلی۔ اور تم نے مجھے کب دی تھی۔
کہنے لگا آج جب تم کھانا لے کر کھیت میں گئی تھی اور میں نے تجھے کہا تھا کہ مجھے کھیت سے یہ مچھلی ملی ہے۔ اسے تیار کرنا۔
بیوی کہنے لگی کہ تمہارا دماغ ٹھیک ہے۔ بھلا کھیت سے بھی کبھی کسی کو مچھلی ملی ہے۔
کہنے لگا مگر میں نے تو تجھے دی تھی۔

یہاں سے ان دونوں میں تکرار شروع ہو گئی اور پھر نوبت لڑائی تک پہنچ گئی۔ خاوند نے بیوی کو مارنا شروع کر دیا۔ بیوی نے شور مچانا شروع کر دیا، تقریباً آدھا گاؤں اکٹھا ہو گیا۔ چند بزرگ ان دونوں کو بٹھا کر وجہ نزاع پوچھنے لگے۔
خاوند نے پہلے اپنی بات بتائی۔ پھر بیوی نے کہا کہ یہ پاگل ہو گیا ہے۔ بھلا کوئی بتلائے کہ مچھلی کھیتوں میں بھی کسی نے دیکھی ہے۔ یہ کہتا ہے کہ مجھے کھیت سے مچھلی ملی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا دماغ چل گیا ہے

جتنے لوگ اکٹھے تھے کہنے لگے واقعی یہ پاگل ہو چکا ہے ۔

بیوی کہنے لگی کہ مجھے ڈر ہے کہ یہ کسی کو مار ہی نہ دے ۔ اسے پاگل خانے چھوڑ آؤ ۔ چنانچہ انہوں نے اسے پکڑا اور پاگل خانے چھوڑ آئے ۔ بیوی بھی ساتھ تھی ۔ تمام راستہ میں وہ یہ کہتا رہا کہ میں پاگل نہیں ہوں مجھے کھیت سے مچھلی ملی ہے ۔ یہ بات سن کر لوگوں کو اس کے پاگل پن کا اور زیادہ یقین ہو جاتا اور وہ اسے اور مضبوطی سے پکڑ لیتے ۔ آخر کار اسے جب پاگل خانہ میں سلاخوں کے پیچھے بند کر دیا گیا تو بیوی نے قریب جا کر خاوند سے کہا کہ یہ تو میرا معمولی سا مکر تھا کہ تم پاگل خانے پہنچ گئے ۔ اگر کوئی بڑا مکر کر دوں تو نہ جانے تم کہاں پہنچ جاؤ ۔ چنانچہ اس نے لوگوں کو اصل بات بتائی اور خاوند کو پاگل خانے سے چھٹکارا ملا ۔

زنا اور شرک حرام ہیں

عزیزان گرامی قدر ! میں عرض کر رہا تھا کہ عناق حسینہ نے پوری کوشش کی کہ حضرت مرشد کو پکڑوا دے مگر وہ خدا کے فضل سے بچ کر نکل گئے ۔ حضرت مرشد نے سرکار مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہو کر تمام واقعات عرض کئے اور ساتھ ہی التماس کی کہ یا رسول اللہ ! عناق سے مجھے نکاح کرنے کی اجازت دیجئے ۔ آپ یہ درخواست سن کر خاموش ہو گئے کوئی جواب نہ دیا مگر خداوند قدوس نے اپنا فیصلہ سنا دیا ۔

سبحان اللہ العظیم ۔ اس وقت آپ پر قرآن پاک کی یہ آیت نازل ہوئی ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً

بدکار مرد سوائے بدکار عورت یا مشرکہ کے نکاح نہیں کرے گا ۔

وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ

اور بدکار عورت سوائے بدکار مرد یا مشرک کے اور کوئی نکاح نہیں کریگا

وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ پ۱۸ رکوع ۷)

اور ایمان والوں پر یہ حرام کیا گیا ہے۔

اس فرمان خداوندی کے بعد حضرت مرشد اپنے اس خیال سے دست بردار ہو گئے۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہے کہ

جو خداوند قدوس بدکار عورت کو حضرت مرشد کے گھر نہیں دیکھ سکتا۔

وہ خدا معاذ اللہ بدکار عائشہ کو اپنے حبیبؐ کے گھر کیسے دیکھ سکتا ہے۔

جو خدا حضرت مرشد کا تعلق ناپاک عورت سے پسند نہیں کرتا۔

وہ خدا ناپاک عائشہ سے اپنے حبیب کا تعلق کیسے پسند کریگا۔ سبحان اللہ العظیم

وَحُرِّمَ ذَٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ ۝

اور ایمان والوں پر یہ حرام کیا گیا ہے۔

اور اب یہ واضح ہو گیا کہ پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لئے ہیں۔ اور پوری کائنات میں خدا کے حبیبؐ پاکیزہ ہیں بلکہ پاکیزہ کرنے والے ہیں۔ اس لئے جو عورت ان کے نکاح میں آئے گی وہ عفیفہ ہو گی۔ طاہرہ ہو گی۔ طیبہ ہو گی اور صدیقہ ہو گی۔ سبحان اللہ العظیم۔

جو اس عفیفہ کی طہارت پر انگلی اٹھائے گا وہ دنیا کا ناپاک ترین اور غلیظ ترین انسان ہو گا۔ اس لئے خطیب کو کہنے دیجئے کہ

عائشہ صدیقہ پیغمبر کی نگاہ میں پاکیزہ تھی۔

عائشہ صدیقہ اصحاب کی نگاہ میں پاکیزہ تھی۔

عائشہ صدیقہ رحمان کی نگاہ میں پاکیزہ تھی۔

عائشہ صدیقہ قرآن کی نگاہ میں پاکیزہ تھی۔ سبحان اللہ العظیم۔

اے عائشہ! تیری صداقت کو سلام۔

اے عائشہ! تیری طہارت کو سلام۔

اے عائشہ! تیری عدالت کو سلام۔ سبحان اللہ العظیم۔

راہ خدا میں لڑنے کی اجازت

حضرات گرامی! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ مشرکین مکہ کے ہاتھوں سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب مکہ میں تکلیفیں اٹھا رہے تھے اور انہیں جور و ستم سے بچانے کے لئے حضرت مرثد چوری چھپے مکہ جایا کرتے تھے۔ اکثر مسلمان ہجرت کر کے مدینہ آ چکے تھے۔ ادھر مشرکین چاہتے تھے کہ جو مسلمان مکہ میں رہ گئے ہیں پہلے انہیں ختم کر دیا جائے اور پھر مدینہ جانے والوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے۔ مشرکین مکہ ہر وقت اسی فکر میں رہتے تھے کہ ان مسلمانوں کو اور ان کے دین کو نیست و نابود کر دیا جائے۔ مگر بقول کسے

شعلۂ شمع خدائی بھی کہیں بجھتا ہے
رہ گئے اپنا سا مونھ لے کے بجھانے والے
نقش اسلام نہ اعدار کے مٹانے سے مٹا
مٹ گئے آپ ہی جتنے تھے مٹانے والے سبحان اللہ العظیم

حضرات گرامی! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ مکہ معظمہ میں جب صحابہ کرام قریش کے ہاتھوں زخمی ہو کر مدینہ منورہ میں آپ کی خدمت میں پہنچتے تو آپ ان کو صبر و تحمل کی تلقین فرماتے اور یہ بھی فرماتے کہ راہ خدا میں تمام اذیتیں برداشت کرو۔ سر دست ہمیں کسی پر ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہیں ہے۔ لیکن آخر کار وہ وقت آگیا جبکہ عاشقان دین و ایمان کی تلوار بے نیام ہو اور دشمنانِ اسلام کی جفا کاریوں کا جواب زبان تیغ سے دے سکیں۔

حفیظ جالندھری کہتا ہے۔

بالآخر وقت آیا رحمتِ حق جوش میں آئی
کہ اذنِ جنگ بن کر غیرتِ حق جوش میں آئی
معاً جبریل لے کے آیۂ قرآں ہوئے نازل

جہاد فی سبیل اللہ کے فرماں ہوئے نازل۔ سبحان اللہ العظیم۔

کیا فرمان نازل ہوئے۔ قرآن پاک کی زبانی سنئے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُ ۝

اس کا ترجمہ حفیظ جالندھری سے سنئے۔

یہ حکم آیا کہ ”ہاں اب ان غریبوں کو اجازت ہے
بے چارے بے وطن آفت نصیبوں کو اجازت ہے

کہ ہاں راہ خدا میں تم کو لڑنے کی اجازت ہے
خدا کے دشمنوں کو دفع کرنے کی اجازت ہے

خدا ظالم کے منصوبوں کو رد کرنے پہ قادر ہے
خدا مظلوم لوگوں کی مدد کرنے پہ قادر ہے

سبحان اللہ العظیم

آگے ارشاد ہوتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ۔

وہ لوگ جنہیں ناحق ان کے گھروں سے نکال دیا گیا ہے صرف اس کہنے پر کہ ہمارا رب اللہ ہے۔

حفیظ جالندھری کہتا ہے۔

وہ جن پر ظلم کے بیداد کے بادل برستے ہیں
وہ اپنے وطن میں سانس لینے کو ترستے ہیں

جو ناحق کے ستم سہتے ہیں اور مغموم رہتے ہیں

وطن کو چھوڑ کر بھی بے کس و مظلوم رہتے ہیں

خطا جن کی فقط یہ ہے کہ وہ اسلام لے آئے

جو دنیا کو لٹا کر اک خدا کا نام لے آئے۔ سبحان اللہ العظیم

خطیب کہے کہ اصحاب کرام نے مشرکین مکہ سے کوئی بد دیانتی نہیں کی تھی۔ مشرکین مکہ کی زمینوں پر قبضہ نہیں کیا تھا۔ صرف انہوں نے بے شمار خداؤں کو چھوڑ کر صرف اور صرف ایک خدا کی عبادت شروع کر دی تھی اور ان اختیار کردہ خداؤں کو پتھر کہہ کر ٹھکرا دیا تھا۔ بس یہی وجہ تھی جھگڑے کی۔ وہ بے شمار چیزوں کو خدا مانتے تھے۔ صحابہ ان کو بے کار جانتے تھے اور صرف ایک مالک حقیقی کو معبود مانتے تھے۔ اس لئے اسی عقیدہ کی خاطر انہیں اپنا محبوب شہر چھوڑنا پڑا۔ صرف اسی عقیدہ کے لئے اپنے گھر بار چھوڑ کر دوسرے شہر میں آگئے تھے۔ یہاں خدا تعالےٰ نے انہیں تلوار اٹھانے کی اجازت دے دی اور فرمایا کہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۗ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ (سورۃ الحج آیۃ ۴۰-۱۷)

اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے سے نہ ہٹاتا تو تکیئے اور مدرسے اور عبادت خانے اور مسجدیں ڈھا دی جاتیں جن میں اللہ کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے اور اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا جو اللہ کی مدد کرے گا۔ بے شک اللہ زبردست غالب ہے۔

حفیظ جالندھری اپنے انداز میں کہتا ہے۔

نہ دے اللہ اگر حملوں کے سدباب کی جرأت

یونہی بڑھتی رہے ہر ایک شیخ و شاب کی جرأت

ے یہ معبد خانقاہیں صومعے یکسر اجڑ جائیں
منادر اور گرجے بیخ سے بن سے اکھڑ جائیں
ے مساجد جن کے اندر ذکرِ حق کثرت سے ہوتا ہے
جہاں آکر انسان معصیت کے داغ دھوتا ہے
ے گرادیں لوگ آکر ان عماراتِ مقدس کو
نہیں منظور یہ اللہ کی ذاتِ مقدس کو   سبحان اللہ العظیم

خطیب کہے کہ یہ خدا تعالےٰ کو منظور نہیں ہے کہ کوئی مساجد کو گرا دے اور خدا کی عبادت کرنے سے روکے۔ خدا کی زمین پر خدا ہی کی عبادت ہوگی۔ اسی کے نام کا وِرد ہوگا۔ اسی کی ذات کو سجدہ کیا جائے گا۔ وہ وحدہٗ لاشریک ہے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا جائے گا۔ اور جو اب مسلمانوں کو خدا کی عبادت سے روکے گا تو اس کے ساتھ جہاد کیا جائے گا۔

ے کہا " راہ خدا میں تم کو لڑنے کی اجازت ہے
خدا کے دشمنوں کو دفع کرنے کی اجازت ہے
ے مگر تم یاد رکھو صاف ہے یہ حکم قرآن کا
ستانا بے گناہوں کو نہیں شیوہ مسلمان کا
ے نہیں دیتا اجازت پیش دستی کی خدا ہرگز
مسلماں ہو تو لڑنے میں نہ کرنا ابتدا ہرگز
ے فقط ان سے لڑو جو لوگ تم سے جنگ کرتے ہیں
فقط ان سے لڑو جو تم پہ جینا تنگ کرتے ہیں

مشرکین کی خباثت

حضرات گرامی! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اسلام نے بلا وجہ کسی پر تلوار اٹھانے اجازت نہیں دی۔ صرف ان لوگوں سے لڑنے کا حکم دیا جو خود مسلمانوں سے لڑتے تھے

اور ان پر جینا تنگ کرتے تھے.

روایات میں آتا ہے کہ ہجرت کو تیرہ مہینے گذر چکے تھے کہ ایک شخص کرز بن جابر فہری مکہ سے مدینہ آیا اور اہل مدینہ کے اونٹ جو شہر سے باہر چراگاہ میں چر رہے تھے لوٹ کرلے گیا۔ اس بات کی خبر جب سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو ہوتی ہے تو آپ حضرت زید بن حارثہ کو عامل مدینہ مقرر فرماتے ہیں اور جھنڈا حضرت علی المرتضےٰ کے حوالے کر کے مہاجروں کی ایک جماعت کے ساتھ اس کے تعاقب میں بدر کے قریب وادئ سفوان تک جاتے ہیں مگر وہ آپ کے ہاتھ نہیں آتا اور آپ اپنے اصحاب کے ساتھ وادئ سفوان سے ہی مدینہ واپس تشریف لے آتے ہیں.

(تاریخ ابن جریر طبری ومدارج النبوت بحوالہ سیرت کبریٰ جلد دوم صنہ ۹۱)

خطیب کہے کہ کرز بن جابر فہری آپ کے اور آپ کے اصحاب کے ہاتھ آ جاتے تو یقیناً ان کا تیا پانچا ہو جاتا۔ مگر اس علام الغیوب نے کرز بن جابر کو ان کے ہاتھ آنے ہی نہ دیا۔ کیوں کہ رب العزت نے کرز کو مسلمان کر کے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے پیغمبر کا غلام اور اسلام کا شیدائی بنانا تھا۔ چنانچہ پھر کرز بن جابر اسلام لائے اور ۸ھ ہجری کو فتح مکہ کے دن جام شہادت نوش کیا.

خطیب کو کہنے دیجئے کہ قدرت خداوندی دیکھئے کہ

جو اونٹ لوٹنے آیا تھا وہ اب خود اپنا سب کچھ اسلام کے لئے لٹا گیا۔

جو مسلمانوں کی جان لینے آیا تھا وہ خود اپنی جان قربان کر گیا۔

جو مسلمانوں کو تکلیف دینے آیا وہ خود زخم اٹھا کر چلا گیا۔

جو جہنمی بننے آیا تھا وہ خود جنتی بن کے چلا گیا۔

جو اونٹ بھگا کر لے گیا تھا وہ اب خود بھاگ کر اسلام کے دامن میں آ گیا۔

جب آیا تھا تو اسلام کی نگاہ میں سب سے ذلیل تھا.

جب گیا تو اسلام کی نگاہ میں سب سے عظیم ہو گیا تھا.

جب آیا تھا تو مشرک تھا ـــــ جب گیا تو موحد تھا۔
جب آیا تھا تو جہنمی تھا ـــــ جب گیا تو جنتی تھا۔
جب آیا تو بت پرست تھا ـــــ جب گیا تو رب پرست تھا۔
جب آیا تو لعنت اللہ تھا ـــــ جب گیا تو رضی اللہ تھا۔
جب آیا تو ذلیل تھا ـــــ جب گیا تو مردِ جلیل تھا۔

؎ وہ آدمی جو تیغ جفا کا قتیل ہے
کردار ہو عظیم تو بطلِ جلیل ہے

سبحان اللہ العظیم

خفیہ چٹھی

حضرات گرامی! خدا تعالٰے نے اپنے محبوب کے جانثاروں کو دنیا اور آخرت میں بے انتہا عنایات سے نوازا ہے اور انہیں اپنی رضا کا سرٹیفکیٹ دے دیا۔ کیونکہ صحابہ نے بھی اسلام کی بقاء اور پیغمبرِ اسلام کی عزت کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی تھی اور اصحاب رسول کو جہاد کا حکم مل گیا تو پھر بھی انہوں نے اپنے اور بیگانے کی کوئی تمیز نہ کی بلکہ جو بھی اسلام کا دشمن نظر آیا اسے تلواروں کی نوک پر رکھ لیا ہر وقت حکم الٰہی اور فرمان مصطفٰے کے منتظر رہتے تھے کہ کب کوئی حکم ملتا ہے اور ہم اسے فوری طور پر پورا کر دیں۔ اس اطاعت میں اگر کبھی کوئی معمولی سی بھول چوک بھی ہو گئی تو خدا تعالٰے خود قرآن پاک نازل فرما کر ان کی صفائی دی تا کہ کوئی اسلام کے سچے جانثاروں پر اعتراض نہ کر سکے۔ آیئے میں آپ کو اسی سلسلہ کا ایک واقعہ سناتا ہوں کہ صحابہ کی بھول کو خدا تعالٰے نے کیسے معاف کر دیا۔

روایات میں آتا ہے کہ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے پھوپھی زاد بھائی حضرت عبد اللہ بن جحش کو چند صحابہ کا امیر بنا کر روانہ فرمایا۔ آپ نے روانگی کے وقت ایک خط لکھوا کر حضرت عبد اللہ کے حوالے کیا کہ اور یہ ہدایت فرمائی کہ جب تک دو دن کا سفر طے نہ ہو جائے اس خط کو نہ پڑھنا۔ جب دو دن

گذر جائیں تو چٹھی پڑھ کر اس پر عمل کرنا۔ چنانچہ جب حضرت عبداللہ بن جحش نے دو دن کے بعد اس چٹھی کو کھول کر پڑھا تو لکھا تھا کہ اس خط کو پڑھنے کے بعد تم سیدھے مکہ اور طائف کے درمیان نخلہ جا کر ٹھہر و۔ وہاں سے کاروان قریش کی نگرانی رکھو اور کسی کو اس کی مرضی کے خلاف ساتھ نہ لے جاؤ۔ جو چاہے تمہارے ساتھ جائے اور جس کی مرضی ہو واپس چلا جائے۔ (سیرت کبریٰ صـ ۹۱۱)

خطیب کہے کہ یہ بات تو اللہ رب العزت ہی بہتر جانتے ہیں کہ دو دن تک اخفائے نامہ میں کیا حکمت تھی لیکن قیاس یہ ہے کہ اس طرح آپ نے جنگی حکمت عملی کے ساتھ ساتھ دنیا پر یہ بھی واضح کر دیا کہ اصحاب مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہر اعتبار سے قابل تعریف ہیں۔ ایسے مواقع پر جلد باز آدمی برداشت نہیں کر سکتا اور چھپ چھپا کر وہ چٹھی پڑھ لیتا یا اپنے ساتھیوں کو اعتماد میں لے کر خفیہ چٹھی کے مضمون سے آگاہی حاصل کرتا۔ لیکن

قربان جائیں صحابہ کی متانت کے۔

قربان جائیں صحابہ کی استقامت کے۔

قربان جائیں صحابہ کی دیانت کے ——— کہ

انہوں نے پیغمبر سے دور ہو کر بھی پیغمبر کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کی۔ اور جس طرح حکم دیا گیا تھا اسی طرح عمل کیا۔ ان کے اس عمل سے خدا بھی راضی ہو گیا اور مصطفےٰ بھی راضی ہو گیا۔ صلے اللہ علیہ وسلم۔

خفیہ خط پر عمل

حضرات گرامی! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ جب حضرت عبداللہ بن جحش نے خط پڑھا تو اپنے ساتھیوں کو خط کے مضمون سے آگاہ کیا اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ مجھے کسی پر جبر کرنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ لہٰذا جس کسی کو شہادت فی سبیل اللہ کا اشتیاق ہو وہ میرے ساتھ چلے اور جس کی مرضی ہو وہ واپس ہو جائے مگر کسی

ایک صحابی نے بھی ان کا ساتھ نہ چھوڑا ۔ سبحان اللہ العظیم ۔

صحابہ کی یہ مقدس جماعت مقام نخلہ پر پہنچتی ہے اور وہاں پہنچ کر قریش کے کسی کارواں کی آمد کا انتظار کرتی ہے ۔ اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ ایک قافلہ جو طائف سے منقہ، کچا چڑا اور دوسرا تجارتی سامان لے کر آرہا تھا وہ بے خبری میں ان کے قریب ہی آکر ٹھہرتا ہے ۔ مگر اہل قافلہ نے مسلمانوں کو دیکھا تو ڈر ے لیکن ایک صحابی کا منڈا ہوا سر دیکھ کر مطمئن ہو گئے کہ یہ تو عمرہ کرنے والے لوگ ہیں ۔ ان سے کوئی خطرہ نہیں ہے ۔

پاکیزہ اصحاب سے بھول ہوگئی

عزیزان گرامی قدر ! پیغمبر کے یہ جانثار ساتھی اس مقام پر آپس میں مشورہ کرتے ہیں کہ ہمیں اب کیا کرنا ہے ۔ روایات میں آتا ہے جس روز یہ مشورہ کرتے ہیں اس دن رجب کی پہلی تاریخ تھی مگر انہوں نے سمجھا کہ آج جمادی الثانی کی آخری تاریخ ہے ۔ اس لئے اگر ہم نے ان کو آج رات چھوڑ دیا تو کل سے رجب شروع ہو جائے گا اور چونکہ رجب حرمت والے مہینوں میں سے ایک مہینہ ہے تو پھر ہم ان کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکیں گے اس لئے جلدی کرنی چاہیئے کہ کہیں رجب ہی شروع ہی نہ ہو جائے ۔ چنانچہ اب مسلمان قافلہ کی طرف بڑھتے ہیں اور واقد بن عبد اللہ عمرو بن حضرمی کو تیر کا نشانہ بنا دیا جاتا ہے ۔ ایک دو سردار گرفتار کر لئے گئے باقی لوگ اس صورت حال کو دیکھ کر بھاگ جاتے ہیں اور قافلہ کا تمام مال و اسباب مسلمانوں کے قبضہ میں آجاتا ہے ۔ علماء نے لکھا ہے کہ یہ اسلام میں سب سے پہلی غنیمت تھی جو مسلمانوں کو ملی ۔ لیکن اس میں اصحاب کرام سے یہ بھول ہوگئی تھی کہ انہوں نے رجب کی پہلی تاریخ کو جمادی الثانی کی آخری تاریخ سمجھ لیا تھا ۔ چنانچہ جب یہ لوگ سرکار دو عالم کی بارگاہ میں پہنچتے ہیں تو آپ نے انہیں فرمایا کہ کیا میں نے تمہیں حرمت والے مہینے میں قتل و قتال سے باز رہنے کو نہیں کہہ دیا تھا ۔ حضرت عبد اللہ تاریخ کی غلط فہمی کا عذر پیش کرتے ہیں ۔ اُدھر یہودی اور مشرکین صورت حال سے آگاہ ہو کر اعتراضات شروع کر دیتے ہیں کہ محمد

اور اُس کے اصحاب نے ماہ حرام کو حلال کر لیا ہے۔ انہوں نے ماہِ حرام میں خون بہا کر اس مقدس ماہ کی توہین کی ہے۔ انہوں نے ماہ حرام کی حرمت توڑ دی ہے۔ انہوں نے حرمت والے مہینہ میں خون ریزی کی ہے۔ انہوں نے امن والے مہینہ میں مال و اسباب لوٹا ہے اور ہمارے ساتھیوں کو قیدی بنا لیا ہے۔

چنانچہ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو حکم دیتے ہیں کہ اس مال غنیمت اور قیدیوں میں کوئی تصرف نہ کیا جائے اور آپؐ حضرت عبد اللہ کو اس پر ملامت بھی کرتے ہیں اور آپؐ کے اس عمل کی وجہ سے صحابہ کرام بھی حضرت عبد اللہ اور ان کے رفقاء سے سخت ناگواری کا اظہار کرتے ہیں۔ چنانچہ یہ لوگ انتہائی رنجیدہ اور غم زدہ ہو جاتے ہیں کہ کہیں خدا کی طرف سے کوئی ہم پر عتاب نازل نہ ہو جائے لہٰذا ان حضرات نے فوری طور پر بارگاہ خداوندی میں توجہ و استغفار کیا اور سر بسجود ہو کر معافی مانگی کہ

اے اللہ! تو دلوں کے بھید خوب جانتا ہے۔ تجھے علم ہے کہ یہ سب کچھ غلط فہمی سے ہوا ہے۔

اے پروردگار! ہماری اس بھول کو معاف کر دے۔

اے اللہ! تو بھی ہم سے راضی ہو جا اور ہمارے پیغمبر کو بھی راضی کر دے۔

اور ہمارے ساتھی بھی ہم سے راضی ہو جائیں۔

خدا تعالےٰ نے ان کی آہ و زاری کو قبول کرتے ہوئے ان کے حق میں عرش سے قرآن نازل کر دیا۔ سبحان اللہ العظیم۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ

آپ سے حرمت والے مہینے میں لڑائی کے متعلق پوچھتے ہیں۔

قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

آپ کہدیں کہ اس میں لڑنا بڑا گناہ ہے اور اللہ کے راستہ سے روکنا

وَكُفْرٌ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ

اور اس کا انکار کرنا اور مسجد حرام سے روکنا اور اس کے رہنے والوں کو اس میں

مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ

سے نکالنا اللہ کے نزدیک اس سے بڑا گناہ ہے اور فتنہ انگیزی تو

الْقَتْلِ ۞ (پ ۲، رکوع ۱۰)

قتل سے بھی بڑا جرم ہے. سبحان اللہ العظیم.

خطیب کہے کہ خدا تعالےٰ نے کس حسین انداز سے صحابہ کی وکالت فرمائی -
ان کی ایک بھول کے مقابلہ میں ان کے پانچ گناہ گنوا دیئے. سبحان اللہ العظیم.
فرمایا کہ ان سے چلو یہ بھول ہو گئی کہ انہیں حرمت والے مہینہ کا خیال نہ رہا.
ٹھیک ہے کہ حرمت والے مہینے میں بڑا گناہ ہے. لیکن یہ لوگ کس منہ سے اعتراض
کرتے ہیں. یہ لوگ تو لوگوں کو خدا کے راستہ سے روکتے ہیں -

یہ لوگ صراط مستقیم سے روکتے ہیں -

یہ لوگ مسجد حرام سے روکتے ہیں.

یہ لوگ اس کے رہنے والوں کے اس میں سے نکالتے ہیں.

یہ لوگ فتنہ پرور ہیں. اور فتنہ ڈالنا تو قتل سے بھی بڑا گناہ ہے -

خطیب کو کہتے دیجیے کہ ان آیات سے معلوم ہوا کہ

رجب کے مہینے میں لڑنا بھی گناہ ہے —— لیکن

خدا کے راستہ سے روکنا بڑا جرم ہے -

رجب کے مہینہ میں لڑنا جرم ہے تو خدا کا انکار کرنا بڑا جرم ہے -

یہ لوگ اس لئے مجرم ہیں کہ یہ اسلام کے دشمن ہیں -

یہ لوگ اس لئے مجرم ہیں کہ یہ خدا کی توحید کے منکر ہیں.

یہ لوگ اس لئے مجرم ہیں کہ یہ خدا کی صفات الوہیت کے منکر ہیں -

یہ لوگ اس لئے مجرم ہیں کہ یہ خدا کے گھر سے روکنے والے ہیں.

یہ لوگ اس لئے مجرم ہیں کہ خدا کے ہوتے ہوئے پتھروں کو معبود سمجھتے ہیں۔
یہ لوگ اس لئے مجرم ہیں کہ مکہ کے رہنے والوں کو مکہ سے نکالتے ہیں۔
یہ لوگ اس لئے مجرم ہیں کہ یہ مصطفیٰ اور اس کے جانثاروں کے دشمن ہیں۔
کیونکہ جو پیغمبر کے اصحاب کا دشمن ہے وہ خدا اور اس کے رسول کا دوست ہو ہی نہیں سکتا۔ سبحان اللہ العظیم۔

صحابہ کی بھول بھی باعثِ رحمت

حضرات گرامی! میں عرض کر رہا تھا کہ جب یہ آیات نازل ہوئیں تو حضرت عبداللہ بن جحش خوش ہو گئے اور آپس میں ایک دوسرے کو مبارک باد دینے لگے۔ ادھر حضور نے مالِ غنیمت تقسیم کرنے کا حکم دے دیا۔ تمام اصحاب کے چہروں پر خوشی کی لہر دوڑ گئی لیکن حضرت عبداللہ ابھی کچھ اور چاہتے تھے۔ چنانچہ وہ آپ کے قریب ہو کر عرض کرتے ہیں۔ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم! ہم اس جہاد پر اجر کی امید رکھ سکتے ہیں۔ آپ خاموش تھے کہ خدا تعالےٰ بول پڑے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا
بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور خدا کی
فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ
راہ میں جہاد کیا۔ وہ اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں۔
وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ (پ ۲، رکوع ۱۰)
اور اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

خطیب کہے کہ خدا تعالےٰ صحابہ کرام کی وکالت کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ ان لوگوں نے ایمان ہی اس لئے قبول کیا کہ یہ خدا کی رضا چاہتے تھے۔ ان لوگوں نے ہجرت ہی اس لئے کی یہ خدا کی رضا چاہتے تھے۔ تو پھر خطیب کہنے دیجئے کہ

صحابہ ایمان لائے اس لئے کہ وہ خدا کی رحمت کے طلب گار تھے۔
صحابہ مسلمان ہوئے اس لئے کہ وہ خدا کی رحمت کے طلب گار تھے۔
صحابہ مہاجر ہوئے اس لئے کہ وہ خدا کی رحمت کے طلب گار تھے۔
صحابہ نے جہاد کیا اس لئے کہ وہ خدا کی رحمت کے طلب گار تھے۔
یہ بات قرآن کہتا ہے کہ اصحاب مصطفٰے خدا کی رحمت کے امیدوار تھے۔ اور جب صحابہ ہر کام خدا کی رضا اور رحمت کے لئے کیا ہے تو پھر یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ خدا کی رحمت سے محروم رہ جائیں۔ چنانچہ خدا تعالٰے نے ان کی بھول کو معاف فرماتے ہوئے انہیں اس جہاد کرنے کا بھی ثواب عطا فرما دیا اور دشمنانِ صحابہ کے عزائم خاک میں مل گئے۔

دشمنان صحابہ دنیا و آخرت میں رسوا ہو گئے۔ ——— اور اصحاب مصطفٰے دنیا و آخرت میں سرخ رو ہو گئے۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ۔

مقدر کی بات

حضرات گرامی! میں عرض کر رہا تھا کہ اس جہاد میں جو قید کئے گئے تھے مکہ سے ان کا فدیہ بھیجا گیا تا کہ انہیں رہائی مل سکے۔ مگر آپ نے فرمایا کہ ہمارے دو آدمی جو اونٹ کی تلاش میں گئے تھے ابھی تک ان کی کوئی خبر نہیں ہے جب تک وہ صحیح سالم یہاں تک نہیں پہنچ جاتے ہم ان دونوں کو نہیں چھوڑ سکتے۔

خطیب کہے کہ اگر پیغمبر علیہ السلام علم الغیب ہوتے تو یہ نا فرماتے کہ ہمارے دو آدمی مفقود الخبر ہیں۔ کیونکہ جو ذرے ذرے کا علم رکھتا ہو اور پتے پتے کا اسے خبر ہو وہ اپنے ساتھیوں سے متعلق یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھے ان کی کوئی خبر نہیں ہے۔

معلوم ہوا کہ عالم الغیب صرف اور صرف خدا تعالٰے کی ذات ہے۔ انبیاء کو انہی باتوں کا علم ہوتا ہے جو خدا تعالٰے انہیں بتاتے ہیں۔ جب خدا خبر دینے پر آئے تو ہزاروں میل دور کی خبر دے دیتا ہے اور جب خبر نہ دے تو کنعان شہر

میں کنویں کے اندر پڑے ہوئے بیٹے کی خبر نہیں ہوتی ۔ سبحان اللہ العظیم ۔

عزیزان گرامی قدر!

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ چند دنوں کے بعد وہ صحابی بھی مدینہ پہنچ گئے جو مفقود الخبر تھے تو آپ نے ان دو قیدیوں کے آزاد کرنے کا حکم دے دیا ۔ چنانچہ رہائی ملنے کے بعد ایک تو مکہ چلا گیا لیکن ایک دوسرے قیدی حکم بن کیسان نے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آپ کی غلامی کو قبول کرتے ہوئے کلمہ پڑھ لیا ۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ۔

خطیب کہے کہ اسلام کی صداقت کے مناظر تو دونوں نے دیکھے تھے ۔

آپ کی حقانیت کے مناظر بھی دونوں نے دیکھے تھے ۔

صحابہ کی اطاعت وعبادت کے مناظر بھی دونوں نے دیکھے تھے ۔

لیکن مقدر کی بات ہے ۔ کہ

ایک کامیاب ہو گیا ـــــــ ایک ناکام ہو گیا ۔

ایک جنتی بن گیا ـــــــ ایک دوزخی رہ گیا ۔

ایک ہیرا بن گیا ـــــــ ایک پتھر رہ گیا ۔

باقی آئندہ جمعہ انشاء اللہ

خطبہ نمبر ۵۳

مُریدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

پیر کے مصلّے پر

جھلکیاں

مسلمانوں کی چراگاہ پر مشرکین کا حملہ
جنتی تاجر اور تجارتی قافلہ
مرید مصطفیٰ پیر کے مصلّے پر
کچی کلیاں
یہ مدینے کا چارا ہے
ایک عجیب خواب اور اس کا چرچا۔
حضرت عباس کو بز دلی کا طعنہ
دو آوازیں
آواز کیا تھی
تجارتی سامان بچانے کی تیاری
زبان نبوت پر کفر کو اعتبار
موت ہانک رہی ہے
قافلہ بچ گیا ابوجہل پھنس گیا
اہل تشیع سے ایک سوال
دو لشکر اور ایک فتح

اَمَّابَعْدُ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ٥

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ٥

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْم ۔

سب حضرات درود شریف پڑھیں ۔

بزرگان محترم دوستو، عزیزو، نوجوان ساتھیو !

گذشتہ خطبہ میں جہاد کی اجازت ملنے کا تذکرہ کیا تھا اور یہ بھی عرض کیا تھا کہ اصحاب مصطفیٰ نے جہاد کا حکم ملتے ہی اس پر عمل بھی شروع کر دیا جس کی ایک معمولی سی جھلک آپ حضرات کے سامنے پیش کی گئی تھی ۔ دعا ہے کہ خدا تعالےٰ محض اپنے فضل و کرم سے ہمیں اسلام کی سچی محبت نصیب فرمائے ۔

حضرات ! آج کے خطبہ میں جس غزوہ کا ذکر کرنا چاہتا ہوں ۔ یہ غزوہ تمام غزوات میں اعظم اور منفرد غزوہ ہے ۔ کیونکہ اس کی ہی بدولت دین کی شوکت اور عزت ظاہر ہوئی اور روئے اسلام روشن ہوا ۔ اسی غزوہ کو سورت انفال میں یوم الفرقان کہا گیا ہے ۔

اسی غزوہ نے حق و باطل میں فرق پیدا کر دیا ۔

اسی غزوہ نے اسلام اور اہل اسلام کو سربلند کر دیا ۔ ـــــ اور

اسی غزوہ نے باطل کو ذلیل و پائمال کر دیا ۔

آپ حضرات سمجھ چکے ہوں گے کہ آج میں کس غزوہ پر اپنی گذارشات پیش کرنا

چاہتا ہوں ۔ یہی اسلام اور کفر کی پہلی جنگ ہے جسے جنگ بدر کہتے ہیں ۔ میں آج اس کے متعلق ذرا تفصیل سے عرض کرنا چاہتا ہوں ۔ دعا فرمائیں خدا تعالےٰ صحیح بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔

حضرات گرامی ! اس سے پہلے کہ میں آپ کو بدر کی سرزمین پر لے کر چلوں اس جنگ کا کچھ پس منظر بتانا چاہتا ہوں ۔

مسلمانوں کی چراگاہ پر مشرکین کا حملہ

حضرات گرامی ! روایات میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ مشرکین مکہ نے یہ کمینہ حرکت کی کہ جماعت کی شکل میں آکر مدینہ کے قریب مسلمانوں کی چراگاہ سے مسلمانوں کے چرنے والے اونٹ بھگا کر لے گئے ۔ مشرکین مکہ کا یہ عمل انتہائی گھٹیا عمل تھا ۔ بلا وجہ کسی کے مال و اسباب کو نقصان پہنچانا تہذیب و اخلاق سے گری ہوئی حرکت ہے ۔ یہ تو ایسے ہی ہے کہ جیسے کوئی شخص دوران مناظرہ یا گفت گو لاجواب ہو کر فریق مخالف کی جوتیاں اٹھا کر نالی میں پھینک دے ۔ ایسی حرکتیں تو وہ لوگ کرتے ہیں جو دلائل کی دنیا میں تہی دامن ہوتے ہیں ۔ دراصل مشرکین مکہ بھی عقل و خرد سے پیدل اور دلائل و براہین سے تہی دامن تھے ۔ چنانچہ انہوں نے مسلمانوں کے بے زبان اونٹوں پر غصہ نکالا اور انہیں مدینہ سے ہانک کر مکہ لے گئے ۔ ظاہر ہے کہ مشرکین کی یہ کمینہ حرکت دیکھ کر جاں نثاران اسلام خاموش نہ رہ سکتے تھے ۔ چنانچہ آپ کو اس واقعہ سے آگاہ کیا گیا اور اس کا بدلہ لینے کے متعلق آپس میں مشورہ کیا گیا ۔ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی مشرکین کی اس حرکت کا سخت رنج تھا اور آپ بھی اس کا جواب دینا چاہتے تھے کہ اگر تم مکہ والوں نے اسی طرح اپنی کمینہ حرکتیں جاری رکھیں اور اسی طرح ہمارے جانوروں کو اور مال و اسباب کو نقصان پہنچاتے رہے تو پھر یاد رکھو ہم تمہارا راستہ روکیں گے اور پھر تمہارا کوئی قافلہ مسلمانوں سے بچ کر بحفاظت نہ گذر سکے گا ۔ اور تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ بلا وجہ کسی کے املاک کو کیسے نقصان پہنچایا جاتا ہے ۔

خطیب کہے کہ جب کسی کے املاک کو نقصان کو پہنچایا جائے تو صاحب مال کو غصہ آتا ہے۔ اگرچہ غلطی بھی خود صاحب مال کی اپنی کیوں نہ ہو۔ لیکن یہاں تو کسی کی کوئی غلطی نہ تھی بلکہ یہ لوگ تو تکالیف اٹھا اٹھا کر اتنے تنگ ہو گئے تھے کہ انہوں نے اپنا شہر مکہ ہی چھوڑ دیا تھا۔ مگر یہاں پہنچنے کے بعد بھی جب مشرکین مکہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو پھر ظاہری امر ہے کہ ان مظلوموں کے صبر کا پیمانہ بھی چھلک پڑا اور انہوں نے بھی اب ان سے نپٹنے کے لئے صلاح اور مشورے شروع کر دیئے۔ مسلمان انہیں بتانا چاہتے تھے کہ ہماری مسلسل خاموشی اسلام کے احکام کے مطابق تھی۔ اب جب کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں جہاد کی اجازت دے دی ہے۔ اب خاموش رہنا اطاعت خداوندی نہیں بلکہ بزدلی ہے۔ اب تو ہر مسلمان بپھرے ہوئے شیر کی طرح پھر رہا تھا۔ جیسے کہہ رہا ہو۔ ؎

ہزار دام سے نکلا ہوں ایک جنبش میں
جسے غرور ہو آئے کرے شکار مجھے

جنتی تاجر اور تجارتی قافلہ

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ ابھی ان مسلمانوں نے اس سلسلہ میں کوئی منصوبہ بندی بھی نہ کی تھی کہ ۲ھ رمضان المبارک کی ابتداء میں سرکار دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر ملتی ہے کہ ابوسفیان قریش کے قافلہ تجارت کو لے کر شام سے مکہ واپس جا رہا ہے اور بدر کے قریب سے گذرنے والا ہے۔ چنانچہ آپ یہ خبر سنتے ہی اپنے جانثاروں کو اکٹھا کرتے ہیں اور انہیں اس صورت حال سے آگاہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس قافلہ کی طرف چلو شاید خدا تعالیٰ تمہیں غنیمت دلا دے۔

علماء نے لکھا ہے کہ یہ قافلہ کوئی معمولی قافلہ نہ تھا بلکہ قریش کا بہت بڑا تجارتی قافلہ تھا۔ اس میں تقریباً ڈھائی ہزار اونٹ تھے جن پر پانچ لاکھ درہم کا سامان لدا ہوا تھا اور اس قافلہ کی نگرانی و حفاظت کے لئے تقریباً چالیس پچاس سوار متعین

تھے. چنانچہ اس قافلہ کی خبر سنتے ہی بعض تو باقاعدہ مسلح ہو کر نکلے جبکہ اکثریت ایسے اصحاب کی تھی جو بغیر کسی تیاری کے چل پڑے تھے. کیونکہ انہیں لڑائی پیش آنے کا کوئی گمان نہ تھا. لہذا انہوں نے مسلح ہو کر نکلنا ضروری نہ سمجھا. اگرچہ آپؐ نے اس اجتماع کے لئے کوئی خاص اہتمام نہ کیا تھا مگر پھر بھی تین سو سے زیادہ لوگ جانے کو تیار ہو گئے۔ رفقائے سفر میں سے ہر ایک کو یقین تھا کہ بغیر کسی لڑائی کے وہ قافلہ کو مغلوب کر لیں گے اور بہت سا مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آئے گا. سبحان اللہ العظیم .

خطیب کہے کہ

یہ جنت کے تاجر اور خدا کی رحمت کے امیدوار جنہوں نے اپنی جانوں اور مالوں کے بدلہ میں خدا سے جنت کو خرید لیا تھا اور جو ایمان ہی صرف اس لئے لائے تھے کہ وہ خدا تعالے کی رضا چاہتے تھے اور انہوں نے ہجرت ہی اس لئے کی تھی کہ وہ خدا تعالے کی رضا چاہتے تھے .

اور انہوں نے جہاد بھی اس لئے کیا تھا کہ یہ رحمت خداوندی کے امیدوار تھے .
چنانچہ خدا تعالے نے انہیں اپنی رضا کا سرٹیفکیٹ دیتے ہوئے ان سے بخشش کا وعدہ فرما لیا . سبحان اللہ العظیم .

مرید پیر کے مصلّی پر

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ رمضان کے اختتام میں ابھی کئی دن باقی تھے کہ آپ مدینہ سے نکلتے ہیں. اپنی جگہ امامت نماز کے لئے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو متعین کرتے ہیں. سبحان اللہ العظیم .

خطیب کہے کہ اس نابینا صحابی کا مقدر چمک اٹھا .

اس نابینا کو وہ اعزاز ملا جو اور کسی کے حصہ میں نہ آیا .

آپؐ کی عدم موجودگی میں اس نابینا صحابی نے امامت کرائی . اور صحابہ نے ان کے پیچھے نمازیں ادا کیں .

خطیب کو کہنے دیجئے کہ

کوئی صدر کا قائم مقام ہوتا ہے تو اس پر فخر کرتا ہے ۔

کوئی وزیر اعظم کا قائم مقام ہوتا ہے تو اس پر فخر کرتا ہے ۔

اگر کوئی کسی مرشد کی گدی پر بیٹھتا ہے تو سجادہ نشین کہلاتا ہے ۔

اگر کوئی کسی مرشد کی گدی پر براجمان ہوتا ہے تو مخدوم زادہ کہلاتا ہے ۔

اگر کوئی کسی وزیر کی گدی پر بیٹھتا ہے تو وزیر زادہ کہلاتا ہے ۔

اگر کوئی کسی سید کی گدی پر بیٹھتا ہے تو سید زادہ کہلاتا ہے ۔

لیکن قربان جائیں ایسے پیر کے

جس سے بہتر کائنات میں کوئی پیر نہیں ہے ۔

جس سے بہتر کائنات میں مرشد کوئی نہیں ہے ۔

جس سے بہتر کائنات میں سید کوئی نہیں ہے ۔

جس سے بہتر کائنات میں سردار کوئی نہیں ہے ۔

آج اس پیر کی گدی پر ۔

آج اس مرشد کی مسند پر ۔

آج اس سید کے مصلّے پر

ایک نابینا صحابی امامت کروا رہا ہے ۔ سبحان اللہ العظیم ۔

یہ وہی نابینا ہے جس سے قریش کے سردار جلتے تھے ۔

یہ وہی نابینا ہے جس سے مشرک ناراض تھے ۔

یہ وہی غریب ہے جس سے مکہ کے سرمایہ دار خفا تھے ۔

یہ وہی مسکین ہے جسے مکہ کے رئیس پسند نہ کرتے تھے ۔

لیکن آج اسے سرورِ کائنات نے اپنے مصلّے پر کھڑا ہونے کی اجازت دے دی ہے ۔

آج استاد نے شاگرد کو اپنے مصلّے پر کھڑا کر دیا ہے ۔

آج مرید مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم پیر کے مصلّے پر امامت کرانے کے قابل ہو گیا ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔

کچی کلیاں

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم معمولی ساز و سامان کے ساتھ مدینہ سے نکلتے ہیں۔ سواری کے لئے صرف دو گھوڑے اور ستر اونٹ تھے۔ سفر میں تین تین مسلمانوں کو ایک ایک اونٹ ملا تھا تاکہ باری باری سفر کر سکیں۔ سرکار مدینہ بھی اپنی باری پر سوار ہوتے تھے۔ آپ کے سفر کے ساتھی حضرت زید بن حارثہ اور حضرت علی تھے۔ جب آپ کے پیدل چلنے کی باری آئی تو یہ دونوں عرض کرتے ہیں کہ آپ سوار ہو جائیں ہم پیدل چلتے ہیں مگر آپؐ اسے پسند نہ فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ تم دونوں چلنے میں مجھ سے زیادہ طاقتور نہیں ہو اور جس طرح تم ثواب کے حاجت مند ہو میں بھی تمہاری طرح خدا تعالےٰ سے ثواب کا حاجت مند ہوں۔

خطیب کہے کہ جب سردار اپنے رفقاء سے ایسا اچھا سلوک کرے تو وہ پھر کیوں اس پر جان قربان کریں۔ جب یہ مقدس قافلہ سفر کر رہا ہوگا تو حجر و شجر پکار اٹھے ہوں گے۔

سلام اس ذاتِ اقدس پر، سلام اس فخرِ دوراں پر
ہزاروں جس کے احسانات ہیں دنیائے امکاں پر

سُبحان اللہ العظیم۔

عزیزان گرامی قدر! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ قافلہ کی روانگی کے وقت چند معصوم اور نابالغ بچے بھی شامل ہو گئے تھے۔ جب قافلہ مدینہ سے ایک میل دور پہنچتا ہے تو آپؐ وہاں قیام کرنے کا حکم دیتے ہیں اور یہاں صحابہ کرام ایک ایک کر کے آپؐ کے ملاحظہ سے گذارے گئے۔ چنانچہ جب آپؐ نے نابالغوں کو دیکھا تو وہیں

سے سب کو واپس کر دیا۔

خطیب کہے کہ بچے تو پھر بچے ہی ہوتے ہیں ایسے اہم اور حساس سفر کے لئے ان کی موجودگی کسی طرح بھی مناسب نہ تھی۔ کیونکہ بچوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ اپنے گرد و پیش سے بے نیاز اپنے ہنسنے کھیلنے میں مصروف ہوتے ہیں اور بعض مرتبہ ان کا اچانک رونا ہنسنا کسی بڑی مشکل میں ڈال دیتا ہے۔ انہیں یہ تو علم نہیں ہوتا کہ یہ وقت اونچا بولنے اور ہنسنے کا نہیں ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے کہ

یہ کچی کلیاں کیا جانے
کب کھلنا کب مرجھانا

سبحان اللہ العظیم۔

روایات میں آتا ہے کہ جب آپ نے چھوٹے بچوں کو واپس ہونے کا حکم دیا تو دوسرے بچے تو خاموشی کے ساتھ مدینہ واپس ہو گئے۔ لیکن حضرت سعد بن ابی وقاص کے چھوٹے بھائی عمیر بن ابی وقاص رونے لگ گئے جیسے کہہ رہے ہوں کہ

نہ اٹھ سکے گا قیامت تلک خدا کی قسم!
کہ جس کو میرے حضور نے نظروں سے گرا کے چھوڑ دیا

سبحان اللہ العظیم۔

یہ مدینے کا چارہ ہے

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے دو شخصوں کو ابو سفیان کے قافلے کا پتہ چلانے کے لئے بھیجا۔ یہ روانہ ہو کر بدر کے مقام پہ اترتے ہیں۔ اور پانی کے قریب ایک ٹیلے کے پاس اونٹوں کو بٹھا کر خود پانی پینے کی غرض سے آگے جاتے ہیں تو وہاں دو لڑکیوں کو آپس میں گفت گو کرتے ہوئے سنتے ہیں۔ ایک لڑکی دوسری سے کہہ رہی تھی کہ کل یا پرسوں تک قافلہ آنے والا ہے۔ میں قافلہ والوں کی نوکری کر کے تمہارا قرض ادا کر دوں گی۔

ان کی یہ باتیں سن کر دونوں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر صورت حال سے آگاہ کرتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ ہمیں فلاں دن فلاں وقت چشمۂ بدر پہ پہنچ

کر قافلہ سے دو دو ہاتھ کرنے چاہئیں۔

عزیزانِ گرامی قدر! آپ نے اسی لئے غیر معروف راستوں سے چکر لگا کر سفر کیا تھا تاکہ ابو سفیان کو مسلمانوں کے پروگرام کی خبر نہ ہو سکے۔ لیکن ابن سعد کے بیان کے مطابق ابو سفیان کو شام ہی میں اطلاع مل چکی تھی کہ محمدؐ اور ان کے ساتھی قافلہ کی واپسی کے لئے چشم براہ ہیں۔ اسی لئے ابو سفیان بھی واپسی پر پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہوئے اور انتہائی احتیاطیں برتتے آ رہے تھے۔

چنانچہ جب وہ بدر سے کچھ فاصلہ پر پہنچتے ہیں تو اپنے جاسوسوں کو ہر طرف دوڑاتے ہیں اور خود بدر کے چشمہ پر پہنچ کر ایک شخص مجدی بن عمرو سے پوچھتے ہیں کہ تم نے کسی دشمن کی آہٹ تو نہیں سنی!

اس نے کہا کہ اور تو مجھے یہاں کوئی مشتبہ شخص نظر نہیں آیا۔ البتہ دو شتر سوار اس ٹیلہ کے قریب آ کر اترے تھے۔ انہوں نے پانی بھرا اور چلے گئے۔

یہ بات سنتے ہی ابو سفیان اس جگہ پر آتے ہیں جہاں لبیس اور عدی نے اپنے اونٹ بٹھائے تھے۔ ابو سفیان کی نظر جب اونٹوں کی تازہ مینگنیوں پر پڑتی ہے تو ایک مینگنی کو توڑ کر دیکھتے ہیں تو اس سے کھجور کی گٹھلی نکلتی ہے تو فوراً کہتے ہیں۔

بخدا یہ مدینہ کا چارا ہے اور یہ محمد کے جاسوس تھے۔

چنانچہ بڑی تیزی کے ساتھ قافلہ میں پہنچتے ہیں اور ضمضم بن عمرو غفاری کو نہایت تیز رفتار اونٹ دے کر اس کے ہاتھ مکہ پیغام بھیجتے ہیں کہ قافلہ کی سلامتی خطرہ میں ہے لہٰذا اس کے بچانے کے لئے فوراً پہنچ جاؤ۔ اور خود بدر کا سیدھا راستہ چھوڑ کر کنارہ سمندر کا راستہ اختیار کیا اور بغیر آرام کئے قافلہ کو دن رات چلاتے ہوئے مسلمانوں کی دسترس سے باہر نکل گئے۔

ایک عجیب خواب اور اس کا چرچا

حضراتِ گرامی! روایات میں آتا ہے کہ انہی دنوں سرکارِ دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی

پھوپھی عاتکہ بنت عبد المطلب نے ایک عجیب خواب دیکھا اور انہوں نے اپنے بھائی عباس بن عبد المطلب کو بلا کر سنایا۔ کہنے لگیں کہ اے بھائی میں تمہیں ایک خواب سناتی ہوں مگر تم اس کا کسی سے تذکرہ نہ کرنا۔ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں ایک شتر سوار کو آتے ہوئے دیکھتی ہوں جو ابطح کے مقام پر پہنچ کر ٹھہر جاتا ہے اور پھر وہ نہایت بلند آواز سے پکار کر کہتا ہے کہ اے گروہ قریش! تین دن کے اندر اندر تم اپنے قتل گاہ کی طرف چل پڑو۔ پھر وہ سوار مسجد حرام میں آتا ہے اور یہاں بھی پکار کر وہی بات کہتا ہے۔ پھر مسجد حرام سے نکل کر اپنا اونٹ لے کر کوہ ابوقبیس کی چوٹی پر چڑھ جاتا ہے۔ اور وہی پہلے والی صدا بلند کرتا ہے پھر وہ سوار ایک بڑا پتھر لے کر پہاڑ پر سے نیچے کی طرف گراتا ہے اور مکہ کا کوئی گھر ایسا نہیں بچتا جہاں اس پتھر کے ریزے نہ پہنچے ہوں۔

یہ وحشت ناک خواب سن کر حضرت عباس اپنی بہن عاتکہ کو تاکید کرتے ہیں کہ اس کا تذکرہ کسی سے نہ کرنا۔ اور خود باہر آ کر اپنے ایک دوست عتبہ بن ربیعہ کو وہ خواب سنا دیتے ہیں اور وہ جا کر دوسرے لوگوں کو سنا دیتا ہے۔ یہاں تک کہ اس خواب کا تذکرہ شہر کے ہر حصے میں ہونے لگتا ہے۔

خطیب کہے کہ بات اسی وقت تک راز میں رہتی ہے جب تک کہ وہ اپنے دل میں رہے اور جب دل سے نکل کر زبان پر آتی ہے تو زبان اسے سنبھال نہیں سکتی۔ چنانچہ وہ اسے باہر دھکیل دیتی ہے۔ بس زبان سے نکلتا ہوتا ہے کہ اسے پر لگ جاتے ہیں اور پھر وہ بات اپنی نہیں رہتی بلکہ پرائی ہو جاتی ہے۔ آج کل اکثر لوگ یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ میں تمہیں ایک بات بتاتا ہوں مگر تم اس کا تذکرہ کسی سے نہ کرنا۔ درحقیقت وہ خود اس راز کو دل میں برداشت نہیں کر سکتا اور اسے دوسرے کی طرف منتقل کر دیتا ہے اور اس دوسرے کی بھی وہی حالت ہوتی ہے وہ آگے پھیلا دیتا ہے اور وہ بات جنگل میں آگ کی طرح پھیل جاتی ہے۔

اس لئے اگر کوئی شخص چاہتا ہے کہ میری بات راز رہے تو اسے چاہیئے کہ وہ راز کو

اپنے دل میں ہی چھپائے رکھے۔ بہت کم لوگ ہوتے ہیں جو کسی راز کو راز ہی رکھتے ہیں۔

عزیزانِ گرامی قدر! میں عرض کر رہا تھا کہ خواب کا تذکرہ گھر گھر گلی گلی ہونے لگا۔ اگلے دن حضرت عباس طواف کے لئے بیت اللہ گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ابوجہل قریشیوں میں بیٹھا اسی خواب پر تبصرہ کر رہا ہے۔

ابوجہل نے حضرت عباس کو دیکھتے ہی کہا کہ طواف سے فارغ ہو کر ذرا میری بات سنتے جانا۔

چنانچہ حضرت عباس طواف سے فارغ ہو کر ان کے پاس جا بیٹھتے ہیں۔

ابوجہل کہتا ہے کہ اے عباس! تمہارے اندر یہ نبیہ کب سے مبعوث ہو گئی ہے؟

عباس کہتے ہیں کیوں کیا بات ہے؟

ابوجہل خواب کا تذکرہ کرتا ہے۔ لیکن عباس جو ابھی تک مسلمان نہ ہوئے تھے ابوجہل کے مزاج برہم دیکھ کر صاف انکار کر دیتے ہیں کہ نہیں نہیں غلط بات ہے۔ عاتکہ نے اس قسم کا کوئی خواب نہیں دیکھا۔

ابوجہل کہتا ہے کہ اے عبدالمطلب کی اولاد! تمہارے مردوں نے تو نبوت کا دعویٰ کیا ہی تھا۔ اب تمہاری عورتیں بھی نبوت کا دم بھرنے لگی ہیں۔ کان کھول کر سن لو عاتکہ نے بتایا ہے کہ تین دن کے اندر نکلنا ہوگا۔ پس ہم تین دن تک انتظار کریں گے۔ اگر بیان سچا ہوا تو خیر ورنہ ہم ہاشمیوں کے خلاف ایک تحریر لکھیں گے جس میں یہ بتائیں گے کہ پورے عرب میں سب سے جھوٹا کوئی گھرانہ ہے تو بنو ہاشم کا گھرانہ ہے۔

حضرت عباس نے اگرچہ بہت کوشش کی کہ ابوجہل کے غصہ کو ٹھنڈا کریں۔ مگر اس کا جوش بڑھتا ہی گیا۔ یہ آخر خاموشی سے گھر چلے آئے۔

خطیب کہے کہ

جس عبداللہ کے لختِ جگر کو آج تک صادق و امین کہتے رہے ہو۔

جس خدا کے پیغمبر کو ہے کی صداقت کی گواہی تم خود دیتے رہے ہو۔

جس نفیس انسان کے کردار و اطوار کو پورا مکہ جانتا ہے۔ وہ جھوٹ نہیں بول سکتا۔

اس نے جو بھی کہا سچ کہا۔ سب کچھ ہو سکتا ہے۔

ستارے ٹوٹ سکتے ہیں۔

چاند بے نور ہو سکتا ہے۔

سورج سیاہی میں بدل سکتا ہے۔

پہاڑ روئی بن کر اڑ سکتے ہیں۔

دریا اپنا رخ بدل سکتے ہیں ——— لیکن

زبان نبوت جھوٹ نہیں بول سکتی۔

پیغمبر سچا ہے۔

پیغمبر کا خدا سچا ہے۔

پیغمبر کا دین سچا ہے۔

پیغمبر کا مذہب سچا ہے۔

پیغمبر کا اخلاق سچا ہے۔

پیغمبر کا کردار سچا ہے۔

مشرک جھوٹا ہے۔

مشرک کا مذہب جھوٹا ہے۔

مشرک کے معبود جھوٹے ہیں۔

مشرک کی زبان جھوٹی ہے۔ ——— اور

جن جھوٹے لوگوں نے، جن کذاب انسانوں نے ایک سچے انسان پر، ایک سچے پیغمبر پر ستم کیا۔ ایک رحمدل پیغمبر کو پتھر مارے تو کیا اب ان کے گھروں میں پتھر نہ پڑیں گے۔

یہی وجہ تھی کہ عاتکہ کو خواب میں یہ دکھایا گیا کہ مکہ کے ہر گھر میں پتھر پڑے۔ سبحان اللہ العظیم۔

حضرت عباس کو بزدلی کا طعنہ

حضرات گرامی! موحد کبھی بزدل نہیں ہوتا۔ حضرت عباس چونکہ ابھی تک دامن اسلام

میں نہ آئے تھے اس لئے انہوں نے ابوجہل کے سامنے بزدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے خواب کی اصلیت سے انکار کیا۔ لیکن ان کی اس بزدلی کی خبر جب ہاشمیوں کی عورتوں کو ہوتی ہے تو انہوں نے حضرت عباس کے گھر آ کر انہیں ملامت کی کہ تم نے اس فاسق سے ڈر کر خواب کی اصلیت سے ہی انکار کیوں کیا۔ پہلے تو وہ ہاشمی مردوں کے خلاف بکتا تھا۔ اب یہ خواتین پر بگڑنے لگا ہے۔ اور بعض عورتوں نے تو یہاں تک کہدیا کہ اے عباس! تمہاری اس وقت غیرت کہاں چلی گئی تھی۔ تمہیں تو چاہیئے تھا کہ اس کی زبان درازی کا دندان شکن جواب دیتے تاکہ اسے پتہ چل جاتا کہ عورتوں پر طعن کرنے کا انجام کیا ہوتا ہے۔ حضرت عباس تمام دن عورتوں کے سامنے معذرت ہی کرتے رہے کہ اچھا اب تو جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔ آئندہ اگر اس نے پھر بکواس کی تو میں اس سے سمجھ لوں گا۔ چنانچہ اگلے دن جب کہ عاتکہ کے خواب کو تیسرا روز تھا حضرت عباس بپھرے ہوئے مسجد حرام کی طرف جاتے ہیں کہ آج اگر ابوجہل نے کوئی ذرا سی بھی حرکت کی تو اس کی اچھی مرمت کروں گا۔

حضرت عباس مسجد حرام کی طرف جا رہے تھے کہ سامنے سے ابوجہل آتا دکھائی دیا۔ یہ اسے دیکھ کر تیزی سے اس کی طرف جاتے ہیں تاکہ خواب کا ذکر کر کے اسے اشتعال دلائیں اور جب وہ کوئی بکواس کرے تو پھر اس کی مناسب مرمت کریں۔ ابھی عباس اس کی طرف بڑھے ہی تھے کہ وہ بہت جلدی اور تیزی سے مسجد حرام کے دروازہ کی طرف بھاگ گیا۔

خطیب کہے کہ ابوجہل کوئی پہلی مرتبہ نہیں بھاگا۔ یہ ساری زندگی بھاگتا ہی رہا ہے۔

پیغمبر کی شرافت سے یہ بھاگا۔
پیغمبر کی نبوت سے یہ بھاگا۔
پیغمبر کی امانت سے یہ بھاگا۔
پیغمبر کی دیانت سے یہ بھاگا۔
پیغمبر کی رسالت سے یہ بھاگا۔

پیغمبر کی متانت سے یہ بھاگا۔
پیغمبر کی عدالت سے یہ بھاگا۔
پیغمبر کی تلاوت سے یہ بھاگا
خدا کی توحید سے یہ بھاگا۔
خدا کی عبادت سے یہ بھاگا۔
خدا کی برکت سے یہ بھاگا۔
خدا کی رحمت سے یہ بھاگا ـــــ مگر
آج یہ اپنی خباثت کی طرف بھاگا تھا۔
آج یہ اپنی رذالت کی طرف بھاگا تھا۔
آج یہ اپنی حماقت کی طرف بھاگا تھا۔
کیونکہ اس نے ابوسفیان کے قاصد ضمضم غفاری کا آواز سن لیا تھا جو تجارتی قافلہ کے متعلق خطرہ کی اطلاع دے رہا تھا۔

دو آوازیں

حضرات گرامی! یہاں خطیب کو کہنے کی اجازت دیجئے کہ ابوجہل کے کانوں میں دو آوازیں پڑیں۔
ایک آواز رحمان کے قاصد کی تھی۔
ایک آواز ابوسفیان کے قاصد کی تھی۔
ایک آواز محبوبِ باری کی تھی۔
ایک آواز ضمضم غفاری کی تھی۔ سبحان اللہ العظیم۔
پہلی آواز نے ابوجہل کو جنت کی طرف بلایا تھا۔
دوسری آواز نے ابوجہل کو جہنم کی طرف بلایا تھا۔
پہلی آواز ابوجہل کو دائمی سعادت دینا چاہتی تھی۔

دوسری آواز ابوجہل کو دائمی بدبختی دینا چاہتی تھی ۔

پہلی آواز کو نہ تو خود ابوجہل نے سنا اور نہ ہی دوسروں کو سننے دیا بلکہ دوسرے خبیثوں کو ساتھ ملا کر کہا کہ جب محمد بن عبداللہ کی آواز آئے تو شور کیا کرو اور اس کی تلاوت نہ سنا کرو ۔ قرآن کہتا ہے ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ۝

اور کافروں نے کہا کہ تم اس قرآن کو نہ سنو اور اس میں غل مچاو یا کرو تاکہ تم غالب ہو جاؤ ۔

فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

پس ہم ضرور کافروں کو سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے اور ہم انہیں ان کے بدترین اعمال کا بدلہ دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے ۔

ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ ۚ لَهُمْ فِيْهَا دَارُ الْخُلْدِ ۭ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ۝

اللہ کے دشمنوں کی یہی سزا آگ ہے ان کے لئے اس میں ہمیشہ رہنے کا گھر ہے اس کا بدلہ جو ہماری آیتوں کا انکار کیا کرتے تھے ۔

دوسری آواز کو ابوجہل نے نہ صرف سنا بلکہ اس کی طرف بڑی تیزی سے بھاگا ، درحقیقت یہ اس آواز کی طرف نہیں بلکہ اپنی دائمی بدبختی کی طرف بھاگا تھا ۔ کیونکہ یہ آواز اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں لے کر جانے والی تھی ۔ اور پھر دنیا نے دیکھا کہ دوسری آواز کی طرف بھاگنے والا بدر کے میدان میں پہنچ کر واصل جہنم ہو گیا ۔ جو اسلام کو مٹانا چاہتا تھا وہ خود صفحہ ہستی سے مٹ گیا ۔ خسر الدنیا والآخرۃ ۔

آواز کیا تھی ؟

حضرات گرامی! میں عرض کر رہا تھا کہ ضمضم غفاری مکہ پہنچ کر اس حالت میں لوگوں کے سامنے پیش ہوا کہ جو اسے دیکھتا کانپ اٹھتا. ضمضم غفاری نے اپنے اونٹ کی ناک اور کان کاٹ دیئے تھے کجاوہ کا رخ الٹی طرف کر دیا تھا اور ساتھ ہی اپنی قمیص پھاڑ رکھی تھی۔ وہ اس تباہ حالت میں نہایت بلند آواز سے چلا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ

"اے گروہ قریش! غضب ہو گیا تمہارا جو مال تجارت شام سے آرہا تھا محمد اور ان کے اصحاب اس کو روکنے والے ہیں. فوراً چلو اور اسے مسلمانوں کی دستبرد سے بچاؤ. مگر امید نہیں کہ تم بروقت پہنچ سکو"

اس خبر کا سننا تھا کہ مکہ کے پورے شہر میں کھلبلی مچ گئی. سب سے زیادہ تکلیف ابوجہل کو تھی۔ یہ سانپ کی طرح بل کھا رہا تھا اور پاگلوں کی طرح پھرتے ہوئے کہہ رہا تھا کہ محمد اور اس کے ساتھی یہ سمجھے ہوں گے کہ قافلہ کا والی وارث نہیں اور وہ یہ چاہتے ہوں گے کہ جس طرح انہوں نے ابن حضرمی کی جماعت کو لوٹ لیا تھا اب بھی وہ اس قافلہ کو لوٹ لیں گے. خدا کی قسم! ابھی چل کر مزاج ٹھکانے لگا دیں گے۔

خطیب کہے کہ عاتکہ اگرچہ نبیہ نہیں تھی لیکن عاتکہ کو سچے نبی کے ساتھ خاندانی نسبت تھی. چنانچہ اس کا وہ خواب خدا تعالٰے نے پورا کر دکھایا اور دنیا نے دیکھ لیا کہ دشمنان اسلام بدر کے اندر کس طرح ذلیل و رسوا ہوئے. خود ضمضم غفاری کہتا ہے کہ جب میں ابو سفیان سے رخصت ہو کر مکہ کی طرف چلا تو راستہ میں ایک جگہ میری آنکھ لگ گئی. کیا دیکھتا ہوں کہ میں اونٹ پر سوار ہوں اور تمام وادی خون سے بھری ہوئی ہے. ضمضم کہتا ہے کہ میں نے اس سے اندازہ لگا لیا تھا کہ قریش پر کوئی بڑی مصیبت آنے والی ہے۔

یہاں خطیب کو کہنے دیجیئے کہ جن لوگوں نے جلتے انگاروں پر بلال کو تڑپایا ہو ان پر مصیبت کیوں نہ آئے گی۔

جن لوگوں نے سنگلاخ زمین پر خبابؓ کو گھسیٹا ہو اور ان پر مصیبت کیوں نہ آئے گی۔

بلکہ جن بدبختوں نے خدا کے لاڈلے پیغمبر کو اس کے محبوب شہر سے نکلنے پر مجبور کر دیا ہو ان پر مصیبت نہیں آئے گی تو کیا خدا کی رحمت آئے گی۔

نہیں ہرگز نہیں۔ خدا کے محبوب کو ستائے اور پھر عذاب خداوندی سے بچ جائے۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ خدا اپنے پیغمبر کے دشمنوں کا نام صفحۂ ہستی سے مٹا دیتا ہے۔

نمرود نے خلیل سے دشمنی کی اس کا نام صفحۂ ہستی سے مٹ گیا۔

فرعون نے موسیٰ سے عداوت کی اسے دریا میں غرق کر دیا گیا۔

ابوجہل نے محبوب خدا کو ستایا تو سرزمین بدر پر اس کا تیا پانچا کر دیا گیا۔

سبحان اللہ العظیم

تجارتی سامان بچانے کی تیاری

حضرات گرامی! اس تجارتی قافلہ میں مکے کے تقریباً ہر گھر کا کچھ نہ کچھ سرمایہ لگا ہوا تھا اس لئے ہر شخص فکر مند تھا اب اسے بچانے کے لئے یا تو خود جا رہا تھا یا پھر اپنی جگہ کسی دوسرے کو اپنے خرچ پر بھیج رہا تھا۔ ادھر ابوجہل نے کعبۂ معلّٰی کی چھت پر چڑھ کر اعلان کر دیا کہ اے اہل مکہ! جلد روانہ ہو کر اپنے قافلہ کی خبر لو اور اپنے مال و اسباب کو بچاؤ۔ اگر اصحاب محمد تم سے پہلے قافلہ تک پہنچ گئے تو تم برباد ہو جاؤ گے۔ خبردار! کوئی شخص جانے میں کوتاہی نہ کرے۔ اور پھر پورے شہر میں منادی کرادی جاتی ہے کہ جو شخص پیچھے رہ جائے گا اس کا گھر منہدم کر کے اس کو قید کر دیا جائے گا۔ اس لئے کوئی شخص ایسا نہ رہا جو اس میں شامل نہ ہوا ہو بلکہ بڑے بڑے سردار تو لازمی طور پر شامل ہوئے تھے البتہ ابولہب نے اپنی جگہ اپنے مقروض عاص بن ہشام کو بھیج دیا تھا۔ اس طرح یہ قافلہ ہزار سے زائد کی تعداد میں اکٹھا ہو کر بڑے کروفر سے اور غرور و تکبر کے ساتھ روانہ ہوا۔

خطیب کہے کہ ان کا غرور و تکبر اور تمام کروفر مٹی میں ملا دیا گیا۔ کیونکہ یہ تکبر والے لوگ عجز والے لوگوں سے الجھنے کے لئے جا رہے تھے۔

خطیب کو کہنے دیجیے کہ

آج تکبر عجز سے ٹکرانے جا رہا ہے ۔
آج رعونت متانت کو مٹانے جا رہی ہے ۔
آج خباثت طہارت سے دو دو ہاتھ کرنے نکلی ہے ۔
آج رذالت شرافت سے لڑنے جا رہی ہے ۔
پھر کائنات نے دیکھا کہ
رذالت کے مقابلہ میں فتح شرافت کو ملی ۔
شرافت کے سامنے خباثت ٹھہر نہ سکی ۔
متانت نے رعونت کو مٹا دیا ۔ ـــــ اور
عجز نے تکبر کو بھگا دیا ۔ سبحان اللہ العظیم ۔

تکبر عزازیل را خوار کرد
بزندان لعنت گرفتار کرد

زبانِ نبوت پر کفر کو اعتبار

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں حضرت سعد بن معاذ کے ساتھ امیہ بن خلف کی دوستی تھی ۔ ایک مرتبہ حضرت سعد بن معاذ ہجرت کے بعد مدینہ سے مکہ آتے ہیں اور پرانے تعلقات اور دوستی کی وجہ سے امیہ بن خلف کے مکان پر ٹھہرتے ہیں ۔

ایک دن کا واقعہ ہے کہ حضرت سعد امیہ کے ساتھ خانہ کعبہ میں طواف کرنے میں مشغول تھے کہ اتنے میں ابو جہل آجاتا ہے اور نہایت کرخت آواز میں امیہ سے کہتا ہے کہ تم ان مدینہ کے لوگوں سے بلا وجہ کیوں اخلاص و محبت کا سلوک کرتے ہو ۔ یہ تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے ایسے شخص (محمدؐ) کو پناہ دی ہے جس نے تمہارے دین کو ہی بدل ڈالا ہے ۔

امیہ کے جواب دینے سے پہلے حضرت سعد بول پڑتے ہیں اور ابو جہل کو ڈانٹ

کر کہتے ہیں کہ اگر تم ہمیں یہاں مکہ میں آنے سے روکو گے تو پھر یاد رکھو تمہارا کوئی تجارتی قافلہ مدینہ کے قریب سے بحفاظت نہ گذر سکے گا۔

امیہ حضرت سعد کو سمجھاتا ہے کہ ابوجہل سے سختی نہ کرو۔ یہ مکہ کے سردار ہیں۔

حضرت سعد کہتے ہیں کہ سردار ہوگا تو اپنے گھر ہوگا۔ ہم نے تو اس کے متعلق اپنے محبوب پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ ابوجہل ہی امیہ کے قتل کا باعث ہوگا۔ اس لئے ہمارا یقین ہے کہ ہر چیز غلط ہو سکتی ہے نہ خدا کا قرآن غلط ہو سکتا ہے اور نہ مصطفٰے کا فرمان غلط ہو سکتا ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔

امیہ یہ پیش گوئی سن کر سخت گھبراتا ہے۔ کیونکہ قریش کو آپ کی پیش گوئی کی صداقت کا تہہ دل سے اعتراف تھا وہ آغاز بعثت سے برابر اس بات کا تجربہ کرتے آرہے تھے کہ آپ کی ہر اطلاع بالکل سچ اور صحیح ہوتی ہے اور پھر یہاں بھی امیہ کے متعلق جو کچھ آپ نے فرمایا تھا وہ پورا ہوا۔ امیہ بن خلف نے ہر طریقہ سے معذرت چاہی اور قافلہ کے ساتھ جانے کو تیار نہ ہوتا تھا۔ مگر ابوجہل کے عار دلانے اور شرم دلانے پر بمشکل تیار ہوا اور آخر بدر میں جاکر شمشیر اسلام سے مارا گیا۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہے کہ کفار مکہ کو آپ کی پیش گوئیوں پر یقین تھا۔ مگر آج اپنے آپ کو مومن کہلانے والوں کو پیغمبر کے ارشادات پر یقین نہیں ہے۔ اگر آپ کی پیش گوئی امیہ کے متعلق سچی ہو سکتی ہے تو پھر عشرہ مبشرہ کے متعلق بھی آپ کی اطلاع صحیح ہو سکتی ہے۔ لیکن برا ہو کفر کا۔ برا ہو فسق کا۔ برا ہو عناد کا کہ نبی ایک ہی ہے اس کی ایک بات کو سچ کہتا ہے مگر دوسری بات کو غلط کہتا ہے۔ آپ نے امیہ کے متعلق کہا کہ اس کے قتل کا باعث ابوجہل ہوگا تو اس کو ٹھیک سمجھتا ہے۔ مگر جب آپ نے یہ فرمایا۔ ابوبکر فی الجنۃ۔ عمر فی الجنۃ۔ عثمان فی الجنۃ۔ علی فی الجنۃ۔ دس صحابہ کے جنتی ہونے کی بشارت دی اسے غلط سمجھتا ہے۔ یہ بدبخت امیہ بن خلف سے بھی بدتر ہے۔ کیونکہ وہ پیغمبر کی نبوت کو نہیں مانتا تھا مگر پیغمبر کی پیش گوئی کو سچ اور حق سمجھتا تھا۔ یہ پیغمبر کی نبوت

کو مانتا ہے مگر آپ کی پیش گوئی کا منکر ہے۔ خدا اسے عقل سلیم عطا کرے۔ صراط مستقیم پر چلائے۔ اور یہ بھی دعا کریں کہ خدا تعالےٰ اس کے دل سے صحابہ کا بغض نکال دے۔ سب کہدیں آمین۔

موت ہانک رہی تھی

حضرات گرامی! امیہ تو خود نہیں جا رہا تھا اور اسے ابوجہل وغیرہ زبردستی ساتھ لے جا رہے تھے مگر عتبہ اور شیبہ بڑی گرم جوشی کے ساتھ جا رہے تھے لیکن ان کا غلام عداس انہیں جانے سے روک رہا تھا۔ اس غلام نے ہر ممکن کوشش کی کہ یہ دونوں پیغمبر کے مقابلہ میں نہ جائیں۔ مگر اس کی کسی نے بات نہ سنی۔ یہ غلام جو آپ کی نبوت پر ایمان لا چکا تھا اس نے ہاتھ جوڑ کر کہا کہ

"واللہ! محمد خدا تعالےٰ کے سچے نبی اور رسول ہیں۔ یہ پوری نسل انسانی کے لئے نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں جو کوئی بھی ان سے مقابلہ کرے گا وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ذلیل و رسوا ہوگا۔"

مگر چونکہ موت ان کو ہانک رہی تھی انہوں نے تمام ہمدردانہ التجاؤں کو ٹھکرا دیا اور چلے گئے۔

روایات میں آتا ہے کہ جب لشکر قریش مکہ سے چل کر جحفہ کی منزل پر ٹھہرا تو ایک شخص نے خواب دیکھا کہ ایک شخص گھوڑے پر بیٹھا ہے اور اس کے ساتھ ایک اونٹ ہے اور وہ کہہ رہا ہے کہ عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ۔ ابوجہل اور امیہ بن خلف قتل کر دیئے گئے اور اس نے ان تمام سرداروں اور رئیسوں کے نام لئے جو بدر میں قتل ہونے والے تھے اور پھر اس سوار نے اپنے اونٹ کے گلے میں چھری مار دی اور پھر اسے ہانک دیا اور لشکر قریش میں کوئی خیمہ ایسا نہ رہا جس پر اس کے خون کے چھینٹے نہ پڑے ہوں۔

روایات میں آتا ہے کہ یہ خواب سن کر ابوجہل کہنے لگا کہ لو مطلب کے خاندان

میں ایک اور پیغمبر اٹھ کھڑا ہوا۔ لیکن ذرا مقابلہ تو ہو لینے دو لوگوں کو پتہ چل جائے گا کہ کون مارا جاتا ہے پھر ابو جہل نے اپنے لشکر سے جو کہا وہ حفیظ جالندہری سے سنئے

تمہارے سامنے ہستی ہی کیا ہے اس جماعت کی
مسلماں کیا ہیں اک بے رنگ سی تصویر غربت کی

وہ خود ہیں جنگ کے طالب حیا تم کو نہیں آتی
تمہارا قافلہ لٹتا ہے چھاتی پھٹ نہیں جاتی

چلو میدان میں جرأت آزماؤ دیکھتے کیا ہو
قریشی نسل کی شوکت دکھاؤ دیکھتے کیا ہو

ہمارے تین سو اور ساٹھ ہیں تنہا خدا ان کا
بھلا اتنے خداؤں سے لڑے گا کیا خدا ان کا

اٹھو اے لات و عزیٰ و ہبل کے پوجنے والو
عرب سے اک خدا کے نام کا دھبہ مٹا ڈالو

قافلہ بچ گیا ابوجہل پھنس گیا

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ جب ابو سفیان قافلہ کو بحفاظت لے جانے میں کامیاب ہو گئے تو انہوں نے پھر ایک شخص کو مکہ کی طرف بھیجا کہ وہ جا کر قریش کو روک دے کہ اب آگے جانے کی ضرورت نہیں ہے ہمارا قافلہ بچ گیا ہے۔ مگر ابو جہل نے ابوسفیان کے مشورہ کو قطعاً منظور نہ کیا بلکہ مزید مشتعل ہو گیا اور قاصد سے کہنے لگا کہ جاؤ ابوسفیان سے کہدو کہ وہ بھی جلد واپس ہمارے لشکر میں آجائے۔ اب ہم خاموشی کے ساتھ واپس نہیں آسکتے۔

واللہ! ہم ضرور بدر جائیں گے۔ مسلمانوں کا قصہ پاک کر کے وہاں تین دن تک قیام کریں گے جانور ذبح کریں۔ شراب اڑائیں گے۔ دعوتیں کھائیں گے۔ اور مغنیہ عورتوں کے نغمے گانوں سے لذت اندوز ہوں گے۔ کیونکہ

ے بہت سی گانے والی عورتیں ہمراہ لشکر ہیں
انہی کے حسن سے معمور یہ خیمہ گاہ لشکر ہیں

ے شرابیں ناچ گانا، کھانا پینا ساتھ لائے ہیں
بھلا لگتا ہے جن چیزوں سے جینا ساتھ لائے ہیں

ے انہی سے منزلوں میں اہتمام عیش رہتا ہے
کہ ہر سردار کا خیمہ مقام عیش رہتا ہے

اس لئے اے ابوسفیان کے قاصد! جاؤ جاکر ابھی اس سے کہدو کہ

ے یہ ساری عشرتیں اہل وفا کا دل لبھائیں گی
ہمیں جنگاہ لے جائیں گی پھر لوٹ آئیں گی

ے وہاں ہم کیا کریں گے یہ نہ پوچھو بس سمجھ جاؤ
مسلمانوں کی حالت دیکھنی چاہو تو جلد آؤ

اہل تشیع سے ایک سوال

حضرات گرامی! میں عرض کر رہا تھا کہ جب قریش کا تجارتی قافلہ بچ گیا اور تمام اہل لشکر کو بھی اس کی اطلاع ہو جاتی ہے کہ قافلہ تو محفوظ ہے تو پھر وہ واپسی کے متعلق پوچھنے لگتے ہیں۔ ابوجہل کے اصرار کے باوجود بعض لوگ واپس لوٹ بھی آئے اور ان واپس ہونے والوں نے دوسرے لوگوں سے کہا کہ جب تمہارے مال و اسباب کو خداتعالیٰ نے بچالیا ہے تو اب ہمیں آگے جانے کی کیا ضرورت ہے۔ چنانچہ دوسرے لوگوں کے علاوہ حضرت عمر کا خاندان بنو عدی بن کعب بھی واپس ہو گیا اور ان کے علاوہ حضرت علی کے بڑے بھائی طالب بن ابو طالب بھی دوسرے لوگوں کے ہمراہ مکہ واپس ہو گئے۔ لیکن مقام حیرت ہے کہ طالب نہ تو مکہ واپس پہنچے اور نہ ہی بدر کے میدان میں ان کا کہیں پتہ چلا اور نہ ہی مقتولوں میں کسی کو ان کی لاش ملی اور نہ ہی بدر کے قیدیوں میں ان کا کوئی نام و نشان ہے۔ خدا جانے وہ کہاں مفقود ہو گئے۔ جحفہ سے واپسی کے

بعد کبھی ان کا کوئی نشان ملا ۔ (ابن جریر طبری بحوالہ سیرت کبری ص ۹۶۶)

خطیب کہے کہ طالب حضرت علی کے بڑے بھائی تھے وہ گم ہو گئے اور گم بھی اس وقت ہوئے جب کہ قریش مسلمانوں سے لڑنے جا رہے تھے اور پھر آج تک ان کا کسی کو پتہ نہ چلا اور نہ ہی کسی جگہ ان کا کوئی نشان ملا ۔

یہاں خطیب کو شیعہ دوستوں سے یہ پوچھنے کا حق ہے کہ بتاؤ ابو طالب کا بیٹا طالب کہاں چلا گیا ہے! حضرت علی کا بھائی کس جگہ دفن ہے؟ لیکن یہ اس کا جواب نہ دے سکیں گے۔ کیونکہ اس کی خبر ان میں سے کسی کو بھی نہیں ہے ۔

طالب بن ابو طالب کی گمشدگی نے ان کے اس عقیدہ کی تردید کر دی کہ ائمہ علم غیب جانتے ہیں اگر آئمہ حضرات علم غیب جانتے ہوتے تو یقیناً ابو طالب کے بیٹے کی خبر دیتے لیکن طالب کی خبر نہ تو خود حضرت علی المرتضٰے نے دی ۔ اگر وہ غیب کا علم رکھتے تو وہ طالب کا پتہ بتاتے ۔

اگر حسن غیب جانتے تو وہ طالب کا پتہ بتاتے ۔

اگر حسین علم غیب جانتے تو وہ طالب کا پتہ بتاتے ۔

اگر زین العابدین غیب جانتے تو وہ طالب کا پتہ بتاتے ۔

اگر موسٰے کاظم غیب جانتے تو وہ طالب کا پتہ بتاتے ۔

اگر بارہ امام جانتے تو وہ اس کا پتہ بتاتے ۔ــــــ لیکن

کسی نے نہیں بتایا۔ تو پھر یہ واضح ہو گیا کہ علم غیب صرف اور صرف خدا تعالےٰ کا خاصہ ہے ۔ دوسروں کو جتنا بتائے اتنا انہیں علم ہوتا ہے ۔ آج تک طالب بن ابو طالب کی گمشدگی اس عقیدہ کی بیّن دلیل ہے کہ

لَا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ ۝

نہیں جانتا کوئی آسمانوں اور زمینوں میں غیب سوائے اللہ تعالےٰ کے ۔

میں اپنے تمام سنی بھائیوں سے کہوں گا کہ اگر کوئی دشمن صحابہ تم سے کبھی بات کرے تو اسے کہو کہ تم ہمارے ساتھ صحابہ کے متعلق بات نہ کرو ۔ تم ہم سے یہ نہ پوچھو کہ

فدک کون لے گیا۔ تم یہ بتاؤ کہ طالب کون لے گیا ہے۔

تم صدیق کے ایمان کا پوچھتے ہو ہم تم سے طالب کی زندگی کے متعلق پوچھتے ہیں۔ تم کہتے ہو کہ صدیق کا ایمان کہاں ہے۔ ہم پوچھتے ہیں ابو طالب کا بیٹا طالب کہاں ہے؟

تم پوچھتے ہو عمر کا اسلام کہاں ہے؟

ہم پوچھتے ہیں حضرت علی کا بھائی طالب کہاں ہے!

تم پوچھتے ہو عثمان کا ایمان کہاں ہے؟

ہم پوچھتے ہیں کہ ابو طالب کا لختِ جگر کہاں ہے؟

تم پوچھتے ہو کہ عائشہ کی قبر کہاں ہے؟

ہم پوچھتے ہیں کہ ابو طالب کے فرزند طالب کی قبر کہاں ہے؟

تم کہتے ہو کہ تمام اماموں کو ذرے ذرے کا علم ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ ہمیں ذرے ذرے اور پتے پتے کی خبر نہیں۔

تم ہمیں فقط یہ بتائیں کہ ابو طالب کا فرزند طالب جحفہ سے واپسی پر کہاں چلا گیا۔

عزیزان گرامی قدر! قیامت آسکتی ہے لیکن اہل تشیع اس کا جواب نہیں دے سکتے یہ زہر کا پیالہ پینا تو قبول کر لیں گے مگر طالب کی گمشدگی کا جواب دینے کے لئے سامنے آنے کی جراُت نہیں کریں گے اور نہ انشاء اللہ قیامت تک جراُت کر سکیں گے۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

سبحان اللہ العظیم۔

دو لشکر اور ایک فتح

عزیزان گرامی قدر! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ جب وادی دفران میں پہنچے تو آپ کو کاروان قریش کا کوئی حال معلوم نہ تھا یہاں پہنچنے کے بعد آپ کو بذریعہ وحی معلوم ہوتا ہے کہ قریش اپنے کارواں کی حفاظت

کے لئے مکہ سے چل پڑے ہیں اور خدا تعالےٰ نے آپؐ سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ آپؐ کو دشمن کے دو گروہوں میں سے ایک گروہ پر غلبہ دے گا. چاہے تو مسلمان تجارتی قافلہ پر غلبہ حاصل کرلیں اور یا مکہ سے چلنے والے لشکر پر غلبہ حاصل کرلیں۔ چنانچہ آپ نے پھر یہاں اپنے جانثاروں سے مشورہ لیا کہ کیا کرنا چاہیئے؟

تجارتی قافلہ کا تعاقب کرنا چاہیئے؟ — یا

لشکر سے مقابلہ کیا جائے۔

خطیب کہے کہ وہ کیا منظر ہوگا کہ جب محبوبِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم اپنے رفقاء سے مشورہ کر رہے ہوں گے اور آپؐ کے مشیروں میں مہاجرین بھی ہوں گے اور انصار بھی غریب بھی ہوں گے اور امیر بھی۔ لیکن خدا کے پیغمبر نے سب سے مشورہ طلب کیا. اگر آپؐ اپنا فیصلہ سناتے تو ان میں سے کوئی بھی اختلاف نہ کرتا. لیکن اسلام نے یہاں سبق دیا کہ جب کوئی اہم معاملہ درپیش ہو تو باہمی مشورہ کر لیا کرو۔ چنانچہ استاد نے شاگردوں سے، پیر نے مریدوں سے اور نبی نے اپنے صحابہ سے جب مشورہ طلب کیا تو آپؐ کے جانثاروں نے کیا جواب دیا. انشاء اللہ اس کی تفصیل آئندہ جمعہ عرض کردوں گا.

وما علینا الا البلاغ

خطبہ نمبر۱۴۵

مناجاتِ مصطفےٰ

بدر کے میدان میں

جھلکیاں

- ڈاکہ نہیں ناکہ تھا
- شمع رسالت سے پروانوں کا خطاب
- زبان نبوت سے فتح کی بشارت
- قریش کے جاسوسوں کی گرفتاری
- نبی کی رائے سے اختلاف
- مشرکین کے دل میں بھی خوف خدا
- ہادی کی دشمن کے لئے دعا نہ کہ بربادی
- بدر میں خفیہ اشارہ
- صحرائے بدر کی آہ وزاری
- سرکار دوعالم کی شان رحمت
- مشرک کی بدمعاشی
- سب سے بڑا شجاع کون
- مناجات مصطفےٰ
- بدر کے میدان میں

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۝ صدق اللہ العظیم

بزرگان محترم دوستو، عزیزو، نوجوان ساتھیو!

گذشتہ خطبہ کے اندر میں نے یہ عرض کیا تھا کہ سرکار دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے مشورہ کیا کہ ہمیں دو لشکروں میں سے کس لشکر سے نبھنا چاہیئے۔ کیونکہ ایک طرف تو تجارتی قافلہ تھا اور دوسری طرف قریش کا مسلح لشکر تھا۔ چنانچہ اکثریت نے یہ مشورہ دیا کہ ہمیں تجارتی قافلہ کا ہی تعاقب کرنا چاہیئے۔ اس لئے کہ ہم مدینہ سے تجارتی قافلہ کے لئے ہی آئے ہیں اور مسلمانوں کی جمعیت بھی بہت کم ہے۔ یہ جمعیت تجارتی قافلہ سے تو نمٹ سکتی ہے مگر قریش کے مسلح لشکر کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

ظاہری طور پر تو یہ رائے درست تھی مگر سرکار مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا کی طرف سے یہ وعدہ دیا گیا تھا کہ دو گروہوں میں سے ایک گروہ پر غلبہ دیا جائے گا اس لئے آپ کی طبیعت کا رجحان یہ تھا کہ تجارتی قافلہ کی بجائے قریش کے لشکر کا مقابلہ کیا جائے، اور درحقیقت بہتر بھی یہی تھا۔ کیونکہ اگر لشکر اسلام قافلہ پر غالب آکر مال غنیمت حاصل کر لیتا تو پھر قریش کی فوجی قوت کے سامنے مغلوب ہو جاتا۔ کیونکہ خداوند قدوس نے دو گروہوں میں سے ایک ہی پر غلبہ دینے کا وعدہ فرمایا تھا۔ ایسی حالت میں جمعیت اسلام کو سخت نقصان پہنچنے کا خدشہ تھا۔ سرکار مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم کی

عقل دور اندیش اس حقیقت کو بھانپ گئی تھی. اس لئے آپ چاہتے تھے کہ قریش کے لشکر کا مقابلہ کیا جائے. چنانچہ آپؐ نے اپنا خیال ظاہر فرمایا تو بعض صحابہ جو حقیقت حال سے بے خبر تھے. کہنے لگے یا رسول اللہ! آپ نے مدینہ سے چلتے وقت صرف تجارتی قافلہ سے تعرض کرنے کے لئے روانگی کا حکم دیا تھا. آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ قریش کے لشکر سے مقابلہ ہوگا. اگر ہمیں معلوم ہوجاتا کہ لڑائی کے لئے جا رہے ہیں تو ہم اس کے لئے تیار اور مسلح ہو کر آتے۔ یا رسول اللہ! مناسب یہی ہے کہ آپ جنگ وجدل کا خیال چھوڑ کر کارواں کا تعاقب کریں.

ڈاکہ نہیں ناکہ تھا

حضرات گرامی! میں یہاں یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ عیسائی مورخین جو یہ صحابہ پر الزام لگاتے ہیں کہ مسلمان قریش کے تجارتی قافلہ پر ڈاکہ ڈالنا چاہتے تھے یہ سراسر الزام ہے. کیونکہ یہ جواب تھا اس ظلم کا جو قریش نے ان مظلوموں پر کیا تھا.

انہی اصحاب پر قریش نے مکہ میں ظلم کیا تھا.

انہی اصحاب کو جلتے انگاروں پر گھسیٹا گیا تھا.

انہی اصحاب کو جلتی ہوئی ریت پر لٹایا گیا تھا.

انہی اصحاب کو تپتے ہوئے سنگریزوں پر چلایا گیا تھا.

انہی اصحاب کو چٹائی میں لپیٹ کر دھواں دیا گیا تھا.

انہی اصحاب کو گھر بار چھوڑنے پر مجبور کیا گیا تھا.

انہی اصحاب کو مکہ چھوڑنے پر مجبور کیا گیا تھا.

انہی اصحاب کے مال و دولت پر قبضہ کیا گیا تھا.

انہی اصحاب کی جائیدادوں کو آپس میں تقسیم کیا گیا تھا.

انہی اصحاب کی منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد کو ہتھیایا گیا تھا.

انہی اصحاب کا مکہ میں خون بہایا گیا تھا.

انہی اصحاب کو ہجرت کے بعد بھی مدینہ میں ستانے کے ناپاک منصوبے بنائے گئے تھے۔

انہی اصحاب کو اور ان کے پیغمبر کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے عہد کئے گئے تھے۔

تو یہاں خطیب کو کہنے دیجئے کہ

جو اس قدر سفاک ہوں۔

جو اس قدر ظالم ہوں۔

جو اس قدر کمینہ خصلت ہوں ـــــــ کہ

اپنا سب کچھ چھوڑ کر جانے والوں کو بھی ستانے اور تنگ کرنے سے باز نہ آئیں تو ایسے بدبختوں کا مزاج درست کرنے کا تیر بہدف یہی علاج تھا کہ ان کی شامی تجارت کا سلسلہ مسدود کر کے ان پر معاشی دباؤ ڈالا جائے اور ان کو معاشی مسائل میں الجھا دیا جائے۔ اس بندش اور مزاحمت کو اسی صورت میں ڈاکہ کہا جا سکتا ہے کہ جب اہل مکہ بے گناہ ہوتے اور لوٹنے والے ارباب حکومت کی بجائے عام درندہ صفت غارت گر ہوتے۔ لیکن یہ بات یاد رکھئے کہ حاکمانہ اقتدار کو ہمیشہ اس بات کا حق حاصل ہے کہ کسی دوسری برسراقتدار حکومت کو جس نے جور و جفا کو شعار بنا رکھا ہو۔ جانی اور مالی نقصان پہنچا کر سزا دے۔ تو اس جائز اقدام اور مناسب علاج کو ڈاکہ زنی وہی کہہ سکتا ہے جس کی عقل کا خانہ خالی ہو یا جس نے کسی غیر انسانی ماحول میں پرورش پائی ہو یا کسی جنگل میں پروان چڑھا ہو۔ عقل و دانش رکھنے والا انسان ایسی بیہودہ بات زبان پر نہیں لا سکتا۔ سبحان اللہ العظیم

شمع رسالت سے پروانوں کا خطاب

حضرات گرامی! میں عرض کر رہا تھا کہ جب صحابہ کی اکثریت نے اپنے غیر مسلح اور بے سر و سامان ہونے کی بنا کر اس خواہش کا اظہار کیا کہ تجارتی قافلہ کا تعاقب کیا جائے تو آپ پر یہ امر شاق گذرا اور چہرۂ اقدس پر ناراضگی کے آثار نظر آتے تھے

اور جلیل القدر صحابہ کو سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی مرضی مبارک کا احساس ہوتا تو پھر سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر، حضرت مقداد زوردار تقریریں کر کے سب کو سپاہ قریش کے خلاف جہاد کی ترغیب دیتے ہیں۔

روایات میں آتا ہے کہ سب سے پہلے کھڑے ہو کر حضرت ابو بکر صدیق اپنی حمایت اور جاں نثاری کا یقین دلایا۔ پھر سیدنا حضرت عمر اپنی پرجوش تقریر میں کہتے ہیں کہ یا رسول اللہ! یہ سرداران قریش ہیں جب سے انہوں نے اپنے خاندان میں عزت پائی کبھی ذلت سے سابقہ نہیں پڑا۔ یہ آپ سے یقیناً لڑیں گے اس لئے ضروری ہے کہ ان کی اچھی طرح سرکوبی کی جائے۔ اس لئے ہماری جانیں حاضر ہیں۔

جب یہ دو حضرات اپنے پیغمبر سے خطاب کر چکے۔
جب یہ دونوں اپنے پیر کامل سے خطاب کر چکے۔
جب یہ دو پروانے شمع رسالت سے خطاب کر چکے۔

تو پھر حضرت مقداد نے خطاب کیا۔ انہوں نے جو کہا وہ حفیظ جالندھری سے سنیئے۔

اٹھے مقداد اٹھ کر عرض کی اے سرورِ عالم
نہیں ہیں قوم موسٰے کی طرح کہدینے والے ہم

کہا تھا اس نے اے موسٰی ہمیں آرام کرنے دے
جہاں کی نعمتیں ملتی ہیں ان سے پیٹ بھرنے دے

خدا کو ساتھ لے جا اور باطل سے لڑائی کر
ہمارے واسطے خود جا کے قسمت آزمائی کر

ہمیں کیوں ساتھ لے جاتا ہے دنیا سے اجڑنے کو
خدا اور اس کا موسٰی ہی بہت کافی ہیں لڑنے کو

خطیب کہے کہ وہ کیا منظر ہو گا جب اصحاب اپنے پیارے پیغمبر کے سامنے خطاب کر رہے ہوں گے اور سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم اپنی پیاری نبوت والی نگاہوں سے خطیب کو دیکھ رہے ہوں گے اور جب حضرت مقداد تقریر کر رہے

ہوں گے اور تمام سامعین ہمہ تن گوش ہو کر سن رہے ہوں گے اور جب حضرت مقداد حضرت موسیٰ کی امت کا حوالہ دیتے ہوئے کہہ رہے ہوں گے کہ ہم حضرت موسیٰ کی امت کی طرح یہ کہنے والے نہیں ہیں کہ

اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ ۞

اے موسیٰ! تم اور تمہارا رب جا کر لڑو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔

تو وفا شعار صحابہ کے چہرے خوشی سے تمتما اٹھے ہوں گے کہ مقداد امتِ موسیٰ کا حوالہ دے کر یہ عرض کرتے ہیں:

یا رسول اللہ! صلے اللہ علیہ وسلم! ہم موسیٰ کی امت کی طرح نہیں ہیں۔ بلکہ

ہمارا فخر یہ ہے ہم غلامانِ محمدؐ ہیں
ہمیں باطل کا ڈر کیا زیرِ دامانِ محمدؐ ہیں

مسلمان کو ڈرا سکتے ہیں کب یہ نیزہ و خنجر
لڑیں گے سامنے ہو کر عقب پر دائیں بائیں پر

بزرگانِ مہاجر نے دکھائی جب توانائی
رسول اللہ نے سن کر دعائے خیر فرمائی۔ سبحان اللہ العظیم۔

حضراتِ گرامی! روایات میں آتا ہے کہ ان اصحاب کی تقاریر کے بعد آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ اب دوسرے حضرات بھی اپنی رائے ظاہر کریں اور مشورہ دیں۔ سرکارِ دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادِ گرامی کا منشا انصار کی مرضی معلوم کرنا تھا۔ کیونکہ انصارِ مدینہ نے جب مکہ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تو صرف یہ اقرار کیا تھا کہ اگر کوئی دشمن مدینہ پر حملہ آور ہو گا تو انصار آپ کا ساتھ دیں گے اور یہ نہیں کہا تھا کہ آپ کی حمایت میں شہر سے نکل کر بھی لڑیں گے۔ اس لئے سرکارِ مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قلبِ مبارک میں یہ خیال موجزن ہوا کہ شاید انصارِ مدینہ میں حملہ آوروں کی مدافعت کے علاوہ اور حالات میں آپ کی نصرت و امداد کو ضروری خیال نہ کرتے ہوں اور سمجھتے ہوں کہ آپ کے ساتھ ہو کر

کسی بیرونی دشمن کے مقابلہ میں اپنے گھروں سے باہر جانا ان کے فرائض ملی میں داخل نہیں ہے۔ اس لئے جب آپ نے یہ فرمایا کہ اب دوسرے حضرات مشورہ دیں تو قبیلہ اوس کے رئیس حضرت سعد بن معاذ انصاری عرض کرتے ہیں۔

یارسول اللہ! معلوم ہوتا ہے کہ جناب ﷺ ہماری مرضی معلوم کرنا چاہتے ہیں۔
خطیب کہے کہ حضرت سعد بن معاذ کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ پیغمبر عالم الغیب نہیں ہوتے۔ اگر ان کا یہ عقیدہ ہوتا کہ نبی کو ذرے ذرے کا علم ہوتا ہے تو کہدیتے کہ آپ تو سب کچھ جانتے ہیں۔ ہمارے دلوں کا بھید جانتے ہیں تو پھر آپ ہم سے معلوم کیا کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن حضرت سعد کی تقریر نے یہ واضح کر دیا کہ نبی عالم الغیب نہیں ہوتا اسی لئے حضرت سعد اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں کہ۔

ے خدا نے ہم غریبوں پر عجب احسان فرمایا
کہ ختم المرسلین اس شہر میں تشریف لے آیا

ے جہاں میں اس سے بڑھ کر کوئی عزت مل نہیں سکتی
کسی کو بھی ابد تک اب یہ دولت مل نہیں سکتی

ے خدائے پاک کے فرمان پہ ایمان لائے ہم
رسول اللہ پر قرآن پر ایمان لائے ہم

ے تو کیا موت کے ڈر سے یہ دولت ہم گنوا دینگے
بھلا دینگے یہ احساں بار لعنت سر پہ لا دینگے

اس لئے یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپ ہماری طرف سے مطمئن رہیں ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ کے شانہ بشانہ ہیں۔ ہم آپ کے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے وفادار ہیں اور رہیں گے۔

ے تعالے اللہ یہ شیوہ ہی نہیں ہے باوفاؤں کا
پیا ہے دودھ ہم لوگوں نے غیرت دار ماؤں کا

؎ صداقت دیکھ کر رکھا تھا ان قدموں پہ سر ہم نے
کہ مانا آپ کو روشن دلائل دیکھ کر ہم نے

؎ قسم اللہ کی جس نے نبی مبعوث فرمایا
سبھی کچھ پالیا جس وقت ہم نے آپ کو پایا

؎ گدائی آپ کے در کی ہماری بادشاہی ہے
ہمیں تو آپ کا ارشاد ہی وحی الٰہی ہے سبحان اللہ العظیم

خطیب ہے کہ اصحاب مصطفیٰ کا مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم سے تعلق ملاحظہ کیجئے کس انداز سے اپنی عقیدت و محبت کا اظہار کر رہے ہیں اور آپ کے ارشاد پہ کٹ مرنے کو تیار نظر آتے ہیں۔ آسمان کی نگاہ نے آج تک ایسے وفادار اور جانثار ساتھی کسی کے نہ دیکھے ہوں گے جیسے رفقا خدا تعالےٰ نے اپنے محبوب کو عطا فرمائے۔ سبحان اللہ العظیم۔

حضرات گرامی! حضرت سعد نے اپنی تقریر میں اور جو کچھ بیان کیا اسے بھی حفیظ جالندھری بیان کرتا ہے :-

؎ ہمارا مرنا جینا آپ کے حکم پہ ہو گا
کسی میدان میں خاتمہ ایمان پہ ہو گا

؎ نبی کا حکم ہو تو پھاند جائیں ہم سمندر میں
جہاں کو محو کر دیں نعرۂ اللہ اکبر میں

؎ قریش مکہ تو کیا چیز ہیں دیووں لڑ جائیں
سنان نیزہ بن کر سینۂ باطل میں گڑ جائیں سبحان اللہ العظیم

اس پرجوش اظہار جاں نثاری سے آپ اس قدر خوش ہوئے کہ فرط انبساط سے آپ کا چہرۂ مبارک چمک اٹھا۔ سبحان اللہ العظیم۔

(بخاری باب غزوہ بدر)

زبانِ نبوت سے فتح کی بشارت

حضرات گرامی! اسی واقعہ کے متعلق قرآن پاک میں ارشاد ہے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَ اِذْ یَعِدُکُمُ اللّٰہُ اِحْدَی الطَّآئِفَتَیْنِ اَنَّھَا

اور جس وقت دو جماعتوں میں سے ایک کا اللہ تم سے وعدہ

لَکُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَیْرَ ذَاتِ الشَّوْکَۃِ تَکُوْنُ

کرتا تھا کہ وہ تمہارے ہاتھ لگے گی اور تم چاہتے تھے جس میں کانٹا نہ ہو وہ

لَکُمْ وَیُرِیْدُ اللّٰہُ اَنْ یُّحِقَّ الْحَقَّ بِکَلِمٰتِہٖ وَ

تمہیں ملے اور اللہ چاہتا تھا کہ اپنے حکم سے حق کو ثابت کر دے اور

یَقْطَعَ دَابِرَ الْکٰفِرِیْنَ ٥ (انفال پ ۹ رکوع ۷)

کافروں کی جڑ کاٹ دے۔ سبحان اللہ العظیم۔

روایات میں آتا ہے کہ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے بہر مسرت وانبساط سے اپنے جانثاروں کے لئے دعائے خیر فرمائی اور انہیں فتح وکامرانی کی بشارت دی۔ حفیظ جالندھری کہتا ہے۔

نظارہ دیکھ کر انصار کے جوش اطاعت کا
اٹھا عرش معلٰے کی طرف چہرہ نبوت کا

یہ وحدت آج وحدت کے مبلغ کو پسند آئی
اٹھا کر ہاتھ حضرت نے دعائے خیر فرمائی

دعا کے بعد لوگوں کو نوید فتح ونصرت دی
برائے جنگ یثرب سے نکلنے کی اجازت دی

کہا دونوں میں تم کو اک جماعت ہاتھ آئے گی
خدا نے وعدہ فرمایا ہے نصرت ہاتھ آئے گی

رہے گا بول بالا قدرت حق سے صداقت کا
گرے گا جڑ سے کٹ کر نخل کفر وظلم وبدعت کا

فلک پر تھوکنے والے زمین پر سرنگوں ہونگے
یقین رکھو کہ خود سر حملہ آور سرنگوں ہونگے سبحان اللہ العظیم

قریش کے جاسوسوں کی گرفتاری

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ وادی ذخران سے روانہ ہوکر آپ بدر کے قریب پہنچتے ہیں اور وہیں ٹھہرنے کا حکم دیتے ہیں اور پھر حضرت علی، حضرت زبیر بن عوام اور حضرت سعد بن ابی وقاص کو بدر کے چشمہ پر بھیجا جاتا ہے تاکہ دشمن کی نقل وحرکت کا حال معلوم کر کے اطلاع دیں۔ چنانچہ ان تین حضرات کو چشمہ بدر پر قریش کے دو سقے ملتے ہیں۔ یہ حضرات ان دونوں کو گرفتار کر کے سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کرتے ہیں۔ جب کہ ان کو بارگاہ رسالت میں لایا گیا تو اس وقت ہادیٔ کائنات رب کائنات کے حضور دست بستہ کھڑے ہو کر نفل نماز پڑھ رہے ہیں۔ چنانچہ صحابہ کرام میں سے بعض نے ان سے پوچھا کہ تم کس کے ساتھی ہو۔ ان غلاموں نے کہا کہ ہم قریش کے سقے ہیں پانی لانے کے لئے نکلے ہیں لیکن ان حضرات کو اس بات کا یقین نہ آیا۔ صحابہ سمجھے کہ یہ جھوٹ بول رہے ہیں اور انہیں مارنا شروع کر دیا کہ شاید مار کے خوف سے ابوسفیان کا حال بتادیں۔ جب انہیں مار پڑی تو کہنے لگے کہ ہم ابوسفیان کے آدمی ہیں۔ یہ سن کر اصحاب نے مارنا چھوڑ دیا۔ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم قریب ہی نفل نماز پڑھ رہے تھے اور جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ جب ان غلاموں نے سچ کہا تو تم نے انہیں مارا اور جب جھوٹ کہا تو تم نے چھوڑ دیا۔

خدا کی قسم! یہ قریش کے آدمی ہیں۔ یعنی اے اصحاب! تم انہیں ابوسفیان کے آدمی سمجھ رہے ہو۔ یہ تجارتی قافلہ کے آدمی نہیں ہیں بلکہ یہ اس لشکر کے آدمی ہیں جو ہم سے لڑنے کے لئے آرہا ہے۔

پھر سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم ان غلاموں سے سوال کرتے ہیں کہ قریش

کہاں ہیں؟

انہوں نے کہا کہ عَقَنقَل ٹیلہ کے پیچھے ہیں۔

آپؐ نے پوچھا کہ وہ لوگ کتنے ہیں!

جواب ملا کہ بہت سارے ہیں۔

آپؐ سوال کرتے ہیں کہ ان کی تعداد کتنی ہے؟

غلام جواب دیتے ہیں کہ ہمیں ان کی تعداد کا علم نہیں ہے۔

آپؐ نے فرمایا اچھا یہ بتاؤ کہ وہ لوگ روزانہ کھانے کے لئے کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں؟

کہنے لگے کہ ایک دن نو اور ایک دن دس۔

آپؐ نے فرمایا کہ ان کی تعداد ہزار نوسو کے درمیان ہے۔ (ابن سعد)

اور پھر آپ نے سوال کیا کہ قریش کے سرداروں میں سے کون کون آیا ہے؟

غلاموں نے کہا کہ عتبہ بن ربیعہ۔ شیبہ بن ربیعہ۔ ابوالبختری بن ہشام۔ ابو جہل۔ امیہ بن خلف اور دوسرے بڑے بڑے سرداروں کے نام بتائے۔

تو آپؐ نے صحابہ سے فرمایا کہ دیکھو مکہ نے اپنے جگر پارے تمہارے سامنے لاڈالے ہیں۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہے کہ جن لوگوں نے مسلمانوں کو مکہ سے نکالا تھا۔

آج وہ اس لئے آرہے ہیں کہ مسلمانوں کو دنیا جہان سے نکال دیں۔

آج وہ مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے آرہے ہیں۔

آج وہ مسلمانوں کو دنیا کے تختہ سے محو کرنے کے لئے آرہے ہیں۔

مگر انہیں کیا خبر تھی کہ

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے

اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبا دیں گے

آج دنیا دیکھے گی کہ جو اسلام کو مٹانے کے لئے آیا ہے وہ خود مٹ جائے گا۔

آج دشمنانِ اسلام کا نام صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جائے گا۔
آج ظلم کو چاروں شانے چت شکست ہوگی۔
آج جھوٹے خداؤں کو پوجنے والے سرِعام ذلیل و رسوا ہوں گے۔

سبحان اللہ العظیم

نبی کی رائے سے اختلاف

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ بدر کے قریب پہنچ کر سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم جس جگہ ڈیرہ لگاتے ہیں وہ حضور کے صحابی حضرت حباب بن منذر کو مناسب نظر نہیں آتی تو حضرت حباب بن منذر اپنے پیغمبر کی خدمت میں عرض کرتے ہیں۔

یا رسول اللہ! آپ اس مقام پر خدا تعالےٰ کے حکم سے ٹھہرے ہیں یا اپنی مرضی اور رائے سے؟ اگر خدا تعالےٰ کا حکم ہے تو پھر سر تسلیم خم ہے۔ اختلاف کی گنجائش نہیں ہے۔ لیکن اگر آپ کی ذاتی رائے اور جنگی تدبیر ہے تو میں عرض کروں گا کہ یہ جگہ پڑاؤ کے لئے غیر مناسب ہے ہمیں پانی کے پاس اترنا چاہیئے۔ میں اس سرزمین کے کوؤں سے واقف ہوں۔ مجھے میٹھے پانی کا ایک ایسا کنواں معلوم ہے کہ اس میں سے جتنا پانی بھی نکالا جائے اس میں کمی نہیں آتی۔ مناسب یہ ہے کہ اس کنوئیں پر قبضہ کر کے اس پر ایک حوض تیار کر لیا جائے اور اس کے علاوہ جتنے کنوئیں ہیں ان کو بھی اپنے قبضہ میں لے لیا جائے۔ اس تدبیر سے ہمارے اندر تو پانی کی قلت نہ ہوگی اور دشمن شدتِ تشنگی سے سخت پریشان ہوگا اور پریشانی کے عالم میں کوئی صحیح فیصلہ نہ کر سکے گا۔

جب حضرت حباب بن منذر اپنے پیغمبر کو یہ مشورہ دے رہے تھے تو اسی وقت حضرت جبرئیل نازل ہوئے اور آپ سے فرمایا کہ حباب کا مشورہ صحیح ہے۔ (ابن سعد)

خطیب کہے کہ جو لوگ اسلام کے علاوہ دوسرے ازموں اور منشوروں میں امن و سکون تلاش کرتے ہیں، حقوق اور مساوات کے متلاشی ہیں ان لوگوں کو اس واقعہ سے سبق حاصل کرنا چاہیئے کہ

ایک امتی اپنے نبی سے اختلاف رائے رکھتا ہے۔

ایک شاگرد استاد سے اختلاف کرتا ہے۔

ایک مرید اپنے پیر سے اختلاف کا اظہار کرتا ہے۔

ایک صحابی اپنے محبوب پیغمبر سے جنگی چال اور جنگی تدبیر سے اختلاف کرتے ہوئے ایک صائب مشورہ دیتا ہے۔ اور نہ صرف زمین پر اس کے مشورہ کی تائید ہوتی ہے بلکہ آسمان سے سید الملائکہ حضرت جبرئیل اس کی تائید کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔

یہ واقعہ سبق دیتا ہے ان پیروں کو کہ اگر ان کا مرید صحیح رائے پیش کرے تو اسے قبول کر لیا جائے۔ اگر کوئی غریب ہو لیکن صاحب الرائے ہو تو اسے مشورہ دینے کا موقع دیا جائے۔ جس طرح امام الانبیاء نے اپنے ایک صحابی کی بات تسلیم کرتے ہوئے عمل کیا۔ سبحان اللہ العظیم۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ آپ نے حضرت حباب سے فرمایا کہ تمہاری رائے صائب ہے۔ چنانچہ آپ تمام صحابہ کو ساتھ لے کر اس مقام سے کوچ کرتے ہیں۔ اور جس جگہ حضرت حباب نشاندہی کرتے ہیں اس جگہ پڑاؤ کیا جاتا ہے اور انہی کے مشورہ سے ایک حوض بنوا کر اسے پانی سے بھر دیا جاتا ہے اور پھر اصحاب اس سے پانی لینا شروع کر دیتے ہیں۔ (ابن جریر۔ ابن سعد)

مشرکین کے دل میں بھی خوفِ خدا

حضرات گرامی! میں عرض کر رہا تھا کہ لشکر قریش بڑی شان و آن سے مسلمانوں کی طرف جا رہا تھا۔ لشکر کا ہر جوان پوری طرح مسلح تھا۔ مغنیہ عورتیں اور آلات موسیقی بھی ساتھ تھے۔ یہ لوگ راستہ میں جس جگہ بھی قیام کرتے تھے تو لونڈیاں اور طوائفیں گا کر پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف اہل لشکر کو خوب مشتعل کرتیں اور اہل توحید پر غلیظ زبان استعمال کرتی تھیں۔ سرداران قریش میں سے ہر ایک باری باری ساری فوج کے لئے کھانا مہیا کرتا تھا اور ہر روز نو دس اونٹ ذبح کئے جاتے تھے۔ (ابن سعد)

عزیزان گرامی قدر! جب یہ لشکر خفاف غفاری کے پاس سے گذرتا ہے تو وہ اپنے بیٹے کو کچھ اونٹ دے کر ان کے پاس بھیجتا ہے اور ساتھ یہ پیش کش بھی کرتا ہے کہ اگر چاہو تو اسلحہ اور سپاہ سے بھی تمہاری مدد کر سکتا ہوں۔ لیکن قریش کے سردار جواب دیتے ہیں کہ جہاں تک عزیزداری کا تعلق ہے وہ تم نے پورا کر دیا ہے۔ اگر ہمارا مقابلہ انسانوں سے ہے تو ہم کسی طرح بھی دشمن سے کمزور نہیں ہیں۔ اور اگر محمد کے دعویٰ کے مطابق ہم خدا سے لڑنے جا رہے ہیں تو اللہ کے مقابلہ میں کسی کی کچھ پیش نہیں جا سکتی۔ (ابن جریر طبری)

خطیب کہے کہ مشرکین مکہ اگرچہ تین سو ساٹھ بتوں کو اپنا حاجت روا اور مشکل کشا مانتے تھے اور ان سے یہ امید رکھتے تھے کہ یہ ہماری مشکلات کو دور کرنے والے ہیں اور ہماری حاجت روائی کریں گے۔ لیکن اس عقیدہ کے باوجود وہ یہ بھی جانتے اور مانتے تھے کہ جب واسطہ خدا سے پڑ جائے تو پھر اس کے قہر و غضب سے کوئی بچانے والا نہیں ہے۔ اسی لئے انہوں نے یہاں یہ بات کہی کہ اگر ہمارا مقابلہ انسانوں سے ہے پھر تو ہم ہر طرح سے مسلح ہیں اور اگر ہمارا مقابلہ خدا سے ہے تو پھر خدا کے آگے کسی کی ہمت نہیں ہے کہ ٹھہر سکے۔

معلوم ہوتا ہے کہ وہ اوپر سے تو خدا ہی کے احکامات کی خلاف ورزی کرتے تھے مگر اندر سے صرف اور صرف اسی ایک معبود سے ڈرتے تھے اور جب چاروں طرف سے پھنس جاتے تھے تو پھر خدا ہی کو پکارتے تھے۔ قرآن کہتا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

فَاِذَا رَكِبُوۡا فِى الۡفُلۡكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخۡلِصِيۡنَ لَهُ

پھر جب (مشرکین مکہ) کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو خالص اعتقاد سے

الدِّيۡنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمۡ اِلَى الۡبَرِّ اِذَا هُمۡ يُشۡرِكُوۡنَ ۙ

اللہ ہی کو پکارتے ہیں پھر جب انہیں (طوفان وغیرہ سے) نجات دے کر خدا تعالیٰ خشکی کی طرف لے آتا ہے تو فوراً ہی شرک کرنے لگتے ہیں۔

(پ ۲۱ رکوع ۲)

خطیب کہے کہ آج کل بھی بعض لوگ مشکلات میں خدا تعالٰے ہی کو پکارتے ہیں۔
لیکن جب انہیں مصائب اور مشکلات سے نجات مل جاتی ہے تو پھر کہتے ہیں
کہ فلاں باباجی کی وجہ سے نجات مل گئی ہے۔ فلاں پیر کے طفیل مصائب دور
ہو گئے۔ ہر کوئی پھر اپنے مرشد اور پیر فقیر کی تعریف کرنے لگتا ہے۔ لیکن
جن لوگوں کو خدا تعالٰے نے عقل سلیم عطا فرمائی ہے وہ مشکلات میں بھی اور مشکلات
سے نجات پانے کے بعد بھی صرف اور صرف خدا تعالٰے ہی کی تعریف کرتے ہیں۔
کہ جو کچھ ہوا ہے وہ اسی کے فضل و کرم کی وجہ سے ہوا ہے۔ کیوں کہ

وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

وہ خدا ہر چیز پر قادر ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔

ہادیؐ کی دشمن کے لئے دعائے بربادی

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ لشکر قریش کو جب آپ نے عقنقل
مقام کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا تو پھر بارگاہ صمدیت میں دست سوال دراز
کر کے عرض کرتے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ هٰذِهٖ قُرَيْشٌ قَدْ اَقْبَلَتْ بِخُيَلَائِهَا وَ
فَخْرِهَا تُحَادُّكَ وَتُكَذِّبُ رَسُوْلَكَ ۝

اے اللہ! یہ قریش کا گروہ ہے جو تکبر اور غرور کے ساتھ مقابلہ
کے لئے آیا ہے۔ تیری مخالفت کرتا ہے اور تیرے بھیجے ہوئے
پیغمبر کو جھٹلاتا ہے۔

اَللّٰهُمَّ فَنَصْرُكَ الَّذِىْ وَعَدْتَّنِىْ ،

اے اللہ! اپنی فتح و نصرت نازل فرما جس کا تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا۔

اَللّٰهُمَّ اَحِنْهُمُ الْغَدَاةَ ۝

اے اللہ! ان کو ہلاک کر۔ (سیرت ابن ہشام)

خطیب کہے کہ آنے والے ایک تو اسلام کے مقابلہ کے لئے آئے تھے اور پھر رعونت و تکبر کے ساتھ آئے تھے۔ اسلام کے مقابلہ کے لئے آنا ہی بہت بڑا جرم تھا لیکن تکبر و غرور کے ساتھ آئے یہ اس سے بھی بڑا جرم تھا اور یہ آنے والے وہ لوگ تھے جو دل کھول کر مسلمانوں پر ظلم کر چکے تھے۔ انہوں نے کوئی لحظہ ضائع نہیں کیا کہ جس میں انہوں نے اسلام، پیغمبر اسلام اور مسلمانوں کو نقصان نہ پہنچایا ہو۔ اس لئے

آنے والے جب اس قدر سفاک ہوں

آنے والے جب اس قدر ظالم ہوں کہ انہوں نے بلال پر ظلم کیا ہو۔

آنے والے جب اس قدر خونی ہوں کہ انہوں نے سمیہ کا خون کیا ہو۔

آنے والے جب اس قدر فریبی ہوں کہ انہوں نے صحابہ سے فریب کیا ہو۔

آنے والے جب اس قدر ذلیل ہوں کہ انہوں نے مسلمانوں کو ستانے کے لئے ہر کمینہ حرکت کی ہو —— تو پھر صحابہ کا مرشد

پھر صحابہ کا استاد —— پھر صحابہ کا رہبر

کیوں نہ ان ظالموں کے بد دعا کرے گا —— اور

اپنی زبان نبوت سے کیوں نہ کہے گا کہ

اے اللہ! ان کو ہلاک کر۔

یہاں خطیب کو کہنے دیجئے کہ

جو اسلام کا دشمن ہوگا۔

جو قرآن کا دشمن ہوگا۔

جو پیغمبر کا دشمن ہوگا۔

جو صحابہ کا دشمن ہوگا۔

اس کی بربادی کے لئے دعا کرنا جائز ہے۔

خدا تعالٰے

دشمنان اسلام کو۔

دشمنانِ قرآن کو۔

دشمنانِ مصطفیٰ کو ــــــ اور

دشمنانِ صحابہ کو ہلاک اور برباد کرے۔

سب کہدیں آمین۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کو مزید کہتے دیجئے کہ

مشرکین تکبر و غرور کے ساتھ آئے تھے۔ ــــ مگر

صحابہ اپنے حضورؐ کے ساتھ آئے تھے۔

مشرکین اپنے ساتھ تکبر لے کے آئے تھے۔

مومنین اپنے ساتھ تکبیر لے کر آئے تھے۔ سبحان اللہ العظیم۔

مشرکین اپنے ساتھ خیانت لے کر آئے تھے۔

مومنین اپنے ساتھ طہارت لے کر آئے تھے۔

مشرکین اپنے ساتھ غرور لے کر آئے تھے۔

صحابہ اپنے ساتھ حضور لے کر آئے تھے۔

مشرکین ابوجہل کمینہ کی قیادت میں آئے تھے۔

صحابہ سرکار مدینہ کی قیادت میں آئے تھے۔

مشرکین کا نگران شیطان تھا۔

صحابہ کا نگران رحمان تھا۔

مشرکین جسمانی خوراک کے لئے وافر سامان لے کر آئے تھے۔

مومنین روحانی خوراک کے لئے قرآن اور ایمان لے کر آئے تھے۔

حفیظ جالندہری کہتے ہیں۔

؎ کھجوریں تک میسر تھیں نہ جن کے پیٹ بھرنے کو
یہ اللہ کے مجاہد تھے چلے تھے جنگ کرنے کو

؎ بہت سے سر بسر محروم گھوڑے اور ناقے سے
بہت سے ایسے تھے جن کی رات بھی کٹتی تھی فاقے سے

یہ چند افراد اٹھے تھے ضعیفوں کی حمایت کو
شریروں کے مقابل میں شریفوں کی حمایت کو
چلے تھے یہ مجاہد آج میدانِ شہادت میں
محمد کی ہدایت پہ محمد کی قیادت میں

(شاہنامہ اسلام ص ۲۲۱)

بدر میں خفیہ اشارہ

حضرات گرامی! آج کل بھی پوری دنیا میں یہ طریقہ رائج ہے کہ اگر کبھی دو ملک آپس میں برسرِ پیکار ہوں تو اپنوں کی شناخت کے لئے کچھ خفیہ اشارے ہوتے ہیں جنہیں کوڈ کہا جاتا ہے۔ چنانچہ آج کل مختلف قومیں اپنے ساتھیوں کی شناخت کے لئے جو کوڈ الفاظ کا انتخاب کرتی ہیں وہ سمجھتی ہیں کہ ہم نے بہت ترقی کر لی ہے۔ حالانکہ آج سے چودہ سو سال پہلے بدر کی سرزمین پر سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنوں کی شناخت کے لئے یَا مَنْصُوْرُ اَمِتْ خفیہ اشارہ قرار دیا جس کا مطلب تھا۔ اے اللہ! دشمنوں کو مار اور ہلاک کر۔ (سیرت کبریٰ ص ۹۳۴)

صحرائے بدر کی آہ وزاری

حضرات گرامی! میں عرض کر رہا تھا کہ مسلمانوں نے وادی میں جس طرف قیام کیا تھا وہ ریتلی زمین تھی جس میں آدمیوں اور سواریوں کے پیر جمتے نہیں تھے۔ ریت میں دھنس دھنس جاتے تھے اس سے اہل ایمان کو بڑی تکلیف کا سامنا تھا اور دوسری طرف مشرکین مکہ نے نرم اور نشیب زمین پر ڈیرے لگائے تھے اور وہ زمین چلنے پھرنے کے لئے مناسب تھی اور مشرکین مزے سے تھے اور مومنین پریشانی میں گھرے تھے۔ ان مسلمانوں کی پریشانی سرزمین بدر سے دیکھی نہ گئی تو صحرائے بدر نے بارگاہ ربوبیت میں آہ وزاری کرتے ہوئے عرض کیا حفیظ جالندھری اپنے انداز میں بیان کرتے ہیں۔ سنئے۔

ے یہ تشنہ لب جماعت جب یہاں پر رک گئی آ کر
دعا کی دامنِ صحرا نے دونوں ہاتھ پھیلا کر
ے کہ اے صحرا کو آتش ناک چہرہ بخشنے والے
رخِ خورشید کو کرنوں کا سہرہ بخشنے والے
ے خبر کیا تھی الٰہی ایک دن ایسا بھی آئے گا
کہ تیرا ساقئ کوثر یہاں تشریف لائے گا
ے خبر کیا تھی یہاں تیرے نمازی آ کے ٹھہریں گے
شہید آرام فرمائیں گے غازی آ کے ٹھہریں گے
ے خبر کیا تھی ملے گی یہ سعادت میرے دامن کو
بنایا جائے گا فرشِ عبادت میرے دامن کو

اور پھر سرزمین بدر بارگاہ ربوبیت میں عرض کرتی ہے کہ

ے تیرے محبوب کے پیارے قدم اس خاک پر آئے
الٰہی حکم دے سورج کو اب آتش نہ برسائے
ے اگر اب میرے دامن سے ہوائے گرم آئے گی
تو مجھ کو رحمۃ اللعالمین سے شرم آئے گی
ے برائے چند ساعت ابر باراں بھیج دے یا رب
بہاراں بھیج دے یا رب بہاراں بھیج دے یا رب

سبحان اللہ العظیم

آگے حفیظ جالندھری فرماتے ہیں کہ

ے دعا صحرا نے مانگی دامن امید پھیلا کر
یکایک ابر باراں آسماں پر چھا گیا آ کر
ے انہی کی منتظر تھی غالباً شانِ الٰہی بھی
کہ پیاسے تھے محمد بھی محمد کے سپاہی بھی

سبحان اللہ العظیم ـ

روایات میں آتا ہے کہ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے جب صحابہ کی پریشانی کو دیکھا اور ریتلی زمین پر دھنستے ہوئے قدم ملاحظہ فرمائے تو پھر بارگاہ ربوبیت میں خدا کا پیارا نبی التجا کرتا ہے کہ اے باری تعالےٰ! اس پیاسی زمین کو سیراب فرما۔ اور میرے صحابہ کی مشکلات کو دور فرما۔ چنانچہ خدا تعالےٰ کی طرف سے بارانِ رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ

جس وقت اس نے تم پر اپنی طرف سے تسکین کے لئے اونگھ ڈال دی

مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ

اور تم پر آسمان سے پانی اتارا تاکہ اس سے تم کو پاک کر دے اور شیطان

عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ

کی نجاست تم سے دور کر دے۔ اور تمہارے دلوں کو مضبوط کر دے

وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ۝ (پ ۹۔ رکوع ۵)

اور اس سے تمہارے قدم جما دے۔ سبحان اللہ العظیم۔

روایات میں آتا ہے کہ اس بارش سے مسلمانوں کی طرف کی زمین جم کر سخت ہو گئی پاؤں ٹھہرنے لگے اور مشرکین کی طرف سخت کیچڑ ہو گیا۔ چلنا پھرنا مشکل ہو گیا۔

خطیب کہے کہ جن لوگوں نے اپنے لئے سخت جگہ کا انتخاب کیا تھا خدا تعالےٰ نے اسی جگہ کو ان کے لئے مصیبت بنا دیا اور باران رحمت مسلمانوں کے لئے حقیقتاً رحمت ثابت ہوئی اور مشرکین کے لئے زحمت ہی زحمت۔ مسلمانوں نے تو امن و سکون کا سانس لیا اور مشرکین کے لئے امن و سکون کو خدا تعالےٰ نے نیست و نابود کر کے رکھ دیا۔

وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ سبحان اللہ العظیم

خطیب کو کہنے دیجئے کہ جو بارش مسلمانوں کے لئے سکون کا پیغام لے کر آئی۔ وہی بارش مشرکین کے لئے بربادی کا نشان لے کر آئی۔ ایک ہی آسمان سے بارش دونوں پر نازل ہوئی مگر ایک طرف باعث رحمت بن گئی۔ اور دوسری طرف باعث مصیبت بن گئی۔ سبحان اللہ العظیم۔

سرکار دوعالم کی شانِ رحمت

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ مسلمانوں نے جابجا پانی روک کر چھوٹے چھوٹے حوض بنا لئے تاکہ ضرورت کے وقت کام آسکیں۔ ان میں ایک بڑا حوض بھی بنایا گیا۔ اس طرح لشکر اسلام میں تو پانی کی فراوانی تھی لیکن دشمن کی طرف لشکر میں پانی کی سخت قلت تھی۔ لیکن قربان جائیں امام الانبیاء کی شان رحمت کے آپ نے حکم دے دیا کہ دشمن کے کسی آدمی کو پانی پینے یا لے جانے سے نہ روکا جائے اسی عرصہ میں قریش کے چند آدمی جن میں حضرت خدیجہ کے برادر زادہ حکیم بن حزام بھی تھے پانی پینے کے لئے آئے۔ رحمت دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا کہ آنے دو مزاحمت نہ کرو۔ حضرت حکیم کی قسمت میں ایمان کی دولت جاوید لکھی تھی وہ تو بچ گئے لیکن ان کے سوا جس کسی نے مشرکین میں سے مسلمانوں کے تیار کردہ حوض کا پانی پیا وہ مر گیا۔ مارا گیا۔

خطیب کہے کہ رحمت دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم کی شان رحمت دیکھے کہ آنیوالے پیغمبر کے خون کے پیاسے ہیں مگر حضور انہیں اپنے حوض سے پانی پلا رہے ہیں۔ آنے والے اسلام کو مٹانے کے لئے آرہے ہیں لیکن سرور کائنات ان کے لئے کوئی پابندی عائد نہیں کرتے۔ کیونکہ دشمنی اپنی جگہ ہے لیکن ہمدردی اپنی جگہ ہے۔ یہی تو آپ کا اسوہ حسنہ ہے کہ اگر کوئی آپ کا دشمن بھی ہوتا تو اسے بھی کھلاتے اور پلاتے تھے اور اپنے صحابہ کو بھی یہی حکم فرماتے تھے۔ کسی نے خوب کہا ہے۔

بھکیاں نوں روٹی تے تسیاں نوں پانی
کھلانا پلانا نبی جی نے دسیا

میں اس بات کو اس شعر پر ختم کرتا ہوں کہ

برسی کہاں نہیں تیری رحمت کی بدلیاں
پہنچے کہاں نہیں تیری رحمت کے سلسلے

سبحان اللہ العظیم

مشرک کی بدمعاشی

حضرات گرامی! مشرکین نے جب یہ دیکھا کہ مسلمانوں کی طرف تو پانی کی بہت ہی فراوانی ہے تو دل ہی دل میں کڑھنے لگے ان میں اسود بن عبد الاسد مکہ کا ایک اکھڑ مزاج بت پرست بھی تھا۔ اسے اس پانی کی فراوانی کی زیادہ ہی تکلیف تھی چنانچہ وہ طیش میں آکر قسم کھاتا ہے کہ یا تو میں مسلمانوں کے حوض کو منہدم کر دوں گا یا اپنی جان دے دوں گا۔ چنانچہ جب وہ مسلح ہو کر حوض کی طرف بڑھتا ہے تو شیر خدا حضرت حمزہ بھی اس کی طرف بڑھتے ہیں۔ وہ آگے سے تلوار نکال لیتا ہے اور حضرت حمزہ پر وار کرنا چاہتا ہے مگر شیر خدا حضرت حمزہ اس کے وار کرنے سے پہلے اپنی تلوار کا اس پر وار کر کے اس کی نصف ٹانگ کاٹ دیتے ہیں وہ منہ کے بل زمین پر گرتا ہے اور گھٹنوں کے بل گھسٹتا ہوا حوض کی طرف جاتا ہے تاکہ وہ اپنی قسم پوری کر سکے مگر حضرت حمزہ دوبارہ اس کے سر پر پہنچتے ہیں اور تلوار کی ایک ہی ضرب سے اسے واصل جہنم کر دیتے ہیں۔ (ابن جریر طبری)

خطیب کہے کہ اسلام شرافت کا درس دیتا ہے۔ اگر کوئی بدمعاشی اور سینہ زوری کرتے ہوئے کیفر کردار تک پہنچانے کا بھی حکم دیتا ہے۔ اگر یہ پانی کے لئے آتا تو شاید اسے نہ روکا جاتا بلکہ نہ یقیناً ہرگز نہ روکا جاتا لیکن یہ غنڈہ گردی کرنے آیا تھا۔ یہ بدمعاشی کرنے آیا تھا اس لئے اسلام کے جانثاروں

نے اسلام کے احکامات کے مطابق اسے اس کے انجام تک پہنچا دیا خسر الدنیا والآخرۃ

مشرکین کے سرداروں کی قتل گاہیں

حضرات گرامی! روایات میں یں آتا ہے کہ لڑائی شروع ہونے سے پہلے سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ میدان جنگ کا ایک چکر لگاتے ہیں اور مختلف مقامات دکھا دکھا کر اور زمین پر ہاتھ رکھ رکھ کر جگہوں کی تعیین فرماتے رہیے اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ فلاں رئیس یہاں گرے گا۔ فلاں شخص اس جگہ مارا جائے گا اور اس مقام پر فلاں شخص کا لاشہ پڑا ہو گا۔ اس طرح آپ نے تمام سرداران قریش کے مقتل دکھا دیئے۔

حضرت انس فرماتے ہیں کہ سرکار مدینہ نے سرداران قریش کے تباہ و ہلاک ہونے کے جو جو مقامات بتائے تھے۔ واللہ! ہلاک ہونے والے اسی جگہ اور مقام پر قتل ہوئے اور کسی نے بھی اس مقام سے سرِ مو تجاوز نہیں کیا اور وہ معرکہ جنگ میں وہیں پر قتل ہوا نظر آیا۔ (مسلم شریف) سبحان اللہ العظیم۔

سب سے بڑا شجاع کون ہے؟

حضرات گرامی! میں عرض کر رہا تھا کہ جب دیگر امور سے صحابہ فارغ ہوئے تو پھر حضرت سعد بن معاذ انصار کے سردار نے سرور کائنات کے لئے ایک ٹیلہ پر کھجوروں کی شاخوں کا چھپر تیار کروا دیا تاکہ آپ اس جگہ بیٹھ کر رفتار جنگ کا معائنہ کر سکیں اور احکام نافذ فرمائیں۔ اس چھپر کی تیاری کے بعد حضرت سعد بن معاذ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر گذارش کرتے ہیں کہ

یارسول اللہ! آپ اس چھپر میں قیام فرمائیے گا۔ اس کے ساتھ ہی تیز رفتار اونٹ آپ کے لئے تیار کھڑے ہوں گے۔ ہم دشمن سے جنگ آزما ہوں گے۔ اگر خداوند قدوس نے ہم کو دشمن پر فتح عطا فرمائی تو مقصد پورا ہوا۔ اور اگر

خدانخواستہ دوسری صورت پیش آتی ہے تو آپ جھٹ اونٹ پر سوار ہو کر ان انصار کے پاس چلے جایئے گا جو مدینہ میں رہ گئے ہیں اور آپ کے ساتھ یہاں نہیں آئے وہ بھی آپ کے ایسے ہی جانثار ہیں جیسے کہ ہم ہیں. جانثاری میں ہم ان سے کسی طرح بھی فائق نہیں ۔ اگر انہیں اس بات کا علم ہوتا کہ آپ کو جنگ سے بھی سابقہ پڑے گا تو وہ یقیناً آپ کی رفاقت کرتے. اب بھی وہ آپ کے ہمراہ اپنی جانیں لڑا دیں گے اور آپ کی ہر طرح سے نصرت کریں گے خدا تعالیٰ ان کے ذریعہ سے آپ کی حفاظت کرے گا.

سرکار دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ کو دعائے خیر دی اور اس چھپر میں تشریف فرما ہو گئے ۔ (ابن جریر طبری)

خطیب کہتے ہیں کہ حضرت سعد بن معاذ کا یہ بیان ایک مثالی بیان ہے ۔ اس بیان سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے دل میں آپ کی کس قدر محبت تھی اور صحابہ کس قدر آپ کو چاہتے تھے اور ان کا یہ انتہائی اخلاص ہے کہ باوجود انتہا درجہ کے محب اور جانثار ہونے کے نہ زبان سے اور نہ قلب سے ہی اس محبت کا کوئی دعویٰ ہے. سبحان اللہ العظیم.

سچا محب اور مخلص جانثار وہی ہے جس کی اپنے اخلاص پر بھی نظر نہ ہو.

سبحان اللہ العظیم.

حضرات گرامی! چھپر تو تیار ہو گیا اور آپ اس میں تشریف فرما بھی ہو گئے مگر اب یہاں آپ کی حفاظت کا مسئلہ درپیش تھا کہ آپ کی حفاظت کے لئے کون ڈیوٹی دے گا. کیونکہ میدان جنگ میں آپ کا تنہا رہنا کسی طرح بھی مناسب نہ تھا اس مسئلہ کے متعلق حضرت علی کا بیان سنیئے.

مسند بزار میں روایت کی گئی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی نے حاضرین سے پوچھا کہ تمہارے نزدیک امت میں سب سے بڑا شجاع کون ہے؟

حاضرین مجلس نے کہا کہ آپ ہیں.

حضرت علی نے فرمایا کہ میں ہمیشہ برابر کے جوڑ سے مقابلہ کرتا ہوں۔ یہ کوئی شجاعت نہیں۔ تم شجاع ترین آدمی کا نام لو کہ وہ کون ہے؟

سب نے کہا کہ ہمیں معلوم نہیں۔

سیدنا علی المرتضٰے فرماتے ہیں سب سے زیادہ شجاع ابوبکر صدیق تھے کیونکہ بدر کے غزوہ میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک چبوترہ بنایا گیا تھا جس پر چھت ڈالی گئی تھی۔ ہم لوگوں نے آپس میں بات کی کہ حضور کے پاس کون رہے گا۔ جو مشرکین کو آپ پر حملہ کرنے سے باز رکھے تو جانثاروں میں سے کسی کو اس کارِ خطیر کی جرأت نہ ہوئی۔ یہ دیکھ کر حضرت ابوبکر صدیق جھٹ شمشیر بکف بڑھے اور معًا سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اور کسی دشمن کو آپ کے قریب نہ پھٹکنے دیا اور جس کسی نے آپ کی طرف بڑھنے کی کوشش کی اس کو مار کر ہٹا دیا۔ (تاریخ الخلفاء)

خطیب کہے کہ یہ بیان کسی عام انسان کا نہیں بلکہ شیرِ خدا حضرت علی کا بیان ہے جو خود شہسوارِ شجاعت تھے اس لئے یہاں خطیب کو کہنے دیجئے کہ

ابوبکر کو شجاع حیدر کرار نے کہا۔

ابوبکر کو شجاع زوج بتول نے کہا۔

ابوبکر کو شجاع والد حسن نے کہا۔

ابوبکر کو شجاع پدر حسین نے کہا۔

ابوبکر کو شجاع پسر ابوطالب نے کہا۔

ابوبکر کو شجاع باب علم نے کہا۔

ابوبکر کو شجاع ابوتراب نے کہا۔

ابوبکر کو شجاع اسد اللہ الغالب نے کہا۔

ابوبکر کو شجاع صاحب سیف نے کہا۔

ابوبکر کو شجاع علی المرتضٰے نے کہا۔ سبحان اللہ العظیم۔

جو ابوبکر کی صداقت پر
جو ابوبکر کی شجاعت پر
جو ابوبکر کی خلافت پر ـــــ تنقید کرتا ہے وہ علی المرتضیٰ کے بیان کی تردید کرتا ہے جو علی کے بیان کی تردید کرے گا وہ علی کا دشمن تو ہو سکتا ہے حضرت علی کا جانثار نہیں ہو سکتا.

خطیب کو مزید کہنے دیجئے کہ
علی نے پہرہ خالی گھر کا دیا تھا ـــــ مگر
صدیق نے پہرہ اپنے دلبر کا دیا تھا.
علی پیغمبر کے اسباب کا نگران تھا.
صدیق رسالت مآب کا نگران تھا. سبحان اللہ العظیم.
علی گھر کے اندر تھے دشمن گھر سے باہر تھے. ـــــ مگر
صدیق گھر سے باہر تھا اور دشمن بھی باہر تھا. بلکہ سامنے تھا. لیکن صدیق کو کسی کا خوف نہیں تھا کیونکہ صدیق کا محبوب صدیق کے سامنے تھا. کسی شاعر نے حضرت صدیق اکبر کے متعلق خوب کہا ہے.

عاشق و معشوق دونوں بے نظیر و بے مثال
اس کی نبوت لازوال تیری خلافت لاجواب

وہ ہے نبیوں کا نبی اور تو اماموں کا امام
وہ خدا اور تو اس کے نبی کا انتخاب

کیسی کیسی مشکلوں میں تو ہوا ہے سرخ رو
کیسے کیسے امتحانوں میں ہوا تو کامیاب

مفسدوں فتنہ گروں سے تیرے لڑنے کی مثال
جس طرح اڑتے پرندوں پر جھپٹتا ہے عقاب

سبحان اللہ العظیم

خطیب اس مقام پر واشگاف الفاظ میں کہنا چاہتا ہے کہ حضرت صدیق اکبر کو شجاع حضرت علی نے کہا ہے اور اس زبردست اور لازول شہادت کے بعد کسی شہادت کی ضرورت نہیں۔ گلاب کا جو نام بھی رکھو پھول ہی رہے گا۔ صدیق پر جتنی بھی تنقید کرو صدیق عاشقِ رسول ہی رہے گا۔

مناجاتِ مصطفیٰ بدر کے میدان میں

عزیزانِ گرامی! میں عرض کر رہا تھا کہ سرورِ کائنات جب عریش میں تشریف فرما ہوتے ہیں تو آپ صحابہ کو حکم دیتے ہیں کہ اب وہ سو جائیں۔ چنانچہ تمام اصحاب محو استراحت ہو جاتے ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ فرماتے ہیں کہ بدر کی شب میں کوئی شخص ہم میں ایسا نہ تھا جو سو نہ رہا ہو سوائے آپؐ کی ذاتِ بابرکات کے۔ آپؐ ساری رات جاگتے رہے اور دعا، گریہ زاری کرتے رہے۔ (ابن جریر)

حفیظ جالندھری فرماتے ہیں۔

سلا کر پہلوؤں میں سب کو سوئی بدر کی وادی
نہ تھا بیدار کوئی ہاں مگر اسلام کا ہادی

یہی سر تھا کہ سجدہ ریز تھا درگاہ باری میں
یہی روشن جبین مصروف تھی طاعت گذاری میں

یہ پُرانوار آنکھیں اشک کی لڑیاں پروتی تھیں
خدا کے سامنے خلقِ خدا کے غم میں روتی تھیں

خطیب کہے کہ سبحان اللہ العظیم۔

اصحاب سو رہے تھے مگر نبی رو رہے تھے۔
صحابہ محوِ آرام تھے پیغمبر محوِ پیغام تھے۔۔۔ اور
چھپر کے باہر صدیق شمشیر بے نیام تھے۔
وہ سب خائب و خاسر تھے جو دشمن اسلام تھے۔ سبحان اللہ العظیم۔

روایات میں آتا ہے کہ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا۔

اَللّٰھُمَّ اَنْجِزْ لِیْ مَا وَعَدْتَّنِیْ ۔

اے اللہ! تو نے جو مجھ سے وعدہ کیا ہے اس کو پورا کر.

اَللّٰھُمَّ اِنْ تُھْلِکَ ھٰذِہِ الْعِصَابَۃَ مِنْ اَھْلِ

اے اللہ! اگر مسلمانوں کی یہ جماعت ہلاک ہوگئی تو پھر روئے زمین

.الْاِسْلَامِ لَا تُعْبَدُ فِی الْاَرْضِ

پر تیری عبادت نہ ہوگی.

خطیب کہے کہ یہ اس لئے فرمایا کہ تیرا نام لینے والا کوئی نہ ہوگا. کیونکہ آپؐ پر سلسلہ نبوت ختم تھا بقول کسے .

کونین کے لئے ہو تمہیں آخری نبی
ٹھہرے تمہیں پہ آکے نبوت کے سلسلے ۔ سبحان اللہ العظیم

آپؐ پر نبوت ختم تھی .

آپؐ پر رسالت ختم تھی .

آپؐ پر شریعت ختم تھی .—— اور

جو پونجی تھی وہ تو آپؐ بدر میں لے آئے تھے .

جو شاگرد تھے وہ تو سب حاضر تھے ۔

اگر خدانخواستہ یہ نہ رہتے تو پھر کون تھا جو عبادت کرتا . اس لئے آپؐ بارگاہ ربوبیت میں عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ! ان کی حفاظت فرما . اے اللہ! ان کو فتح و کامرانی نصیب فرما. اس مناجات کے وقت محویت و استغراق کا یہ عالم تھا . کہ چادر دوش مبارک سے بار بار گرتی تھی اور صدیق اکبر چادر کو اٹھا کر آپؐ کے شانوں پر رکھتے تھے مگر آپؐ کو خبر تک نہ ہوتی تھی ۔ حضرت صدیق خود بھی بڑے رقیق القلب تھے اس درد انگیز مناجات کی تاب نہ لا سکے اور آپؐ کے ہاتھ پکڑ کر رقت آمیز لہجہ میں عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ! اب بس کیجئے آپؐ کی اتنی دعا ہی اکتفا کرے

گی۔ خدا تعالیٰ اپنا وعدہ ضرور پورا کرے گا۔ (صحیح مسلم)

خطیب کہے کہ بدر کی وادی میں مناجات مصطفیٰ یا خدا تعالیٰ نے سنی اور یا پھر صدیق اکبر نے سنی۔

خطیب کو آخر میں کہنے دیجئے کہ

جب صحابہ سو رہے تھے۔

صدیق جاگ رہا تھا۔

نبی مانگ رہا تھا۔

صحابہ کے پاس نیند تھی۔

صدیق و نبی کے پاس فتح کی امید تھی۔ —— اور

خدا کی طرف سے ان کے لئے کامیابی کی نوید تھی۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کو کہنے دیجئے کہ سخت افسوس ہے ان لوگوں پر جو خلافت بلافصل کے مسئلہ میں بلاوجہ الجھتے ہیں۔ میاں! پنجابی کی ایک کہاوت مشہور ہے کہ جاگن والیاں دیاں کٹیاں تے ستیاں دے کٹے۔ جو جاگ رہا ہو گا اسے حصہ وافر ملے گا سونے والے کو حصہ کم ملے گا۔ اس لئے جو غار میں جاگا۔ جو بدر میں جاگا اسے ہی وافر حصہ ملنا تھا۔ پہلا حصہ بھی اسے ہی ملنا چاہیئے کیونکہ جو جاگتا رہا ہو اسے زیادہ ملا کرتا ہے۔ تو پھر خطیب کو کہتے دیجئے کہ

علی سو رہے تھے۔	صدیق رو رہے تھے۔
علی نیند کے مزے لے رہے تھے۔	صدیق رفاقت مصطفیٰ کے مزے لے رہے تھے۔
علی نیند کی آغوش میں تھے۔	صدیق مصطفیٰ کی آغوش میں تھے۔
علی پر نیند طاری تھی۔	

ادھر صدیق کی نبی سے پکی یاری تھی۔ سبحان اللہ العظیم۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جو قریب ہو اور جاگ رہا ہو اسے تو کچھ نہ دیا جائے اور جو دور ہو اور سو رہا ہو اسے مالا مال کر دیا جائے۔ یہ تو سراسر حق تلفی ہو گی۔ یہ ستم کوئی

چودھویں صدی کا دشمن صحابہ تو کر سکتا ہے۔ راہبر صحابہ نہیں کر سکتا۔ اس لئے جو جاگ رہا تھا اس کو خلیفہ بلا فصل کا لاجواب ولا زوال خطاب دے دیا گیا۔ سبحان اللہ العظیم۔

آپؐ کی اس آہ و زاری اور مناجات کا تذکرہ قرآن میں ہے ارشاد ہوتا ہے۔

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّىْ مُمِدُّكُمْ

اور جب تم اللہ سے فریاد کر رہے تھے تو خدا نے تمہاری دعا سن لی۔ تمہاری

بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ۝ (انفال پ۹)

ایک ہزار فرشتوں سے مدد کروں گا جو یکے بعد دیگرے آنیوالے ہوں گے۔

خطیب کہے کہ یہاں یہ مسئلہ بھی حل ہو گیا کہ سب کی فریادیں سننے والا صرف اور صرف خدا ہے کیونکہ غوث کا معنی ہے فریاد کو پہنچنے والا۔ تو معلوم ہوا جو فریاد سن کر مدد کو پہنچا وہ خدا تھا اور مانگنے والا مصطفٰے تھا۔ قرآن پاک میں یہ مسئلہ بیان ہونے کے بعد اب یہ واضح ہو گیا کہ مشکلات میں فریاد سننے والا خدا ہے۔

غریبوں کا غوث خدا ہے جو غوث مصطفٰے ہے۔

مصیبت زدہ لوگوں کا غوث خدا ہے جو غوث مصطفٰے ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔

تو پھر خطیب کو کہنے دیجئے کہ علی کا غوث بھی خدا ہے۔

عثمان کا غوث بھی خدا ہے۔ عمر کا غوث بھی خدا ہے۔

صدیق کا غوث بھی خدا ہے۔ مصطفٰے کا غوث بھی خدا ہے۔

وہ ایسا غوث ہے کہ اگر چاہے تو ابابیلوں سے ہاتھی مروا دے۔

اگر چاہے تو آگ کو خلیل کے لئے گلزار بنا دے۔

اگر چاہے تو نہتے اور بے سر و سامان تین سو تیرہ کو سینکڑوں کے مسلح لشکر پر فتح عطا فرما دے۔ اس لئے جو اس خدا سے مانگتا ہے وہ پھر کسی سے نہیں مانگتا۔ جو اس سے نہیں مانگتا وہ پھر سب سے مانگتا ہے۔ خدا اپنا ہی محتاج رکھے۔ کسی کا محتاج نہ کرے۔ آمین۔

باقی آئندہ جمعہ انشاء اللہ

خطبہ نمبر ۵۵

اِلتجائے مُصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم

خدا کے حضور میں

جھلکیاں

وضاحت ضروری ہے
عظمتِ صدیق
جوش میں ہوش ضروری ہے
صحابہ کی غربت دور کرنے کی دعا ہے
خدا کے بندوں کی صف بندی
محبت رسول کا عظیم مظاہرہ
یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے

صحابہ اپنے مقتداء کے دلی جانثار ہیں
محمد سے لڑ کر کچھ حاصل نہ ہوگا
ابو جہل کی چال شیطانی
کفر و اسلام آمنے سامنے
خدائی حکمت کی عجیب صورت
میں شیر ہوں خدا کا بھی رسول کا بھی
نور و ظلمت کا مقابلہ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ٥

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ٥ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۔

صَدَقَ اللّٰهُ العَظِيْم ۔

بزرگانِ محترم دوستو، عزیزو، نوجوان ساتھیو!

گذشتہ خطبہ کے اندر میں نے عرض کیا تھا کہ بدر کی سرزمین پر پیغمبرِ اسلام نے بارگاہ ربوبیت میں دعا مانگی کہ الٰہی! اگر میرے یہ ساتھی نہ رہے تو پھر دنیا میں تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔ چنانچہ آپؐ کی گریہ زاری اور دعائیں اتنے محو ہوتے ہیں کہ آپؐ کی چادر آپؐ کے دوشِ مبارک سے گر گر جاتی ہے مگر آپ کو اس کی خبر نہیں ہوتی اور حضرت صدیق اکبر چادر بار بار آپؐ کے دوشِ مبارک پر رکھتے ہیں اور پھر رقت آمیز لہجہ میں عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ! اب بس کیجئے خدا تعالےٰ اپنا وعدہ ضرور پورا کرے گا۔ یہاں تک میں نے گذشتہ خطبہ میں عرض کیا تھا۔ آج کے خطبہ میں اس کے بعد کے کچھ حالات و واقعات عرض کروں۔ دعا فرمائیں کہ خدا تعالےٰ مجھے محض اپنے فضل و کرم سے حق اور صحیح بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ سب حضرات بلند آواز سے درود شریف پڑھ لیں۔

وضاحتِ ضروری

حضرات گرامی! اس سے قبل کہ میں دوسرے واقعات گوش گزار کردوں یہاں

اس مسئلہ کی وضاحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ جب سرکار دوعالم صلے اللہ علیہ و سلم بارگاہ رب العزت میں دعا اور زاری کر رہے تھے تو صدیق اکبر کے لئے یہ کس طرح جائز تھا کہ وہ اپنے پیغمبر کو دعا اور الحاح وزاری سے باز رہنے کی تلقین کریں۔ اور آپ کے رجا اور یقین کو تقویت دیں۔ حالانکہ حضور کا مقام سب سے اعلیٰ وارفع اور آپ کا یقین تمام مخلوق کے یقین سے بلند تھا۔

علماء کرام نے اس کا جواب یہ لکھا ہے کہ حضرت صدیق اکبر اس وقت رجا کے مقام پر تھے اور حضور خوف کے مقام میں تھے۔ آپ پر اس حقیقت کا رعب طاری تھا کہ حق تعالےٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اس لئے آپ کو یہ خوف دامنگیر ہوا کہ اگر مسلمان شکست کھا گئے تو حق تعالےٰ کی عبادت دنیا سے اٹھ جائے گی اور دعوت توحید کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو جائے گا۔ چنانچہ آپ کا یہ خوف بھی عبادت میں داخل تھا۔ سبحان اللہ العظیم۔ اور اس مسئلہ میں علماء نے مزید لکھا ہے کہ چونکہ آپؐ کی یہ مناجات اصحاب کے لئے باعثِ شفقت اور ان کے دلوں کی تقویت کا ذریعہ تھی۔ آپؐ نے اس لئے دعا اور گریہ زاری زیادہ فرمائی کہ اس سے اصحاب کے دلوں کو تقویت و تسکین ہو کیونکہ آپ یہ جانتے تھے کہ آپ کی دعا ضرور شرف قبولیت حاصل کرے گی۔ یہی وجہ ہے کہ جیسے ہی حضرت صدیق نے آپ سے عرض کیا کہ اب آپ بس کیجئے تو آپ گریہ زاری سے دست بردار ہو گئے اور جان لیا کہ دعا کو خدا تعالےٰ نے شرف قبولیت بخشا ہے۔ کیونکہ حضرت صدیق کے دل نے اس سے تقویت و طمانیت پائی ہے۔ لہٰذا اس دعا کے بعد آپ قرآن پاک کی یہ آیت پڑھتے ہوئے چھپر سے باہر تشریف لائے۔

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ ۝

عنقریب ان کا گروہ شکست کھائے گا اور یہ لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔

عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ دعا اور مناجات کے وقت آپ مقام خوف میں تھے اور یاد رکھیے کہ خوف نماز کی تمام حالتوں میں کمال کا درجہ رکھتا ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہے کہ یہاں میں ایک عام سی مثال دے کر اس مسئلہ کی وضاحت کرتا

ہوں کہ دیگ میں سے نکلا ایک چاول پوری دیگ کی تیاری کی خبر دیتا ہے۔ چاول کچا تو دیگ کچی چاول پکا تو دیگ پکی ۔

جس طرح ایک ہی چاول دیکھنے والا فیصلہ سنا دیتا ہے کہ دیگ تیار ہے اسی طرح مرشد کامل نے اپنے اصحاب کو ہر طرح تیار کیا۔

وَيُزَكِّيهِمْ ۔ اصحاب کے دلوں کو (مانجا) پاک کیا۔

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ ۔ اور قرآن کا درس دیا۔

وَالْحِكْمَةَ ۔ اور حکمت و معرفت کے موتی ان کی جھولی میں ڈالے۔

اور پھر جب انتہائی مشکلات کے اندر دشمنوں کے مسلح لشکر کے سامنے ان کی تعداد میں زیادتی کے باوجود حضرت صدیقؓ نے آپؐ کی دعا کے بعد جب تسکین و یقین کا اظہار کیا تو سرور کائنات سمجھ گئے کہ میری دعا قبول ہو گئی ہے اور میرے اصحاب کے دلوں میں سکون و اطمینان ہے۔ کیونکہ آپؐ نے ملاحظہ فرما لیا تھا کہ حضرت صدیقؓ کے دل نے اس سے تقویت و طمانیت پائی ہے۔ سبحان اللہ العظیم ۔

عظمتِ صدیقؓ

خطیب کہے کہ یہاں حضرت صدیق اکبرؓ کی عظمت کا اندازہ لگائیے کہ آپؐ نے صدیقؓ کے اطمینان کو تمام صحابہ کا اطمینان سمجھا۔ کیونکہ

صدیقؓ تو محسنِ مصطفےٰ ہے۔

صدیقؓ تو محسنِ اسلام ہے۔

صدیقؓ تو محسنِ اصحاب ہے۔ اگر

صدیقؓ مطمئن ہے تو سب مطمئن ہیں۔

صدیقؓ مطمئن ہے تو اصحاب مطمئن ہیں۔

صدیقؓ کو اطمینان ہے تو تمام صحابہ کو اطمینان ہے۔

یہاں خطیب کو کہنے دیجئے کہ اگر امام نماز میں مطمئن ہوگا تو نمازی بھی مطمئن ہوں گے۔

اور اگر امام مطمئن نہ ہوگا تو پھر نماز ہی نہیں ہوگی. چنانچہ صدیق کے اطمینان سے تمام مقتدیوں کے اطمینان کا یقین کر لیا گیا۔ کیونکہ صدیق کے اطمینان پر پیغمبر کو اطمینان تھا۔ صدیق نے پیغمبر کو کندھوں پر اٹھایا تو پیغمبر مطمئن ہو کر کندھوں پر بیٹھ گئے۔

صدیق نے غار کے اندر جا کر جب سراخوں کو بند کیا اور پھر آپ کو اندر بلایا تو آپ مطمئن ہو کر قدم اندر رکھتے ہیں۔ کیونکہ رفیق سفر صدیق نے سوراخوں کو بند کر کے اطمینان کر لیا تھا۔ تو اس جگہ

پیغمبر کو صدیق کے اطمینان پر اطمینان تھا.
صدیق کے ایمان پر پیغمبر کو اطمینان تھا.
صدیق کے اسلام پر پیغمبر کو اطمینان تھا.
صدیق کے احسان پر پیغمبر کو اطمینان تھا.
صدیق کی رفاقت پر پیغمبر کو اطمینان تھا.
صدیق کی صداقت پر پیغمبر کو اطمینان تھا.
صدیق کی نفاست پر پیغمبر کو اطمینان تھا.
صدیق کی نگرانی پر پیغمبر کو اطمینان تھا.
صدیق کی معیّت پر پیغمبر کو اطمینان تھا.
صدیق کی طمانیت پر پیغمبر کو اطمینان تھا.
صدیق کی امامت پر پیغمبر کو اطمینان تھا.
صدیق کی خلافت پر پیغمبر کو اطمینان تھا. سبحان اللہ العظیم.

اسی لئے تو آپؐ نے فرمایا تھا کہ

مُرُوا اَبَابَکْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ.

ابو بکر سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائے.

یہ صدیق کی امامت پر اطمینان کا اظہار ہی تو تھا اور پھر بعد میں خلافت بلا

فصل کا مسئلہ حضرت علی المرتضیٰ نے یہ کہہ کر حل فرما دیا کہ حضورؐ نے جس کو ہمارے دین کے لئے پسند فرمایا ہم نے اس کو اپنی دنیا کے لئے بھی پسند کر لیا. یعنی آپؐ نے جس شخصیت کو امامت کے لئے مقرر کیا صحابہ نے اس شخصیت کو خلافت کے لئے بھی مقرر کر لیا. سبحان اللہ العظیم.

تو عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر پیغمبر کو صدیق کے قول وعمل پر اطمینان ہے تو صحابہ کو اطمینان کیوں نہ ہوگا. اس سے یہ مسئلہ واضح ہو گیا کہ رحمان والو کو صدیق کے ایمان وعمل پر اطمینان ہے. شیطان والوں کو اس میں نقصان ہی نقصان ہے. خدا تعالیٰ دشمن صدیق کو سمجھ اور ہدایت نصیب فرمائے اور حق قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے. سب کہدیں آمین.

جوش میں ہوش ضروری ہے

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ لشکر قریش میں بہت سے ایسے محبانِ رسول بھی تھے جن کو سخت مجبور کر کے ساتھ لایا گیا تھا. ایسے مجبور لوگوں میں اور دشمنوں میں امتیاز کرنا سراسر اسلامی عدل کے خلاف تھا چنانچہ اسی بنا پر آپ نے لڑائی سے قبل صحابہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے بخوبی علم ہے کہ بنو ہاشم اور دوسرے لوگ بادل نخواستہ ہمارے مقابلے کے لئے زبردستی لائے گئے ہیں. وہ ہم سے قطعاً لڑنا نہیں چاہتے. اس لئے اگر کوئی ہاشمیوں میں سے تمہارے ہاتھ آئے تو اسے قتل نہ کیا جائے اور ابو البختری بن ہشام کو بھی کچھ نہ کہا جائے. اور خصوصاً میرے چچا عباس بن عبد المطلب کو کسی قسم کی تکلیف پہنچانے سے باز رہا جائے. کیونکہ عباس بن عبد المطلب سخت مجبوری اور ناگواری کے ساتھ شریک جنگ ہوئے ہیں. زبان نبوت سے یہ ارشاد سن کر سب نے تسلیم کیا لیکن حضرت حذیفہ جو اس وقت مشرکین سے جہاد کے لئے بہت پُر جوش تھے اسی جوش میں کہنے لگے کہ یہ کفر اور اسلام کا مقابلہ ہے. یہ کیا تفریق ہے کہ ہم

تو اپنے باپ بیٹے بھائی اور خاندان والوں کو قتل کریں اور عباس بن عبد المطلب کو چھوڑ دیں۔ بخدا! اگر میں نے عباس کو پا لیا تو تلوار سے ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا۔

سرکار مدینہ کو حضرت ابو حذیفہ کے اس قول کی اطلاع ہوتی ہے تو آپ سیدنا حضرت عمرؓ سے فرماتے ہیں۔ اے ابو حفص! یہ پہلا موقع تھا کہ حضور نے حضرت عمرؓ کو اس کنیت سے پکارا اور پھر یہی کنیت بہت مشہور ہو گئی۔ تو آپ نے فرمایا اے ابو حفص! آپ نے ابو حذیفہ کا قول سنا۔ وہ عم رسول کو قتل کرنا چاہتا ہے۔ کیا میرے چچا کا چہرہ قتل کے لائق ہے؟

حضرت عمرؓ حضرت حذیفہؓ کے الفاظ برداشت نہیں کر سکتے اور غصہ کے عالم میں عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ! اگر اجازت ہو تو میں اس کو قتل کر دوں اس کی گردن اڑا دوں۔

لیکن چونکہ حضرت حذیفہ ایک مخلص اور جاں نثار صحابی تھے اور یہ کلمہ اتفاقیہ ان کی زبان سے نکل گیا تھا۔ اس لئے سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو نظر انداز کر دیا۔ لیکن اس واقعہ کے بعد یہ کانٹا ہمیشہ حضرت حذیفہ کے دل میں کھٹکا کرتا تھا۔ حضرت ابو حذیفہ کہتے ہیں کہ گستاخی کا وہ کلمہ جو غلطی سے میری زبان پہ جاری ہو گیا تھا۔ اس سے میں ہمیشہ خوف زدہ رہا کرتا تھا کہ نہ معلوم اس کا مجھ پر کیا وبال پڑے گا۔

حضرت ابو حذیفہ کہتے ہیں کہ میں نے سوچا کہ صرف اللہ کی راہ میں شہادت ہی اس جرم کا کفارہ ہو سکتی ہے۔ چنانچہ انہوں نے جنگ یمامہ میں جو مسیلمہ کذاب کے خلاف لڑی گئی تھی۔ اس جنگ میں بڑی بہادری سے لڑ کر راہ خدا میں جام شہادت نوش کیا۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہے کہ حضرت حذیفہ کے عمل سے معلوم ہوا کہ کبھی بھی بغیر سوچے سمجھے بات نہ کرنی چاہیئے۔ خصوصاً جب کہ سامنے خدا یا اس کے رسول کا فرمان ہو۔ بعض مرتبہ انسان جوش میں ایسی بات کہہ دیتا ہے کہ پھر ساری زندگی افسوس کرتا ہے اور اس کا کفارہ ادا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ضروری ہے کہ انسان میں جوش کے ساتھ ہوش

بھی ہو. اگر صرف جوش ہی جوش ہو اور ہوش نہ ہو تو یہ جوش باعث ندامت بن جاتا ہے
چنانچہ جو لوگ جوش میں ہوش کا دامن نہیں چھوڑتے. انہیں کسی بھی جگہ ندامت نہیں اٹھانا
پڑتی. اس لئے میری دعا ہے کہ خدا تعالئے جوش کے ساتھ ہوش بھی عطا فرمائے.
آمین

صحابہ کی غربت دور کرنے کی دعا۔

حضرات گرامی! سرکار دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے صحابہ کا ہر طرح سے
خیال تھا اور جب بھی ان میں کسی شے کی کمی ملاحظہ فرماتے تو اسی وقت بارگاہ ربوبیت
میں عرض کرتے. یہاں تک کہ یہاں بھی جب لشکر قریش کے ساز وسامان کو دیکھا اور
اپنے اصحاب کے نہتے لشکر کی بے سروسامانی دیکھی تو آپؐ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی

اَللّٰھُمَّ اِنَّھُمْ حُفَاۃٌ فَاَحْمِلْھُمْ وَعُرَاۃٌ فَاَلْبِسْھُمْ وَجِیَاعٌ
فَاَشْبِعْھُمْ وَعَالَۃٌ فَاَغْنِھِمْ مِنْ فَضْلِکَ ۔ (ابو داؤد)

اس دعا کا ترجمہ میں نہیں کرتا حفیظ جالندھری سے سنئیے. ~

دعا مانگی الٰہی یہ تیرے دین دار بندے ہیں
بہت ہی صاحبانِ جرأت وایثار بندے ہیں

وطن سے بے وطن آرام سے محروم بیچارے
جفا وظلم کے مارے ہوئے مظلوم بیچارے

یہ اس میدان میں آتے ہیں تیرے نام کی خاطر
تیرے پیغام کی خاطر تیرے اسلام کی خاطر

بہت تھوڑے ہیں تعداد میں ان کو زیادہ کر
دلوں کو استقامت دے قوی ان کا ارادہ کر

یہ چند افراد ہیں تیرے نبی کے ساتھ آئے ہیں
نہیں ہے کچھ بھی ان کے پاس خالی ہاتھ آئے ہیں

الٰہی رزق کی تنگی ہے ان کو رزق وافر دے
نہیں ہے مال ان کے پاس تو ان کو غنی کر دے
لباس ان کا ہے بوسیدہ عطا کر دے لباس ان کو
الٰہی اور دیدے مہلت شکر و سپاس ان کو
پیادہ ہیں سواری کیلئے رہوار دے ان کو
دفاعِ دشمناں کے واسطے ہتھیار دے ان کو
وہ سب کچھ دے انہیں جس میں رضا ہو اے خدا تیری
مسلماں اس پہ راضی ہیں کہ پوری ہو رضا تیری

سبحانَ اللّٰہ العظیم .

خطیب کہے کہ آپؐ کی دعا کی برکت سے خدا تعالیٰ نے اصحاب پر اپنے فضل و کرم کے دروازے کھول دیئے ۔ فتح بدر کے بعد غازیوں میں سے کوئی فرد ایسا نہ رہا جس کے پاس ایک دو اونٹ اور کپڑے اور سامانِ خوراک نہ ہو ۔

سبحان اللّٰہ العظیم .

خدا کے بندوں کی صف بندی

حضرات گرامی ! روایات میں آتا ہے کہ لڑائی کے دن نماز صبح کے بعد ہی حضرت سرورِ عالم صلے اللّٰہ علیہ وسلم نے اپنے جانثاروں کو قطاروں میں تقسیم کیا ۔ اصحاب رسول نے ارشاد مصطفےٰ کے مطابق صفیں بنالیں ۔ سبحان اللّٰہ وہ کیسی صف بندی ہوگی جن صفوں میں خدا کے حبیب کے جانثار معمولی ساز و سامان کے ساتھ کفر سے ٹکرانے کے لئے تیار کھڑے ہیں گے ۔

حفیظ جالندھری کہتا ہے ۔ ؎

صفیں باندھے کھڑے تھے سامنے ایمان والے بھی
خدا والے محمد والے بھی ، قرآن والے بھی
نمائش تھی نہ شوکت تھی نہ گھوڑے تھے نہ جوڑے تھے
نہ کلغی تھی نہ طرہ تھا کمندیں تھی نہ کوڑے تھے

نمازِ عجز کے سجدے تڑپتے تھے جبینوں میں
چٹانوں کی طرح مضبوط دل رکھتے تھے سینوں میں

تھے ان کے پاس دو گھوڑے چھ زرہیں آٹھ شمشیریں
پلٹنے آئے تھے یہ لوگ دنیا بھر کی تقدیریں

نہ تیغ و تیر پر تکیہ نہ خنجر پر نہ بھالے پہ
بھروسا تھا تو اک سادہ سی کالی کملی والے پر سبحان اللہ العظیم

خطیب کہے کہ صحابہ کی مختصر سی جمعیت تھی ان کے پاس لڑائی کے ہتھیار بھی بہت کم تھے مگر ان کے ایمان مضبوط تھے۔ ان کا بھروسہ تلوار اور ڈھال پر نہ تھا مگر پیغمبر کے ارشادِ گرامی پر تھا کہ فتح حق و صداقت کی ہوگی۔

فتح خدا کی عبادت کرنے والوں کی ہوگی۔
فتح خدا کے دروازے پر جھکنے والوں کی ہوگی۔
فتح نبی کے جانثاروں کی ہوگی۔
فتح ان کی ہوگی جن کا یقین ہے کہ خدا ایک ہے۔
فتح ان کی ہوگی جن کو یقین ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم خدا کے سچے رسول ہیں۔
فتح ان کی ہوگی جن کو خدا کے اور اس کے رسول کے فرمان پر بھروسہ اور اعتماد ہے۔

اور پھر دنیا نے دیکھ لیا کہ تھوڑے اور بے سروسامان والوں کو ساز و سامان والے دشمنانِ اسلام کے مقابلہ میں خدا تعالےٰ نے فتح و کامرانی سے ہمکنار کیا۔

محبّت رسول کا عظیم مظاہرہ

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ جب سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے جانثاروں کو قطاروں میں تقسیم فرما رہے تھے تو اس وقت آپ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی۔ جب آپ کسی صحابی کو آگے یا پیچھے دیکھتے تو اسے فوراً درست فرما دیتے۔ چنانچہ جب آپ معائنہ کر رہے تھے تو حضرت سواد بن غزیہ سے شکم

سے چھڑی لگا کر اس کو نہایت نرمی سے چبھو دیا اور فرمایا سواد برابر ہو جاؤ

حضرت سواد عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ!

اَوْجَعْتَنِیْ وَقَدْ بَعَثَکَ اللّٰہُ بِالْحَقِّ وَالْعَدْلِ فَاَقِدْنِیْ.

اے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم! آپ نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے.

اللہ تعالےٰ نے آپ کو حق کے ساتھ اور عدل کے لئے بھیجا ہے. مجھے بدلہ

دیں. سبحان اللہ العظیم.

سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے شکم مبارک سے کپڑا ہٹا دیتے ہیں اور

فرماتے ہیں اے سواد! تم بدلہ لے لو.

حضرت سواد جھک کر شکم مبارک کا بوسہ لیکر کھڑے ہو جاتے ہیں.

آپ فرماتے ہیں اے سواد! تو نے ایسا کیوں کیا؟

حضرت سواد عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم! شاید یہ میری

آخری ملاقات ہو. میں نے چاہا کہ آخری وقت میری جلد آپ کے جسم سے مس

ہو جائے. (ابن جریر طبری)

خطیب کہے کہ قربان جائیں حضرت سواد کے مطالبہ پر کہ انہوں نے میدان

اپنے لئے کس مزے کا انتخاب کیا.

وہ جسم جس سے خوشبوئیں پھوٹتی تھیں حضرت سواد نے اپنے لب اس پاکیزہ

اور مطہر جسم سے مس کر دیئے.

وہ جسم جس کے متعلق حضرت انس کہتے ہیں.

وَلَا شَمَمْتُ مِسْکًا وَلَا عَنْبَرَۃً اَطْیَبَ مِنْ رَائِحَۃِ

النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ. (مشکوۃ المصابیح)

میں نے حضور کی خوشبو سے زیادہ خوشبو نہ مشک میں سونگھی اور نہ عنبر

میں. سبحان اللہ العظیم.

حضرت سواد نے میدان جنگ میں وہ شے حاصل کی جو اور کسی کے حصہ میں نہ

آئی. واہ سواد! تیرے لبوں کو سلام.

واہ سواد! تیرے انتخاب کو سلام.

یہاں خطیب کو کہنے دیجئے کہ یہ حدیث تو مسلّم ہے کہ جس نے ایمان کی حالت میں پیغمبر کی زیارت کی اس پر آتش دوزخ حرام ہے. لیکن

جس نے ایمان کے ساتھ نبی کی زیارت کی ہو.

جس نے ایمان کے ساتھ نبی کی معیت میں سفر کیا ہو.

جس نے ایمان کی حالت میں نبی کے پیچھے نمازیں ادا کی ہوں.

جس نے ایمان کی حالت میں نبی کی خدمت کی ہو.

جس نے ایمان کی حالت میں نبی کے چہرہ کی زیارت کی ہو.

جس نے ایمان کی حالت میں نبی کے شکم مبارک کو بوسہ دیا ہو.

اس کی عظمت کا مقام کیا ہوگا؟

اس کی بلندی کا مقام کیا ہوگا؟

انہیں نفوسِ قدسیہ کے لئے ارشاد ربانی ہے کہ

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَ رَضُوْا عَنْہُ. سبحان اللہ العظیم.

یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن سہیل اپنے والد اور دوسرے مشرکین مکہ کی سختیوں سے مجبور ہو کر حبشہ کو ہجرت کر جاتے ہیں. پھر حبشہ سے مکہ آتے ہیں تو ان کا والد ان کو قید کر کے سخت سزائیں دیتا ہے. حضرت عبد اللہ پر والد نے اس قدر سخت تشدد کیا کہ حضرت عبد اللہ اپنے اسلام کے اخفار پر مجبور ہو گئے. مشرکین نے اور ان کے والد نے یقین کر لیا کہ عبد اللہ اب اسلام چھوڑ چکا ہے اور یہ اب پھر سے اپنے آباو اجداد کے دین پر قائم ہو گیا ہے. چنانچہ مسلمانوں کے ساتھ لڑنے کے لئے ان کے والد انہیں بھی بدر میں ساتھ لے کر آتے ہیں.

سبحان اللہ العظیم۔ روایات میں آتا ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن سہل مسلمانوں کے سامنے مشرکین کی صف میں کھڑے ہوتے ہیں تو حضرت عبداللہ موقع دیکھ کر فوراً بھاگ کر مسلمانوں کی صف میں شامل ہو جاتے ہیں۔ مشرکین اور ان کا والد دانت پیستا رہ جاتا ہے۔ باپ لڑائی کے وقت انتہائی غضبناک طریقے سے اپنے بیٹے عبداللہ پر حملہ کرتا ہے لیکن اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوتا اور حضرت عبداللہ اسی جرأت و بہادری سے دادِ شجاعت دیتے ہیں۔ (ابن جریر)

خطیب کہے کہ یہ قدرتی بات تھی کہ جو ایک مرتبہ پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وسلم سے جامِ توحید پی لیتا تھا وہ پھر کسی ڈر یا خوف سے اسلام نہیں چھوڑتا تھا اور نہ ہی کوئی اس کے دل سے اسلام کی محبت نکال سکتا تھا۔ آج تک تاریخ شاہد ہے کہ کوئی صحابی اسلام ترک کر کے کفر کی گود میں نہیں گیا۔ بلکہ اگر کبھی کفر نے اپنے ظلم سے اس کی زبان بند کر دی لیکن موقع ملتے ہی وہ پھر آغوشِ اسلام میں پہنچ جاتا ہے اور پھر کفر کا منہ چڑا کر کہتا ہے کہ یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے۔ سبحان اللہ العظیم۔

صحابہ اپنے مقتدا کے دلی جاں نثار ہیں

عزیزانِ گرامی قدر! میں عرض کر رہا تھا کہ جس طرح لشکر اسلام کی طرف سے لشکر کفار کی تعداد معلوم کرنے کے لئے صحابی گئے تھے۔ اسی طرح لشکر قریش کے سرکردہ لوگ بھی اپنے جاسوس کو بھیجتے ہیں کہ وہ جا کر لشکر اسلام کی تعداد معلوم کر کے آئے۔ چنانچہ آغاز جنگ سے پہلے عمیر بن وہب جمحی مسلمانوں کی تعداد معلوم کرنے کے لئے گھوڑے پر سوار ہو کر اسلامی لشکر کے گرد چکر لگاتا ہے اور پھر قریش کے پاس جا کر کہتا ہے کہ وہ تقریباً تین سو ہیں۔ لیکن ذرا ٹھہرو! میں جا کر یہ بھی دیکھ آؤں کہ کہیں کسی اور جگہ تو ان کے ساتھی موجود نہیں۔ یہ کہہ کر عمیر بن وہب پھر گھوڑے پر سوار ہو کر بہت دور تک نکل جاتا ہے مگر اسے کسی قسم کا کوئی لشکر دکھائی نہیں دیتا۔ تو واپس آ کر کہتا ہے کہ مجھے اور تو کسی جگہ بھی کوئی جمعیت دکھائی نہیں دی۔ مگر

تم اتنا یاد رکھو کہ اگرچہ یہ لوگ تعداد میں قلیل ہیں لیکن یہ لوگ اپنے مقتداء کے دلی جانثار ہیں۔ (سیرت کبریٰ ص ۹۴۵) سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہتے کہ دشمن کو بھی اعتراف تھا کہ صحابہ اپنے مقتدار کے دلی جانثار ہیں مگر افسوس ہے کہ آج کل کے نام نہاد مومنین پر جو خود کو مومن تصور کرتے ہیں لیکن نبی کے وفاداروں کو اسلام کا دشمن کہتے ہیں۔ اندازہ کیجئے ان کی بدبختی کا ماتم کیجئے ان کی عقلوں کا جو پیغمبر کے بلا واسطہ شاگرد ہیں وہ معاذاللہ مومن نہیں ہیں

جو پیغمبر کے ہاتھ پر بیعت کرنے والے ہیں وہ مومن نہیں ہیں۔

جو نبی کے پیچھے نمازیں ادا کرنے والے ہیں وہ مومن نہیں ہیں — اور جو کبھی نماز کے قریب نہیں جاتے وہ پکے مومن ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

خرد کا نام جنوں رکھ لیا اور جنوں کا خرد

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

مجھے یہاں یہ بات کہنے دیجئے کہ خدا تعالےٰ نے صحابہ کی وفاداری کا ذکر دشمن کی زبان سے کروایا۔ اس لئے اب اگر کوئی ان کی وفاداری پر شک کرے گا تو یاد رکھئے گا وہ بدبختی اور روسیاہی میں مشرکین مکہ سے بڑھ کر ہوگا۔ اس لئے مشرکین مکہ تو کافر ہوتے ہوئے بھی صحابہ کے متعلق یہ یقین رکھتے ہیں کہ یہ لوگ دلی طور پر اپنے پیغمبر کے ساتھ ہیں۔ لیکن یہ اپنے آپ کو مومن اور محب اہل بیت کہلواتے ہوئے بھی یہ کہتے ہیں کہ صحابہ معاذاللہ قلبی طور پر حضور کے ساتھ نہیں تھے۔ اگر صحابہ قلبی طور جانثار اور وفادار نہ ہوتے تو خدا تعالےٰ ضرور اپنے پیغمبر کو آگاہ فرماتے لیکن خدا تعالےٰ تو اصحاب رسول کو

وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ فرما رہے ہیں۔

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فرما رہے ہیں۔

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا فرما رہے ہیں۔

معلوم ہوا کہ اصحاب سچے ہیں۔

اصحاب کا پیغمبر سچا ہے۔ اور

قرآن سچا ہے۔ اور

قرآن نازل کرنے والا رحمٰن سچا ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔

عزیزان گرامی قدر! میں دور چلا گیا عرض کر رہا تھا کہ عمیر بن وہب جب سرداران قریش سے کہتا ہے کہ یہ لوگ اپنے مقتدا کے دلی جانثار ہیں۔ اور ساتھ یہ بھی کہتا ہے کہ ان پر موت سوار ہے۔ یہ مدینہ کے آب کش اونٹوں کی طرح سخت جفاکش ہیں اور کہتا ہے کہ میں نہیں سمجھتا کہ جب تک ہم میں سے کوئی نہ کوئی قتل نہ ہو جائے گا ان کا آدمی کوئی مارا جا سکے گا اور اگر اس طرح انہوں نے ہمارے بھی اسی قدر آدمی مار ڈالے جتنے ان کے قتل ہوں گے تو اس ذلت کے بعد زندگی میں کیا لطف رہے گا۔ اس لئے اب بھی وقت ہے خوب سوچ سمجھ کر فیصلہ کرو اور اپنے آئندہ پروگرام پر غور کرو۔ (سیرت کبریٰ ص ۹۴۵)

محمدؐ سے لڑ کر کچھ حاصل نہ ہوگا

عزیزان گرامی قدر! مفسرین نے لکھا ہے کہ عمیر کی اس گفت گو کے بعد حضرت خدیجہؓ کے برادر زادہ حکیم بن حزام قریش کے قائد اعظم کے پاس ہو جاتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ اے ابوالولید! تم اس وقت قریش میں بزرگ اور پیشوا ہو۔ تمہاری بات سب تسلیم کرتے ہیں اس لئے تمہیں چاہیئے کہ تم ایسا کام کرو کہ جس میں تمہاری ہمیشہ نیک نامی رہے اور لوگ تمہیں ہمیشہ اچھے لفظوں سے یاد کریں۔

عتبہ کہتا ہے کہ تم بتاؤ کیا بات ہے؟ تم جو کہتے ہو میں اس کے لئے تیار ہوں۔

حکیم بن حزام کہتے ہیں کہ تم صرف اپنے حلیف ابن حضرمی کے خون کا بدلہ لینے کے لئے یہاں محمد بن عبداللہ سے لڑنے آئے ہو لیکن میں چاہتا ہوں کہ تم اس کے خون بہا سے درگذر کرو۔ اور سب لوگوں کو لے کر مکہ پلٹ جاؤ۔ اس میں ہم سب

کا فائدہ ہے۔

عتبہ کہتا ہے کہ مجھے یہ تمہاری بات منظور ہے لیکن تم ہی کوئی راہ نکالو۔ میں یہ بات ہر جگہ کہنے کو تیار ہوں کہ ابن حضرمی میرا حلیف تھا اس کے خون کا بدلہ لینا میرا ذمہ ہے میں اس کے قصاص سے درگذر کرتا ہوں۔ لیکن مجھے صرف ابوجہل کا ڈر ہے کہ وہ ہمارا فیصلہ تسلیم نہیں کرے گا اور بلا وجہ ایک طوفان کھڑا کر دے گا۔ ابوجہل کو راضی کرنے کی ذمہ داری تمہاری ہے تم جا کر ابوجہل کو راضی کر دو۔

حکیم بن حزام ابوجہل کے پاس جاتے ہیں اور اسے کہتے ہیں کہ مجھے عتبہ نے یہ پیغام دے کر بھیجا ہے کہ ہم سب کے لئے مناسب یہی ہے کہ ہم اپنے ساتھیوں کو لے کر واپس چلے جائیں اور محمد سے مقابلہ نہ کریں۔

یہ بات سن کر ابوجہل کہتا ہے کہ عتبہ بن ربیعہ کو تمہارے سوا اور کوئی قاصد نہ مل سکا؟

حکیم بن حزام جواب دیتے ہیں کہ میں بھی اس کے سوا اور کسی کا قاصد نہیں بن سکتا تھا۔

اس وقت ابوجہل اپنی زرہ پہننے کی تیاری کر رہا تھا۔ کہنے لگا کہ عتبہ بن ربیعہ پر بزدلی مسلط ہو گئی ہے۔ بخدا جب تک اللہ ہمارے اور محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے درمیان قطعی فیصلہ نہ کر دے گا ہم یہاں سے ٹلنے والے نہیں ہیں۔ عتبہ بن ربیعہ صرف اس لئے لڑنے سے جی چرا رہا ہے کہ اس کا بیٹا ابوحذیفہ محمد کے لشکر میں ہے اور عتبہ جانتا ہے کہ عنقریب جب مقابلہ ہو گا تو محمد اور اس کے ساتھی بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کر دیئے جائیں گے۔

خطیب کہے کہ ابوجہل تو جہالت کا بندہ تھا اسے کیا خبر تھی کہ بھیڑ بکریوں کی طرح محمد اور اس کے ساتھی ذبح نہیں ہوں گے بلکہ مشرکین انتہائی ذلت کی موت مارے جائیں گے اور ان کی لاشوں پر کوئی واویلا کرنے والا بھی نظر نہ آئے گا۔ عنقریب وہ وقت آئے گا کہ ابوجہل کا سارا غرور خاک میں مل جائے گا۔ اس وقت ڈنکا خدا کے نام کا

بجے گا یا پھر مصطفےٰ کے نام کا بجے گا. سبحان اللہ العظیم.

حضرات گرامی: عتبہ کو جب ابوجہل کی گفت گو کا علم ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ علم میدان جنگ میں ہوگا کہ کون بزدل ہے. اس کے بعد عتبہ بن ربیعہ لشکر قریش میں کھڑے ہوکر تقریر کرتا ہے کہ اے گروہ قریش! محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ لڑکر تمہیں کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔ اگر تم انہیں قتل کروگے تو اپنے ہی ساتھیوں کے بھانجے. بھتیجے قتل کروگے. اگر تم انہیں قتل کروگے تو اپنے ہی دوستوں کے عزیز واقارب کو قتل کروگے اور ہمیشہ ایک دوسرے سے اس لئے نفرت کروگے کہ تم نے ایک دوسرے کے رشتہ دار کو قتل کیا ہوگا۔ اس لئے بہتر ہے واپس چلو. اگر قبائل عرب نے محمد کو مغلوب کر لیا تو تمہاری مراد پوری ہوجائے گی. ورنہ محمد کی کامیابی میں تمہیں بھی فائدہ ہوگا. میں بزدل نہیں ہوں. لیکن اگر کوئی مجھے بزدل کہتا ہے تو ایک بار نہیں ہزار بار بزدل کہہ لے مگر میری بات پر غور کرے اور لڑائی سے باز رہے.

خطیب کہے کہ خدا تعالےٰ نے مشرکین میں سے ہی ایک ایسے شخص سے سچی بات کہلوادی جسے وہ سننے کو تیار نہ تھے کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) سے لڑکر ہمیں کچھ حاصل نہ ہوگا بلکہ انہیں ابدی ذلت نصیب ہوگی. تو یہاں خطیب کو کہنے دیجئے کہ اگر محمد کے ساتھ لڑنے والوں کو کچھ حاصل نہ ہوگا تو جو پیغمبر کے ساتھ مل کر کفار سے جہاد کر رہے ہیں انہیں ابدی عزت نصیب ہوگی.

انہیں ابدی جنت نصیب ہوگی.

انہیں خدا کی رضا نصیب ہوگی.

انہیں آخرت کی بقار نصیب ہوگی. سبحان اللہ العظیم.

ابوجہل کی چالِ شیطانی

عزیزان گرامی قدر! میں عرض کر رہا تھا کہ ابوجہل نے جب یہ دیکھا کہ حکیم بن حزام اور

عتبہ مل کر لشکر قریش میں بد دلی اور مایوسی پیدا کر رہے ہیں اور انہیں لڑائی سے رکنے کے لئے تیار کر رہے ہیں تو فوراً عامر بن حضرمی کے پاس پہنچتا ہے اور اسے کہتا ہے کہ دیکھو یہ لوگ لشکر میں بد دلی پیدا کر رہے ہیں۔ حالانکہ تیرے بھائی عمرو بن حضرمی کے خون کا بدلہ لینے کا یہ بہترین موقع ہے اور عتبہ بن ربیعہ تمہارا حلیف ہونے کے باوجود لڑائی سے جی چرا رہا ہے۔ لہٰذا تو کھڑے ہو کر لشکر کو اپنے بھائی کا قتل یاد کراؤ تاکہ ان میں جوش اور ولولہ پیدا ہو۔ چنانچہ عامر بن حضرمی لشکر کے سامنے جاکر رونا پیٹنا شروع کر دیتا ہے اور چیخ چیخ کر کہتا ہے۔

ہائے میرا بھائی عمرو۔ ہائے میرا بھائی عمرو۔ میں تجھے کہاں تلاش کروں۔ تو مجھے اکیلا چھوڑ گیا۔

لوگو! ان مسلمانوں نے میرا بازو توڑ دیا۔

لوگو! ان مسلمانوں نے میرا جوان قتل کر دیا ہے۔

ان سے لڑے بغیر ہم نہیں جائیں گے۔

چنانچہ پورا لشکر اس کی آہ وزاری سن کر بھڑک اٹھتا ہے اور ہاتھ اٹھا کر لڑنے کا عہد کرتا ہے۔ یہ صورت حال دیکھ کر عتبہ بن ربیعہ بھی لڑائی کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ (زرقانی جلد نمبر ۱)

خطیب کہے کہ یہ ابوجہل کی ایک شیطانی چال تھی جس سے وہ لوگوں کو بھڑکانے میں کامیاب ہو گیا۔ سچ ہے کہ شیطان کے چیلے شیطانی چالیں ہی چلا کرتے ہیں۔ ان کا مقصد امن وامان کو تباہ کر کے لوگوں میں افراتفری پیدا کرنا ہوتا ہے۔ خدا تعالےٰ شیطان کے شر سے اور شیطان کے چیلوں کے شر سے محفوظ فرمائے۔ سب کہدیں آمین۔

کفر اسلام آمنے سامنے

حضرات گرامی! دونوں طرف کے لشکر صفیں باندھ کر آمنے سامنے کھڑے تھے یوں سمجھ لیں کہ

آج دولت عزت کو شکست دینے آئی تھی ۔
آج جہالت علم سے ٹکرانے آئی تھی ۔
آج خباثت طہارت سے لڑنے کے لئے آئی تھی ۔
آج غرور والے حضور والوں سے ٹکرانے آئے تھے ۔
آج شیطان والے رحمان والوں سے بھڑنے آئے تھے ۔
آج شیطان کے چیلے رحمان کے بندوں کے مقابل تھے ۔ سبحان اللہ العظیم ۔
آج نور اور ظلمت کی جنگ ہونے والی ہے ۔
آج تہی دامنوں کی ساز و سامان والوں سے لڑائی ہونے والی ہے ۔
آج غریب امیر سے ٹکرائے گا ۔
آج بلالؓ امیہ سے ٹکرائے گا ۔
آج صہیبؓ ظالم آقا سے ٹکرائے گا ۔ سبحان اللہ العظیم ۔
ایک طرف آہنی خود والے ہیں ۔ ایک طرف ایک خدا والے ہیں ۔
ایک طرف غرور والے ہیں ۔ ایک طرف حضور والے ہیں ۔
ایک طرف شیطان والے ہیں ۔ ایک طرف رحمان والے ہیں ۔
ایک طرف سامان والے ہیں ۔ ایک طرف قرآن والے ہیں ۔
ایک طرف حیا سے عاری ہیں ۔ دوسری طرف قرآن کے قاری ہیں ۔
ایک طرف بے شرم ہیں ۔ دوسری طرف باشرم ہیں ۔
ایک طرف بے حیا ہیں ۔ دوسری طرف باحیا ہیں ۔
ایک طرف بے وفا ہیں ۔ دوسری طرف باوفا ہیں ۔
ایک طرف مشرکین ہیں ۔ دوسری طرف موحدین ہیں ۔
ایک طرف بت پرست ہیں ۔ دوسری طرف خدا پرست ہیں ۔
ایک طرف نبی کے دشمن ہیں ۔ دوسری طرف نبی کے محب ہیں ۔
ایک طرف اسلام کے قزاق ہیں ۔ دوسری طرف اسلام کے عشاق ہیں ۔

ایک طرف قسیُّ القلب ہیں۔ دوسری طرف رقیق القلب ہیں۔
ایک طرف ظلمت والے ہیں۔ دوسری طرف ضیاء والے ہیں۔
ایک طرف صرصر والے ہیں۔ دوسری طرف صبا والے ہیں۔
ایک طرف جفا والے ہیں۔ دوسری طرف وفا والے ہیں۔
ایک طرف جبر والے ہیں۔ دوسری طرف صبر والے ہیں۔
ایک طرف ستم والے ہیں۔ دوسری طرف کرم والے ہیں۔
ایک طرف سیاہی والے ہیں۔ دوسری طرف سفیدی والے ہیں۔
ایک طرف خیانت والے ہیں۔ دوسری طرف امانت والے ہیں۔
ایک طرف دغا والے ہیں۔ دوسری طرف دعا والے ہیں۔
ایک طرف سلاح والے ہیں۔ دوسری طرف فلاح والے ہیں۔ سبحان اللہ العظیم۔
خطیب کو کہنے دیجیے کہ
ایک طرف زرہیں تھیں۔ دوسری طرف ایمان کی گرہیں تھیں۔
ایک طرف لوہے کی ڈھالیں تھیں۔ دوسری طرف پاکیزہ جسموں کی کھالیں تھیں۔
ایک طرف چمکتی شمشیریں تھیں۔ دوسری طرف گرجتی تکبیریں تھیں۔
حفیظ جالندھری اپنے مخصوص انداز میں بیان کرتے ہیں۔

کھڑے تھے روبرو صف بہ صف حق، صف بصف باطل
ادھر حق سربکف موجود۔ ادھر خنجر بکف باطل

ادھر وہ جن کے دم سے ہو گیا اسلام پائندہ
ادھر کفار کی دنیا کا ہر کافر نمائندہ
عیاں تھا ایک جانب نور، دوسری جانب ظلمت
صفائے قلب اک جانب، کدورت دوسری جانب
صداقت ایک جانب اور طاقت دوسری جانب
تحمل ایک جانب۔ جوشِ حماقت دوسری جانب

اِدھر اعلائے ایماں کو، اُدھر تکذیب کرنے کو
اِدھر تعمیر کرنے کو، اُدھر تخریب کرنے کو

اِدھر مسلم اُدھر مشرک، اِدھر مومن اُدھر کافر
پدر مسلم پسر مشرک، پسر مومن پدر کافر

اِدھر تقدیر پہ شاکر، اُدھر تدبیر پہ تکیہ
اِدھر فضل خدا پہ ناز، اُدھر شمشیر پہ تکیہ

نہ دیکھا تھا کبھی خورشید نے پہلے یہ نظارہ
اِدھر ایمان صف آرا، اُدھر شیطان صف آرا

تصادم ہونے والا تھا صفایں اور کمیتے ہیں
ہوائیں رک گئیں جس طرح دم رک جائے سینے میں

عزیزان گرامی قدر! دونوں طرف لشکر تیار تھے۔ اگر کوئی عقل سلیم رکھتا ہو تو اس کے لئے یہ صورت باعث عبرت ہے کہ ایک دوسرے کے رشتہ دار لڑنے کو تیار کھڑے تھے۔ ایک طرف کے لوگ خدا کی راہ میں لڑ رہے تھے جبکہ دوسری طرف کے لوگ اپنی انا کے لئے لڑ رہے تھے۔ کیونکہ یہ لوگ جس قافلے کو بچانے کے لئے نکلے تھے وہ تو بحفاظت مکہ بھی پہنچ چکا تھا۔ اب ان کے لڑنے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ لیکن اب صرف ہٹ دھرمی اور ضد تھی کہ مسلمانوں کے سامنے مسلح ہو کر قتل و غارت کے لئے تیار کھڑے تھے۔ قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِىْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ ۝ (آل عمران آیت ۱۲)

ابھی گذر چکا ہے تمہارے سامنے ایک نمونہ دو فوجوں میں مقابلہ ہوا ایک فوج ہے کہ لڑتی ہے اللہ کی راہ میں اور دوسری فوج کافروں کی ہے۔

سبحان اللہ العظیم۔ خداوند قدوس اپنے بندوں کو کس انداز سے سمجھا رہے

ہیں کہ ایک فوج تو خدا کی راہ میں لڑنے والوں کی ہے اور دوسری فوج خدا کے ساتھ کفر کرنے والوں کی ہے. اگرچہ یہ کافر تعداد میں مسلمانوں سے زیادہ ہیں مگر خدا کی نصرت صرف ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تعداد میں قلیل ہیں اور ساز و سامان سے بھی تہی امن اور تہی دست ہیں. بیکن نبی پر مرنے والے ہیں ۔ اور

خدا سے ڈرنے والے ہیں. اور

اسلام کے لئے لڑنے والے ہیں ۔ اور

ان کے دشمن دوزخ میں گرنے والے ہیں ۔ سبحان اللہ العظیم ۔

خدائی حکمت کی عجیب صورت

حضرات گرامی! خداوند قدوس جو ساری کائنات کا مالک و خالق ہے وہ اپنی حکمتیں خود ہی جانتا ہے. کب کیا ہونا ہے اور کس وقت کیا کرنا ہے. یہ سب کچھ اس کے علم میں ہے یہاں بدر سرزمین میں بھی ایک عجیب صورت پیدا کر دی گئی قرآن قرآن میں ارشاد ہے ۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

يَرَوۡنَهُمۡ مِّثۡلَيۡهِمۡ رَاۡىَ الۡعَيۡنِ ؕ (آل عمران آیت ۱۳)

وہ کافر مسلمانوں کو اپنے سے دوگنا دیکھ رہے تھے صاف آنکھوں سے .

عزیزان گرامی قدر! مفسرین نے لکھا ہے کہ کافروں کی تعداد اگرچہ زیادہ تھی مگر انہیں مسلمان تعداد میں زیادہ نظر آ رہے تھے. اس آیت کی تشریح میں حجۃ الاسلام شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "!

"اور تماشہ یہ تھا کہ ہر فریق کو حریف مقابل اپنے سے دوگنا نظر آتا تھا ۔ جس کا نتیجہ یہ تھا کہ کفار کے دل مسلمانوں کی کثرت کا تصور کر کے مرعوب ہوتے تھے اور مسلمان اپنے سے دوگنی تعداد دیکھ کر اور زیادہ حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے ۔ (ترجمہ شیخ الہند اور علامہ عثمانی ص ۶۵)

سبحان اللہ العظیم - یہاں تو یہ صورت ہے کہ ہر دو فریق کو مد مقابل دوگنا دکھایا جا رہا ہے تاکہ آپ پر رعب اور دوسرے پر خشیت الٰہی طاری ہو۔ لیکن سورت انفال میں ارشاد ہوتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاِذْ یُرِیْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَیْتُمْ فِیْۤ اَعْیُنِكُمْ قَلِیْلًا ؕ

اور جب تمہیں وہ فوج مقابلہ کے وقت تمہاری آنکھوں میں تھوڑی کرکے دکھائی۔

وَّ یُقَلِّلُكُمْ فِیْۤ اَعْیُنِهِمْ لِیَقْضِیَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ؕ

اور تمہیں ان کی آنکھوں میں تھوڑا کرکے دکھایا تاکہ اللہ ایک کام پورا کرے جو مقرر ہو چکا تھا۔

وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ - (پ۱۰ انفال رکوع ۱)

اور ہر کام اللہ تک پہنچتا ہے۔

سب سے پہلے تو خدا تعالٰے نے اپنے محبوب کو خواب میں ان کی تعداد قلیل دکھائی قرآن کہتا ہے۔

اِذْ یُرِیْكَهُمُ اللّٰهُ فِیْ مَنَامِكَ قَلِیْلًا ، پ۱۰ رکوع ۱

جب کہ اللہ نے وہ کافر تجھے تیرے خواب میں تھوڑے کرکے دکھلائے۔

پہلے تو خدا تعالٰے نے اپنے محبوب کو خواب میں ان کی تعداد قلیل دکھائی۔ قرآن کہتا ہے اِذْ یُرِیْكَهُمُ اللّٰهُ فِیْ مَنَامِكَ قَلِیْلًا ، پ۱۰ رکوع ۱

جب کہ اللہ نے وہ کافر تجھے تیرے خواب میں تھوڑے کرکے دکھلائے۔

اس کی حکمت جو علماء نے لکھی وہ تو یہی ہے کہ چونکہ دشمن کی تعداد تین گنا تھی اور قلیل التعداد غیر مسلح مسلمانوں کے مقابلہ میں دشمن کے قریباً ہزار جوان پوری طرح مسلح تھے۔ اس لئے مسلمانوں میں بد دلی پیدا یقینی تھا۔ لیکن اس خالق کائنات نے عجیب عجیب طریقوں سے حق کو کامیاب و کامران اور باطل کو ناکام و نامراد کرنے

کے سامان فراہم کئے ۔

ایک طرف پیغمبر اسلام کو خواب میں دشمن کی تعداد قلیل دکھائی گئی اور جب آپ نے اپنا خواب صحابہ کو سنایا تو ان کے حوصلے بڑھ گئے اور ساتھ اصحاب رسول کی نگاہوں میں کچھ ایسا تغیر پیدا فرما دیا کہ لشکر کفار مسلمانوں کو بہت تھوڑا دکھائی دینے لگا ۔ اسی طرح دشمنوں کو بھی مسلمان بہت تھوڑے دکھائی دیتے تھے ۔ اس سے غرض یہ تھی کہ کہیں اہل کفر اپنی جانیں بچانے کے لئے بھاگنے کا ارادہ نہ کرلیں ۔ کیونکہ خدا تعالے چاہتے تھے کہ اس قلیل تعداد سے اہل اس کثیر تعداد کو شکست فاش دے دیں ۔ سبحان اللہ العظیم ۔

خطیب کہے کہ خدا تعالے کو اپنے محبوب کے جانثاروں کا کس قدر خیال تھا ۔ کہ کبھی تو ان کو عبادت و ریاضت پر لگانے کے لئے کفار کی تعداد زیادہ دکھائی جاتی ہے تا کہ یہ خدا سے زیادہ گڑگڑا کر خدا کی نصرت و امداد طلب کریں ۔ اور کبھی ان کی ہمتیں بڑھانے کے لئے کفار کی تعداد بالکل قلیل دکھائی جاتی ہے ۔ مقصد یہ ہے کہ اگر کسی کی نظر مادی اشیاء پر ہے تو سمجھ لے کہ کفار کی تعداد زیادہ ہے اور کسی کی نظر اگر خدا کی ذات پر ہے تو پھر اسے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ۔ یہ زیادہ بھی قلیل مسلمانوں کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے ۔ سبحان اللہ العظیم ۔

خطیب کو کہنے دیجئے کہ اب بھی کسی بدبخت کو صحابہ کے ایمان میں شک ہے تو اسے یقین کر لینا چاہیئے کہ اس کا ٹھکانہ اب جہنم ہے ۔ کیونکہ اگر یہ لوگ دل سے مومن نہ ہوتے تو انہیں مختلف طریقوں سے انہیں ثابت قدم رکھنے کے انتظامات نہ کئے جاتے یہ لوگ دل و جان سے اسلام اور پیغمبر اسلام کے ساتھ تھے اس لئے ہر طرح سے ان کو کامیاب کرنے کا خدا کی طرف سے فیصلہ اور انتظام کیا گیا ۔

روایات میں آتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ کافر ہماری نگاہوں میں ایسے لگے کہ میں نے اپنے ساتھ والے سے کہا کہ تیرے خیال میں یہ کافر ستر ہوں گے ۔ اس نے کہا میرے خیال میں یہ ایک سو ہوں گے لیکن حقیقت میں ہزار تھے ۔

میں شیر ہوں خدا کا بھی رسول کا بھی

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ قرون سابقہ میں رواج تھا کہ عام لڑائی شروع ہونے سے پہلے ایک ایک بہادر میدان میں نکل کر چیلنج کرتا کہ ہے کوئی جو میرے مقابلہ کے لئے آئے۔ اسی رواج کے مطابق عتبہ بن ربیعہ میدان میں نکل کر مبارزت طلب کرتا ہے تاکہ ابوجہل اور لوگوں کو علم ہو جائے کہ عتبہ بن ربیعہ بزدل نہیں بہادر ہے۔

روایات میں آتا ہے کہ جب عتبہ میدان میں نکلا تو ساتھ بھائی اور بیٹے کو بھی لے کر آتا ہے کہ سب سے پہلی فتح ہمارے ہی ہاتھ آئے اور ہماری ہی بہادری کا ان پر رعب پڑ جائے۔ شاعر حفیظ جالندھری کہتا ہے۔

مبارز کی طلب واضح ہوئی فخر رسالت پر
تو رقت آگئی حضرت کو عتبہ کی جہالت پر

اجازت جنگ کی مانگی ادھر سے بوحذیفہ نے
کہ چاہا دوبدو ہونا پدر سے بوحذیفہ نے

رسول اللہ نے ان کو شفقت منع فرمایا
پدر مارے پسر کو یہ نہ رحمتؐ کو پسند آیا سبحان اللہ العظیم

سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم حضرت ابوحذیفہ کو لڑنے کی اجازت نہیں دیتے چنانچہ عتبہ کے بار بار چیلنج سن کر انصار مدینہ میں سے تین مجاہد نکلتے ہیں۔

عتبہ کہتا ہے کہ تم کون ہو؟

یہ جواب دیتے ہیں کہ ہم گروہ انصار سے ہیں۔

عتبہ کہتا ہے کہ ہمیں تم سے کوئی مطلب نہیں ہے۔ ہم تو اپنی قوم سے لڑنا چاہتے ہیں۔ (سیرت المصطفےٰ جلد دوم ص۷۷)

اور للکار کہتا ہے۔

یَا مُحَمَّد اُخْرُجْ اِلَیْنَا اَکْفَاءَ نَا مِنْ قَوْمِنَا۔

اے محمد! ہماری قوم میں سے ہماری جوڑ کے ہم سے لڑنے کو بھیج۔
چنانچہ آپؐ نے انصاری مجاہدوں کو واپس بلا لیا۔ شاعر کہتا ہے۔

اشارہ کر دیا ہادی نے انصاری پلٹ آئے
معاذ و عوف و عبد اللہ اپنی صف میں پلٹ آئے

بڑھے اب ابن عبد المطلب شیر خدا حمزہؓ
عرب کا ناز عم مصطفیٰ و مرتضیٰ حمزہؓ

عبیدہ اور علی المرتضیٰ نکلے معیّت میں
کہی تکبیر اہل اللہ نے جوشِ حمیّت میں

خدائے پاک کی مدح و ثنا کرتے ہوئے نکلے
رجز پڑھتے ہوئے وحدت کا دم بھرتے ہوئے نکلے

سبحان اللہ العظیم۔ روایات میں آتا ہے کہ چونکہ چہروں پر نقاب تھے۔
عتبہ انہیں پہچان نہ سکا اور کہنے لگا کہ تم کون ہو؟ اپنے نام بتاؤ۔
حضرت حمزہ نے فرمایا کہ میں حمزہ بن عبد المطلب ہوں۔ مَیں اللہ کا اور اس کے رسول کا شیر ہوں۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہے کہ اگرچہ عام حالات میں اپنے لئے فخریہ الفاظ کا استعمال کرنا مناسب نہیں ہے مگر میدانِ جنگ میں مقابلہ دشمن کے وقت فخر کرنا اور رجز پڑھ کر اپنی مردانگی و شجاعت کا اظہار کرنا کسی طرح بھی قابلِ ملامت نہیں ہے۔ اس سے نہ صرف مجاہد کے دل میں قوت پیدا ہوتی ہے بلکہ دشمن پر بھی رعب پڑتا ہے اور قتال میں غازیوں کو ان دونوں باتوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لئے شریعت مطہرہ نے اس موقع پر سچی بڑائی اور خود ستائی کو جائز رکھا ہے۔ اس لئے حضرت حمزہ کا یہ فرمانا کہ میں شیر ہوں خدا کا بھی اور اس کے رسول کا بھی۔ یہ بالکل جائز اور صحیح تھا بلکہ شریعت کے عین مطابق تھا۔ اس لئے حضرت حمزہ نے بلند آواز سے فرمایا۔
شاعر کہتا ہے۔

؎ کہا حمزہ نے نعرہ حمزہ ہوں میں شیر رب ہوں میں
مجھے تم جانتے ہو ابن عبد المطلب ہوں میں سبحان اللہ العظیم

عتبہ کہتا ہے کہ یہ دونوں تمہارے ساتھ کون ہیں؟
حضرت حمزہ فرماتے ہیں یہ علی بن ابی طالب ہیں اور ان کے ساتھ عبیدہ بن حارث ہیں۔
عتبہ کہتا ہے کہ ہاں اب ہمارے جوڑ ہیں۔ (ابن سعد و ابن جریر طبری)
شاعر کہتا ہے۔ ؎

کہا عتبہ نے ہاں تم محترم ہو اور ہمسر ہو
فقط ہتھیار کم ہیں ورنہ رتبے میں برابر ہو

خطیب کہے کہ عتبہ کو کیا خبر تھی کہ اسلام میں رتبہ اور عزت برادری کی وجہ سے نہیں بلکہ تقویٰ اور خشیت الٰہی کی وجہ سے ہے۔ جو کوئی جتنا متقی ہوگا اتنا ہی وہ عزت دار اور قابل احترام ہوگا۔
دنیا جانتی ہے کہ عتبہ نے غلط کہا تھا کہ تم رتبے میں برابر ہو۔ کیا کبھی ذرہ آفتاب کے برابر ہوا ہے۔ کیا کبھی پارہ بھی ماہ پارہ ہوا ہے۔ نہیں ہوا اور یقیناً نہیں ہو سکتا تو سمجھ لیجئے کہ

ذرہ کبھی آفتاب کے برابر نہیں ہو سکتا۔
پارہ کبھی ماہ پارہ کے برابر نہیں ہو سکتا۔
قطرہ کبھی سمندر کے برابر نہیں ہو سکتا۔
زمین کبھی آسمان کے برابر نہیں ہو سکتی۔
گوبھی کا پھول گلاب کے پھول کی برابری نہیں کر سکتا۔
چکوا چکور کے برابر نہیں ہو سکتا۔
چکور چاند کے ہمسر نہیں ہو سکتا۔
چنار کبھی چمپا نہیں بن سکتا۔
چنبل کبھی چنبیلی نہیں سکتا۔

چندی کبھی چندن کے برابر نہیں ہو سکتا۔
مشرک کبھی موحد کے برابر نہیں ہو سکتا۔
صابی کبھی صحابی کے برابر نہیں ہو سکتا۔
عتبہ کبھی حمزہ کے برابر نہیں ہو سکتا۔ سبحان اللہ العظیم۔

نور و ظلمت کا مقابلہ

حضرات گرامی! میدان جنگ میں اسلام کے تین شیر، کفر کے تین بھیڑوں کے مقابل تھے روایات میں آتا ہے کہ حضرت حمزہ عتبہ بن ربیعہ سے مقابلہ کرتے ہیں۔ عبیدہ بن حارث شیبہ کا رخ کرتے ہیں اور حضرت علی ولید بن عتبہ کے مقابل ہوتے ہیں۔ (ابو داؤد - ابن جریر طبری)

حضرت حمزہ سے تینوں کا نام معلوم کر کے عتبہ کہتا ہے۔

بہت اچھا ہوا تم نے کیا اقدام مرنے کا
مزا آئے گا ہم کو بھی تمہارے قتل کرنے کا

کہا حمزہ نے عتبہ! فائدہ کیا لاف کرنے سے
جو تلواریں اٹھاتے ہیں نہیں ڈرتے وہ مرنے سے

غرض اب قتل و خونریزی پہ مائل ہو گئے تینوں
مقابل پا کے تینوں کو مقابل ہو گئے تینوں

خطیب کہے کہ وہ کیا منظر ہو گا جب یہ تینوں اصحاب ان تین کافروں کے سامنے کھڑے ہوں گے اور اصحاب مصطفیٰ ان کو دیکھ رہے ہوں گے۔ نہیں نہیں بلکہ خود مصطفیٰ کریم بھی اپنے یار صدیق کی رفاقت میں ان تینوں کو دیکھ رہے ہوں گے۔ اور ان کی کامیابی کے لئے دعا مانگ رہے ہوں گے۔ سبحان اللہ العظیم۔

دو جانب سے نگاہیں جم گئیں جنگ آزماؤں پر
اُدھر بازو کے بل پہ ناز اِدھر تکیہ دعاؤں پر

؎ اُدھر بھی برق کی مانند شمشیریں نکل آئیں
اِدھر بھی کاتب قدرت کی تحریریں نکل آئیں

؎ یکایک سب نے دیکھا کھینچ کر تلوار عتبہ نے
کیا حمزہ کے سر پر ایک کاری وار عتبہ نے

؎ جناب حمزہ نے تلوار پہ تلوار کو روکا
سبکدستی سے تھپکی دے کے مہلک وار کو روکا

؎ نظر کچھ بھی نہ آیا جھنجھناہٹ کی صدا آئی
اڑیں چنگاریاں تلوار سے تلوار ٹکرائی

سبحان اللہ العظیم

خطیب کہے کہ آج اسلام اور کفر کا مقابلہ ہے۔ خدا اور اس کے رسول کے شیر کی تلوار دشمن اسلام کی تلوار سے ٹکرا کر حضرت حمزہ کے جذبات کی ترجمانی کر رہی ہے۔

اور پھر ؎ صدا تکبیر کی آئی، زمین بدر تھرائی
پلک جھپکی کھلی آنکھیں تو یہ صورت نظر آئی

خطیب کو کہنے دیجئے کہ میدان جنگ میں
ایک طرف حمزہؓ کی صورت نورانی تھی۔
دوسری طرف شیبہ کو زرد پشیمانی تھی۔
ایک طرف خدا کے شیر حضرت حمزہ کی پاکیزہ صورت تھی۔
دوسری طرف کفار کے سردار عتبہ کی مکروہ صورت تھی۔
ایک طرف رسول کے شیر حمزہؓ کی صورت تھی۔
دوسری طرف کفار کے بزدل شیبہ کی عورت تھی۔
اور ان کے مقابلہ کی یہ صورت تھی

؎ پڑی تلوار تو لا دی سپر کے ہو گئے ٹکڑے
سپر سے تا بہ سر پہنچی تو سر کے ہو گئے ٹکڑے

ے گلے کے ہار زنجیروں کی لڑیاں کاٹ کر نکلی
زرہ بکتر کے بندھن اور کڑیاں کاٹ کر نکلی

ے یہ تیغ حمزہ تھی دعوے تھے اس کو خاکساری کے
زمیں پہ آرہی کر کے دو ٹکڑے جسم ناری کے

ے یہ برقِ نور تھی باطل کا قصہ پاک کر آئی
گری یک لخت اور دو لخت کر کے خاک پر آئی

ے گری جب خاک پر دو ٹکڑے ہو کر لاش خودسر کی
دہانِ شیر سے نکلی صدا اللہ اکبر کی سبحان اللہ العظیم

حضرت عبیدہؓ کی شہادت پر نبی کی گواہی

عزیزانِ گرامی قدر! حضرت حمزہ نے تو اپنے مدمقابل کا کام پورا کر دیا اور ادھر حضرت علی نے ولید کو چند لمحات میں ہی واصل جہنم کر دیا۔ مگر حضرت عبیدہ بن حارث اور شیبہ کا مقابلہ کچھ دیر تک جاری رہتا جس میں حضرت عبیدہ زخمی ہو جاتے ہیں حضرت حمزہ اور حضرت علی فارغ ہو کر شیبہ پر حملہ کر کے اسے جہنم رسید کرتے ہیں۔ حضرت عبیدہ کو جن کی پنڈلی سخت زخمی ہو چکی تھی اٹھا کر آپ کی خدمت میں لاتے ہیں۔
حضرت عبیدہ بن حارث شعر پڑھتے ہیں۔

ے فَاِنْ یَقْطَعُوْا رِجْلِیْ فَاِنِّیْ مُسْلِمٌ
اُرَجِّیْ بِہٖ عَیْشًا مِنَ اللّٰہِ عَالِیًا

اگر کافروں نے میرا پیر کاٹ دیا ہے تو کوئی حرج نہیں۔
اس کے صلہ میں خدا سے بہت ہی بلند عیش کا امیدوار ہوں۔

وَاَلْبَسَنِیْ الرَّحْمٰنُ مِنْ فَضْلِ مَنِّہٖ
لِبَاسًا مِنَ الْاِسْلَامِ غَطّٰی الْمَسَاوِیَا

اور کیوں نہ امید کروں خدا تعالےٰ مہربان ہی نے محض اپنے فضل و کرم سے

مجھ کو اسلام کا لباس پہنایا جس نے تمام برائیوں کو ڈھانک لیا۔

خطیب کہے کہ پیغمبر کی خدمت میں زخمی حضرت عبیدہ پڑے ہیں اور اپنی اس حالت پر فخر کر رہے ہیں اور انتہائی خوش ہیں کہ وہ اسلام کے لئے اور پیغمبر اسلام کے لئے زخمی ہوئے ہیں اور خدا سے اس کے صلہ میں بہت بڑا اجر لینے کی امید رکھتے ہیں۔

حضور حضرت عبیدہ کو دیکھ رہے تھے تو حضرت عبیدہ عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ! کیا مجھے شہادت نصیب ہوگی؟

آپ فرماتے ہیں کہ

اَشْهَدُ اِنَّكَ شَهِيْدٌ ٥

میں گواہی دیتا ہوں کہ تو شہید ہے۔

ے عبیدہ نے یہ سن کر رکھ دیا سر پائے ہادی پر
بسی آنکھوں میں جنت، پھر نظر ڈالی نہ وادی پر

ے فلک سے نور برسا دل پہ راحت ہوگئی طاری
ہوا کلمہ شہادت کا زبانِ پاک پر جاری

خطیب کہے کہ اگرچہ حضرت عبیدہ کو زخمی ہوتے سب نے دیکھا اور وہ سب ہی ان کی شہادت کے گواہ تھے۔

مگر جو گواہی امام الانبیاء کی ہوگی اس کے برابر کسی کی گواہی نہ ہوگی۔ قیامت کے روز کسی کی شہادت کی گواہی بدر کا میدان دے گا۔

کسی کی شہادت کی گواہی شجر و حجر دیں گے۔

کسی کی شہادت کی گواہی شمس و قمر دیں گے۔

لیکن قربان جائیں اے عبیدہ تیری قسمت پر۔

سلام ہو عبیدہ تیری شہادت کو۔

جب تیری باری آئے گی تو تیری شہادت کی گواہی دینے کے لئے کوئی آگے نہ آئے گا۔ تو عرض کرے گا۔ اے مولیٰ کریم! اپنے محبوب سے پوچھ لے۔ کیونکہ مجھے تو میرے حضور

نے فرمایا تھا اَشْهَدُ اِنَّكَ شَهِيدٌ۔

تو اے خالق کائنات تیرا محبوبؐ اور میرا نبیؐ جو بھی کہتا ہے وہ سچ کہتا ہے۔

تیرے محبوبؐ نے کہا کہ خدا تعالےٰ ایک ہے۔

تو میں نے بھی کہا کہ خدا تعالےٰ ایک ہے۔

پھر تیرے محبوبؐ نے کہا کہ وہ وحدہٗ لاشریک ہے۔

میں نے بھی کہا خدا وحدہٗ لاشریک ہے۔

تیرے محبوبؐ نے کہا کہ میں شہید ہوں۔

تو میں کہتا ہوں کہ میں شہید ہوں۔

باقی آئندہ

جمعہ انشاءاللہ

خطبہ نمبر ۵۶

دشمنِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

خدا کے عذاب میں

جھلکیاں

مشرک سیدھا اور تیرہ ٹیڑھا ہو گیا	مشرکین کی گردنوں پہ مارو
قلابازیاں	شوقِ جنت اور صحابی
صدیق اکبر کے بیٹے کی للکار	دشمنِ مصطفیٰ خدا کے عذاب میں
نبی کی سماعت و بصارت صدیق ہے	کمال جرأت سے اپنا بازو پھینک دیا۔
یہ کام تیرا نہیں میرا ہے	شیعہ غور کریں
تلوار پسند آگئی	باپ کا بیٹے سے خطاب
فرشتوں کا نزول	باپ کا قاتل

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہ

ھُوَالَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ وَکَفٰی بِاللّٰهِ شَھِیْدًا ہ

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ہ

صدق اللہ العظیم

بزرگان محترم دوستو، عزیزو، نوجوان ساتھیو!

گذشتہ خطبہ کے اندر جنگ بدر کے واقعات کا تذکرہ کرتے ہوئے یہاں تک عرض کیا تھا کہ حضرت عبیدہ بن حارث زخمی ہو کر سرکار دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچتے ہیں اور سرکار دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گذارش کرتے ہیں کہ شاید میں شہید نہیں ہوا۔ آپ فرماتے ہیں کہ

اَشْھَدُ اِنَّکَ شَھِیْدٌ۔ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ تو شہید ہے۔

حضرت ابوعبیدہ بن حارث کھل اٹھتے ہیں کہ مجھے میری مراد مل گئی۔

حضرات گرامی! یہاں تک تو آپ نے مجھ سے جنگ بدر کے واقعات سن لئے تھے۔ آج کے خطبہ میں اس کے بعد کے واقعات وحالات کا تذکرہ کروں گا جو میدان بدر میں اصحاب رسول کو پیش آئے۔ سب حضرات ایک مرتبہ بلند آواز سے درود شریف پڑھ لیں۔

عزیزان گرامی قدر! روایات میں آتا ہے کہ جب حضرت حمزہ نے عتبہ کو اور حضرت علی نے ولید کو قتل کر دیا اور پھر ان دونوں کے ہاتھوں شیبہ بھی مارا گیا تو یہ دیکھ کر ایک طعیمہ بن عدی بھی جوش کے ساتھ آگے بڑھتا ہے اور میدان میں آتے ہی حضرت حمزہ کے ہاتھوں داصل جہنم ہو جاتا ہے۔

مشرک سیدھا اور نیزہ ٹیڑھا ہو گیا

حضرات گرامی! اس سے مسلمانوں کی صفوں میں خوشی اور دشمنوں کی صفوں میں غمی پھیل جاتی ہے۔ ابھی گرد بھی نہیں بیٹھتی کہ ایک اور مشرک عبیدہ بن سعید نکلتا ہے اور مبارزت طلب کرتا ہے کہ میں فلاں بن فلاں ہوں۔ آؤ میرے مقابل آؤ۔

روایات میں آتا ہے کہ یہ مشرک سر سے پاؤں تک لوہے میں غرق تھا جسم پر زرہ تھی۔ صرف آنکھیں نظر آ رہی تھیں۔ اس کے مقابلہ کے لئے حضور کے پھوپھی زادہ بھائی زبیر بن عوام میدان میں آتے ہیں اور میدان میں پہنچتے ہی اسے دیکھ کر فیصلہ کرتے ہیں کہ یہ تو لوہے میں غرق ہے اس پر تلوار اثر نہ کرے گی اور پھر حضرت زبیر اس کی آنکھوں کا نشانہ لے کر اس زور سے نیزہ مارتے ہیں کہ نیزہ پار نکل جاتا ہے اور نیزہ مارتے ہی مشرک "پار" ہو جاتا ہے۔

سبحان اللہ العظیم

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ نیزہ اس کے سر میں اس طرح پیوست ہو گیا تھا کہ حضرت زبیر نے اس کی لاش پہ پاؤں رکھ کر کھینچا تو بڑی مشکل سے نکل سکا پھل ٹیڑھا ہو گیا تھا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بطور یادگار یہ نیزہ لے لیا۔ عہد نبوت کے بعد بھی حضرت زبیر کا یہ نیزہ خلفائے راشدین میں تبرکاً یہ نیز منتقل ہوتا رہا۔ حضرت عثمان کے بعد یہ نیزہ حضرت عبداللہ بن زبیر کے پاس پہنچتا ہے اور جب حضرت عبداللہ بن زبیر شہید ہوئے تو یہ نیزہ ان کے پاس تھا۔ (صحیح بخاری) سبحان اللہ العظیم

خطیب کہے کہ میدان بدر میں اسلام کے جانثاروں کو فتح حاصل ہوتی ہے اور یہ حضرات گرامی قدر مشرکین کے ناپاک جسموں سے اسلحہ وغیرہ اتار لیتے ہیں اور لشکر کفار دیکھتا ہے کہ جو بڑی رعونت کے ساتھ میدان میں آئے تھے اب انتہائی ذلت سے فرش خاک پر پڑے ہیں۔ جب لڑنے آئے تھے تو ان کے دماغ آسمانوں پر تھے مگر اب لاشے بیابانوں میں تھے۔

شاعر کہتا ہے ؎ بوقت حملہ تھے جن کے دماغ افلاک کے اوپر

پڑے تھے اب وہی بے جان ہو کر خاک کے اوپر

بظاہر بے سروسامان تھے ان کے مارنے والے
نہ ان کے بَر میں زرہیں تھیں نہ ان کے ہاتھ میں بھالے
سِپر کا بھی اسی تلوار سے کام لیتے تھے
مگر ہر ضرب پر اپنے خدا کا نام لیتے تھے

سبحان اللہ العظیم

قلابازیاں

عزیزان گرامی قدر! روایات میں آتا ہے کہ عبیدہ بن سعید مشرک کو قتل کرنے کے بعد حضرت زبیر آپ کے ارشاد کے مطابق نیزہ آپ کو بطور یادگار پیش کرتے ہیں اور پیغمبر علیہ السلام کی دعاؤں سے جھولیاں بھرتے ہیں اور دیگر صحابہ بھی حضرت زبیر بن عوام کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ ادھر صحابہ ابھی حضرت زبیر کو داد و تحسین دے رہے تھے کہ اتنے میں ایک ٹیلہ سے ایک مشرک کے للکارنے کی آواز آتی ہے۔ وہ بدبخت ٹیلہ پر چڑھ کر مبارزت طلب کرتا ہے۔ بھلا ایسے موقع پر حضرت زبیر کیسے خاموش رہ سکتے تھے۔ اس مشرک کی للکار سنتے ہی بھاگ کر ٹیلہ پر چڑھ جاتے ہیں اور اس مشرک سے لپٹ جاتے ہیں۔ دونوں طرف سے طاقت کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ ایک کی طاقت خدا کی رضا کے لئے خرچ ہوتی ہے اور دوسرے کی طاقت اپنی انا کے لئے صرف ہوتی ہے۔ اسی کشمکش میں دونوں ٹیلے سے قلابازیاں کھاتے ہوئے نیچے آتے ہیں۔ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم یہ مقابلہ دیکھ رہے ہیں۔ جب یہ دونوں قلابازیاں کھاتے ہوئے نیچے آرہے تھے تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جوان دونوں سے پہلے زمین پر رکے گا وہ مقتول ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ مشرک زمین پر پہلے گر کر حضرت زبیر کے ہاتھوں جہنم واصل ہوتا ہے۔ (کنز العمال)

خطیب کہے کہ قلابازیاں تو تقریباً سب ہی کھاتے ہیں اور لوگوں کی قلابازیاں بھی مختلف ہوتی ہیں۔ بعض ایک بات کہہ کر پھر مکر جاتے ہیں۔ یہ بھی ایک قسم کی قلابازی ہوتی ہے۔ بعض لیڈر ایک بیان دے کر پھر اگلے روز اس کے خلاف بیان دے دیتے ہیں یہ

بھی سیاسی قلابازی ہوتی ہے۔

بعض گفت گو کرتے ہوئے متضاد باتیں کرتے ہیں۔ یہ باتونی لوگوں کی قلابازی ہوتی ہے۔

بعض مولوی حضرات بدعت کو اسلام کا حصہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ ان کی عالمانہ قلابازی ہوتی ہے۔

بعض تاجر کسی چیز کا ریٹ بہت زیادہ بتا کر پھر کم لینے میں راضی ہو جاتے ہیں۔ یہ ان کی تاجرانہ قلابازی ہوتی ہے۔

بحر حال ہر شخص کبھی نہ کبھی قلابازی لگاتا ہے۔ اِلَّا ماشاءاللہ۔

کوئی دوست سے قلابازی لگاتا ہے۔

کوئی استاد سے قلابازی لگاتا ہے۔

کوئی پیر سے قلابازی لگاتا ہے۔

کوئی بیوی سے قلابازی لگاتا ہے۔

کوئی بھائی سے قلابازی لگاتا ہے۔

سوار پولیس والے سے قلابازی لگاتا ہے۔

پولیس والا مسافر سے قلابازی لگاتا ہے۔

کوئی اپنی برادری کے لئے قلابازی لگاتا ہے۔

لیکن قربان جائیں حضرت زبیر بن عوام پر کہ ان کی قلابازی یا تو خدا کے لئے تھی۔ یا پھر محبوب خدا کے لئے تھی۔ سبحان اللہ العظیم۔

صدیق اکبرؓ کے بیٹے کی للکار

حضرات گرامی! للکارنے اور چیلنج کرنے کا سلسلہ جاری تھا کہ اچانک ایک اور نوجوان میدان جنگ میں آکر للکارتا ہے کہ هَلْ مِنْ مُبَارِزٍ۔ کوئی ہے جو میرے مقابلے پر آئے۔ لشکر اسلام سے مجاہدین اور جان نثاروں کی نگاہیں اٹھ جاتی ہیں۔ ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ یہ تو حضرت صدیق اکبر بیٹا عبدالرحمٰن ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ ابو بکر کا سارا گھرانہ

تو مسلمان ہو چکا ہے مگر یہ عبد الرحمان ابھی تک ایمان نہیں لایا۔ کوئی کہتا کہ دعا کرو کہ خدا تعالٰے اسے بھی اسلام کی دولت نصیب فرمائے۔

لشکر اسلام میں مجاہدین اسلام سے حضرت صدیقؓ کے بیٹے کے متعلق تبصرے جاری تھے کہ عریش سے حضرت صدیق اکبرؓ ننگی تلوار لے کر مقابلہ کے لئے نکلتے ہیں لیکن شفیق دو عالم حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم باپ بیٹے کی جنگ کا خوفناک منظر گوارا نہیں فرماتے۔ اس لئے صدیقؓ کو اپنے بیٹے کے مقابلہ میں جانے کی اجازت نہیں دیتے۔ (مستدرک حاکم)

علماء کہتے ہیں کہ نہ جانے اس کے بعد کسی دوسرے مسلمان نے عبد الرحمان کے چیلنج کا بھی کوئی جواب دیا کہ نہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اسلام کے محسنِ اعظم کے فرزند ہونے کی وجہ سے کسی مسلمان نے ان سے مقابلہ کرنا پسند نہ کیا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے لشکر اسلام کو اس کی ممانعت فرما دی گئی ہو اور وہ بغیر مقابلہ کے ہی واپس چلے گئے ہوں۔

لیکن یہاں خطیب کو کہنے دیجئے کہ حضرت صدیق کے فرزند نے اسلام قبول کرنا تھا۔ اور یہ بات خدا تعالٰے کے علم میں تھی۔ اس لئے ان کے مقابلہ پر کسی کو جانے کی خواہش ہی پیدا نہ ہوئی اور کوئی صدیقؓ کے بیٹے پر تلوار چلا بھی کیسے سکتا تھا کہ جس صدیق نے اپنا سب کچھ اسلام کی اشاعت و تبلیغ کے صرف کر دیا ہو اور جو اسلام کی بقاء اور نبی سے وفا کی خاطر ہر وقت جان قربان کرنے کو تیار ہو۔ اس صدیق کے لختِ جگر پر مجاہدین اسلام تلوار چلانے کا یہ منظر نہ خدا کو پسند تھا۔ نہ مصطفٰے کو پسند تھا۔

تو پھر خطیب کو جرأت سے یہ کہنے دیجئے کہ جو خدا صدیق کے بیٹے پر تلوار چلانے کی اجازت نہیں دیتا۔ وہ خدا صدیق پر تلوار چلانے کی اجازت کیسے دے گا۔ اور جو مصطفٰے صدیق پر شمشیر اٹھانے کی اجازت نہیں دیتا وہ مصطفٰے صدیق پر تبرا کرنے کی اجازت کیسے دے سکتا ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ صدیق پہ تبرّی کرنیوالے خدا اور اس کے رسول کے نزدیک مجرم ہیں۔ انہیں اپنے اس فعل سے تائب ہو جانا چاہیئے۔

نبی کی سماعت و بصارت صدیقؓ ہے

حضرات گرامی! اس سے پہلے کہ میں بدر کے دیگر حالات عرض کردوں یہاں پہ یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ جب حضرت صدیق اکبر اپنے بیٹے عبدالرحمان کا چیلنج سن کر میدان میں اس سے لڑنے کے لئے جانے لگے تو صدیق اکبر کو حضرت رحمۃ اللعالمین نے روک لیا اور فرمایا۔

مَتِّعْنَا بِنَفْسِكَ يَا اَبَا بَكْرٍ اَمَا عَلِمْتَ اِنَّكَ عِنْدِي بِمَنْزِلَةِ سَمْعِي وَبَصَرِي ۔ (سیرت حلبیہ جزء ثانی)

اے ابوبکر! ہمیں اپنی ذات سے فائدہ اٹھانے کا موقع دیجئے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ آپ کا کیا مقام ہے؟ آپ کا مقام میرے نزدیک بمنزلہ سمع و بصر ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہے کہ اس صدیق کی عظمت کے کیا کہنے! جس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی آنکھ اور اپنا کان قرار دے رہے ہیں۔ بلکہ یوں سمجھیئے کہ آپ حضرت صدیق سے فرما رہے ہیں کہ میری سماعت بھی تو ہے میری بصارت بھی تو ہے۔ یعنی تو تو میری جان ہے تو مجھے چھوڑ کر کہاں جاتا ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کو کہنے دیجئے کہ

جو صدیق پر اعتراض کرے گا وہ پیغمبر کی سماعت پر اعتراض کرے گا۔

جو صدیق پر تنقید کرے گا وہ پیغمبر کی بصارت پر تنقید کرے گا۔ اور

جو صدیق پر تبرا کرے گا وہ مصطفٰے کی جان پر معاذاللہ تبری کرے گا۔

کیونکہ صدیق تو خود کچھ بھی نہیں ہے جو کچھ بھی ہے وہ تو مصطفٰے کریم کا ہے۔

صدیق حضور کی آنکھ بھی ہے۔

صدیق حضور کے کان بھی ہے۔

صدیق حضور کی جان بھی ہے۔

صدیق حضور کا مان بھی ہے۔

صدیق کا حضور پر احسان بھی ہے۔ اور جو

صدیق کی عظمت نہ جانے وہ صرف کافر ہی نہیں بلکہ سب سے بڑا شیطان بھی ہے۔

یہ کام تیرا نہیں میرا ہے

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ جب پہلے مقابلہ کرنے والے قتل کر دیئے تو آپ نے از سر نو صفوں کو ترتیب دیا اور لشکر اسلام کو ارشاد فرمایا کہ اپنے تیروں کو ضائع نہ کرنا بلکہ وقت کے لئے بچا کر رکھنا اور جب کافر تم پر ہجوم کر دیں اور قریب آ جائیں اس وقت تیر مارنا۔ (بخاری شریف غزوہ بدر)

چنانچہ آپ لشکر اسلام کو ضروری ہدایات دینے کے بعد عریش میں واپس تشریف لے جاتے ہیں۔ آپ حضرت صدیق اکبر کو بھی اپنے ساتھ چھپر میں لے جاتے ہیں اور حضرت سعد بن معاذ تلوار لے کر چند انصار کے ساتھ دروازہ پر پہرہ کے لئے کھڑے ہو گئے۔ کیونکہ یہ اندیشہ تھا کہ کہیں دشمن آپ پر حملہ نہ کر دے۔

روایات میں آتا ہے کہ آپ عریش میں دو رکعت نماز ادا فرماتے ہیں اور پھر اپنے نبوت والے ہاتھ پھیلا کر صحابہ کی کامیابی کے لئے دعا کرتے ہیں۔ اور ادھر آپ کے عریش میں داخل ہوتے ہی دونوں لشکر ٹکرا جاتے ہیں اور آپ پھر ایک مرتبہ باہر تشریف لاتے ہیں اور لشکر اسلام کو جہاد فی سبیل اللہ کی ترغیب دیتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص خدا کی راہ میں مارا جائے گا خدا تعالٰے اس کو جنت میں داخل فرمائے گا۔

(زرقانی جلد اول صہ ۴۲۷) سبحان اللہ العظیم۔

پھر حضور صلے اللہ علیہ وسلم حضرت جبرئیل کے اشارے سے ایک مشت خاک لے کر مشرکین کے چہروں کی طرف پھینکتے ہیں اور صحابہ کو حکم دیتے ہیں کہ مشرکین پر بھرپور حملہ کرو۔ مشرکین میں سے کوئی بھی ایسا نہیں رہتا کہ جس کی آنکھ اور ناک اور منہ میں یہ مٹی نہ پہنچی ہو۔

خطیب کہے کہ خداوند قدوس ہی بہتر جانتے ہیں کہ اس مٹھی بھر خاک میں کیا تاثیر تھی کہ اس کے پھینکتے ہی دشمن بھاگ اٹھتے ہیں۔ قرآن پاک میں اسی واقعہ کے متعلق اشارہ ہے کہ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی۔

اور نہیں پھینکی وہ مشت خاک آپؐ نے جس وقت کہ آپ نے پھینکی لیکن اللہ نے پھینکی۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کو کہتے دیجئے کہ خدا تعالےٰ کو اپنے محبوب کا کس قدر خیال ہے کہ جو مٹی پیغمبر اپنے ہاتھ سے دشمن کی طرف پھینکی اس کی نسبت خدا تعالےٰ نے اپنی طرف کر لی تاکہ اگر کوئی معترض کہے کہ جو نبی ساری دنیا کے لئے رحمت بن کر آیا تھا وہ جنگ کے میدان میں دشمنوں کی آنکھوں پر مٹی پھینکتا رہا۔ تو اس کا وجود دنیا کے لئے رحمت کیسے بن گیا؛ اس لئے اس مٹی کی نسبت خدا تعالےٰ نے اپنی طرف کر لی تاکہ کسی کو میرے محبوب پر اعتراض کرنے کا موقع نہ ملے اور پھر اس مٹی کو ہر ایک کی آنکھ، ناک اور منہ میں پہنچا کر یہ بتا دیا کہ یہ فعل نبی کا نہیں ہے خدا کا ہے۔ کیونکہ نبی تو ایک طرف ہے لیکن اس نبی کا خدا تو سب طرف ہے اس لئے چاروں طرف کے مشرکین کی آنکھوں میں مٹی ڈال دی گئی۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہے کہ اگرچہ سرکار مدینہ نے ایک مٹھی بھر خاک پھینکی تھی مگر ایک ہزار لشکر کے ہر فرد کی آنکھ اور ناک میں اس مٹی کے ریزوں کو پہنچانا آپ کا کام نہیں تھا بلکہ یہ تو خدا تعالےٰ کی قدرت کا ایک ادنیٰ سا کرشمہ ہے۔ اسی لئے تو فرما دیا کہ

وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی۔ (سورۃ انفال)

روایات میں آتا ہے کہ جب جنگ کی شدت ہوتی ہے تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم تین مرتبہ شَاھَتِ الْوُجُوْہُ یعنی یہ چہرے خراب ہوئے۔ پڑھ کر ایک مٹھی سنگریزوں کی قریش کی طرف پھینکتے ہیں۔ اور صحابہ کو سخت حملہ کرنے کا حکم دیتے ہیں۔

تلوار پسند آگئی

حضرات گرامی! میں عرض کر رہا تھا کہ میدان جنگ میں صحابہ دشمنوں پر بھرپور حملہ کر رہے

تھے اور پیغمبر علیہ السلام کبھی بارگاہ ربوبیت میں دست سوال دراز کرتے ہیں اور خدا سے نصرت و مدد طلب فرماتے اور کبھی اپنے جانثاروں کو دشمنوں پر کاری ضرب لگانے کا حکم فرماتے صحابہ لڑ رہے تھے اور حضور اللہ کی بارگاہ میں ان کی کامیابی کے لئے رو رہے تھے۔

روایات میں آتا ہے کہ حضرت سعد بن وقاص میدان جنگ میں داد شجاعت دیتے ہیں کہ سعید بن عاص ان کی تلوار کی زد میں آجاتا ہے اور یہ اسے قتل کر کے واصل جہنم کرتے ہیں۔ کہ اچانک نیچے گری ہوئی سعید بن عاص کی تلوار پر ان کی نظر پڑتی ہے تو وہ تلوار انہیں پسند آجاتی ہے۔ چنانچہ حضرت سعد بن وقاص اس تلوار کو لئے سرکار مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ حضور! یہ تلوار مجھے پسند آگئی ہے میں رکھ لوں۔ لیکن ادھر پیغمبر کی احتیاط کا یہ عالم ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جہاں سے یہ تلوار اٹھائی ہے وہیں رکھ دو۔ چونکہ ابھی تک مال غنیمت کے متعلق خدا تعالےٰ کی طرف سے کوئی حکم نازل نہ ہوا تھا۔ اس لئے حضور نے انہیں تلوار لینے کی اجازت نہ دی۔ لیکن ابھی تھوڑی دیر گذری تھی کہ خدا تعالےٰ نے اپنے فرشتہ جبرئیل علیہ السلام کو بارگاہ رسالت میں بھیج کر سورت انفال نازل فرما دی۔ چنانچہ آپ نے حضرت سعد کو طلب فرمایا اور انہیں وہ تلوار لینے کی اجازت دے دی۔ (مسند احمد)

خطیب کہے کہ خدا تعالےٰ نے صحابی کی پسند کا کتنا خیال رکھا کہ اگر اسے کسی مشرک کی تلوار پسند آگئی تو اسی وقت وحی نازل فرما دی تاکہ کہیں میرے نبی کے صحابی کا دل نہ ٹوٹ جائے اور اسی وقت فرما دیا کہ میرے محبوبؐ! سعد کو تلوار لینے کی اجازت دیدیں اور پھر وہی تلوار جو مسلمانوں کے اٹھی تھی اب مشرکین کے سروں کو کاٹنے لگی۔

سبحان اللہ العظیم

فرشتوں کا نزول

حضرات گرامی! صحابہ کی امداد کے لئے خدا تعالےٰ اول ایک ہزار پھر تین ہزار اور پھر پانچ ہزار فرشتے اتارے۔ چونکہ اس جنگ میں کفار اور مشرکین کی امداد کے لئے ابلیس لعین

اپنا لشکر لے کر حاضر ہوا تھا اس لئے خدا تعالےٰ نے مسلمانوں کی امداد کے لئے جبرئیل۔ میکائیل اور اسرافیل کی سرکردگی میں آسمان سے اپنے فرشتوں کا لشکر نازل فرمایا۔

(الخصائص الکبریٰ جلد اول)

خطیب کہے کہ آج بشر کی امداد کے لئے نوری زمین پر اترے ہیں۔

آج ملائکہ جانثاران مصطفٰے کی نصرت کے لئے آئے ہیں۔ سبحان اللہ العظیم۔

عزیزان گرامی قدر! اگر اس جگہ میں یہ کہوں تو غلط نہ ہوگا کہ زمین کے فرشتوں کی امداد کے لئے آسمان کے فرشتے آئے تھے۔ اس لئے کہ جن حضرات کی امداد اور نصرت کے لئے آسمان سے فرشتے اترے وہ حضرات اگرچہ صورتًا تو انسان تھے مگر معنًی فرشتے تھے بلکہ یہ حضرات تو ایسے اعلیٰ و ارفع مقام پر تھے کہ اگر

دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں۔ سبحان اللہ العظیم

اسی لئے آسمان کے فرشتوں کو ان کا تابع بنا کر بھیجا گیا تھا۔ اصل جہاد کرنے والے تو صحابہ تھے فرشتے ان کے تابع اور مددگار تھے۔ اور یہی فرشتے صحابہ کے دلوں کی تقویت کا باعث ہوئے۔ کیونکہ جس طرح خدا تعالےٰ نے شیطان کو دلوں میں وسوسے ڈالنے کی قدرت دی ہے اسی طرح ملائکہ مقربین و مکرمین کو دلوں میں نیک باتوں کے القاء کی قدرت عطا فرمائی ہے جس کو الہام کہتے ہیں۔ قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِذْ یُوْحِیْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّیْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ؕ (سورت انفال آیت ۱۲) اس وقت کو یاد کرو جب اللہ فرشتوں کو حکم دیتا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں پس تم اہل ایمان کو استقامت میں قوت پہنچاؤ۔

مشرکین کی گردنوں پر مارو

حضرات گرامی! خدا تعالےٰ کو علم تھا کہ جن فرشتوں کو جنگ دل کے نام نہیں آتے وہ

ان کو استعمال کیسے کریں گے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت وہ تمام اشیاء ان کے سامنے پیش کی گئی تھیں اور انہیں پوچھا گیا تھا کہ بتاؤ ان کے نام کیا ہیں تو اس وقت سب کے سب عاجز ہو کر بولے تھے کہ

لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝ پ۱

ہمیں کچھ علم نہیں مگر جتنا تو نے ہمیں سکھایا بے شک تو ہی علم و حکمت والا ہے۔

تو اس لئے یہاں بدر میں انہیں لڑنے کی ترکیب بتائی کہ تم مشرکین کی گردنوں پر مارو۔ جیسا کہ قرآن پاک میں اس کا ذکر ہے۔

فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ۝

اے فرشتو! پس مارو کافروں کی گردنوں پر اور کاٹ دو ان کے ہر پور کو

(سورت انفال آیت ۱۲)

خطیب کہے کہ چونکہ گردن ہی یہ غیر اللہ کے آگے جھکاتے تھے اس لئے ان کی گردنیں توڑنے کا حکم دیا گیا اور وہ گردن جو غیر اللہ کے آگے جھکے وہ اس لائق ہے کہ اسے کاٹ دیا جائے۔ اس لئے فرشتے مشرکین کی گردنیں ہی کاٹتے رہے۔

حضرت سہیل بن حنیف صحابی کہتے ہیں کہ بدر کے دن ہم نے دیکھا کہ ہم میں سے کوئی شخص جب مشرک کی طرف اشارہ کرتا اور ابھی تلوار اس مشرک کی گردن تک پہنچتی نہ تھی کہ اس کا سر کٹ کر زمین پر گر جاتا تھا۔ (زرقانی جلد ۲ ص ۲۷۷) سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کو کہنے دیجیے کہ اس وقت بھی مشرکوں کی گردن میں سریا تھا یعنی متکبر تھے اور آج کے مشرکین کی گردن میں بھی سریا ہے۔ یہ بھی متکبر ہیں۔ ان کی گردنوں کے لئے شمشیر کی ضرورت تھی۔ آج کے مشرکین کے لئے شمشیر کی نہیں تدبیر کی ضرورت ہے۔ اور قرآن کی تلاوت سے بڑھ کر کوئی موثر تدبیر نہیں۔ یہ طریقہ آزما دیکھئے۔ آپ قرآن کی تلاوت شروع کیجئے۔ جب آیات توحید آئیں گی تو ان کی گردنیں خود بخود جھک جائیں گی خدا تعالےٰ ہمیں قرآن پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

شوقِ جنّت اور صحابیؓ

حضرات گرامی! سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے عریش سے باہر تشریف لاکر جب مجاہدین اسلام سے یہ فرمایا کہ آج جو شخص صبر و تحمل اور اخلاص وصدق نیت کے ساتھ اللہ کے دشمنوں سے سینہ سپر ہو کر جہاد کرے گا پھر اللہ کی راہ میں مارا جائے گا تو خدا تعالےٰ اس کو ضرور جنت میں داخل فرمائے گا۔ حضرت عمیر بن حمام کے ہاتھوں میں کچھ کھجوریں تھیں جن کے کھانے میں وہ مشغول تھے۔ جب یہ ارشاد رسول سنا تو ان کھجوروں کو اسی وقت پھینک دیا اور بولے

بَخْ بَخْ اَفَمَا بَيْنِيْ وَبَيْنَ اَنْ اَدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا اَنْ يَّقْتُلَنِيْ هٰؤُلَاءِ۔ (ابن ہشام جلد ۲ صہ ۱۸)

واہ واہ میرے اور جنت کے درمیان فاصلہ ہی کیا رہ گیا مگر صرف اتنا کہ یہ لوگ مجھ کو قتل کر ڈالیں۔

تلوار اٹھاتے ہی میدان میں جاکر داد شجاعت دیتے ہوئے جام شہادت نوش کرتے ہیں۔ رضی اللہ عنہم ورضوعنہ۔

اسی طرح ایک صحابہ عوف بن حارث حضور سے عرض کرتے ہیں کہ

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا يُضْحِكُ الرَّبَّ مِنْ عَبْدِهٖ ؟

اے اللہ کے رسول! بندہ کی کون سی چیز خدا تعالےٰ کو خوش کرتی ہے؟

آپؐ نے فرمایا کہ بندہ کا برہنہ ہو کر خدا کے دشمن کے خون سے اپنے ہاتھ رنگنا۔

یہ سنتے ہی عوف نے زرہ آتار کر پھینک دی لڑے اور شہید ہو گئے۔ سبحان اللہ العظیم۔

دشمنِ مصطفےٰ خدا کے عذاب میں

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ جب دشمنانِ اسلام ایک ایک کر کے ہلاک ہونے لگے تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا کی:

الہٰی! جس طرح دوسرے دشمنانِ اسلام اس وقت صفحہ ہستی سے مٹ رہے ہیں۔
اسی طرح ابوجہل کو بھی ہلاک کر۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تیری گرفت سے بچ جائے۔ (محمد بن جریر طبری)
خطیب کہے کہ قسمت کا کھیل دیکھیئے کہ ایک یہ عمرو بن ہشام (ابوجہل) ہے کہ جس کی بربادی کے لئے حضور دعا مانگ رہے ہیں۔ اور ایک وہ عمر بن خطاب ہے جس کی آبادی کے حضور دعا مانگ رہے ہیں۔ آپ نے تو خدا سے یہی دعا کی تھی کہ اے اللہ! ان دونوں میں سے ایک میری جھولی میں ڈال دے جو تجھے پسند ہو وہ مجھے پسند ہے۔ اس دن بھی ان دونوں کے مقدر جُدا تھے اور آج بھی ان دونوں کے مقدر جدا ہیں۔ آپؐ ابوجہل کی فنا کے لئے دعا کر رہے ہیں اور عمر کی بقاء کے لئے دعا کر رہے ہیں اور پھر دنیا نے دیکھ لیا کہ جس کی بربادی کے لئے آپؐ نے دعا کی وہ آج بھی برباد ہے اور جس کی آبادی کے لئے دعا کی وہ آج بھی مومن کے دل میں آباد ہے۔ آپ جس کی فنا چاہتے ہیں وہ فنا ہو گیا اور آپ جس کی بقا چاہتے تھے وہ عمر آج تک باقی ہے اور قیامت تک باقی رہے گا۔

جس طرح عمر کو مٹانے والے بدر میں ہمیشہ کے لئے مٹ گئے۔
اسی طرح آج بھی عمر کے دشمن صفحۂ ہستی سے مٹ جائیں گے۔ سبحان اللہ العظیم۔

عزیزانِ گرامی قدر!
میں عرض کر رہا تھا کہ آپؐ نے جب ابوجہل کی ہلاکت کے لئے دعا مانگی تو خدا تعالےٰ نے ابوجہل کے تباہ و برباد کرنے کے انتظامات فرما دیئے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کہتے ہیں کہ صف میں میرے دائیں بائیں دو کم عمر انصاری نوجوان کھڑے تھے میرے دل میں یہ آرزو پیدا ہوئی کہ کاش میرے دونوں طرف کوئی قوی اور مضبوط لوگ ہوتے تو میرے دونوں پہلو مضبوط رہتے۔ عبدالرحمٰن بن عوف کہتے ہیں کہ ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ ان دونوں نے باری باری مجھ سے سوالات کئے۔ حفیظ جالندھری کہتا ہے۔

نہایت راز داری سے نشان بوجہل کا پوچھا
شباہت اور حلیہ اور موجودہ پتہ پوچھا

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ان دونوں سے کہتے ہیں کہ عزیزو! تمہیں اس سے کیا

کام ہے! کہتے ہیں۔

ے قسم کھائی ہے ہم دونوں نے اس کو قتل کرنے کی
کہ اس سے بڑھ کے ہو سکتی نہیں اب عمر بھر نیکی

ے نہیں ہے اس سے بڑھ کر دشمنِ دینِ مبین کوئی
کوئی زیرِ زمیں ہے اور نہ بالائے زمیں کوئی

ے قسم کھائی ہے مر جائیں گے یا ماریں گے ناری کو
سنا ہے گالیاں دیتا ہے وہ محبوبِ باری کو

ے یہ کہتے کہتے غیرت سے ہوئے منہ لال دونوں کے
شہادت کے لہو سے تمتمائے گال دونوں کے

سبحان اللہ العظیم

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف ان دونوں کی جرأت کی باتیں سنکر انہیں ابو جہل کا پتہ بتاتے ہوئے کہتے ہیں کہ

ے وہ دیکھو چڑھ رہا ہے بھاگ کر مٹی کے تودے پر
وہ کیا ہے کلغی والا، سامنے پہنے ہوئے مغفر

ے وہی بو جہل ہے جو پے بہ پے بازو ہلاتا ہے
یہ اپنے بھاگنے والوں کو پھر واپس بلاتا ہے

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف ان دونوں انصاری نوجوانوں کو مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ ابوجہل تک پہنچنا مشکل ہے کیونکہ

ے حفاظت کر رہا ہے گرد اس کے فوج کا دستہ

انصاری نوجوان کہتے ہیں کہ

ے یہ دستہ کب تلک روکے گا عزرائیل کا رستہ

ے خدا حافظ کہا اور کھینچ لیں دونوں نے شمشیریں
پڑھے یکبارگی کہتے ہوئے پر جوش تکبیریں

میں کہتا رہ گیا میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں

چلو بحر شہادت کے کنارے ساتھ چلتا ہوں ‏ سبحان اللہ العظیم

حضرت عبدالرحمن بن عوف کہتے ہیں کہ وہ دونوں باز کی طرح ابوجہل کی طرف جھپٹے۔ (بخاری و مسلم)

پہلے حضرت معاذ بن حارث پہنچتے ہیں اور کیا دیکھتے ہیں کہ ابوجہل جھاڑیوں کی آڑ میں کھڑا باتیں کر رہا ہے۔ معاذ اس پر حملہ آور ہوتے ہیں اور پہلی ضرب سے اس کا پاؤں آدھی ٹانگ تک کاٹ دیتے ہیں۔ اور دوسرے نوجوان حضرت معوذ بھی تیزی سے ابوجہل کی طرف بڑھتے ہیں اور ابوجہل کو دیکھتے ہیں کہ زخمی حالت میں پڑا ہے تو ایک ہی کاری وار کر کے اس کا کام مکمل کر دیتے ہیں اور اسے مردہ سمجھ کر چھوڑ آتے ہیں۔ حالانکہ ابھی ابوجہل میں زندگی کی رمق باقی تھی۔

یہ دونوں نوجوان خوشی خوشی سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ابوجہل کے قتل کی اطلاع دیتے ہیں حضور فرماتے ہیں کہ تم دونوں میں سے کس نے قتل کیا؟

ہر ایک کہتا ہے کہ میں نے مارا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اس کے قتل میں دونوں کا حصہ تھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ کیا تم اپنی تلواریں دھو چکے ہو یا ابھی خون آلود ہیں۔ عرض کرتے ہیں کہ ابھی نہیں دھوئیں۔ آپ فرماتے ہیں (تلواریں دیکھ کر) کہ تم دونوں نے اس کو قتل کیا ہے۔ (بخاری مسلم)

آپ نے اس سے پیشتر اعلان فرمایا تھا کہ جو مسلمان کسی دشمن کو قتل کرے گا اس کا مال و اسباب اسی کو ملے گا۔ اب آپ نے فرمایا کہ ابوجہل کا اسباب معاذ کو ملے گا۔ (مدارج)

خطیب کہے کہ

حضرت معاذ کو اس لئے ابوجہل کا مال دیا گیا کہ اس بدبخت کو زخمی کرنے اور نیچے گرانے میں حضرت معاذ ہی نے پہل کی تھی۔ سبحان اللہ العظیم۔

عزیزان گرامی قدر! قربان جائیں اس ذات پر جس نے ابابیلوں سے ہاتھی اور

بچوں سے مشرکین کے سردار کو مروا دیا۔ اپنے آپ کو بڑا سمجھنے والا دشمن مصطفےٰ خدا کے عذاب میں گرفتار ہو چکا تھا۔

وہ جو کبھی زمین پر اکڑ کر چلتا تھا آج اسی زمین پر زخم خوردہ پڑا تھا۔ جو ابوجہل اپنے خون پر ناز کرتا تھا وہی خون آج اس کے جسم سے زمین پر بہہ رہا تھا۔ شاعر کہتا ہے۔

زمیں دھنستی تھی جس بدبخت کی ادنیٰ سی ٹھوکر پر
پڑا تھا خون میں لتھڑا ہوا مٹی کی چادر پر

وہ ہڈی اور خوں جس پر ہمیشہ ناز رہتا تھا
وہی ہڈی شکستہ تھی وہی اب خون بہتا تھا

کمال جرأت سے اپنا بازو پھینک دیا

حضرات گرامی! ابوجہل کے اس طرح زخمی ہو کر گرنے کا ابوجہل کے بیٹے عکرمہ کو بہت رنج تھا اور وہ خود ابھی تک مسلمان نہ ہوئے تھے لہٰذا تاک میں تھے کہ کسی طرح معاذ سے اپنے باپ کا انتقام لے کر اپنا غصہ ٹھنڈا کر سکیں۔ چنانچہ اسی لڑائی میں وہ حضرت معاذ کے پیچھے سے آ کر شانہ پر اس زور سے تلوار مارتے ہیں کہ حضرت معاذ کا بازو کٹ جاتا ہے لیکن تسمہ لگا رہتا ہے۔ ہاتھ بے کار ہو کر لٹک جاتا ہے۔ مگر قربان جائیں اس پروانۂ اسلام پر کہ شام تک اسی حالت میں لڑتے رہتے ہیں اور جب یہ دیکھا کہ ہاتھ کے لٹکنے سے لڑائی میں دقت ہوتی ہے تو ہاتھ کو اپنے قدم کے نیچے دبا کر زور سے کھینچتے ہیں کہ وہ تسمہ ٹوٹ جاتا ہے اور حضرت معاذ خود اپنے ہاتھ سے اپنا بازو اٹھا کر پھینک دیتے ہیں۔

خطیب کہے کہ صحابی رسول نے سبق دیا کہ جسم کا کوئی حصہ یا عضو جہاد کرنے میں دقت پیدا کرے اور اسے اپنے جسم سے علیحدہ کر کے پھینک دو۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر جسم کا کوئی حصہ اسلام کی حمایت میں رکاوٹ بنے تو اسے علیحدہ کرنا صحابہ کی سنت ہے اور اگر کوئی شخص اسلام کی تبلیغ سے روکے۔

اگر کوئی شخص توحید کے عقیدہ سے منع کرے۔
اگر کوئی شخص پیغمبر کی سنت سے روکے۔
اگر کوئی شخص قرآن کی تبلیغ سے روکے۔ ـــــــ تو ایسے
شخص کو اپنی جماعت سے اور جمعیت سے علیحدہ کر دینا چاہیئے۔ اسی بات کو سچے مسلمان ہر رات نماز وتر میں دہراتے ہیں اور یہی عہد کرتے ہیں کہ

وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ ۔ سبحان اللہ العظیم۔

اور ہم علیحدہ کر دیتے ہیں اور چھوڑ دیتے ہیں جو تیری نافرمانی کرے۔
خطیب کو کہنے دیجیئے کہ حضرت معاذ کی یہ کمال جرأت دیکھ کر عکرمہ بھاگ پڑے کہ یہ تو نہ جانے کون لوگ ہیں۔ یہ تو درد اور تکلیف کے مفہوم سے ناآشنا ہیں ۔
حضرت معاذ اسی حالت میں ۲۵ سال تک زندہ رہتے ہیں۔ لیکن ان کے بھائی اسی جنگ میں جام شہادت نوش کر جاتے ہیں۔ خدا کی قدرت ہے جو زخمی ہو گیا تھا وہ برسوں زندہ رہتا ہے اور جو صحت مند اور تندرست تھا وہ جنت پہنچ جاتا ہے۔
یہ حکمتیں تو خدا ہی جانتا ہے۔

اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝ پ ا رکوع ۴۔

شیعہ غور کریں

حضرات گرامی! میں یہاں یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں بلکہ اپنے ایمان کا حصہ سمجھتے ہوئے عرض کرتا ہوں کہ شیعہ لوگ صحابہ کرام کو عموماً اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو خصوصاً معاذ اللہ دین و ایمان سے خالی قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ تاریخ اسلام کے اوراق شاہد ہیں کہ اصحاب مصطفٰے کے استقامت دین اور عشق رسول کا یہ عالم تھا کہ ان کے اعزہ و اقارب کے تعلقات بھی انہیں اسلام اور پیغمبر کے معاملہ میں قطعاً متاثر نہ کر سکے۔ اور وہ پیغمبر کے دشمن کو اپنا دشمن سمجھتے تھے۔ چنانچہ روایات میں آتا ہے کہ جنگ بدر میں حضرت عمر کے اپنے حقیقی ماموں دوران لڑائی ان کے

سامنے آجاتے ہیں تو حضرت عمر اپنے حقیقی ماموں کو ایک ہی وار سے واصل جہنم کر دیتے ہیں ۔ (محمد بن جریر طبری و استیعاب)

خطیب کہے کہ اگر صحابہ پیغمبر کے دشمن کو اپنا دشمن سمجھتے تھے تو پیغمبر بھی صحابہ کے دشمن کو اپنا دشمن سمجھتے تھے ۔ یہاں اس کی تفصیل کا وقت نہیں ہے صرف اتنا کہوں گا کہ آپ کے پاس ایک آدمی کا جنازہ لایا گیا تاکہ آپ اس پر نماز جنازہ پڑھیں مگر آپ نے اس کا جنازہ نہیں پڑھا ۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے کسی کا جنازہ چھوڑ دیا ہو ۔

آپؐ نے فرمایا یہ عثمان سے بغض رکھتا تھا اللہ اس سے بغض رکھتا ہے ۔

(جامع ترمذی جلد دوم ابواب المناقب ۔ مناقب عثمان بن عفان)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ جو کسی صحابی سے بغض رکھتا ہے ۔ اس سے خدا بغض رکھتا ہے اور جس سے خدا بغض رکھتا ہے اور جس سے خدا ناراض ہو جائے ۔ اس کی نجات ہو جائے ۔ ایں خیال است و محال است و جنوں

باپ کا بیٹے سے خطاب

حضرات گرامی ! اگر اجازت دیں تو یہاں میں مزید عرض کر دوں کہ بدر کی جنگ کے اندر ہی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے کو مارنے کے لئے نکلے تھے مگر حضور نے منع فرما دیا ۔ علماء نے لکھا ہے کہ عبد الرحمٰن بن ابو بکر نے اسلام لانے کے بعد ایک مرتبہ اپنے والد گرامی سے کہا کہ غزوہ بدر میں ایک موقع پر آپ میری تلوار کی زد میں آگئے تھے لیکن میں نے باپ سمجھ کر آپ کو چھوڑ دیا اور طرح دے کر دوسری طرف نکل گیا ۔

یہ سن کر رفیق مصطفٰے حضرت ابو بکر صدیق نے فرمایا بیٹا تو نے تو مجھے باپ سمجھ کر چھوڑ دیا تھا لیکن اگر تو میری تلوار کی زد میں آجاتا تو تجھے دشمن اسلام سمجھ کر کبھی نہ چھوڑ دیا ۔ (سیرت خلیفۃ الرسول ص۹۰) سبحان اللہ العظیم ۔

خطیب کہے کہ یہ خطاب ایک باپ اپنے بیٹے کو کر رہا ہے ۔ اس سے معلوم ہوا

کہ حضرت صدیق کے نزدیک اسلام کی دشمنی اور پیغمبر اسلام کی دشمنی سب سے بڑا جرم تھا جسے کسی صورت بھی معاف نہیں کیا جا سکتا تھا اور نہ ہی کوئی تعلق اور رشتہ داری انہیں حق کی حمایت سے روک سکتی تھی۔ حضرت صدیق اکبر کے نزدیک حضور سے بڑھ کر کوئی شخصیت محبت کرنے والی نہیں تھی۔ انہوں نے تو باپ اور بیٹے کو پیغمبر کی محبت پر قربان کر دیا تھا۔ یہی نفوس قدسیہ تھے جن کا ایمان اور عقیدہ یہ تھا کہ

محمد کی محبت دین حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نا مکمل ہے

محمد ہے متاع عالم ایجاد سے پیارا
پدر، مادر، برادر، مال و جاں اولاد سے پیارا

باپ کا قاتل؟

حضرت گرامی! آیئے آپ کو دینی محبت کی ایک جھلک دکھاؤں۔

روایات میں آتا ہے کہ امین الامت حضرت عبیدہ بن جراح کا والد قریش کی طرف سے جنگ میں شریک تھا۔ دوران لڑائی حضرت عبیدہ نے اپنے باپ کو دیکھا کہ یہ تاک تاک کر مجھ پر حملہ کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ لیکن یہ تھوڑی دیر تک طرح دیتے رہے کہ شاید یہ میرا پیچھا چھوڑ دے مگر جب انہوں نے دیکھا کہ یہ جدھر جاتے ہیں باپ ان کے تعاقب میں وہیں پہنچ جاتا ہے تو آخر تنگ آمد بجنگ آمد، باپ کے مقابلہ میں کھڑے ہو جاتے ہیں اور پہلے ہی وار میں اس کا کام پورا کر دیتے ہیں۔

سبحان اللہ العظیم

خطیب کہے کہ یہ ایک دینی محبت کا بے مثال سچا اور سچا نمونہ تھا جس میں عزیز رشتہ دار، اجنبی دشمنوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اگر حقیقی باپ بھی دشمنان اسلام کے ساتھ آیا تو وہ باپ نظر نہ آیا بلکہ اسلام دشمن نظر آیا اور اسے صفحۂ ہستی سے مٹانا ضروری ہو گیا۔

یہاں خطیب کو کہنے دیجئے کہ اگر کوئی اپنے باپ کو قتل کرے تو وہ خدا کے نزدیک اور اس کے پیغمبر کے نزدیک مجرم ہے۔ لوگ اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔ اس کو ملامت کرتے ہیں کہ یہ وہ شخص ہے جس نے اپنے باپ کو قتل کر دیا تھا۔

ایک شخص پیغمبر سے پوچھتا ہے کہ یا رسول اللہ! بتائیے میرا رب مجھ سے کیسے راضی ہوگا؟ ـــــ تو

سرکار مدینہ فرماتے ہیں کہ اپنے باپ کو تم راضی کر لو خدا تم سے راضی ہو جائے گا۔

جس باپ کا یہ مقام ہو اسے قتل کرنا کتنا بڑا جرم ہے۔ لیکن جب باپ مشرک ہو۔ خدا کی توحید کا منکر ہو۔ اور اسلام کو مٹانے کے لئے میدان میں نکل آئے تو ایسے وقت باپ کو قتل کرنا سب سے بڑا ثواب ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں کے متعلق جنہوں نے اسلام کی محبت میں اپنے والد کا خیال نہ کیا۔

اسلام کی محبت میں اپنے بیٹے کا خیال نہ کیا۔

اسلام کی محبت میں اپنی رشتہ داری کا خیال نہ کیا۔

انہی لوگوں کے متعلق خداوند قدوس اپنے پاک کلام میں ارشاد فرماتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ۔

آپ ایسی قوم نہ پائیں گے جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو اور ان لوگوں سے بھی دوستی رکھتے ہوں جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہوں۔

وَلَوْ کَانُوْٓا اٰبَآءَھُمْ اَوْ اَبْنَآءَھُمْ اَوْ اِخْوَانَھُمْ اَوْ عَشِیْرَتَھُمْ۔ (سورت مجادلہ رکوع ۲)

چاہے وہ لوگ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔

اُولٰئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ۔

یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان لکھ دیا ہے اور ان کو اپنے فیض سے قوت دی ہے ۔ سبحان اللہ العظیم

خطیب کہے کہ کتنے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کے کردار کی تعریف خدا تعالیٰ خود کرتے ہیں اور کتنے بدبخت ہیں وہ لوگ جو صحابہ کے کردار پر تنقید کرتے ہیں ۔

قابل تعریف ہیں وہ لوگ جو صحابہ کی محبت کو اپنا جزو ایمان سمجھتے ہیں ۔

اور قابل مذمت ہیں وہ لوگ جو صحابہ پر اعتراض کرتے ہیں ۔

خدا تعالیٰ ہر مسلمان کو عقل سلیم عطا فرمائے ۔ آمین ۔

باقی آئندہ جمعہ
انشاء اللہ
عرض کروں گا ۔

خطبہ نمبر ۵۷

اِعلانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

لشکرِ اسلام میں

جھلکیاں

شرکیہ نام بدل دیا گیا
حضرت بلالؓ عالمِ جلال میں
موت کا وقت متعین
فرار میں قرار تھا خدا کو ان سے پیار تھا
حضرت حمزہؓ کے دو دستی حملے
تلوار آری بن گئی
میدان جنگ میں طویل سجدہ
پھول جو بن کھلے مرجھا گیا
حضرت سعد کے بدلتے تیور
چھڑی بھی تلوار بن گئی
اعلانِ مصطفیٰ لشکرِ اسلام میں
مخلصِ اعظم کے قدم
مشرکِ اعظم کے سینہ پر
ناپاک سر پاکیزہ قدموں میں
ابوجہل کا سر ابن مسعودؓ نے کاٹا
اس کی لطیف وجہ
فتح کے بعد تین روز تک بدر میں قیام
ایسا بیٹا جسے باپ کے مرنے کا رنج نہ تھا
خوشی بھی اور غم بھی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ وَکَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ہ

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ہ

صدق اللہ العظیم

بزرگان محترم دوستو، عزیزو، نوجوان ساتھیو!

گذشتہ خطبہ کے اندر آخر میں عرض کیا تھا کہ خدا تعالےٰ نے صحابہ کرام کی اپنے قرآن میں تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ لوگ اللہ اور اس کے رسول کے مخالفوں سے کبھی دوستی نہیں رکھتے چاہے وہ لوگ ان کے قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ یہ معمولی بات نہیں ہے بہت بڑی بات ہے، بہت بڑی عظمت ہے کہ خدا تعالےٰ خود صحابہ کے قول وفعل کی تعریف کرتے ہیں اور صحابہ تو ہیں ہی تعریف کے لائق۔ ان کا ایمان تعریف کے لائق۔ ان کا کردار تعریف والا۔ ان کی عبادت وریاضت قابل تحسین۔ خدا تعالےٰ ہمیں بھی صحابہ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

عزیزان گرامی قدر! آج کے خطبہ میں جنگ بدر کے مزید واقعات عرض کروں گا۔ دعا فرمائیں کہ خدا تعالےٰ مجھے حق وسچ کہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

شرکیہ نام بدل دیا گیا

حضرات گرامی! حضرت عبد الرحمن بن عوف ایک جلیل القدر صحابی ہیں جو کہ عشرہ مبشرہ میں داخل ہیں۔ قبول اسلام سے پہلے ان کا نام عبد عمرو تھا لیکن جب سے انہوں نے اسلام قبول کیا تو سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کا شرکیہ نام بدل کر عبد الرحمن

رکھ دیا ۔ مسلمان انہیں اسی نام سے پکارتے تھے۔

خطیب کہے کہ نام ایسے رکھنے چاہیئے کہ جس سے معلوم ہو کہ یہ خدا کا بندہ اور غلام ہے اور اگر کسی کا کوئی شرکیہ نام ہو تو اسے بدل دینا چاہیئے جس طرح کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بدل دیا تھا۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ مکہ میں مسلمان تو انہیں اسی نام سے پکارتے تھے جو سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے رکھا تھا مگر مشرکین انہیں اسی نام (پرانے نام) سے پکارتے اور بلاتے تھے۔ اور امیہ بن خلف کے ساتھ مکہ میں ان کی بہت دوستی تھی۔ ایک دن امیہ بن خلف نے حضرت ابن عوف سے کہا کہ کیا تم نے اپنے باپ کا رکھا ہوا نام ترک کر دیا ہے!

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے فرمایا کہ ہاں میں نے وہ شرکیہ نام چھوڑ دیا ہے۔ اب میرا وہی نام ہے جو میرے ہادی اور مرشد کامل نے رکھا ہے۔

امیہ بن خلف کہنے لگا کہ مجھے تمہارا پہلا نام ہی پسند ہے میں تو اسی نام سے بلایا کروں گا۔

حضرت عبدالرحمان بن عوف نے کہا کہ میں پھر جواب ہی نہ دوں گا۔

چنانچہ اس کے بعد جب کبھی امیہ حضرت عبدالرحمان کو عبد عمرو کہہ کر پکارتا تو حضرت عبدالرحمٰن جواب ہی نہ دیتے۔

ایک روز امیہ کہنے لگا کہ دوست میں "رحمان" کو جانتا نہیں اور تم پرانے نام پر مجھے جواب نہیں دیتے ہو۔ اس لئے مناسب ہے کہ تم اپنے لئے کوئی اور نام تجویز کر دو جس سے میں تم کو مخاطب کیا کروں۔ اس کے بعد امیہ نے خود ہی عبدالرحمٰن کے لئے عبدالالٰہ نام تجویز کر دیا۔ اور وہ ہمیشہ انہیں عبدالالٰہ کہہ کر بلاتا تھا۔

خطیب کہے کہ قدرت خداوندی دیکھئے کہ مشرکین کے سرغنہ سے بھی جو نام خدا نے تجویز کروایا وہ بھی ان کے عقیدہ کے خلاف تھا۔ کیونکہ ان کے تو بہت سے خدا تھے بہت سے معبود تھے لیکن مسلمانوں کا ایک ہی الٰہ تھا اور اس مشرک نے نام تجویز کیا عبدالالٰہ یعنی الٰہ کا بندہ۔ چونکہ یہ بھی ایک اچھا نام تھا۔ چنانچہ جب امیہ

حضرت عبدالرحمٰن کو عبدالالٰہ کہہ کر پکارتا تو یہ جواب دیتے تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اپنے عقیدہ کے کتنے پکے تھے اور انہیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا رکھا ہوا نام کتنا پیارا تھا اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایئے کہ جنگ بدر میں حضرت عبدالرحمٰن مشرک مقتولوں کے جسموں سے اتاری ہوئی زرہیں اٹھائے امیہ کے قریب سے گذرتے ہیں۔ امیہ انہیں آواز دیتا ہے اور کہتا ہے اے عبد عمرو! حضرت عبدالرحمٰن اسے جواب نہیں دیتے خاموشی سے گذر جاتے ہیں۔

خطیب کہے کہ صحابہ کو اپنے پیغمبر کی پسند کا کتنا خیال تھا کہ دوران جنگ جبکہ افراتفری کا عالم ہوتا ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن اس کی بات کا جواب نہیں دیتے اس لئے کہ اس نے انہیں شرکیہ نام سے پکارا ہے اور اس شرکیہ نام کو پیغمبر نے نا پسند فرمایا ہے۔ اگر حضرت عبدالرحمان اسی پہلے نام پر بھی جواب دیتے تو اس کا مطلب تھا کہ انہیں حضورؐ کی ناراضگی اور ناپسندیدگی کی کوئی پرواہ نہیں۔ اگر کسی نے پرانے نام سے بلایا تو جواب دے دیا۔ لیکن بھلا صحابہ سے یہ عمل کیسے ہو سکتا تھا انہیں تو ہر لحظہ ہر گھڑی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی پسند اور خوشی کا خیال تھا۔ اور صحابہ کا تو ایمان تھا کہ نبی راضی تو خدا راضی۔ چنانچہ خدا تعالےٰ نے بھی ان کے اسی عمل اور عقیدہ کو پسند کرتے ہوئے فرمایا کہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ۔ سبحان اللہ العظیم۔

عزیزان گرامی قدر! میں دور نکل گیا عرض کر رہا تھا کہ حضرت عبدالرحمان کو جب امیہ نے میدان جنگ میں شرکیہ نام سے پکارا تو آپؓ نے جواب نہ دیا اور جب اس کے عبدالالٰہ کہہ کر بلایا تو پھر حضرت عبدالرحمٰن اسے جواب دیتے ہیں اور وہ کہتا ہے کہ اے عبدالالٰہ کیا تم مجھے اور میرے بیٹے کو پناہ دے سکتے ہو؟ تو حضرت ابن عوف کہتے ہیں کہ ہاں تمہیں پناہ دیتا ہوں۔ چنانچہ زرہیں پھینک کر ان دونوں کا ہاتھ تھام لیتے ہیں اور انہیں لے کر ایک طرف کو چلتے ہیں

حضرت بلالؓ عالم جلال میں

حضرات گرامی! آپ جانتے ہیں کہ حضرت بلالؓ مسلمان ہونے سے پیشتر امیہ بن خلف کے غلام تھے اور امیہ مکہ میں انہیں طرح طرح کی سخت اذیتیں دیا کرتا تھا تاکہ یہ تنگ ہو کر اسلام چھوڑ دیں۔ لیکن وہ پوری کوشش کے باوجود حضرت بلال کو اسلام سے نہ ہٹا سکا۔ سبحان اللہ العظیم۔

روایات میں آتا ہے کہ اس موقع پر حضرت بلال کی امیہ پر نظر پڑ جاتی ہے۔ بس دیکھتے ہی حضرت بلال جلال میں آجاتے ہیں اور پکار کر کہتے ہیں۔ امیہ بن خلف کفر کا سرغنہ ہے میں ہلاک ہو جاؤں گا اگر تو بچ جائے۔

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف کہتے ہیں کہ بلالؓ! یہ تو میرا قیدی ہے اور تم قیدی سے بدسلوکی کرنا چاہتے ہو؟

حضرت بلالؓ پھر پکار کر کہتے ہیں کہ میں ہلاک ہو جاؤں اگر یہ دونوں باپ بیٹا بچ جائیں۔

حضرت عبد الرحمٰن پھر کہتے ہیں کہ یہ میرا قیدی ہے۔

مگر حضرت بلال عالم جلال میں تھے کوئی بات نہیں سنتے اور بلند آواز سے کہتے ہیں کہ اے اللہ کے انصارو! ادھر آؤ دیکھو یہ کفار کا سرغنہ امیہ بن خلف ہے۔ بچ کر نہ جائے۔

حضرت بلال کی آواز پر بہت سے انصار وہاں پہنچ جاتے ہیں اور امیہ کا گھیراؤ کر لیتے ہیں، حضرت عبد الرحمٰن انہیں پناہ دینے کا وعدہ نبھانے کی پوری کوشش کرتے ہیں مگر حضرت بلال ان کی کوئی پیش نہیں چلنے دیتے اور اپنے ساتھیوں کی مدد سے امیہ کو اس کے اصلی مقام پر پہنچا کر ہی دم لیتے ہیں۔ (ابن جریر طبری)

خطیب کہے کہ آج وہ سفاک انسان حضرت بلال کے قابو میں آیا تھا آج وہ کیسے اسے چھوڑ دیتے اور اس کی سفارش کرنے والی بات کیسے سنتے کہ اس بدبخت

نے بھی تو حضرت بلال کو سزا دیتے وقت کسی کی نہیں سنی تھی۔ اسے حضرت صدیق اکبر نے روکا تھا مگر یہ باز نہ آیا۔ آج حضرت بلال کیسے باز آجائے۔ چنانچہ انہوں نے اس کفر کے نمائندہ کو واصل جہنم کرکے بتا دیا کہ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وقت ایک جیسا نہیں رہتا بدلتا رہتا ہے۔ کل تک جنہیں اپنی طاقت پر غرور تھا۔ آج میدان بدر میں بے گور و کفن پڑا ہے اور کوئی اس کی لاش پر آنسو بہانے والا بھی نہیں ہے۔

خطیب کو کہنے دیجئے کہ آج پیغمبر اسلام کی پیش گوئی پوری ہو گئی۔
آج امیہ کو اس کے معبود نہ بچا سکے۔
آج امیہ کو لات و منات نے بے سہارا چھوڑ دیا۔
آج امیہ کو ذلت سے کوئی نہ بچا سکا۔
آج امیہ کو اپنے کئے کی سزا مل گئی۔
وہ دنیا میں ہی ذلیل اور رسوا ہو گیا ـــــ اور
بلال دنیا ہی میں کامیاب و کامران ہو گیا۔ سبحان اللہ العظیم۔

موت کا وقت متعین ہے

حضرات گرامی! آپ نے اکثر علماء سے سنا ہوگا بلکہ ہر شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ موت کا وقت متعین ہے وہ اپنے وقت پر آتی ہے۔ لیکن اس بات کا صحیح نمونہ اگر دیکھنا ہو تو آپ کو میدان بدر میں ابو البختری کی ہلاکت سے نظر آئے گا۔

روایات میں آتا ہے کہ ابو البختری جس کا اصل نام عاص بن ہشام تھا۔ یہ ایک شریف الطبع انسان تھے اس نے کبھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو ستایا تھا اور نہ ہی کبھی کوئی ایسی حرکت کی تھی جو سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو ناگوار گذری ہو۔ بلکہ اس نے ابو جہل کو صرف اس لئے مارا تھا کہ اس نے شعب ابی طالب میں حکیم بن حزام کو غلہ لے جانے سے روکا تھا اور آپ کے خلاف جو معاہدہ تحریر میں لایا گیا تھا اسے پھاڑنے میں بھی ابو البختری پیش

پیش تھا۔ چنانچہ ان وجوہات کی وجہ سے آپؐ ازراہ قدرشناسی اپنے صحابہ ہاشمیوں کی طرح ابوالبختری کے قتل سے بھی روک دیا تھا کہ اگر کسی جگہ ابوالبختری نظر آئے تو اسے قتل نہ کیا جائے۔ لیکن آپ کی ممانعت خدا کی تقدیر کو نہ روک سکی اور اس کا میدان جنگ میں اپنے ایک دوست کے ہمراہ حضرت مُجذّر بن زیاد سے تصادم ہو جاتا ہے حضرت مجذر کہتے ہیں کہ میں تجھے قتل نہیں کر سکتا کیونکہ ہمارے پیغمبر نے تمہارے قتل سے منع کیا ہے۔

ابوالبختری کہتا ہے کہ کیا تم میرے ساتھی کو بھی میرے ساتھ چھوڑتے ہو یا نہیں؟

انہوں نے کہا کہ نہیں صرف تمہیں چھوڑنے کا حکم ہے۔

کہنے لگا پھر دوست کے بغیر میرا زندہ رہنا بھی فضول ہے اور میں اسے تمہارے رحم وکرم پر نہیں چھوڑ سکتا۔ یہ کہہ کر حضرت مجذر پر حملہ آور ہوتا ہے اور حضرت مجذّرؓ کے ہاتھ سے مارا جاتا ہے۔ (محمد بن جریر طبری)

خطیب کہے کہ اس کی موت بدر کے میدان میں ہی لکھی تھی۔ اس نے اسی میدان میں قتل ہونا تھا۔ اس کا وقت پورا ہو گیا تھا اور چونکہ موت کا وقت متعین ہے۔ اور جب وقت آجائے تو موخر نہیں ہوتا۔

اِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ اِذَا جَآءَ لَا یُؤَخَّرُ ۔

خطیب کو کہنے دیجئے کہ جب موت کا وقت آجائے تو

کوئی تدبیر کام نہیں کرتی۔

کوئی منصوبہ اسے موخر نہیں کر سکتا۔

کوئی انسان اس سے بچنے کی راہ پا نہیں سکتا۔ ــــــ اور

نہ ہی کسی کی تدبیر سے موت ٹلتی ہے۔ یہ تو صرف اسی کا حکم مانتی ہے جس نے اسے پیدا کیا ہے جو وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔

فرار میں قرار تھا خدا کو ان سے پیار تھا

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ حضرت ابوسفیان جو کہ تجارتی قافلہ کو خطرہ سے بچا کر بحفاظت مکہ لے گئے تھے اور پھر مکہ پہنچ کر انہوں نے ابوجہل کو پیغام بھیجا تھا کہ قافلہ صحیح وسلامت نکل آیا ہے۔ لہٰذا تم بھی اب واپس آجاؤ۔ مگر ابوجہل نے انکار کیا۔ چنانچہ ابوسفیان بھی قافلہ کو مکہ چھوڑ کر بڑی عجلت سے اس لشکر میں آگئے تھے جو مسلمانوں کے ساتھ لڑنے کو آیا تھا اور اسی قافلہ کے ساتھ مل کر غزوہ بدر میں شرکت کرتے ہیں۔

روایات میں آتا ہے کہ دوران لڑائی بہت سے زخم کھا کر میدان سے بھاگ نکلتے ہیں اور بھاگتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ بدر سے زیادہ منحوس جگہ میں نے آج تک نہیں دیکھی۔ خدا کی قسم ابوجہل بڑا منحوس آدمی ہے۔ (مدارج)

خطیب کہے کہ ابوسفیان کو کیا خبر تھی کہ بدر تو ان کے لئے مبارک جگہ ثابت ہوئی کہ اس جگہ سے یہ فرار ہوگئے اور پھر انہیں اسلام کی دولت نصیب ہوگئی اور جو دشمن اسلام تھے وہ لقمۂ اجل ہوگئے۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کو کہنے دیجئے کہ حضرت ابوسفیان کے اس فرار میں ابدی قرار تھا اور فرار کا موقع اس لئے ملا کہ خدا کو ان سے پیار تھا۔ اور خدا کو اس لئے ان سے پیار تھا کہ مصطفےٰ کو ان کا خیال تھا۔ سبحان اللہ العظیم۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو ان کا کیوں خیال تھا آیئے عرض کرتا ہوں۔

امام جلال الدین سیوطیؒ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضورؐ کی بعثت کے ابتدائی زمانے میں ایک دن ابوجہل نے سیدہ فاطمہ کو کسی بات پر تھپڑ مار دیا۔ کمسن سیدہ فاطمہ روتی ہوئی حضورؐ کے پاس گئیں اور ابوجہل کی شکایت کی۔ آپؐ نے فرمایا بیٹی! جاؤ اور ابوسفیان سے کو ابوجہل کی اس حرکت سے آگاہ کرو۔ چنانچہ سیدہ ابوسفیان کے پاس جاتی ہے اور انہیں سارا واقعہ سناتی ہے۔

ابوسفیان اس ننھی سیدہ کی انگلی پکڑ کر سیدھے اس جگہ پہنچتے ہیں جہاں ابوجہل بیٹھا ہوا تھا اور اس جگہ پہنچ کر سیدہ سے کہتے ہیں کہ بیٹی جس طرح اس نے تمہارے منہ پر تھپڑ مارا تھا تم بھی اسی طرح اس کے منہ پر تھپڑ مار دو۔ اگر یہ کچھ بولے گا تو میں اس سے

نمٹ لوں گا. چنانچہ سیدہ ابوجہل کے منہ پر تھپڑ مارتی ہیں اور پھر گھر جاکر حضورؐ سے تمام واقعہ عرض کرتی ہیں اور آپؐ دعا فرماتے ہیں کہ الٰہی! ابوسفیان کے اس سلوک کو نہ بھولنا.

(سیرت فاطمۃ الزہرا صہ ۶۶ - طالب ہاشمی)

خطیب کہے کہ یہی وجہ تھی کہ ابوسفیان کو بدر سے بچ نکلنے کا موقع ملا اور پھر چند سال بعد یہ دامن اسلام میں آگئے. سبحان اللہ العظیم.

حضرت حمزہ کے دو دستی حملے

عزیزان گرامی قدر! روایات میں آتا ہے کہ جنگ بدر میں دیگر صحابہ کے ساتھ ساتھ حضرت حمزہؓ نے خوب داد مردانگی دی تھی. علماء نے لکھا ہے کہ اس روز ان کی دستار پر شتر مرغ کی کلغی تھی اس لئے جدھر کا بھی رخ کرتے تھے صاف نظر آتے تھے. امیہ بن خلف نے قتل ہونے سے پہلے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے پوچھا تھا کہ یہ لشکر میں کلغی لگائے کون ہے؟ اور جب اسے یہ بتایا جاتا ہے کہ یہ حمزہؓ ہیں تو امیہ افسوس کے ساتھ کہتا ہے کہ آج ہم کو سب سے زیادہ نقصان انہی نے پہنچایا ہے. (تاریخ طبری و اسدالغابہ)

خطیب کہے کہ کفر کا نقصان کیوں نہ ہوتا خدا کے شیر دونوں ہاتھوں میں تلواریں لئے کفر کا صفایا کر رہے تھے. شاعر کہتا ہے.

کیا حمزہ نے دھارا اس طرح قریشی جلیلوں پر
کسی جنگل میں جیسے شیر جا پڑتا ہے فیلوں پر

بہت بے باک تھی یہ تیغ اب کچھ ادھر چل نکلی
ابھی شانے پہ چمکی اور ابھی زیر بغل نکلی

کسی کی ڈھال کاٹی سر سے گذری صدر تک پہنچی
بڑی خوبی سے منشائے قضا و قدر تک پہنچی

سبحان اللہ العظیم

تلوار آری بن گئی

حضراتِ گرامی! روایات میں آتا ہے کہ حضرت زبیر بن عوام جو عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں۔ جن کو دنیا ہی میں حضورؐ نے جنتی ہونے کی بشارت دی تھی۔ اس جنتی شخص نے میدانِ بدر میں اپنی شجاعت و بہادری کے ایسے جوہر دکھائے کہ دیکھنے والے ششدر رہ گئے تھے۔ اگرچہ اس جنگ میں انہوں نے خود بھی بہت زخم کھائے مگر مشرکین کو بھی خوب تہہ تیغ کیا اور اس تیزی سے تلوار چلائی کہ تلوار میں دندانے پڑ گئے تھے۔ لیکن پھر بھی اسی آری نما تلوار سے مقابلہ کئے جا رہے تھے۔

شاعر کہتا ہے۔

زبیر اس رنگ سے گھس کر لڑے گھمسان کے اندر
زمیں پر لگ گئے کشتوں کے پشتے آن کے اندر

اگرچہ شانہ و بازو پہ کھائے زخم بھی کاری
اگرچہ چلتے چلتے بن گئی تلوار بھی آری

مگر بپھرے ہوئے تھے دشمنوں کے طعن سن سُن کر
خدا کے دشمنوں کو مارتے جاتے تھے چُن چُن کر

سبحان اللہ العظیم۔

میدانِ جنگ میں طویل سجدہ

عزیزانِ گرامی قدر! میں عرض کر رہا تھا کہ ایک طرف میدان کارزار گرم تھا اور دوسری طرف خدا کا حبیب خدا سے طالب کرم تھا۔ آپؐ بارگاہ خداوندی میں مناجات میں مشغول تھے۔ سیدنا حضرت علی فرماتے ہیں کہ میں نے کچھ دیر لڑنے کے بعد ارادہ کیا کہ جا کر معلوم کروں کہ حضور کس حال میں ہیں۔ چنانچہ جب میں نے آپ کو عریش میں آ کر دیکھا تو آپ سجدہ کی حالت میں تھے اور کہہ رہے تھے۔ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ میں یہ سن کر پھر لڑائی کے لئے آ گیا کچھ دیر بعد پھر گیا تو آپ اسی سجدہ کی حالت میں تھے اور یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ کہہ رہے تھے۔ چنانچہ خدا تعالےٰ نے آپ کی مناجات قبول کی اور مسلمانوں کو فتح نصیب

ہوئی اور قریش نے راہ فرار اختیار کی۔ (ابن سعد) سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہے کہ صحابہ تو میدان جنگ میں قتال کی طرف تھے اور پیغمبر خدائے متعال کی طرف تھے۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کو کہنے دیجئے کہ

صحابہ نبی سے وفا کر رہے تھے اور نبی صحابہ کے لئے دعا کر رہے تھے۔

صحابہ جہاد میں مشغول تھے۔ نبی فریاد میں مشغول تھے۔

صحابہ شمشیر بکف تھے۔ نبی تکبیر بہ لب تھے۔

صحابہ بدر کے میدان میں تھے۔ نبی بارگاہ رحمان میں تھے۔

صحابہ کفر کو للکار رہے تھے۔ نبی خدا کو پکار رہے تھے۔

صحابہ خون بہار رہے تھے۔ نبی آنسو گرا رہے تھے۔

صحابہ نبی کے گلستان تھے۔ نبی صحابہ کے باغبان تھے ـــــ اور خدا تعالےٰ ان سب پر مہربان تھے۔ سبحان اللہ العظیم۔

پھول جو بن کھلے مرجھا گیا

حضرات گرامی! میدان بدر میں جہاں بڑے بڑے صحابہ نے داد شجاعت دی۔ وہاں ایک ابھرتے ہوئے نوجوان نے بھی کمال بہادری دکھائی۔ روایات میں آتا ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص کے چھوٹے بھائی عمیر بن ابی وقاص بھی مدینہ سے چلتے ہوئے لشکر اسلام میں شامل ہو گئے تھے۔ اس وقت ان کی عمر سولہ سال تھی۔ یہ اپنے بڑے بھائی حضرت سعد بن ابی وقاص سے کہتے ہیں کہ

بھائی جان! میں بھی جہاد کے لئے جانا چاہتا ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ خدا تعالےٰ مجھے شہادت نصیب فرما دے۔ لیکن مجھے ڈر ہے کہ کہیں حضورؐ مجھے کم عمر دیکھ کر ساتھ لے جانے سے انکار نہ فرما دیں۔

حضرت سعد فرماتے ہیں کہ اچھا تم کوشش کر کے دیکھ لو شاید اجازت مل جائے۔

چنانچہ جب جانباز یکے بعد دیگرے آپ کے معائنہ کے لئے پیش ہوئے تو آپؐ نے عمیر کو واپس جانے کا حکم فرمایا کہ تم ابھی چھوٹے ہو۔ لہذا گھر واپس چلے جاؤ۔ حضرت عمیر بن ابی وقاص یہ سنکر بے اختیار رونے لگتے ہیں اور ان کے آنسو دیکھ کر رحمت دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا قلب مبارک متاثر ہوتا ہے اور انہیں شرکت کی اجازت مل جاتی ہے۔ اور پھر ان کی نیک بختی دیکھئے کہ لڑائی کے وقت حضور خود اپنے ہاتھ سے ان کے تلوار باندھتے ہیں اور جب مقابلہ شروع ہوتا ہے تو یہ دشمن کے نرغہ میں گھس جاتے ہیں اور کافی دیر تک اپنی طاقت کے مطابق داد شجاعت دیتے ہیں اور پھر ان کی خواہش کے مطابق انہیں شہادت نصیب ہو جاتی ہے۔ (مستدرک حاکم)

خطیب کہے کہ وہ نوجوان جو کبھی اس عمر میں کوئی سنجیدہ کام نہیں کرتے۔ سولہ سالہ عمر انتہائی غیر ذمہ دارانہ ہوتی ہے۔ اس عمر میں بہت کم کوئی سنجیدہ اور معقول کام کرتے ہیں لیکن قربان جائیں اس نوجوان عمیر بن ابی وقاص کے جو شہادت کی تمنا لے کر گھر سے نکلا تھا۔ جس کے تلوار پیغمبر اسلام نے خود اپنے دست مبارک سے باندھی تھی۔

وہ ابھرتا نوجوان جوانی کی بہاریں دیکھنے سے پہلے ہی جنت بہاریں لوٹنے جنت میں چلا گیا۔

وہ نوجوان جو ابھی اپنی آرزوئیں پوری نہ کر سکا جام شہادت پی گیا۔

وہ پھول جس نے ابھی مسکرانا تھا۔

وہ پھول جس نے ابھی ناز اٹھانا تھا۔

وہ پھول جسے دیکھ کر پرندوں نے چہچہانا تھا۔

وہ پھول بن کھلے مرجھا گیا۔

وہ غنچہ مسکرانے سے پہلے توڑ دیا گیا۔

وہ پھول کھلنے سے پہلے بکھیر دیا گیا۔

پھول تو دو دن بہار جاں فضا دکھلا گئے
حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

حضرت سعد کے بدلتے تیور

حضرت گرامی! یہاں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ صحابہ کرام کو اسلام سے کس قدر محبت اور مشرکین سے کس قدر نفرت تھی اسے واضح کرنے کے لئے میں ایک واقعہ عرض کرتا ہوں۔

روایات میں آتا ہے کہ حصول غلبہ کے بعد جب مسلمان قریش کے گرنے پڑنے والے لوگوں کو قید کر رہے تھے تو حضرت سعد بن معاذ انصاری انصار کی ایک جماعت کے ساتھ عریش کے دروازہ پر پہرہ دے رہے تھے اور ان کے چہرے پر کچھ ناگواری کے آثار تھے: سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے جب ان کے بدلتے تیور دیکھے۔ تو فرمایا اے سعد! کیا قریش کی اسیری تم پر شاق گذری ہے؟

حضرت سعد عرض کرتے ہیں جی ہاں یا رسول اللہ۔ یہ پہلا موقع ہے کہ خداوند قدوس نے ہمیں ان بے دینوں اور پر غلبہ دیا تھا۔ ان دشمنانِ اسلام کو زندہ رکھنے سے کہیں زیادہ بہتر تھا کہ ہمیشہ کے لئے انہیں صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جاتا۔ سبحان اللہ العظیم

(منہاج السنۃ ۔ تاریخ طبری)

خطیب کہے کہ صداقت اسلام اور صحابہ کی محبت رسول کا اس واقعہ سے اندازہ لگائیں کہ صحابہ مشرکین کو دنیا کے تختہ سے مٹانا چاہتے تھے۔ اس لیے مشرکین قید کرنا ناگوار تھا اور انہیں قتل کرنا باعث خوشی اور مسرت تھا۔ میری دلی دعا ہے کہ خدا تعلٰے ہمیں بھی صحابہ جیسا جذبہ اور ہمت عطا فرمائے۔ سب کہہ دیں آمین۔

چھڑی بھی تلوار بن گئی

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ جنگ بدر میں عکاشہ بن محصن کی لڑتے لڑتے تلوار ٹوٹ گئی۔ یہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے، عرض کیا حضورؐ! میری تلوار جہاد کرتے ہوئے ٹوٹ گئی ہے۔

آپؐ نے حضرت عکاشہ کو ایک چھڑی عطا فرما دی جو حضرت عکاشہ کے ہاتھ میں

جاتے ہی تلوار بن گئی ۔ سبحان اللہ العظیم ۔

حضرت عکاشہ اسی سے جہاد کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ نے اسلام کو فتح عطا فرمادی۔ اس تلوار کا نام عون تھا۔ ہر غزوہ میں عکاشہ یہ تلوار ساتھ رکھتے تھے ۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۳ صـ ۲۹۰)

خطیب کہے کہ یہ اعجازِ پیغمبر بھی تھا اور خدا کی قدرت کا کرشمہ بھی کہ ایک چھڑی کو دشمن مصطفےٰ کے لئے تیغ براں بنادیا ۔ قرآن کہتا ہے کہ

وَاللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ خدا ہر شے پر قادر ہے ۔

وہ چاہے تو تلواروں کو چھڑی بنادے ۔ ــــ اور

وہ چاہے تو چھڑی کو چمکتی ہوئی تلوار بنادے ۔ اور حجر و شجر پکار اٹھیں کہ

ان کی تیغوں کی چمکتی تیز دھاروں کو سلام

حضرات گرامی ! ہر مسلمان کا یہ عقیدہ ہے اور ہونا چاہیئے کہ جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ اسی کی مرضی سے ہوتا ہے ۔ اس کی مرضی کے سوا کوئی شے بھی نفع و نقصان نہیں پہنچا سکتی ۔

اس کی مرضی ہو تو ابابیلوں جیسے معمولی پرندوں سے ہاتھی جیسے جسیم درندوں کو تباہ کروا دے ۔

اس کی مرضی ہو تو جلتے انگاروں کو خلیل کے لئے گلزار بنادے ۔

اس کی مرضی ہو تو تیز چھری کو چھڑی کی طرح کند بنادے ۔

اس کی مرضی ہو تو چھڑی کو تیز چھری ہی نہیں تیغ براں بنادے ۔ سبحان اللہ العظیم

ہر چیز اس کی پیدا کردہ ہے اور اسی کا حکم مانتی ہے ۔ ساری کائنات اسی ایک قادر کے قبضۂ قدرت میں ہے ۔ قرآن میں ارشاد ہے ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ ۝

وہ ذات بابرکت ہے جس کے ہاتھ میں سب حکومت ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ۔ (سورت ملک پ ۲۹)

مخلوق ساری دا، داتا خدا ہے
ہر شے تے قادر تے مشکلکشا ہے

اعلانِ مصطفےٰ لشکرِ اسلام میں

حضرات گرامی! میں عرض کر رہا تھا کہ حضرت معاذ اور حضرت معوذ دونوں ابوجہل لعنۃ اللہ علیہ کو مردہ سمجھ کر چھوڑ آئے تھے۔ ادہر سرکار دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم فتح کے بعد لشکر اسلام میں یہ اعلان کرتے ہیں کہ کوئی ہے جو ابوجہل کی خبر لائے؟

حضرت عبداللہ بن مسعود کھڑے ہوتے ہیں۔ آپ انہیں حکم دیتے ہیں کہ جاکر ابوجہل کو مقتولوں میں تلاش کرو۔ چنانچہ یہ جاکر مقتولوں میں تلاش کرتے ہیں تو کیا دیکھتے ہیں کہ ابوجہل پڑا دم توڑ رہا ہے۔ اسے دیکھتے ہی حضرت عبداللہ بن مسعود کو ابوجہل کا ایک ایک ظلم یاد آنے لگتا ہے۔ ایک تو یہ بدبخت حضور کا بدترین دشمن تھا اور دوسرا یہ کہ اس بدبخت نے ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعود کو اس قدر مارا تھا کہ ان کے کان کا پردہ پھٹ گیا تھا۔ چنانچہ اسے دیکھتے ہی ان کا خون کھول اٹھتا ہے اور اس کی نجس داڑھی پکڑ کر کہتے ہیں کہ اے دشمنِ خدا! کیا تو ہی ابوجہل ہے؟ یعنی تو ہی وہ ابوجہل ہے جو کبھی کسی کے قابو نہ آتا تھا۔ آج خدا تعالےٰ نے تجھے خوب ذلیل کیا ہے۔

ابوجہل اس وقت بھی غرور سے باز نہیں آتا اور کہتا ہے کہ ایک شخص کو غلطی سے اس کی اپنی قوم نے قتل کر دیا۔ تو اس میں تمہارے لئے فخر کی کون سی بات ہے!

پھر کہتا ہے کہ کاش مجھے کسی کسان نے قتل نہ کیا ہوتا۔ (صحیح مسلم شریف)

یاد رکھئے کہ کسان سے مراد انصار تھے جو اہل زراعت تھے اور قریش کے لوگ ان زراعت پیشہ لوگوں کو حقیر سمجھتے تھے۔ (مدارج)

مخلصِ اعظم کے قدم مشرک اعظم کے سینہ پر

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود ابوجہل

کی چھاتی پر سوار ہو جاتے ہیں اور اس کی گردن پہ پاؤں رکھ دیتے ہیں۔
ابو جہل کہتا ہے کہ اے بھیڑوں کے چرانے والے تو بہت اونچی جگہ چڑھا ہے۔
خطیب کہے کہ
آج مظلوم نے ظالم سے بدلہ لے لیا۔
آج مخلص نے مشرک سے بدلہ لے لیا۔
آج کمزور نے طاقتور سے بدلہ لے لیا۔
آج ضعیف نے توانا سے بدلہ لے لیا۔
آج پیدل نے سوار سے بدلہ لے لیا۔
آج نہتے نے مسلّح سے بدلہ لے لیا۔
آج عبداللہ بن مسعود نے ابوجہل سے بدلہ لے لیا۔
آج عبداللہ بن مسعود نے اپنے منہ پر لگے طمانچہ کا بدلہ لے لیا۔
آج عبداللہ کفر کے سردار کے سینہ پر چڑھ گیا۔
آج عبداللہ شرک کے مینار پر چڑھ گیا۔
آج عبداللہ غلاظت کے ڈھیر پر چڑھ گیا۔
آج عبداللہ خباثت کے محل پر چڑھ گیا۔
آج عبداللہ شرارت کے ٹیلے پر چڑھ گیا۔
آج عبداللہ جہالت کے گنبد پر چڑھ گیا۔
آج عبداللہ حماقت کے کوٹھے پر چڑھ گیا۔
آج عبداللہ ابوجہل کے سینہ پر چڑھ گیا۔ سبحان اللہ العظیم۔
خطیب کو کہنے دیجئے کہ
آج پتلی ٹانگوں والا عبداللہ پتلے عقیدے والے سینہ پر کھڑا ہے۔
آج بھیڑ چرانے والے کے قدموں کے نیچے شرک کا سردار بھیڑ کی طرح لیٹا ہے۔
آج مظلوم ظالم کے سینہ پر کھڑا مسکرا رہا ہے۔

آج قرآن کی تلاوت کرنے والا شیطان کی عبادت کرنے والے کے سینہ پہ دندنا رہا ہے۔

آج رحمان کا بندہ شیطان کے بندے کی گردن پاؤں سے دبا رہا ہے۔

آج مخلص اعظم کے قدم مشرک اعظم کے سینہ پر ہیں۔ سبحان اللہ العظیم۔

اے لوگو! غور کرو خدا تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ دیکھئے۔

نیچے کفر کا امام ہے ——— اوپر اخلاص کا امام ہے۔

نیچے شرک کا امام ہے ——— اوپر شرف کا امام ہے۔

نیچے تکبر کرنے والا ہے ——— اوپر تکبیر کہنے والا ہے۔

نیچے تحقیر کرنے والا ہے ——— اوپر تقریر کرنے والا ہے۔

نیچے تقصیر کرنے والا ہے ——— اوپر تفسیر کرنے والا ہے۔

نیچے تفریق کرنے والا ہے ——— اوپر قرآن کی تفصیل کرنے والا ہے۔

نیچے ابو جہل نکدّر والا ہے ——— اس کے سینہ پر عبداللہ مقدر والا ہے۔

نیچے ابو جہل اپنے غرور والا ہے ——— اوپر عبداللہ اپنے حضور والا ہے۔

سبحان اللہ العظیم

ناپاک سر پاکیزہ قدموں میں

حضرات گرامی! میں عرض کر رہا تھا کہ جب حضرت عبداللہ بن مسعود ابو جہل کے سینہ پر چڑھ کر اپنا پاؤں اس کی گردن پر رکھتے ہیں تو ابو جہل پوچھتا ہے کہ

اچھا یہ تو بتاؤ کہ کس کو ہوئی ہے!

حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول کو فتح ہوتی ہے۔

ابو جہل پوچھتا ہے کہ اب تیرا کیا ارادہ ہے؟

ابن مسعود کہتے ہیں کہ تیرا سر قلم کروں گا۔

کہنے لگا اچھا لیکن میرا سر شانوں کے قریب سے کاٹنا تاکہ دیکھنے والوں کو ہیبت ناک معلوم ہو۔

چنانچہ ابن مسعود نا پاک سر کاٹ کر امام الانبیاء کے پاکیزہ قدموں میں ڈال دیتے ہیں۔

(ابن جریر طبری)

جب یہ ناپاک سر سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں پہنچتا ہے تو آپ

اس ابو جہل کے سر کو خطاب کر کے فرماتے ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَخْزَاكَ یَا عَدُوَّ اللّٰهِ۔

ہر قسم کی حمد کا مستحق ہے وہ خدا تعالےٰ ہے جس نے اے خدا کے دشمن! تجھے

ذلیل کیا۔ اور پھر آپ فرماتے ہیں۔

مَاتَ فِرْعَوْنُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ۔

یعنی اس امت کا فرعون مر گیا۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم ابوجہل کی نسبت ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ یہ اس امت کا

فرعون ہے۔ (صحیح مسلم)

حضرات گرامی! علماء نے لکھا ہے کہ اسلام کا فرعون موسےٰ علیہ السلام کے فرعون

سے بدتر تھا۔ اس لئے کہ جب موسیٰ علیہ السلام کا فرعون غرق ہونے لگا تو اس نے اپنی گمراہی کو تسلیم

کر لیا تھا اور موسےٰ علیہ السلام کے رسول برحق ہونے کا اعتراف کر لیا تھا لیکن اس امت

کا فرعون ابوجہل بدبخت آخری وقت تک بھی غرور و تکبر سے باز نہ آیا۔ (مدارج النبوت)

خطیب کہے کہ

اس امت کے فرعون کا سر اس امت کے نبی کے قدموں میں پڑا ہے۔

کافر اعظم کا سر رسول اعظم کے قدموں میں پڑا ہے۔

ذلیل کائنات کا سر رسول کائنات کے قدموں میں پڑا ہے۔

مغرور کا سر مغفور کے قدموں میں پڑا ہے۔

مغضوب خدا کا سر محبوب خدا کے قدموں میں پڑا ہے۔

ابوجہل کا ناپاک سر حضور کے پاکیزہ قدموں میں پڑا ہے۔ سبحان اللہ العظیم

خطیب کو کہنے دیجئے

جو مٹانا چاہتا تھا وہ آج خود مٹ چکا ہے۔
جو قتل کرنا چاہتا تھا وہ آج خود قتل ہو چکا ہے۔
جو گرانا چاہتا تھا وہ آج خود گر چکا ہے۔
جو نبی کو راستہ سے ہٹانا چاہتا تھا وہ آج خود راستہ سے ہٹ چکا ہے۔
جو نبی کو مغلوب کرنے آیا تھا وہ آج خود مغلوب ہو چکا ہے۔
جو اسلام کی شمع بجھانے آیا تھا آج اس کی اپنی زندگی کا چراغ گل ہو چکا ہے۔

——— سبحان اللہ العظیم ———

حضرات گرامی! خطیب کو مزید کہنے دیجئے کہ

ابوجہل سے زیادہ متکبر کوئی نہیں ——— میرے پیغمبر سے زیادہ مدبر کوئی نہیں۔
ابوجہل سے زیادہ معتوب کوئی نہیں ——— میرے نبی سے زیادہ محبوب کوئی نہیں۔
ابوجہل سے زیادہ مغرور کوئی نہیں ——— کملی والے سے زیادہ مغفور کوئی نہیں۔
ابوجہل سے زیادہ مفسد کوئی نہیں ——— میرے رسول سے زیادہ مخلص کوئی نہیں۔
ابوجہل سے زیادہ مغضوب کوئی نہیں ——— سرکار مدینہ سے زیادہ مطلوب کوئی نہیں۔

——— سبحان اللہ العظیم۔ صلے اللہ علیہ وسلم ———

ابوجہل کا سر ابن مسعود نے کیوں کاٹا؟

اس کی لطیف وجہ

عزیزان گرامی قدر! آپ سوچ رہے ہوں گے کہ ابوجہل جیسے سرکردہ مشرک اور متکبر کا سر کاٹنے کے لئے کسی شہ زور اور بہادر کو آنا چاہیئے تھا۔ لیکن جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے کہ خدا کی مرضی کے آگے کسی کی مجال نہیں کہ دم مار سکے۔ اگر وہ ابابیلوں سے ہاتھی مروا سکتا ہے تو حضرت عبداللہ بن مسعود جیسے کمزور جسم والے سے ابوجہل جیسا سفاک اور اکھڑ مشرک بھی مروا سکتا ہے۔ اگرچہ ابوجہل کو گرانے اور ٹھکانے لگانے میں حضرت معاذ اور معوذ کا عمل

دخل تھا لیکن اس کا سر کاٹنے کے لئے ایک ایسے شخص کو منتخب کیا گیا جس کے سینہ و قلب میں ذرہ برابر بھی تکبر نہیں تھا۔ سبحان اللہ العظیم۔

روایات میں آتا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس سے مروی ہے کہ جس رات سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے جنات کی طرف جانے کا ارادہ فرمایا تو آپ نے ارشاد فرمایا۔

لِیَقُمْ مَعِیَ مَنْ لَمْ یَکُنْ فِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالُ ذَرَّۃٍ مِّنْ کِبْرٍ فَقَامَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ مَعَ نَفْسِہٖ۔ (سیرت المصطفیٰ صنا بحوالہ بنایہ شرح الہدایہ)

ترجمہ! میرے ساتھ جانے کے لئے وہ اٹھے جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہو ابن مسعود اٹھے آپ ان کو اپنے ہمراہ لے گئے۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہتے کہ شاید یہی وجہ تھی کہ دنیا کے سب سے متکبر کا سر دنیا کے سب سے مخلص کے ہاتھ سے کٹوایا تاکہ دنیا کو پتہ چل جائے کہ ابوجہل ہی میں تکبر ہی تکبر ہے۔ اور عبد اللہ بن مسعود میں اخلاص ہی اخلاص ہے۔ اسی لئے ان کی فقہ پوری دنیا میں پاس ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔

حضرات گرامی! آپ حیران ہوں گے کہ میں نے یہ کیا کہہ دیا۔ میں آپ کو یہاں یہ بتاتا چلوں کہ فقہ حنفی جسے حضرت امام اعظم امام ابوحنیفہؒ نے رائج کیا۔ انہی حضرت عبد اللہ بن مسعود کی روایات پر قائم ہوئی ہے اس لئے اہل سنت والجماعت حنفیوں کو خوش ہونا چاہیئے کہ فقہ حنفی کی بنیاد ایسے شخص کی روایات پر قائم اور دائم ہے جس کے قلب میں ذرہ برابر تکبر نہیں تھا اور وہ تمام روایات جن پر فقہ حنفی کا دار و مدار ہے ان کا سلسلہ جسے سلسلۃ الذہب کہتے ہیں حضرت ابن مسعود پر جا کر ختم ہوتا ہے اور عبد اللہ بن مسعود نے اکثر پیغمبر علیہ السلام سے سن کر اور آپ کا عمل دیکھ کر روایت کی ہے۔ اس لئے اگر یہ کہا جائے کہ احناف کی بنیاد تکبر اور عزور سے خالی ہے تو غلط نہ ہوگا۔

خدا تعالےٰ نے حق دسیح پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

فتح کے بعد تین روز تک بدر میں قیام

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ فتح کے بعد تین روز تک حضور بدر میں قیام فرماتے ہیں اور پھر آپ شہداء بدر کی نماز جنازہ پڑھا کر انہیں دفن کرنے کا حکم صادر فرماتے ہیں۔ (سیرت الکبریٰ ص ۹۶۹)

حفیظ جالندہری کہتا ہے۔

اسیروں کی حفاظت کے لئے سامان فرما کر
نماز اپنے شہیدوں کی پیمبرؐ نے پڑھی آ کر

ہوا یہ انتظام اب حسبِ فرمان رسول اللہ
ہوئی تکمیل تدفین فدایانِ رسول اللہ

دعا فرما کے ان سب کو گنہ سے پاک فرمایا
شہادت پانے والوں کو سپرد خاک فرمایا — سبحان اللہ العظیم۔

شہداء بدر کو سپرد خاک کرنے کے بعد آپؐ کو قریش کے مردے ٹھکانے لگانے کا فکر ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ لوگ تو بھاگتے ہوئے یونہی کھلے میدان میں اپنے مردے چھوڑ گئے تھے۔ رحمت دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے انہی مٹی میں دبانے کا حکم دیتے ہیں چونکہ قریش کے مردے زیادہ تھے۔ ایک ایک کا الگ دبانا مشکل کام تھا۔

حضرت انس بن مالک حضرت ابوطلحہ سے راوی ہیں کہ بدر کے دن حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے چوبیس سرداروں کی لاشیں ایک گندے اور ناپاک کنوئیں میں ڈالنے کا حکم فرمایا۔ مقتول تو ستر (۷۰) ہوئے تھے لیکن اس کنوئیں میں صرف چوبیس سردار ڈالے گئے تھے۔ باقی مردود مردے کسی اور جگہ پھنکوائے گئے۔ (فتح الباری باب قتل ابی جہل)

حفیظ جالندہری کہتا ہے۔

سر مقتل ہوئی جو گنتی مقتولان دشمن کی
بہتر سرنگوں لاشیں تھیں سرداران دشمن کی

ہوا ارشاد ان کی پردہ پوشی بھی ضروری ہے
کھلے میدان میں لاشے چھوڑ جانا بے شعوری ہے

صحابہ پر اگرچہ انتہائی ضعف طاری تھا
مگر ارشادِ پیغمبر انہیں ارشادِ باری تھا

پڑی تھیں جا بجا میدان گیر و دار میں لاشیں
اٹھائیں اور سلائیں اک کشادہ غار میں لاشیں

ہوئی معمور پھر نورِ سکوں سے بدر کی وادی
کنارِ غار ایستادہ ہوا اسلام کا ہادی

مخاطب کر کے ہر مقتول کو حضرت نے فرمایا
کہ ہم سے حق نے جو وعدہ کیا تھا ہم نے حق پایا — سبحان اللہ العظیم

سرکارِ دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم مشرکین کی لاشوں کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں
اے کنوئیں والو! تم نے نبی کے خاندان والے ہو کر اپنے نبی کے حق میں بڑے موذی تھے
تم نے میری تکذیب کی مگر دوسرے لوگوں نے میری تصدیق کی۔
تم نے مجھے گھر سے نکالا اور دوسروں نے مجھے پناہ دی۔
تم نے مجھ سے جنگ کی دوسروں نے میری مدد کی۔ (ابن جریر طبری)

بتاؤ غار والو! آج تو تم کو یقین آیا
وعیدِ حق کا ایفا تم نے پایا یا نہیں پایا

ہوئی تصدیق اوروں سے مگر تکذیب تم نے کی
خدا کی بہترین تعمیر کی تخریب تم نے کی

نکالا تم نے گھر سے مجھ کو اوروں نے اقامت دی
اٹھے تم قتل و غارت کو مگر اوروں نے نصرت دی — سبحان اللہ العظیم

ایسا بیٹا جسے باپ کے مرنے کا رنج نہ تھا

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ جب مشرکین کی لاشیں کنویں میں پھینکی جارہی تھیں تو حضرت ابوحذیفہ کے والد کو جب کنوئیں میں بے گور و کفن ڈالا گیا تو حضرت ابوحذیفہ بہت اداس اور غمگین تھے۔ آپؐ نے جب ان کا متغیر چہرہ دیکھا تو فرمایا اے ابوحذیفہ! معلوم ہوتا ہے کہ باپ کی یہ حالت دیکھ کر تمہارا دل بھر آیا ہے۔

حضرت ابوحذیفہ عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ! صلے اللہ علیہ وسلم مجھے اس بات کا رنج نہیں کہ میرا باپ مسلمانوں کے ہاتھوں کیوں مارا گیا بلکہ مجھے افسوس اور غم تو اس بات کا ہے کہ میرا والد عتبہ بن ربیعہ بڑا معاملہ فہم، دانشمند، سخی اور حلیم تھا۔ مجھے پورا وثوق تھا کہ یہ اخلاق حمیدہ اسے ایک نہ ایک دن ضرور اسلام کی طرف لائیں گے۔ اب میں نے دیکھا ہے کہ وہ سعادت ایمان سے محروم رہ کر کفر پر ہی مرا ہے تو مجھے اس بات کا سخت صدمہ ہوا۔

سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم یہ سُن کر ان کی تعریف فرماتے ہیں اور حضرت ابوحذیفہ کے لئے دعاء خیر کرتے ہیں۔ (محمد بن جریر طبری)

خطیب کہے کہ یہ لوگ تھے کہ جن کو ایمان کی قدر و قیمت تھی۔ یہی صحابہ کرام کے تھے جن کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی حقانیت کا کس درجہ یقین تھا کہ انہیں باپ بھائی کی موت کی پرواہ نہیں۔ ان کے بے ایمان مرنے کا رنج و غم ہے۔

انہیں باپ کے کفر پر مرنے کا غم تھا۔

انہیں باپ کے شرک پر مرنے کا غم تھا۔

انہیں باپ کے بدمذہب ہونے کا غم تھا۔

انہیں باپ کے جہنم میں جلنے کا غم تھا۔

قربان جائیں ایسے نفوس قدسیہ پر جنہوں نے اپنے ہاتھوں سے اپنے باپ اور بھائی کی لاشوں کو گڑھے میں دھکیلا لیکن اسلام اور پیغمبر اسلام سے منہ نہ موڑا اور وہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو بھی دشمن مصطفےٰ سمجھ کر دنیا کے تختہ سے مٹاتے رہے تاکہ دنیا کو علم ہو جائے کہ پیغمبر کی محبت کے سامنے کسی کی محبت کوئی اہمیت

نہیں رکھتی۔ کیوں کہ

محمد ہے متاع عالم ایجاد سے پیارا
پدر، مادر، برادر، مال جان اولاد سے پیارا

سبحان اللہ العظیم

ایفائے عہد

حضرات گرامی! جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا کہ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے خالق کائنات نے اپنی خاص نصرت کا وعدہ فرما لیا تھا۔ چنانچہ خدا تعالےٰ نے بدر کے میدان میں اپنی خاص نصرت فرما کر اپنا وعدہ وفا کر دیا اور اس ایفائے عہد کا قرآن میں تذکرہ فرما کر یہ ثابت کر دیا کہ

اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ۔ بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔

قرآن میں ارشاد ہے۔

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ٥ (پ ۴ رکوع ۳)

ترجمہ! اور خدا تعالےٰ بدر کی لڑائی میں تمہاری مدد کر چکا ہے حالانکہ تم کمزور تھے پس اللہ سے ڈرو تاکہ تم شکر کرو

خطیب کہے کہ اس سے یہ مسئلہ بھی حل ہو گیا کہ حقیقی مشکل کشا خدا تعالےٰ کی ذات ہے اور وہی ہے اس لائق کہ اس کی عبادت کی جائے۔ اور اسی سے مدد طلب کی جائے۔ اسی لئے ہر مسلمان نماز میں بارگاہ خداوندی میں عرض کرتا ہے۔ کہ

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ٥

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔

لیکن کتنے افسوس کی اور دُکھ کی بات ہے کہ مالک حقیقی کو چھوڑ کر ناصر حقیقی سے منہ موڑ کر لوگ غیر اللہ سے مدد طلب کرتے ہیں اور ان کے ناموں کے چڑھاوے چڑھاتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اس طرح غیر اللہ ہماری دادرسی کریں گے۔ اور غیر اللہ

ہی ہماری مدد کریں گے۔ حالانکہ قرآن کہتا ہے۔

اِنْ یَّنْصُرْکُمُ اللّٰہُ فَلَا غَالِبَ لَکُمْ وَاِنْ یَّخْذُلْکُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِیْ یَنْصُرُکُمْ مِّنْۢ بَعْدِہٖ وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ٥ پ ۴ رکوع ۸

اگر اللہ تمہاری مدد کرے گا تو تم پر کوئی غالب نہ ہو سکے گا اور اگر اس نے مدد چھوڑ دی پھر ایسا کون ہے جو اس کے بعد تمہاری مدد کر سکے اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔ سبحان اللہ العظیم۔

خوشی بھی اور غم بھی

حضرات گرامی! فتح اسلام کی خوشی ہر ایک کو تھی چنانچہ جو مدینہ میں رہ گئے تھے انہیں بھی یہ خوشخبری سنانے کے لئے آپ قاصد روانہ فرماتے ہیں تاکہ وہ بھی بارگاہ صمدیت میں سجدہ شکر ادا کر سکیں۔ فتح اسلام کی خبر جب مدینہ پہنچتی ہے تو اس وقت سید کائنات کی لختِ جگر سیدہ رقیہؓ کو سپرد خاک کیا جا رہا تھا۔ حضرت عثمان غنی قبرستان ہی میں تھے سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے بذات خود حضرت عثمان کو مدینہ ٹھہرنے اور حضرت رقیہؓ کی تیمارداری کرنے کا حکم فرمایا تھا۔ حضرت عثمان اگرچہ پیغمبر کی بیٹی کی تیمارداری کر رہے تھے مگر انہیں بدر میں شمولیت کا بھی اجر مل رہا تھا۔ کیونکہ حضرت عثمان اپنی مرضی سے تو مدینہ نہیں ٹھہرے تھے بلکہ خدا کے نبی نے حکم دیا تھا کہ تم مدینہ ٹھہرو اور میری بیٹی رقیہؓ کی تیمارداری کرو۔

خطیب کہے کہ بیٹیوں کے ساتھ والد کو تو ویسے ہی پیار ہوتا ہے۔ بیٹیاں بیٹوں کی نسبت زیادہ باپ سے پیار کرتی ہیں اور پھر جب باپ سرکار دو عالم جیسا ہو جو سراپائے رحمت ہو تو وہ کیسے بیٹی کی علالت سے بے فکر ہو سکتا ہے اور بیٹی بھی بستر علالت پر اپنے والد گرامی قدر کی شفقت و محبت کو کیسے فراموش کر سکتی ہے سیدہ رقیہؓ بیماری کی حالت میں روزانہ پوچھتی ہوں گی کہ ابا جان کب لوٹیں گے!

اے عثمان! بتاؤ نا میرے ابا حضورؐ کب واپس آئیں گے؟
اے میرے سرتاج! بتاؤ نا میرے شفیق والد کب تشریف لائیں گے!
اے عثمان! کیا میں اپنے والد گرامی کی مرنے سے پہلے زیارت کر سکوں گی؟
اے عثمان! کیا میں اپنے شفیق باپ کا چہرہ آخری وقت دیکھ سکوں گی؟
اے عثمان! کیا میں وہ نبوت والا چہرہ آخری وقت دیکھ سکوں گی؟
اے عثمان! کیا میں اس سراپائے رحمت سے آخری وقت مل سکوں گی؟
اے عثمان! کیا میں اپنی زندگی میں اسلام کی فتح کی خوشخبری سن سکوں گی؟
حضرت عثمان اپنی شریک حیات کو تسلی دیتے ہیں کہ حوصلہ کرو تم ٹھیک ہو جاؤ گی۔ لیکن کل کیا ہونے والا ہے۔ یہ صرف خدا تعالےٰ ہی جانتے ہیں۔ اور پھر رسول اللہ کی بیٹی کو پیغام اجل آ پہنچا۔ خدا کی طرف سے بلاوا آ گیا۔ وہ منزل آ پہنچی جس سے ہر ایک نفس کو گذرنا ہے۔ سیدہ رقیہ اپنے والد سے ملنے کی آرزو لئے اس دنیا سے رخصت ہو گئیں۔ سیدہ رقیہ اسلام کی فتح کی بشارت سننے سے پہلے ہی داغ مفارقت دے گئیں۔
حفیظ جالندھری کہتے ہیں۔

خبر کوئی نہ آئی تھی بڑھا فکر و ملال اک دن
ہوا آخر رقیہ سیدہ کا انتقال اک دن

دعا کرتی ہوئی حق سے رسول اللہ کی بیٹی
پدر کی واپسی سے پیشتر تربت میں جا لیٹی

جناب حضرت عثمان بہت افسردہ خاطر تھے
حیا مانع تھی رونے سے مگر آزردہ خاطر تھے
بچھڑ کر رہ گئے تھے جس کی خاطر فوج ملت سے
جدائی ہو گئی تھی آج اسی پاکیزہ سیرت سے

سہے تھے اس عفیفہ نے بہت دُکھ دین کی خاطر
مدینے کے مسلماں جمع تھے تدفین کی خاطر

——— سبحان اللہ العظیم ———

عزیزان گرامی قدر! اور پھر ان مسلمانوں کو جو سیدہ رقیہ کی تدفین کر رہے تھے اس غمی کے موقع پر یہ پیغام مسرت ملتا ہے کہ خداوند قدوس نے مسلمانوں کو کفار پر فتح عطا فرمائی ہے اور بڑے بڑے سردار مارے گئے۔

یہ خبر دینے کے لئے حضرت زید بن حارثہ مدینہ پہنچتے ہیں۔ فتح کی خبر سن کر مسلمان خدا کے حضور سجدۂ شکر ادا کرتے ہیں۔

حضرات گرامی! ذرا تصور کیجئے اس وقت کا کہ
ایک طرف سیدہ رقیہ کی تدفین ہو رہی ہے ——— اور
دوسری طرف لڑائی کے نتیجہ کی تحقیق ہو رہی ہے۔
ایک طرف پیغمبر کی بیٹی کی وفات کا غم ہے ——— اور
دوسری طرف فتح کی خوشی ہے۔

یہ سبق تھا کہ مومن کو ہر حال میں خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہیئے کیونکہ غمی اور خوشی اسی کی طرف سے ہوتی ہے۔

اب دیکھئے مدینہ میں رہنے والے سیدہ رقیہ کی وفات کی وجہ سے غمگین تھے اور بدر سے آنے والے فتح پانے پر خوش تھے۔ لیکن
فتح حاصل کرنے والے سیدہ رقیہ کی وفات کی خبر غم گین ہو گئے ——— اور
جو غم گین تھے وہ فتح اسلام کی بشارت سن کر مسکرا اٹھے۔

——— سبحان اللہ العظیم ———

خطیب کہے کہ
جو رو رہے تھے وہ مسکرا اٹھے ——— اور
جو مسکرا رہے تھے وہ رو پڑے۔

لیکن ایک بات دونوں میں مشترکہ تھی کہ

نہ یہ رونے والے خدا کو بھولے تھے ۔ —— اور

نہ وہ مسکرانے والے خدا کو بھولے تھے ۔

اِن کے دل میں بھی خدا کی یاد تھی ۔

اُن کے دل میں بھی خدا کی یاد تھی ۔ —— اور

یہ امت کو سبق تھا کہ

غمی اور خوشی میں خدا تعالےٰ نہیں بھولنا چاہیئے ۔

خدا تعالےٰ صحابہ کرامؓ کے

نقشِ قدم

پر

چلنے کی توفیق عطا فرمائے ۔

آمین ۔

باقی آئندہ

جمعہ انشاءاللہ

عرض کروں گا ۔

خطبہ نمبر ۵۱

سلوکِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

قیدیانِ بدر سے

جھلکیاں

مکہ میں کہرام
مسلمان عورت نے ابولہب کو زخمی کر دیا
متعفن انسان کی متعفن لاش
مکہ میں رونے پر دفعہ ۱۴۴
انوکھی قسم
صحابہ میں مالِ غنیمت کی تقسیم
شمشیر ذوالفقار
راستہ میں دو قتل ہو گئے
بہن کی قبر پر بہن کے آنسو
سلوکِ مصطفیٰ قیدیان بدر سے
صلہ رحمی کا عظیم مظاہرہ
اسیرانِ بدر کی تقسیم مسلمانوں میں
سہیل کے نچلے دانت نکال دیں
صدارتِ مصطفیٰ صحابہ کے اجلاس میں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ
لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ؕ
مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

صدق اللہ العظیم

بزرگانِ محترم دوستو، عزیز و نوجوان ساتھیو!

گذشتہ خطبہ کے اندر میں نے یہ عرض کیا تھا کہ سرکارِ دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قاصد جب مدینہ پہنچتا ہے تو اس وقت مدینہ میں مسلمان سیدہ رقیہ کو دفن کر کے ان کی قبر کو برابر کر رہے تھے۔ مسلمانوں کو اس وقت اسلام کی فتح کی خوش خبری ملتی ہے۔ یوں سمجھیئے کہ پیغمبر کی بیٹی کے غم میں رونے والوں کو خدا تعالےٰ نے فتح اسلام کی بشارت دے کر انہیں مسرور و ممنون کر دیا۔

یہاں تک آپ کو میں واقعات سیرت سنا چکا ہوں۔ آج میں اس کے بعد کے واقعات عرض کرنا چاہتا ہوں۔ دعا فرمائیں کہ خدا تعالےٰ محض اپنے فضل و کرم سے مجھے حق و سچ کہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

مکہ میں کہرام

عزیزانِ گرامی قدر! فتح کے بعد سرکارِ دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلا کام تو یہ کیا تھا کہ مدینہ میں رہنے والوں کو اسلام کی فتح کی اطلاع بھجوائی تاکہ مدینہ کے رہنے والوں کو تسلی ہو جائے۔ ادھر مشرکین جو بھاگ گئے تھے ان میں جو سب سے پہلے مکہ

پہنچتا ہے وہ جیسمان بن عبداللہ تھا۔ اس کا مکہ پہنچنا تھا کہ لوگ اس کے گرد جمع ہو جاتے ہیں اور اس سے بے تابی سے جنگ کے حالات پوچھتے ہیں۔ جیسمان انہیں کہتا ہے کہ مجھ سے پوچھنے والو۔ مجھ سے یہ نہ پوچھو کہ مسلمانوں پر کیا گذری۔ یہ پوچھو کہ ہم پر کیا گذری۔

سنو! عتبہ بن ربیعہ مارا گیا۔ شیبہ بن ربیعہ مارا گیا۔ ابوجہل کو بھی قتل کر دیا گیا۔ اس نے ایک ایک سردار کا نام لے کر بتایا کہ یہ سب مارے گئے۔ صفوان بن امیہ بن خلف حجر اسود کے قریب ہی بیٹھے تھے۔ لوگوں سے کہتے ہیں کہ ذرا اس سے میرے باپ اور بھائی کا حال بھی دریافت کرنا۔ جب جیسمان سے ان کے متعلق دریافت کیا گیا تو اس نے بلند آواز سے کہا کہ صفوان کا باپ امیہ بن خلف اور بھائی علی بن امیہ بھی قتل ہو گئے ہیں۔ (سیرت ابن ہشام)

صفوان بن امیہ اس کے بیان کو تسلیم نہیں کرتا اور لوگوں سے کہتا ہے کہ شاید یہ ان سرداروں کو جن کے قتل کی اطلاع دے رہا ہے۔ جانتا پہچانتا نہیں ہے۔ وہ تو ایک اکیلے جنگ میں ہزاروں کا منہ پھیر کر رکھ دیتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اپنے ہوش میں نہیں ہے۔ اچھا ذرا اس سے پوچھو تو کہ یہ صفوان بن امیہ کو پہچانتا ہے۔ چنانچہ اس سے سوال کیا جاتا ہے۔

یہ سوال و جواب ذرا حفیظ جالندھری سے سنیئے۔

کہا اچھا بتا صفوان کو کس حال میں دیکھا
وہ بھاگ آیا ہے کہ اس کو موت ہی کے جال میں دیکھا

وہ بولا خوب گویا تم مجھے مجنون سمجھتے ہو
مرے سچے بیاں کو اور ہی مضمون سمجھے ہو

یہ کیا بیٹھا ہوا ہے سامنے صفوان بے چارا
مسلمانوں نے جس کے بھائی کو اور باپ کو مارا

یہ سن کے ہکے بکے رہ گئے شیطان کے بندے
ہزیمت پر یقین لاتے تھے سامان کے بندے

شاہنامہ اسلام جلد ۲ صفحہ ۱۴۵

ابھی جیسمان کو حالات بتاتے تھوڑی دیر ہی گذری تھی کہ پھر یکے بعد دیگرے بھگوڑے آنا شروع ہو گئے اور پھر ہر گھر سے رونے کا آواز آنے لگا اور ہر گھر میں ایک ماتم برپا ہو گیا اور مکہ میں ہر طرف کہرام مچ گیا۔ ابھی تھوڑی ہی دیر پہلے جس جگہ فاتحین کے خیر مقدم کی تیاری ہو رہی تھی اب وہاں صف ماتم بچھ گئی تھی۔

شاعر کہتا ہے

غرض اب شہر مکہ میں ہزیمت کی خبر پہنچی
مصیبت کو بہ کو، خانہ بخانہ دَربدر پہنچی
ابھی تیاریاں تھیں فاتحوں کے خیر مقدم کی
ابھی آنے لگی ہر سو صدا فریاد و ماتم کی

مُسلمان عورت نے ابولہب کو زخمی کر دیا

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے۔ حضرت ابو رافع کہتے ہیں کہ فتح اسلام کی خبر جب مکہ پہنچی تو میں اس وقت زم زم کے قریب ایک کمرہ میں تیر سازی میں مصروف تھا اور میری مالکہ محترمہ ام الفضل بھی وہیں تشریف فرما تھیں۔ تھوڑی دیر بعد ابولہب بھی میری پیٹھ کی طرف آکر بیٹھ جاتا ہے۔ دوسرے لوگ جو بیٹھے تھے۔ کہنے لگے کہ ابوسفیان بن حارث آتے ہیں ان سے لڑائی کے حالات پوچھنے چاہئیں۔ چنانچہ ابولہب ابوسفیان کو آواز دے کر بلاتا ہے وہ قریب آئے تو لوگ ان کے قریب جمع ہو گئے۔ ابولہب کہنے لگا۔

بھتیجے! بتاؤ وہاں کیسے گذری؟

ابوسفیان بن حارث کہتے ہیں۔ واللہ! لڑائی کے وقت قریش نے اپنے آپ کو مسلمانوں کے سامنے ایسے پیش کر دیا جس طرح مردہ غسال کے ہاتھ میں بے بس ہوتا ہے۔ مسلمانوں نے جس کی چاہی گردن اڑا دی اور جس کو چاہا قید کر لیا۔

اور ہاں! ایک عجیب بات۔ دیکھی کہ سفید رنگ کے آدمی تھے جو زمین و آسمان

کے درمیان ابلق گھوڑوں پر سوار تھے وہ جب حملہ آور ہوئے تو انہوں نے مار مار کر ہمارے پیر پچھے اڑا دیئے۔

حضرت ابورافع فوراً بول اٹھتے ہیں کہ وہ فرشتے تھے۔

بس پھر کیا تھا ابولہب یہ سُن کر آگ بگولا ہو جاتا ہے اور غصہ میں ابورافع کے ایک مکہ مارتا ہے۔ ابورافع بھی اس کو لپٹ جاتے ہیں اور دو چار لگا دیتے ہیں لیکن کمزور تھے زیادہ مقابلہ نہ کر سکے ابولہب غالب آگیا اور انہیں نیچے گرا کر ان کی چھاتی پر بیٹھ گیا اور جتنا ہو سکا مارا۔

یہ صورت حال حضرت ام الفضل برابر دیکھ رہی تھیں۔ پہلے تو برداشت کرتی رہیں آخر جب ان سے یہ ظلم نہ دیکھا گیا تو اٹھ کر ایک موٹا سا ڈنڈا اے کر ابولہب کے سر پر اس زور سے مارا کہ اس کے سر سے خون کا فوارہ بہہ نکلا اور کہنے لگیں کہ بے حیا! تو نے یہ دیکھ کر کہ اس کا آقا موجود نہیں ہے اس کو ذلیل کرنا چاہا تھا۔ تجھے خبر نہ تھی کہ میں بھی موجود ہوں۔ اسے چھوڑ ورنہ ایک اور ڈنڈا لگاتی ہوں۔ ابولہب خون آلود چہرہ لئے ذلت کے ساتھ اٹھ کر چلا جاتا ہے۔ (ابن سعد و ابن جریر طبری)

خطیب کہے کہ خدا تعالےٰ کی قدرت دیکھئے کہ جس ابولہب نے سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو پتھر مارے تھے۔ آج وہی سردار ایک مسلمان عورت کے ہاتھوں زخمی ہوتا ہے۔ سبحان اللہ العظیم

متعفّن انسان کی متعفّن لاش

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ اس واقعہ کے ایک ہفتہ بعد ابولہب اس طرح مرتا ہے کہ اس کے ایک مہلک پھوڑا نکلتا ہے جو اسے ہلاک کر کے چھوڑتا ہے۔ اور جب یہ ہلاک ہو جاتا ہے تو دو تین دن تک اس کی متعفّن لاش اسی طرح بے گور و کفن پڑی رہتی ہے۔ اس کے بیٹے بھی اس کے قریب نہیں آتے کہ کہیں انہیں بھی یہ مرض لاحق نہ ہو جائے۔ چنانچہ جب مکان متعفّن ہوتا ہے اور تمام محلہ میں بدبو

پھیلتی ہے تو محلے دار ابولہب کے بیٹوں سے کہتے ہیں کہ

تمہیں شرم نہیں آتی کہ تمہارے باپ کی لاش پڑی سڑ رہی ہے اور بدبو کے مارے دماغ پھٹا جاتا ہے لیکن تمہیں کفن دفن کا کچھ بھی خیال نہیں ہے۔

ابولہب کے لڑکے کہتے ہیں کہ ہم اس کے لئے اس لئے قریب نہیں جاتے کہ کہیں ہم بھی اس مرض میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

محلے دار کہتے ہیں کہ اچھا چلو ہم بھی تمہارے ساتھ اس کام میں تمہاری مدد کرتے ہیں۔

چنانچہ پھر محلہ دار اور لڑکے مکان کے اندر جا کر ابولہب کی لاش کو نکالنا چاہتے ہیں۔ لیکن شدتِ تعفن کی وجہ سے کسی کو ہاتھ لگانے اور غسل دینے کی ہمت نہیں ہوتی۔ دور ہی سے اس پر چند لوٹے پانی پھینکا جاتا ہے۔ لوگ سخت نفرت اور کراہت کے ساتھ لاش اٹھا کر بستر سے باہر لاتے ہیں اور کسی گری ہوئی دیوار کے پاس پھینک کر اور پتھروں سے ڈھک کر چلے جاتے ہیں۔

خطیب کہے کہ اس کی نجاست دیکھ کر قرآن پاک کی یہ آیت یاد آتی ہے کہ

اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ ہ مشرک نجس ہیں۔

آج دنیا کے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ مشرک نجس ہے اور ایسا نجس ہے کہ اس کی بدبو سے پورا محلہ متعفن ہو جاتا ہے۔ لوگ چیخ اٹھتے ہیں کہ مردار کو محلہ سے نکالو اور پھر اس وقت تک چین نہیں لیتے جب تک کہ اس متعفن لاش کو نکال باہر نہیں کرتے۔

عزیزانِ گرامی قدر!

یہاں خطیب کو کہنے دیجئے کہ

مشرک کا جسم بھی نجس ہے۔

مشرک کا عقیدہ بھی نجس ہے۔

مشرک چاہے جتنے صاف کپڑے پہن لے قرآن اسے نجس کہتا ہے۔

مشرک چاہے جتنا مرضی نہلے مگر قرآن اسے نجس کہتا ہے۔

مشرک چاہے جس قدر پوڈر مل لے مگر قرآن اسے نجس ہی کہتا ہے۔

کیوں؟

اس لئے کہ

اس کا عقیدہ نجس ہے۔

اس کا عمل نجس ہے۔

اس کی سوچ نجس ہے۔

اس کا باطن نجس ہے۔

یہ پاک اس وقت ہوگا جب پاک کلمہ پڑھے گا

یہ پاک اس وقت ہوگا جب پاک خدا کا نام لے گا۔

یہ پاک اس وقت ہوگا جب پاک خدا کا کلمہ پڑھے گا۔

یہ پاک اس وقت ہوگا جب پاک نبی پر ایمان لائے گا۔ سبحان اللہ العظیم۔

وہ صحابہ پاک ہو گئے جنہوں نے پیغمبر کا کلمہ پڑھا اور میرے آقا نے وَيُزَكِّيهِمْ ان کا تزکیہ نفس کر کے انہیں کفر و شرک کی نجاستوں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے پاک اور مطہر کر دیا اور خدا نے انہیں اپنی رضا کا انعام دے دیا۔ سبحان اللہ العظیم۔

مکہ میں رونے پہ دفعہ ۱۴۴

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ مکہ معظمہ میں ذلت قریش کی خبر جنگل میں آگ کی طرح پھیل گئی تھی۔ گھر گھر کہرام مچ گیا تھا۔ شہر میں کوئی بڑا گھرانہ ایسا نہ تھا جہاں صف ماتم نہ بچھی ہو۔ لیکن ابھی نوحہ و ماتم کا آغاز ہی تھا کہ ابوسفیان بن حرب غیرت کی وجہ سے منادی کروا دیتے ہیں کہ کوئی شخص اپنے مقتولوں پر نوحہ نہ کرے ورنہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب ہمارا تمسخر اڑائیں گے۔ (ابن جریر طبری)

خطیب کہے کہ اس طرح مکہ کے سرداروں نے مشرکین مکہ پہ دفعہ ۱۴۴ نافذ کر دی اور انہیں اپنے مقتولوں پہ رونے سے منع کر دیا گیا۔ ایک موقع پہ بڑی دلچسپ صورت حال پیدا ہو جاتی ہے۔

روایات میں آتا ہے کہ اسود بن یغوث کے تین بیٹے بدر میں مارے گئے تھے۔ رہ رہ کر اس کا دل چاہتا تھا کہ جی بھر کے اپنے بیٹوں پر روئے مگر قومی عزت و وقار کا خیال کرتے ہوئے اسود رونے سے احتراز کرتا ہے۔ انہی ایام میں ایک رات کسی طرف سے اسے رونے کی آواز سنائی دیتی ہے۔ یہ سمجھتا ہے کہ شاید قوم نے اب کھل کر رونے کی اجازت دے دی ہے۔ چنانچہ اپنے غلام کو روانہ کرتا ہے کہ وہ تحقیق کر کے آئے کہ کیا رونے کی اجازت ہو گئی ہے تاکہ میں بھی دل کھول کر رو لوں۔ کیوں کہ میرے اندر آگ سلگ رہی ہے۔

لیکن غلام آکر بتاتا ہے کہ رونے کی اجازت نہیں ہوئی۔ یہ تو ایک عورت کا اونٹ گم ہو گیا ہے اس لئے وہ رو رہی ہے۔

اسود سرد آہ بھر کر کہتا ہے کہ عورت پر گم شدہ اونٹ پر رو سکتی ہے مگر میں اپنے بیٹوں پر ماتم نہیں کر سکتا۔ (ابن جریر طبری)

خطیب کہے کہ جن کے لئے اسود رو رہا تھا اور کھل کر رونا چاہتا تھا وہ تھے ہی اس قابل کہ ان پر رویا جاتا کہ انہوں نے اپنی قیمتی زندگی بتوں کی پوجا میں صرف کر دی۔ پتھروں کو اپنا معبود سمجھتے رہے اور اسلام کی مخالفت کرتے رہے۔ ان کی زندگیاں رائیگاں گئیں۔ ان پر تو واقعی رونا چاہیئے تھا۔ کہ پیغمبر کی موجودگی میں پیغمبر کا کلمہ نہ پڑھ سکے اور ہمیشہ کے لئے جہنم کا ایندھن بن گئے۔ لیکن افسوس تو ان لوگوں پر ہے جو ان نفوس قدسیہ پر روتے ہیں جنہوں نے خدا کے دین کی سربلندی کے لئے جام شہادت نوش کیا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جنت کے حقدار بن گئے۔ سبحان اللہ العظیم۔

انوکھی قسم

عزیزانِ گرامی قدر! یہاں یہ عرض کرتا ہوں کہ بدر میں ابو سفیان کا ایک بیٹا حنظلہ قتل ہو گیا ہو گیا تھا۔ اور دوسرا بیٹا عمر قید ہو گیا تھا۔ اسی غم میں ابو سفیان نے قسم کھائی کہ جب تک میں محمد اور اصحاب محمد سے بدلہ نہ لوں گا چین سے نہیں بیٹھوں گا

اور نہ ہی سر میں تیل ڈالوں گا اور نہ اجلا لباس پہنوں گا اور نہ ہی مجامعت کروں گا۔
(مدارج)

خطیب کہے کہ

انہیں کیا خبر تھی کہ ایک وقت آئے گا تم خود بھی اسلام کے سپاہی بن جاؤ گے۔
آج جس پیغمبر سے نفرت ہے کل اسی سے انتہائی محبت و عقیدت ہو گی۔
آج جن اصحاب محمد سے عداوت ہے کل انہی کے ساتھ اخوت و مروت ہو گی۔
آج جن سے ملنے کو دل نہیں چاہتا کل ان سے علیحدہ ہونے کو دل نہ چاہے گا۔

صحابہ میں مال غنیمت کی تقسیم

حضرات گرامی! سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم واپسی کے وقت صحابہ کو حکم فرماتے ہیں کہ دشمن کی چیزوں میں جو کچھ ملے اسے ایک جگہ جمع کر دیا جائے۔ چنانچہ آپ کے حکم کی صحابہ تعمیل کرتے ہیں اور اس مال غنیمت کو اونٹ پر رکھوا لیا جاتا ہے اور اس کی نگرانی کے لئے حضرت عبد اللہ بن کعب انصاری کو مقرر کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح یہ فاتح قافلہ اپنے بے مثال سردار حضرت سردار دو جہاں صلے اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں مدینہ کی طرف روانہ ہوتا ہے۔ راستہ میں سُرخ ریت کے ٹیلے پر جو کافی پھیلا ہوا تھا پڑاؤ کرتے ہیں اور اسی جگہ مجاہدین میں مال غنیمت تقسیم کیا جاتا ہے۔

راستہ میں صحابہ مال غنیمت کے مسئلہ پر مختلف رائے ہو گئے تھے۔

نوجوان کہتے تھے کہ ہم زیادہ حقدار ہیں کہ ہم نے کافروں کو قتل کیا تھا۔

بوڑھے کہتے تھے کہ ہم زیادہ حقدار ہیں کہ ہم تمہاری پشت پناہی کرنے والے تھے اور جو جماعت سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کر رہی تھی وہ اپنے کو اس مال کا زیادہ حقدار سمجھتی تھی۔ چنانچہ جب مجاہدین اسلام میں رائے کا اختلاف ہوا تو خدا تعالٰے نے قرآن نازل فرما کر فیصلہ فرما دیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ

الرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۪ وَ
اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝

ترجمہ :۔ آپ سے غنیمت کا حکم پوچھتے ہیں۔ کہہ دیں کہ غنیمت کا مال اللہ اور رسول کا ہے ۔ سو اللہ سے ڈرو اور آپس میں صلح کرو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اگر تم ایمان دار ہو۔ (پ۹ انفال ابتدار)

سبحان اللہ العظیم

خطیب کہے کہ خدا تعالےٰ نے یہ فیصلہ فرما دیا کہ تمہیں آپس میں جھگڑنے کی ضرورت نہیں ۔ یہ مال تم میں سے کسی کا بھی نہیں ہے یہ تو اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول کا مال ہے وہ جس کو چاہیں دیں یا نہ دیں اور جس طرح چاہیں تقسیم کریں تمہیں اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ تمہارا فرض ہے کہ ان کے فیصلہ پر سر تسلیم خم کر دو ۔ اگر تم ایماندار ہو۔ تو پھر دنیا نے دیکھ لیا کہ صحابہ نے خدا اور اس کے رسول کے فیصلہ کو دل و جان سے تسلیم کر لیا اور جو جسے ملا وہ اس نے نہایت خندہ پیشانی سے قبول کیا ۔

سبحان اللہ العظیم

شمشیرِ ذوالفقار

عزیزان گرامی قدر! شریعت نے مال غنیمت میں امام یا سپہ سالار کا حصہ عام شرکائے جنگ کے برابر رکھا ہے۔ لیکن انہیں یہ اختیار بخشا گیا ہے کہ تقسیم سے پہلے گھوڑا ۔ لونڈی ۔ غلام ، ہتھیار یا کوئی اور شے جسے ان کی نگاہ انتخاب پسند کرے اپنے لئے رکھ سکتا ہے ۔ چنانچہ اسی وجہ سے آپ نے منبہ بن حجاج مقتول کی تلوار جس کا نام ذوالفقار تھا اپنے لئے علیحدہ رکھ لی تھی ۔ (ابن سعد و طبری)

علماء نے لکھا ہے کہ فقار ہڈیوں کی قطار اور مہرۂ پشت کو کہتے ہیں جو کمر سے گردن تک چلے گئے ہیں۔ چونکہ اس تلوار پر ریڑھ کی ہڈی کی قطار بنی ہوئی تھی ۔ اس بنا پر اس تلوار کا نام ذوالفقار رکھا گیا۔ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ تلوار غزوہ خندق میں حضرت علی مرتضےٰ کو مرحمت فرما دی تھی ۔ سبحان اللہ العظیم ۔

خطیب کہے کہ تلوار کی قسمت دیکھئے کہ کس ہاتھ سے کن ہاتھوں میں پہنچی اور جو تلوار اسلام کو مٹانے کے لئے آئی تھی اب اسلام کو بچانے کے لئے چمکنے لگی۔

جو تلوار مسلمانوں پر چلنے آئی تھی اب کافروں کے پرخچے اڑانے لگی۔

جو تلوار صحابہ کے خلوص کو آزمانے آئی تھی اب وہ کفر کے سرداروں کی ہمت آزمانے لگی۔

خطیب کو کہنے دیجئے کہ

یہ تلوار اگر منبہ بن حجاج ہی کے ہاتھ میں رہتی تو اسے آج کوئی نہ جانتا۔

لیکن یہ تلوار اس مقدس ہاتھ میں آئی

جس کو زمانہ جانتا تھا۔

جس کو شجر و حجر جانتے تھے۔

جس کو آسمان کے ستارے پہچانتے تھے۔

جس کے انگلی کے اشارہ سے چاند شق ہو گیا تھا۔

جس کی امامت میں انبیاء دست بستہ کھڑے تھے۔

جو سب سے آخر میں آیا تھا مگر پہلے آنے والوں سے زیادہ رتبہ پا گیا تھا۔

اسی رحمت دو عالم ؐ نے

اسی فخر بنی آدم ؐ نے

اسی رسول اعظم ؐ نے ——— وہ تلوار اپنے داماد علی المرتضیٰ کو عطا فرما دی

اور پھر یہ تلوار علی کے ہاتھ میں پہنچ کر کچھ اس طرح چمکی کہ مشرکین کے سروں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا۔ یہ دیکھ کر اپنے پرائے پکار اٹھے کہ

لَا سَيْفَ إِلَّا ذُو الْفِقَار سبحان اللہ العظیم۔

بغیر لڑائی جہاد کا ثواب مل گیا

حضرات گرامی! سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت طلحہ اور حضرت سعید کو تجارتی قافلہ کے تجسس کے لئے بھیجا تھا۔ جب یہ دونوں حضرات واپس مدینہ پہنچتے ہیں،

تو اس وقت غازیان ملت فاتحانہ مسرت کے ساتھ بدر سے واپس آرہے تھے۔ یہ دونوں صحابی چونکہ آپ کے حکم کے مطابق خدمت ملی پر متعین تھے اس لئے سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے بدر کے مال غنیمت میں سے ان کا حصہ تقسیم کرتے وقت الگ کر لیا تھا۔ اور جب یہ حضرات بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوتے ہیں تو انہیں مال غنیمت کے حصہ کے ساتھ جہاد کا ثواب ملنے کی بشارت بھی دی جاتی ہے۔ (ابن سعد)

خطیب کہے کہ کیا شان ہے اصحاب رسول کی کہ انہوں نے پیغمبر کا حکم مانا اور انہیں اسلام نے کس قدر اعلےٰ مقام عطا فرمایا۔ اب دونوں حضرات کو دیکھئے کہ انہوں نے میدان جہاد میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ تلوار نہیں چلائی لیکن مال غنیمت بھی مل رہا ہے اور جہاد کا ثواب بھی مل رہا ہے اور پورا پورا ثواب ملنے کی بشارت دی جا رہی ہے۔

کیوں؟

اس لئے کہ اگر یہ شام کو قافلہ کے تجسس میں نہ جاتے تو یقیناً میدان میں داد شجاعت دیتے اور یہ شام اپنی مرضی سے نہیں گئے تھے بلکہ انہیں سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے خود روانہ فرمایا تھا اور یہ بھی مجاہدین کے ہی حکم میں تھے۔ اور پھر ہم اپنی زندگی میں دیکھتے ہیں کہ اگر کسی طالب علم کو استاد کسی کام بھیجدے تو دوسرے شاگردوں کو کہہ کر اس کے حصہ کا کھانا رکھوا دیتا ہے۔

جو صحابہ کا استاد بھی تھا۔

جو صحابہ کا پیر بھی تھا۔

جو صحابہ کا مرشد بھی تھا۔

جو صحابہ کا روحانی باپ بھی تھا۔

وہ اپنے شاگردوں کو کیسے فراموش کر سکتا تھا۔ اس لئے سب سے پہلے آپ ان غیر حاضر صحابہ کا حصہ نکالا جن میں حضرت عثمان غنی تھے۔ حضرت سعد بھی تھے حضرت ابولبابہ بھی تھے۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کو کہنے دیجئے کہ

پیغمبر نے انہیں غنیمت کا مال عطا کر دیا۔

خدا تعالیٰ نے انہیں جہاد کا ثواب عطا فرما دیا۔

راستہ میں دو قتل ہو گئے

حضرات گرامی! مال غنیمت سے فارغ ہو کر آپ اسیران بدر کی طرف توجہ فرماتے ہیں۔ ان میں دو ایسے بدبخت تھے جنہیں کسی صورت معاف نہ کیا جا سکتا تھا۔ ایک عقبہ بن ابی معیط تھا جس نے آپ کو سجدہ کی حالت میں دیکھ کر آپ کی پشت پر اونٹ کی اوجھڑی رکھ دی تھی اور دوسرا النضر بن حارث تھا جو رنڈیوں سے لوگوں کو گانے سنواتا تھا تاکہ یہ لوگ قرآن نہ سن سکیں۔ اور اسی بدبخت نے ایک روز جب آپ دوپہر کو ایک پہاڑ کی طرف گئے تھے۔ آپ کے پیچھے جا کر آپ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ مگر یہ دیکھ کر کہ کئی سانپ منہ کھولے اس کی طرف آ رہے ہیں وہاں سے بھاگ آیا تھا۔ چنانچہ ان دونوں حضرات کو مدینہ پہنچنے سے پیشتر ہی واصل جہنم کر دیا جاتا ہے۔

خطیب کہے کہ ایسے بدبختوں کا زمین کے اوپر رہنے کا کوئی حق نہیں جو پیغمبر کا حق نہ پہچانتا ہو۔ اسلام اس کے حق کو نہیں مانتا اور ایسے بدبخت کو زمین کے اوپر پھرتے دیکھنا گوارا نہیں کرتا۔ ایسے غلیظ انسانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹ جانا ہی مناسب ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔

لیکن خدا کی قدرت دیکھئے کہ باپ جہنم کا ایندھن بن گیا اور بیٹا پیغمبر کا غلام بن گیا۔ اسے کیا خبر تھی کہ جس نبی کی توہانت کر رہا ہے۔ تیرا ہی بیٹا اس نبی کا دیوانہ بن جائے گا اور اسی نبی کے حکم پر زکوٰۃ وصول کرنے قبائل میں جایا کرے گا۔ تجھ پر لوگ لعنت کریں گے اور تیرے بیٹے ولید کا نام آتے ہی ان کی زبانوں پر رضی اللہ عنہ جاری ہو جائے گا۔

خطیب کو کہنے دیجئے کہ عقبہ بن ابی معیط تو زمین کے سینہ پر نہ رہا لیکن اس کا

وہ بیٹا جو پیغمبر کا غلام بن گیا آج تک مسلمانوں کے قلب و جگر میں بس رہا ہے اور قیامت تک چمکتا رہے گا. کسی نے خوب کہا ہے.

در جس کو مل گیا ہے سر تاج انبیاء کا
کیا شکر ہو سکے گا اس سے ادا خدا کا
ٹھوکر میں تاج شاہی تیرے قلندروں کی
شاہوں سے بھی بڑھا ہے رتبہ تیرے گدا کا

سبحان اللہ العظیم

بہن کی قبر پر بہن کے آنسو

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ جب سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچتے ہیں تو سب سے پہلے آپ اپنی پیاری بیٹی سیدہ رقیہ کی قبر پر تشریف لاتے ہیں. اتنے میں آپ کی لاڈلی بیٹی سیدہ فاطمہ بھی قبرستان پہنچ جاتی ہیں. سیدہ فاطمہ اپنی بڑی بہن کی قبر کے کنارے اپنے پیارے ابا محمد رسول اللہ کے قریب بیٹھ کر رونے لگتی ہیں. سید دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمہ کو روتا دیکھ کر ان کی آنکھوں سے بہنے والے آنسوؤں کو اپنی چادر سے پونچھتے جاتے ہیں اور سیدہ کو تسلی دیتے ہیں.

(ابن سعد)

خطیب کہے کہ

یہ ایک بہن کے اپنی بہن کے لئے آنسو تھے.
یہ آنسو سیدہ رقیہ کے لئے سیدہ فاطمہ نے گرائے تھے.
یہ آنسو ایک سیدہ نے دوسری سیدہ کے لئے بہائے تھے.
یہ آنسو ایک شہزادی نے دوسری شہزادی کے لئے بہائے تھے.

خطیب کو کہنے دیجئے کہ

ایک عفیفہ کے آنسو دوسری عفیفہ کے لئے گرے تھے.
ایک عتیقہ کے آنسو دوسری عتیقہ کے لئے گرے تھے.
ایک طاہرہ کے آنسو دوسری طاہرہ کے لئے گرے تھے.

ایک طیبہ کے آنسو دوسری طیبہ کے لئے گرے تھے۔
ایک مومنہ کے آنسو دوسری مومنہ کے لئے گرے تھے۔
ایک صادقہ کے آنسو دوسری صادقہ کے لئے گرے تھے۔

عزیزان گرامی قدر! ——— سبحان اللہ العظیم ———

سیدہ رقیہ کی عظمت شان کا اندازہ کیجئے۔

باحیا عثمان کی باحیا بیوی رقیہ کی بلندئ مقام کا تصور کیجئے کہ ان کی وفات پر وہ آنکھیں روتی تھیں جو یاد کی یاد میں روتی تھیں۔

وہ آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں جو قرآن کی تلاوت کرتے روتی تھیں۔

جتنے بلند رتبے والی فاطمہ تھی اتنے ہی قیمتی وہ آنسو تھے جو جگر گوشۂ رسول کی آنکھوں سے گرے اور پھر وہ آنسو زمین پر نہیں گرے بلکہ ان پاکیزہ آنسوؤں کو مدثر چادر میں جذب ہونے کا شرف نصیب ہوا۔

دنیا نے نہ تو ایسے پاکیزہ آنسو دیکھے ہوں گے ——— اور
نہ ہی ایسی مقدس چادر دیکھی ہو گی۔

اے پیغمبر کی بیٹی رقیہ! تیری عظمت کو سلام۔
اے زوجہ عثمان! تیری عفت کو سلام ——— کہ
تیری قبر پر خود مقصود کائنات غم زدہ تشریف فرمائیں۔
تیری قبر پر جنتی عورتوں کی سردار فاطمہ رو رہی ہے۔ ——— اور
محبوب کائنات
مطلوب کائنات
خلاصہ کائنات ——— رونے والی بیٹی فاطمہ کو تسلی دے رہے ہیں۔ ان کے آنسو اپنی چادر سے پونچھ رہے ہیں۔

اے رقیہ کی قبر کی مٹی! تجھے مبارک ہو کہ تیرے پاس خود چل کر خدا کا محبوب آیا ہے۔
اے رقیہ کی قبر کی مٹی! تجھے مبارک ہو تو نے اس جنتی عورت کو روتے دیکھا ہے

جسے کبھی مسکراتے چاند سورج نے بھی دیکھا تھا۔

آج سیدہ کو روتے دیکھ کر پورا ماحول سوگوار ہوگیا ہے۔

آج در و دیوار اداس اور سورج کی کرنیں مغموم ہیں ـــــ اس لئے کہ حضورؐ کی پیاری بیٹی، لختِ جگر فاطمہ مغموم ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔

اے رقیہ! یہ ٹھیک ہے کہ تیرا کوئی بھائی نہیں جو تیرا نام زندہ رکھ سکے۔

اے رقیہ! یہ ٹھیک ہے کہ تیرا بیٹا عبداللہ بچپن میں ہی وفات پاگیا تھا۔

اے رقیہ! یہ ٹھیک ہے کہ تیرے بیٹے عبداللہ کی آنکھ میں مرغ نے چونچ ماردی تھی۔

اے رقیہ! یہ ٹھیک ہے کہ عبداللہ اسی صدمہ سے انتقال کر گیا تھا۔

لیکن تو فکر نہ کرنا کہ تیرا نام زندہ رکھنے والا کوئی نہیں ہے۔ ـــــ جب تک نبضوں میں حرارت ہے۔

ستارے چمکتے ـــــ اور

پھول کھلتے ہیں۔ تیرا نام باقی رہے گا۔ اس لئے کہ جہاں تیرے والد گرامی قدر مصطفےٰؐ کا تذکرہ آئے گا۔ وہیں ان کی بیٹی رقیہ کا تذکرہ آئے گا۔

جہاں سیدہ فاطمہ کا تذکرہ آئے گا وہیں ان کی بڑی بہن رقیہ کا تذکرہ آئے گا۔

جہاں جامع القرآن عثمان کا تذکرہ آئے گا وہیں ان کی زوجہ رقیہ کا تذکرہ آئے گا۔

جہاں ہجرتِ حبشہ کا تذکرہ آئے گا وہیں رقیہ اور عثمان کا تذکرہ آئے گا۔

جہاں دو ہجرتیں کرنے والوں کا تذکرہ آئے گا وہیں رقیہ اور عثمان کا تذکرہ آئیگا۔

جہاں حسن و حسین کا تذکرہ آئے گا وہیں ان کی خالہ رقیہ کا تذکرہ آئے گا۔

جہاں عثمان کی بدر میں غیر حاضری کا تذکرہ آئے گا وہیں رقیہ کی علالت کا تذکرہ آئیگا۔

ـــــ سبحان اللہ العظیم ـــــ

اس لئے اے نبی کی بیٹی! فکر نہ کر۔

اے عثمان کی زوجہ غم گین نہ ہوا۔

تیرا تذکرہ صرف دنیا میں ہی نہیں آخرت میں بھی ہوگا۔ روزِ محشر میں اگر خدا

تعالےٰ نے حضرت عثمان سے پوچھ لیا کہ اسلام اور کفر کی پہلی جنگ میں اے عثمان تو نہیں تھا تو حضرت عثمان عرض کریں گے کہ

الٰہی! اس کا جواب میں نہیں تیرا محبوب مصطفےٰ دے گا۔ ـــــ اور پھر حضور عرض کریں گے کہ اے مولیٰ کریم! عثمان بدر میں جانے کے لئے تیار تھا لیکن اس وقت میری لختِ جگر رقیہ چیچک کے مرض میں مبتلا تھی اس لئے میں نے اپنے داماد عثمان کو اس کی تیمار داری کے لئے مدینہ میں رہنے کا حکم دیا تھا تو اس طرح

اے رقیہ! تیرا تذکرہ روزِ محشر میں بھی ہوگا۔ سبحان اللہ العظیم۔

اے رقیہ! خوش ہو جا تجھے مصطفےٰ جیسا باپ ملا ہے۔

اے رقیہ! خوش ہو جا تجھے رحمت دو عالم جیسا والد ملا ہے۔

اے رقیہ! خوش ہو جا تجھے امام الانبیاء جیسا ابا ملا ہے۔

اے رقیہ! خوش ہو جا جہاں خدا کا ذکر ہوگا وہیں تیرے والد مصطفےٰ کا ذکر ہوگا۔ اور جہاں مصطفےٰ کا ذکر ہوگا وہیں رقیہ تیرا ذکر ہوگا۔ سبحان اللہ العظیم۔

سلوکِ مصطفےٰ قیدیانِ بدر سے

حضرات گرامی! جس روز حضور مدینہ تشریف لے جاتے ہیں اس کے دوسرے روز بدر کے قیدی بھی مدینۃ الرسول پہنچ جاتے ہیں۔ روایات میں آتا ہے کہ جب قیدی مدینہ پہنچے تو اس وقت ام المومنین حضرت سودہ ایک صحابیہ حضرت عفراء بنت عبید کے گھر تعزیت کرنے گئی ہوئی تھیں۔ کیونکہ بدر کے اندر اس صحابیہ کے دو فرزند عوف اور معوذ شہید ہو گئے تھے اور تیسرے بیٹے معاذ کا بازو کٹ گیا تھا۔ ام المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ کو انہی کے گھر اطلاع ملتی ہے کہ بدر کے قیدی آ گئے ہیں۔ سیدہ ام المومنین سودہ فرماتی ہیں کہ ابھی تک پردہ کے احکامات نازل نہیں ہوئے تھے۔ میں جب گھر پہنچی تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم بھی اس وقت مکان میں تشریف فرما تھے اور حجرہ کے ایک کونہ میں مکہ کے رئیس سہیل بن عمرو قیدی کو اس حالت میں دیکھا

کہ اس کے دونوں ہاتھ اس کی گردن سے بندھے ہوئے تھے. ام المومنین حضرت سودہ فرماتی ہیں کہ سہیل بن عمرو کی یہ حالت دیکھ کر مجھ سے ضبط نہ ہو سکا اور بے ساختہ میری زبان سے یہ الفاظ نکل گئے کہ اس قید سے تو بہتر تھا مرجانا. تم نے اپنے آپ کو کیوں حوالے کیا. کیوں نہ عزت کی موت مر گئے۔

یہ سن کر حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اے سودہ! کیا تم خدا اور اس کے رسول کے مقابلہ میں اس کو برانگیختہ کرتی ہو؟

حضرت سودہ کو اپنی اس غلطی کا احساس ہوتا ہے اور عرض کرتی ہیں. یارسول اللہ! کیا عرض کروں سہیل کو اس حالتِ زار میں دیکھ کر بے اختیار یہ کلمہ میری زبان سے نکل گیا. (ابن ہشام)

خطیب کہے کہ حضرت سودہ کو سہیل پر اس لئے غصہ آیا کہ یہ ان کے مرحوم شوہر حضرت سکران بن عمرو کے حقیقی بھائی تھے. یہی حضرت سہیل بن عمرو فتح مکہ کے دن اسلام قبول کر کے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے شریعتِ محمدیہ کی قید میں آجاتے ہیں. سبحان اللہ العظیم.

عزیزانِ گرامی قدر! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ جو قیدی بدر سے آئے تھے ان میں آپ کے چچا حضرت عباس بھی تھے. ان میں حضرت علی کے بھائی عقیل بن ابو طالب بھی تھے. ان میں حضور کے چچازاد بھائی نوفل بن حارث بھی تھے اور انہی قیدیوں میں آپ کی بیٹی حضرت زینب کے شوہر ابو العاص بھی تھے. یہ حضرات مکہ والوں کی طرف سے لڑنے آئے تھے اور لشکر اسلام نے انہیں قید کر لیا تھا. کسی کے ساتھ کوئی امتیازی سلوک نہ کیا گیا تھا. دوسرے قیدیوں کی طرح حضور کے چچا حضرت عباس کی بھی مشکیں باندھی گئی تھیں. لیکن مشکیں باندھنے والے نے غلطی سے حضرت عباس کی مشکیں بڑی کس کر باندھ دی تھیں. حضرت عباس اس کی تکلیف سے رات کو دردناک آواز کے ساتھ کراہتے رہے یہاں تک کہ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم ان کے کراہنے کی آواز سن کر آرام نہیں فرما سکتے اور بے چینی کی حالت میں کروٹیں بدلتے ہیں. آخر پہریدار

صحابہ آپؐ سے دریافت کرتے ہیں کہ یارسول اللہ! آج آپؐ کو نیند کیوں نہیں آتی؟

آپؐ فرماتے ہیں کہ میرے چچا عباس کے رونے کی آواز نے مجھے بےچین کر دیا ہے۔

چنانچہ نگران صحابہ حضرت عباس کے پاس جاکر ان سے رونے کی وجہ پوچھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ ان کے ہاتھوں کو بہت سختی سے باندھا گیا ہے۔ اس لئے انہیں سخت تکلیف ہے جس کی وجہ سے یہ سو نہیں سکتے۔ چنانچہ ان کے ہاتھوں کا بند نرم کر دیا جاتا ہے اور وہ سکون سے سو جاتے ہیں۔ اِدھر تھوڑی دیر کے بعد سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم پوچھتے ہیں کہ اب میرے چچا عباس کے رونے کی آواز نہیں آتی؟

صحابہ عرض کرتے ہیں یارسول اللہ! ان کا بند بہت سخت تھا اس وجہ سے انہیں تکلیف تھی۔ اب اسے نرم کر دیا گیا ہے اور وہ سو گئے ہیں۔

حضور فرماتے ہیں کہ اچھا تو پھر تمام قیدیوں کے بند ڈھیلے کر دیئے جائیں۔

(ابن سعد)

خطیب کہے کہ

یہ تھا سلوک مصطفےٰ قیدیان بدر سے۔

یہ تھا سلوک مصطفےٰ ان لوگوں سے جو میدان بدر میں لڑنے آئے تھے۔ کہ اگر چچا کے ہاتھوں کا بند نرم کیا جاتا ہے تو پھر سب قیدیوں کے بند نرم کر دیئے جاتے ہیں۔

تو یہاں خطیب کو کہنے دیجئے کہ

جو پیغمبر قیدیان بدر سے امتیازی سلوک نہیں کرتا بلکہ عدل و انصاف کو قائم رکھتا ہے وہ نبی اپنے صحابہ میں بے انصافی کیسے کر سکتا ہے کہ خلافت کا حق ہو حضرت علی کا اور پیغمبر حضرت صدیق کو عطا کر دیں۔ امامت کا حق ہو حضرت علی کا اور پیغمبر حضرت صدیق کو مصلے پر امامت کے لئے کھڑا کر دیں۔ یہ نہیں ہو سکتا خدا کا نبی کسی کا حق غصب کر کے دوسرے کو نہیں دے سکتا۔ آپؐ نے جس کا حق تھا اسی کو دیا۔ علی کو علی کا حق دیا اور صدیق کو صدیق کا حق ملا۔ سبحان اللہ العظیم۔

تو یہاں جب نگران صحابہ نے حضرت عباس کے ساتھ حسن سلوک کیا تو آپؐ نے تمام قیدیوں کے ساتھ وہی سلوک کرنے کا حکم دے دیا تاکہ دنیا کو علم ہو جائے کہ

اسلام عدل و انصاف اور مساوات کا درس دیتا ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔

صلہ رحمی کا عظیم مظاہرہ

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ جس رات آپ چچا عباس کے رونے کی وجہ سے سو نہ سکے تھے اس کے دوسرے دن حضورؐ حضرت علی سے فرماتے ہیں کہ اے علی! تم جاؤ اور جا کر دیکھو کہ میرے گھرانے کے کون کون آدمی گرفتار ہوئے ہیں؟
حضرت علی جا کر قیدیوں کا معائنہ کرتے ہیں اور آکر عرض کرتے ہیں حضور نوفل بن حارث، عباس بن عبدالمطلب اور عقیل بن ابوطالب یہ تین ہاشمی گرفتار ہوئے ہیں۔ یہ سن کر آپ ان سے ملاقات کرنے تشریف لے جاتے ہیں اور ان سے کچھ دیر باتیں کرتے ہیں اور ان سے حال احوال پوچھتے ہیں۔ (ابن سعد)
خطیب کہئے کہ یہ ملاقات اس صلہ رحمی کا عظیم الشان مظاہرہ تھا جسے اپنے اور بے گانے بھی تسلیم کرتے تھے کہ یہ وہ وصف تھا جو اعلانِ نبوت سے پیشتر ہی آپ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا کیا گیا تھا۔ جب آپ پر پہلی وحی نازل ہوئی تھی اور آپ کانپتے ہوئے سیدہ خدیجہ کے پاس تشریف لائے تھے تو سیدہ نے آپ کو تسلی دیتے ہوئے عرض کیا تھا۔ کہ

اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَقْرِی الضَّيْفَ وَتُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ۔ (بخاری باب کیف بدا الوحی)

ترجمہ:۔ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں اور لوگوں کی ذمہ داریاں اٹھاتے ہیں۔ ناتوانوں اور کمزوروں کو کما کر دیتے ہیں اور مہمان نوازی کرتے ہیں اور مصائب میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اوصاف آپؐ میں اعلان نبوت سے پہلے ہی خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ تھے۔ سبحان اللہ العظیم۔

یہاں خطیب کو کہنے دیجیئے کہ اس واقعہ سے یہ مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے کہ نہ تو آپ کو علم غیب تھا اور نہ ہی حضرت علی المرتضےٰ ہی عالم الغیب تھے. کیونکہ اگر آپ کو علم غیب ہوتا تو آپ حضرت علی سے کیوں فرماتے کہ جاؤ دیکھ کر آؤ میرے گھرانے کے کون کون آدمی گرفتار ہوئے ہیں ۔ اور اگر حضرت علی ہی عالم الغیب ہوتے تو انہیں جا کر دیکھ بھال کرنے کی کیا ضرورت تھی. اسی جگہ کھڑے کھڑے بتا دیتے کہ فلاں فلاں گرفتار ہوئے ۔ یہ واقعہ اگرچہ معمولی سا واقعہ ہے لیکن اس سے بدعتی عقائد کی دھجیاں بکھر جاتی ہیں ۔ خدا تعالےٰ عقل سلیم عطا فرمائے ۔ آمین ۔

اسیرانِ بَدر کی تقسیم مُسلمانوں میں

حضرات گرامی ! روایات میں آتا ہے کہ اسیرانِ بدر کو صحابہ میں تقسیم کرنے سے پہلے آپ نے ان کے لباس پر توجہ فرمائی. چونکہ لڑائی میں ان کے کپڑے پھٹ گئے تھے ۔ آپ صحابہ کو حکم فرماتے ہیں کہ ان کے لئے کپڑے مہیا کئے جائیں ۔ چنانچہ آپ نے ہر قیدی کو کپڑے دلوائے ۔ (بخاری شریف)

ایک پنجابی شاعر کہتا ہے . کہ

ننگیاں نوں کپڑے پہناوے محمدؐ
نے بھکیاں نوں روٹی کھلاوے محمدؐ

نکیاں تے شفقت تے وڈیاں دی عزت
صحابہ نوں کہہ کے کراوے محمدؐ

بھکیاں نوں روٹی تے تسیاں نوں پانی
کھلاوے محمدؐ تے پلاوے محمدؐ سبحان اللہ العظیم

حاضرین کرام ! یہاں میں عرض کرتا چلوں کہ جب اسیران بدر میں کپڑے تقسیم کئے جا رہے تھے تو حضرت عباس کے کوئی کپڑے پورے نہیں آتے تھے ۔ چونکہ ان کا قد بلند تھا اس لئے کوئی لباس بھی ٹھیک نہیں اترتا تھا. اس صورت حال کو دیکھ کر رئیس

المنافقین عبد اللہ بن ابی جو کہ خود بھی لمبے قد والا تھا. اس نے اپنے گھر سے اپنا کرتہ منگوا کر دیا جو حضرت عباس کے پورا اترا.

خطیب کہے کہ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی یہ ادھار جلدی اتار دیا کہ جب رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی مرنے لگا تھا تو آپ نے اسے اپنا کرتہ مبارک پہنانے کو دیا تھا. دراصل یہ اسی احسان کا بدلہ تھا جو عبد اللہ بن ابی نے حضور کے چچا حضرت عباس پر کیا تھا اور آپ نے دنیا ہی میں اس کا ادھار چکا دیا تھا. سبحان اللہ العظیم.

اور پھر آپ نے ان قیدیوں کو صحابہ میں تقسیم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

اِسْتَوْصُوْا بِالْاُسَارٰی خَیْرًا

قیدیوں کے ساتھ بھلائی اور اچھا سلوک کرو. (طبرانی فی الکبیر)

خطیب کہے کہ اسلامی گھروں میں تقسیم کرنے کی حکمت یہ تھی کہ انہیں اسلام کی خوبیاں اور بھلائیاں معلوم ہوں اور اسلامی تہذیب کے طور طریقے دیکھ کر قیدیوں کو اسلام کی طرف رغبت ہو. اس لئے آپ نے قیدی تقسیم کرتے وقت یہ ہدایت فرمائی کہ ان سے اچھا برتاؤ کرنا اور انہیں آرام و راحت سے رکھنا اور پھر قربان جائیں صحابہ کے کہ انہوں نے بھی پیغمبر کے ارشاد کے مطابق عمل کر کے اس طرح دکھایا کہ قیدیوں کو تو مہمانوں کی طرح رکھا. پر تکلف کھانا کھلاتے تھے اور خود کھجور وغیرہ کھا کر گزارہ کر لیتے تھے. ان قیدیوں میں حضرت مصعب بن عمیر کے بھائی ابو عزیز بھی تھے وہ کہتے ہیں کہ میں جس انصار کے گھر میں رکھا گیا تھا وہ صبح و شام کھانا لاتے تو روٹی میرے سامنے رکھ دیتے اور کھجوریں خود اٹھا لیتے تھے. لیکن مجھے شرم آتی کہ میں روٹی کھاؤں اور یہ صرف کھجوریں کھائیں. چنانچہ میں روٹی ان کو واپس کر دیتا لیکن وہ پھر اس کو ہاتھ لگائے بغیر واپس کر دیتے. میں بہت اصرار کرتا لیکن وہ کہتے کہ ہمیں حضور کا حکم ہے کہ قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک کریں. (ابن سعد)

ایک اور قیدی کا بیان ہے کہ خدا تعالے مسلمانوں پر رحم فرمائے کہ وہ اپنے اہل و عیال سے اچھا ہمیں کھلاتے تھے اور اپنے گھر والوں سے پہلے ہماری آسائش

کی فکر کیا کرتے تھے۔ انہوں نے ہمیں اپنے گھروں میں مہمانوں کی طرح رکھا تھا (ابن سعد)

ایک پنجابی شاعر نبی اور صحابہ کے اخلاق عالیہ کا نقشہ اپنی زبان میں بیان کرتے ہیں۔

کسی قیدی نوں تنگ نہ مول کرناں اسلام الوں نبی فرماوندے نے

ستو جوتے کرن گزران مومن اُنہاں نعمتاں عجب کھلاوندے نے

ردی ڈنگ دی دودھ تے دہی مکھن شیریں شربتی جام پلاوندے نے

اکناں دیکھ اخلاق ایمان آندا رل مل نال پیاریاں جاوندے نے

(اکمل پوش صـ ۱۲۶)

سہیل کے نچلے دانت نکال دیں

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ اسیران بدر کو تقسیم کرنے کے بعد پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مجلس مشاورت منعقد کرتے ہیں اور صحابہ کرام سے قیدیوں کے متعلق مشورہ کرتے ہیں۔ اس سے پہلے کہ کوئی فیصلہ ہوتا حضرت عمر حضور کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ حضور سہیل بن عمرو اس وقت ہماری قید میں ہے۔ یہ کفار کا نہایت فصیح اللسان مقرر ہے۔ یہ عام لوگوں میں اسلام اور آپ کے خلاف دھواں دھار تقریریں کر کے جذبۂ نفرت پھیلاتا ہے۔ اس لئے میری درخواست ہے کہ اس بدبخت کے دو نچلے دانت نکلوا دیئے جائیں تاکہ یہ اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف اچھی تقریر نہ کر سکے۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ نہیں ہمیں ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔ ممکن ہے کہ یہی سہیل بن عمرو آئندہ ایسی تقریریں کرنے لگیں کہ جن پر تمہیں کوئی اعتراض نہ ہو۔ خطیب کہے کہ

(ابن جریر طبری)

یہی سہیل بن عمرو فتح مکہ کے دن مسلمان ہو کر پیغمبر کے غلام اور اسلام کے پکے سچے مبلغ بن گئے۔ سبحان اللہ العظیم۔ خدا تعالےٰ نے اپنے محبوب کی خواہش اور آرزو کو پورا کر دیا اور وہی عمر جو ان کے دو نچلے دانت نکلوانا چاہتے تھے اب ان کی تقاریر سن کر انہیں داد تحسین دیتے ہیں اور پھر انہی حضرت سہیلؓ نے کفر و شرک کے خلاف ایسی تقریریں کیں کہ مشرکین کے جعلی خداؤں کے بخیئے ادھیڑ کر رکھ دیئے۔ سبحان اللہ العظیم۔

صدارتِ مصطفےٰ صحابہؓ کے اجلاس میں

حضرات گرامی! سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے تمام جانثاروں کو جمع کرکے اسیران بدر کے متعلق ایک اہم میٹنگ فرمائی اور صحابہ سے ارشاد فرمایا کہ

اِنَّ اللّٰہَ اَمْکَنَکُمْ مِنْھُمْ ۔ (سیرت المصطفےٰ جلد دوم ص ۱۰۹)

بے شک اللہ تعالےٰ نے تم کو ان پہ قدرت دی ہے۔

روایات میں آتا ہے کہ آپؐ نے سب سے پہلے حضرت ابوبکر وعمر سے سوال فرمایا۔ سب سے پہلے سیدنا صدیق اکبر عرض کرتے ہیں کہ یارسول اللہ! یہ آپ کی قوم کے لوگ ہیں ان کو زندہ رہنے دیجئے ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ توبہ کریں اور خدا تعالےٰ ان کو قبول اسلام کی توفیق عطا فرمائے اس لئے میرے خیال میں مناسب یہی ہے کہ فدیہ لے کر ان کو چھوڑ دیا جائے۔ فدیہ لینے کا فائدہ یہ ہوگا کہ آپ کے اصحاب کو دشمنانِ اسلام کے مقابلہ میں تقویت پہنچے گی۔ (طبری)

اس کے بعد حضورؐ حضرت عمرؓ سے فرماتے ہیں۔ اے ابن خطاب تمہاری کیا رائے ہے؟ حضرت عمر عرض کرتے ہیں۔

یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! کَذَّبُوْکَ وَاَخْرَجُوْکَ وَقَاتَلُوْکَ فَاضْرِبْ اَعْنَاقَھُمْ

یارسول اللہ! ان لوگوں نے آپ کو جھٹلایا۔ آپؐ کو مکہ سے نکال دیا اور آپؐ سے قتال کیا۔ بس ان کی گردنیں اڑا دیجئے۔ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم پھر ارشاد فرماتے ہیں۔

یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ اَمْکَنَکُمْ وَاِنَّمَا ھُمْ اِخْوَانُکُمْ بِالْاَمْسِ ۔ (ترمذی)

اے لوگو! تحقیق اللہ نے تم کو ان پر قدرت دی ہے اور کل یہ تمہارے بھائی تھے۔

خطیب کہتے کہ علماء نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابتداء میں اِنَّ اللّٰہَ اَمْکَنَکُمْ مِنْھُمْ فرما کر معافی اور ترحم کی طرف اشارہ فرما دیا تھا لیکن حضرت عمر نے جب قتل کرنے کا مشورہ دیا تو دوبارہ مزید تاکید کے ساتھ ترحم کی تلقین

فرمائی. کیونکہ قدرت حاصل ہونے کے بعد معافی دینا بلندی اخلاق کا عظیم الشان مظاہرہ ہے. روایات میں آتا ہے کہ آپ نے پھر حضرت عبداللہ بن رواحہ انصاری سے پوچھا تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کوئی ایسی وادی تلاش کیجیے جس میں بڑے گنجان درخت ہوں سے ان تمام قیدیوں کو اس میں داخل کر کے اسے آگ لگا دیجئے. (تفسیر ابن جریر طبری)

سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ بن رواحہ کی رائے سن کر فرماتے ہیں کہ خدا تعالےٰ نے بعض قلب دودھ سے زیادہ نرم اور بعض دل پتھر سے زیادہ سخت بنائے ہیں. پھر حضرت ابوبکر صدیق سے حضور فرماتے ہیں کہ آپ کی مثال تو ابراہیمؑ اور عیسےٰؑ کی سی ہے. حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا.

فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ وَ مَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝

جس نے میری پیروی کی وہ میرا ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو تو بخشنے والا مہربان ہے. (پ ۱۳ رکوع ۱۷)

اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے اپنی امت کے متعلق عرض کیا تھا.

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَ اِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ. (پ ۶ رکوع ۶)

الٰہی! اگر تو ان کو عذاب دے تو تجھ کو اختیار ہے کیونکہ یہ تیرے بندے ہیں اور اگر ان کو معاف کر دے تو تُو بے شک غالب اور حکمت والا ہے.

پھر حضرت عمر سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تم حضرت نوح علیہ السلام کے نقش قدم پر چلے ہو جنہوں نے خدا تعالےٰ سے درخواست کی تھی کہ

رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ دَیَّارًا. (پ ۲۹ سورت نوح)

اے میرے پروردگار! روئے زمین پر کافروں میں سے ایک متنفس کو بھی زندہ نہ چھوڑ.

اور پھر آپ حضرت عبداللہ بن رواحہ سے فرماتے ہیں کہ تم نے حضرت موسےٰ علیہ السلام کی پیروی کی ہے. انہوں نے التجا کی تھی کہ

رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰی اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ ۔

اے ہمارے رب ان کے مالوں کو برباد کر دے ۔ اور ان کے دلوں کو سخت کر دے ۔ (پ ۱۱ رکوع ۱۴)

اس کے بعد آپ نے دوسرے حضرات کی بھی مرضی دریافت کی تو معلوم ہوا کہ قریب قریب تمام صحابہ فدیہ لے کر چھوڑ دینے کے حق میں ہیں ۔

(تفسیر ابن جریر و تفسیر ابن کثیر)

خطیب کہے کہ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھیئے کہ تمام صحابہ نے حضرت صدیق اکبر کی رائے کے حق میں فیصلہ دے دیا اور اسی لئے حضرت صدیق کو خلافت اول ملی کہ تمام صحابہ حضرت صدیق اکبر کو صاحب الرائے تسلیم کرتے تھے ۔ سبحان اللہ العظیم ۔

خطیب سو کہنے دیجیے کہ جو صحابہ فدیہ لینے میں حضرت صدیق کے ساتھ تھے ۔ وہ حضرت صدیق کو خلافت دینے میں کیسے پیچھے ہٹ سکتے تھے ۔ جن اصحاب نے آج حضرت صدیق اکبر کی رائے سے اتفاق کیا ہے انہی اصحاب نے خلافت کے مسئلہ پر حضرت صدیق کی ذات پر اتفاق کیا تھا ۔ سبحان اللہ العظیم ۔

روایات میں آتا ہے کہ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی حضرت صدیق اکبر کی رائے کو پسند فرمایا تھا لیکن ابھی کوئی حتمی فیصلہ نہ فرمایا تھا کہ آپ اٹھ کر آستانِ مبارک کو تشریف لے جاتے ہیں ۔ ادھر آپ حجرہ مبارکہ میں قدم رکھتے ہیں اور ادھر حضرت جبرئیل خدا کی طرف سے وحی لے کر نازل ہو جاتے ہیں ۔ عرض کرتے ہیں کہ اپنے صحابہ کو اختیار دیدیجیے کہ اسیران بدر کے متعلق قتل یا فدیہ ۔ ان دونوں میں سے ایک بات کو پسند کر لیں ۔ لیکن اگر فدیہ لیں گے تو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا کہ اگلے سال اسیروں کی تعداد کے برابر ستر آدمی قتل کئے جائیں گے ۔ آپ نے حسب ہدایت صحابہ کرام کو اس صورت حال سے آگاہ کر دیا اور صحابہ کرام نے فدیہ لینے کو ہی اختیار کیا ۔ (فتح الباری)

خطیب کہے کہ

اس سارے واقعہ میں ایک بڑا دلچسپ پہلو یہ بھی ہے کہ

سارے صحابہ اور نبی حضرت صدیق کے ساتھ تھے .

لیکن

خدا تعالےٰ عمر کے ساتھ تھا .

سبحان اللہ العظیم .

اور

پھر خدا تعالےٰ کی طرف سے کیا ارشاد ہوا ؟

انشاءاللہ

آئندہ جمعہ

عرض

کروں گا .

خطبہ نمبر ۵۹

سوالاتِ مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عباس سے

جھلکیاں

- فدیہ لینے کا مشورہ کیوں دیا گیا؟
- فدیہ لینے پر خدا تعالیٰ کا غصہ
- اختیار دینے پر پھر کے بعد پھر غصہ کیوں؟
- اب سوچنا چھوڑو اور دکھاؤ پیوہ
- فدیہ کتنا لیا گیا
- سوالات مصطفٰے حضرت عباس سے
- وہ سونا
- کاش مجھ سے اور فدیہ لے لیا جاتا
- وہ نیزے کہاں ہیں!
- سیدہ خدیجہ کی نشانی اور حضور کے آنسو
- مومن ایک سوراخ سے دو دفعہ نہیں ڈسا جاتا۔
- ابوسفیان نے انصاری کو یرغمال بنالیا۔
- قتل کرنے والا خود گھائل ہوگیا
- ادائیگی قرض کی عجیب صورت
- ابا جان! ہمارا یہ رب تو بہت اچھا ہے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَ كَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ۝ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ

صدق اللہ العظیم

بزرگان محترم دوستو، عزیز و نوجوان ساتھیو!

گزشتہ خطبہ کے اندر میں نے آپ کے سامنے یہ عرض کیا تھا کہ اسیران بدر کے متعلق سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے مشورہ فرمایا۔ اکثریت نے یہ مشورہ دیا کہ ان سے فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دیا جائے۔ خدا تعالےٰ کی طرف سے صحابہ کو یہ اختیار دیا گیا تھا کہ چاہے فدیہ قبول کریں چاہے انہیں قتل کر دیں۔ لیکن اگر یہ فدیہ لیں گے تو آئندہ سال اتنے ہی قتل کئے جائیں گے۔ صحابہ نے کفار سے فدیہ لینے اور آئندہ سال اپنے قتل ہونے کو اختیار کیا۔ (فتح الباری ۔ ترمذی شریف)

فدیہ لینے کا مشورہ کیوں دیا گیا؟

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ صحابہ کو جو یہ اختیار دیا گیا یہ دراصل ایک امتحان تھا کہ دیکھیں یہ لوگ نفس کی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں یا رضائے الٰہی کو ترجیح دیتے ہیں۔ صحابہ کرام کی شان تو بلند تھی کہ رضائے الٰہی کے مقابلہ میں خواہشات نفسانی کو اختیار کرتے۔ لیکن ان نفوس قدسیہ پر صورت حال کچھ ایسی خلط ملط ہو گئی کہ صحیح راہ نظروں سے اوجھل ہو گئی اور منشائے ربانی نہ سمجھ پائے۔ صحابہ کرام اپنی جگہ فدیہ لینے کا مشورہ دے کر مطمئن تھے کہ اس سے کئی ایک فائدے حاصل ہوں گے۔

پہلا فائدہ تو یہ ہوگا کہ اسیروں کو زندہ رکھنے کی صورت میں ان کو قبول اسلام کا موقع ملے گا۔

دوسرا یہ کہ حاصل شدہ مال سے جہاد کا سامان تیار کرنے میں مدد ملے گی۔

اور تیسرا فائدہ یہ ہوگا کہ دینی تبلیغ کرنے کے لئے اس سے سہارا ملے گا۔ اور ممکن ہے کہ اصحاب رسول اپنے طور پر یہ بھی محسوس کرتے ہوں کہ قرابت داری اور صلہ رحمی کا تقاضا ہے کہ انہیں موت کے چنگل سے بچایا جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ صحابہ یہ خیال کرتے ہوں کہ اگر فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دینے کے بعد آئندہ سال ان قیدیوں کے برابر ستر آدمی قتل ہوں گے تو وہ شہادت فی سبیل اللہ کا درجہ حاصل کریں گے۔ اس لئے اکثریت نے فدیہ لینے کا مشورہ دیا تھا۔ لیکن وہ اس حقیقت سے خالی الذہن تھے کہ اسیروں کی رہائی سے مشروعیت جہاد کی غرض فوت ہو جائے گی۔ جہاد کی غرض تو یہ ہے کہ فساد اور فساد کرنے والوں کو دفع کر دیا جائے۔ بغیر قتل کفار کے دفع فساد ممکن نہیں۔ اس لئے ان کو مقصد جہاد کی تکمیل سے پہلے آزادی بخشنا دینی مفاد کے خلاف تھا اور یہی منشائے خداوندی تھا جو زبان عمر پر جاری کر دیا گیا اور انہوں نے مشورہ دیا تھا کہ یا رسول اللہ! کہ یہ قیدی کفر کے امام اور مشرکین کے سردار ہیں ان کو ختم کر دیا جائے تو کفر و شرک کا ببر ٹوٹ جائے گا۔ تمام مشرکین پر ہیبت طاری ہو جائے گی۔ آئندہ مسلمانوں کو ستانے اور خدا تعالے کے راستے سے روکنے کا حوصلہ نہ رہے گا اور خدا تعالے کے آگے مشرکین سے ہماری انتہائی نفرت و بغض اور کامل بے زاری کا اظہار ہو جائے گا کہ ہم نے خدا کے معاملہ میں اپنی قرابتوں اور مالی فوائد کی کچھ پرواہ نہیں کی۔ سبحان اللہ العظیم۔

فدیہ لینے پر خدا تعالیٰ کا غصہ

لیکن چونکہ اکثریت کی رائے فدیہ لینے کی تھی اور خود سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی شان رحمت کا بھی یہی تقاضا تھا کہ انہیں آزاد کر دیا جائے اور آپ نے اپنی فطری رحمدلی اور صلہ رحمی کی بنا پر حضرت ابوبکر صدیق کی رائے کو پسند فرمایا تھا۔

خطیب کہے کہ یوں سمجھ لیجئے کہ
تمام صحابہ ایک طرف تھے ــــــ اور
حضرت عمر دوسری طرف تھے ــــــ اور
عمر کے ساتھ خدا تعالےٰ تھے ــــــ چنانچہ
فدیہ قبول کرنے پر خدا کی طرف سے عتاب نازل کیا گیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝
مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ۭ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

ترجمہ:۔ نبی کو نہیں چاہیئے کہ اپنے ہاں قیدیوں کو رکھے یہاں تک کہ ملک میں خوب خون ریزی کرلے۔ تم دنیا کی زندگی کا سامان چاہتے ہو اور اللہ آخرت کا ارادہ کرتا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝

اگر اللہ کا حکم پہلے نہ ہو چکا ہوتا تو جو تم نے لیا اس کے بدلے تم پہ بڑا عذاب ہوتا ہے۔ (پ ۱۰ رکوع ۴)

خطیب کہے کہ اس خطاب اور عتاب میں وہی لوگ ہیں جنہوں نے زیادہ تر مالی فائدہ اور دنیاوی مصلحت کو پیش نظر رکھ کر فدیہ لینے کا مشورہ دیا تھا جیسا کہ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا سے مترشح ہوتا ہے۔ باقی جن حضرات نے محض دینی اور اخروی مصلحتوں کی بنا پر فدیہ لینے کا مشورہ دیا تھا وہ فی الحقیقت اس عتاب میں داخل نہیں ہیں اور سرکار دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم نے تو محض صلہ رحمی اور رحم دلی کی بنا پر فدیہ کی رائے کو پسند فرمایا تھا تاکہ دوسروں کو مالی فائدہ پہنچ جائے اور دوسروں کو مالی فائدہ پہنچانے کا مقصد قابل محمود اور تحسین ہے۔ اپنے

لئے مالی فائدہ کو ملحوظ رکھنا ناپسندیدہ ہے۔ اس لئے آیت میں عتاب ان لوگوں پر ہے جن کی نظر زیادہ تر مالی فائدہ پر تھی۔

روایات میں آتا ہے کہ یہ سن کر سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق رو پڑے۔ حضرت عمر نے رونے کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا تیرے ساتھیوں پہ فدیہ لینے کی وجہ سے من جانب اللہ عذاب پیش کیا گیا۔ اس کی وجہ سے روتا ہوں میرے سامنے ان کا عذاب اس درخت کے قریب پیش کیا گیا۔ (مسلم جلد ۲)

خطیب کہے کہ

عذاب فقط دکھایا گیا اتارا نہیں گیا مقصود فقط تنبیہ تھی اور آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اگر اس وقت عذاب آتا تو سوائے عمر کے کوئی نہ بچتا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ سوائے عمر اور سعد بن معاذ کے کوئی نہ بچتا۔ (زرقانی جلد ۱)

اس لئے کہ ان دونوں حضرات کی رائے ایک تھی۔ سبحان اللہ العظیم۔

اختیار دینے کے بعد پھر غصہ کیوں؟

حضرات گرامی! یقیناً آپ کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوا ہوگا کہ جب صحابہ کرام کو اختیار دے دیا گیا کہ ان دونوں صورتوں میں سے کسی ایک کو قبول کر لو یا قیدی قتل کر دو یا ان سے فدیہ قبول کر لو۔ لیکن اگر فدیہ لیا تو آئندہ سال اتنے ہی اشخاص تمہارے قتل ہوں گے۔

صحابہ نے ان میں فدیہ لینا پسند کیا تو جب صحابہ نے ایک شے کو پسند کر لیا تو اب پھر ان پر خدا تعالےٰ کی طرف سے عتاب کیوں نازل کیا گیا۔

خطیب کہے کہ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ ایک شخص اپنے چھ سالہ بیٹے کے ساتھ بیٹھا ہے کہ اس شخص کا ایک دوست آکر اس کے پاس بیٹھ جاتا ہے اور اس آنے والے شخص کے ہاتھ میں ٹافیاں بھی ہیں اور کتاب بھی، علیک سلیک کے بعد آنے والا مہمان اس کے بیٹے کے متعلق پوچھتا ہے کہ بیٹا آج کل کیا کر رہا ہے؟

باپ کہتا ہے کہ یہ اسکول پڑھتا ہے۔ اسے پڑھنے کا بہت شوق ہے۔
مہمان کہتا ہے کہ اچھا ابھی معلوم ہو جائے گا کہ اسے کس کا شوق ہے۔
وہ شخص اس لڑکے کے سامنے کتاب اور ٹافیاں رکھ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ ان میں سے ایک چیز اٹھا لو۔ کتاب یا ٹافیوں کا لفافہ۔
لڑکا ان دونوں کو دیکھتا ہے کہ کونسی شے اٹھاؤں۔ پھر باپ کی طرف دیکھتا ہے باپ بھی کہتا ہے کہ ٹھیک ہے بیٹا ان دونوں میں سے کسی ایک شے کو اٹھا لو جو تمہیں پسند ہے۔
باپ دل میں یہ سوچتا ہے کہ یہ کتاب اٹھا لے تاکہ میں نے جو کہا ہے کہ اسے پڑھنے کا شوق ہے تو یہ بات اس کے عمل سے ظاہر ہو جائے اور ٹافیاں تو یہ شخص لایا ہی اس کے لئے ہے وہ تو اسے مل ہی جائیں گی۔ لیکن لڑکا اس صورت حال کو صحیح طور پر سمجھ نہیں سکتا اور ٹافیوں والا لفافہ اٹھا لیتا ہے۔ چنانچہ باپ اور اس کا دوست دونوں ہنس پڑتے ہیں۔
جب مہمان رخصت ہو جاتا ہے تو باپ اپنے بیٹے کو غصے ہوتا ہے کہ تو کتاب نہیں اٹھا سکتا تھا۔ میں نے تیری تعریف کی تھی کہ تو علم سے دوستی کرنے والا ہے۔ لیکن تو نے کتاب کو نظر انداز کر کے ٹافیوں کو اہمیت دی۔
بیٹا کہتا ہے کہ آپ ہی نے تو کہا تھا کہ ان دونوں میں سے ایک چیز کا انتخاب کرو تو میں نے ایک شے کا انتخاب کر لیا۔
باپ کہتا ہے کہ ٹھیک ہے تجھے اختیار دیا تھا مگر میں تو یہ چاہتا تھا کہ تو کتاب اٹھا لے تاکہ تیری علم دوستی واضح ہو جائے۔ ــــــ تو
خدا تعالٰے نے بھی انہیں اختیار دیا اور چاہتے تھے کہ میں نے انہیں اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ کا لقب دینا ہے اور یہ صفت ان کے عمل سے ظاہر ہو اور یہ کفار کو قتل کر کے اپنے کفر سے بغض و نفرت کا اظہار کریں۔ تو جب صحابہ نے دوسری شے کو پسند کیا تو خدا تعالٰے نے صحابہ کو اسی طرح ڈانٹا جس طرح کوئی باپ اپنے بیٹے کو ڈانٹتا ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔
اور ساتھ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اگر اللہ کا حکم پہلے سے نہ ہو چکا ہوتا تو جو تم

نے لیا اس کے بدلے تم پر بڑا عذاب ہوتا۔

یہاں خطیب کو کہنے دیجئے کہ لکھا گیا تھا۔ قرآن پاک میں جو یہ ارشاد ہے۔ کہ لَوْ لَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ یعنی اگر نہ لکھا گیا ہوتا اللہ کی طرف سے تو تم نے جو لیا ہے اس کے بدلہ میں تم پر بڑا عذاب نازل ہوتا۔ تو وہ کون سی بات تھی جس کی وجہ سے خدا تعالیٰ نے صحابہ کو صرف انتباہ کیا۔ تو علماء نے لکھا ہے کہ

پہلی بات تو یہ تھی کہ مجتہد کو اس قسم کی اجتہادی خطا پر عذاب نہیں ہوگا۔

دوسری بات یہ کہ جب خدا تعالیٰ کسی امر اور نہی کا صاف حکم نہ فرمادیں اس وقت تک اس کے مرتکب کو عذاب نہیں دیتے۔

تیسری بات یہ تھی کہ اہل بدر کی خطاؤں کو خدا معاف فرما چکا ہے۔

چوتھی بات یہ تھی کہ خدا تعالیٰ کے علم میں تھا کہ آئندہ فدیہ لینے کی اجازت ہو جائے گی۔ لہٰذا قبل از وقت یہ رویہ اختیار کرنے والوں پر زیادہ سختی نہ کی گئی۔ —— اور

پانچویں یہ بھی طے شدہ بات ہے کہ جب تک پیغمبران میں موجود ہیں یا صدق دل سے استغفار کرتے ہیں تو ان پر عذاب نہ آئے گا۔ —— اور

چھٹا یہ کہ ان اسیران بدر میں سے بہت کی قسمت میں اسلام لانا لکھا گیا تھا اور یہی وہ بات تھی کہ جس کے لئے کہا گیا کہ

لَوْ لَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَا اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ٥

یعنی اگر نہ ہوتی ایک بات جس کو لکھ چکا اللہ پہلے سے تو تم کو پہنچتا اس لینے میں بڑا عذاب۔ (ترجمہ شیخ الہندؒ)

اب سوچنا چھوڑو اور کھاؤ پیو

عزیزان گرامی قدر! عام آدمی کوئی غلطی کرلے اور اسے پتہ چل جائے کہ اس نے کوئی غلطی کی ہے تو اسے سخت افسوس ہوتا ہے اور یہ لوگ تو خدا تعالیٰ کے خاص الخاص

بندے تھے۔ انہیں جب خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا علم ہوا تو انہوں نے مال غنیمت اور فدیہ سے بالکل ہی ہاتھ اٹھا لیا اور صحابہ ڈر گئے کہ اس کو تو اب ہاتھ بھی نہیں لگانا چاہیئے تو اب پھر خدا تعالیٰ کو اپنے نبی کے یاروں پر ترس آیا اور صحابہ کرام کو حکم دیا گیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

پس جو مال تمہیں غنیمت میں ملا ہے اسے کھاؤ اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہے کہ آیت میں خدا تعالیٰ نے تسلی فرمادی کہ یہ مال غنیمت اللہ کی عطا ہے خوشی سے کھاؤ پیو مگر جہاد کے سلسلہ میں مال غنیمت ہی مقصود نہ ہو۔ اگرچہ وقتی حالات کے اعتبار سے تم نے ایک غلط طریق اختیار کیا مگر نفس مال میں کوئی خرابی نہیں۔ اسے تم کھاؤ پیو اور خدا تعالیٰ سے ڈرتے رہو گے تو وہ اپنی رحمت سے غلطیوں کو معاف فرما دے گا۔ سبحان اللہ العظیم۔

فدیہ کتنا لیا گیا؟

عزیزان گرامی قدر! روایات میں آتا ہے کہ حیثیت کے مطابق فدیہ وصول کیا گیا تھا۔ اس کی مقدار ایک ہزار درہم سے چار ہزار درہم تک تھی۔ جو لوگ ان میں لکھنا جانتے تھے ان سے یہ شرط ٹھہرائی گئی تھی کہ دس دس بچوں کو لکھنا سکھا دیں اور آزاد ہو جائیں یہی ان کا فدیہ ہو گا۔ اور جو نہ کتابت جانتے تھے اور نہ فدیہ دے سکتے تھے۔ انہیں ویسے ہی احسان رکھ کر چھوڑ دیا گیا۔ (طبقات ابن سعد) سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہے کہ پیغمبر کو انصار و مہاجرین کے بچوں کی تعلیم کا کس قدر خیال تھا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ والدین کو اپنے بچوں کی تعلیم پر خصوصی توجہ دینا چاہیئے۔ خصوصًا لکھائی اور کتابت کا خاص خیال رکھنا چاہیئے۔ آج کل بڑی بڑی ڈگریاں تو حاصل

کر لیتے ہیں مگر کتابت اور خوش خطی میں بہت پیچھے ہوتے ہیں۔ اسی طرح مدارس عربیہ میں طلباء قرأت و تجوید کی کتابیں پڑھ قاری بن جاتے ہیں اور درس نظامی پڑھ علامہ بن جاتے ہیں مگر ان کی تحریر میں خوش خطی اور کتابت نام کی کوئی شے نظر نہیں آتی۔ صرف قرآن حفظ کرنے والے اور اپنے آپ کو قاری کہلانے والے تو اکثر ایسے ہوتے ہیں کہ جو اپنے دستخط صحیح طریقہ سے نہیں کر سکتے اور اگر کبھی کوئی درخواست یا مضمون لکھنا پڑ جائے تو پھر کسی دوسرے سے لکھواتے ہیں وہ چاہے ان کا شاگرد ہی کیوں نہ ہو۔ اس سے تحریر لکھوانے میں خفت نہیں ہوتی۔ خود کسی سے لکھنا پڑھنا سیکھنے میں شرم آتی ہے۔ خوب محاورہ ہے کہ جس نے کی شرم اس کے پھوٹے کرم۔

اس لئے میں یہاں یہ کہے بغیر نہ رہوں گا کہ والدین کو اپنے بچوں کی لکھائی پڑھائی کا امتحان لیتے رہنا چاہیئے تاکہ بچے ہر لحاظ سے قابل بن سکیں۔

سوالاتِ مصطفےٰ حضرت عباس سے

حضرات گرامی! میں عرض کر رہا تھا کہ اسیران بدر سے حیثیت کے مطابق فدیہ وصول کیا گیا لیکن حضرت عباس کے مال دار ہونے کی وجہ سے سب سے زیادہ رقم وصول کی گئی۔ سبحان اللہ العظیم۔

روایات میں آتا ہے کہ حضرت عباس کی والدہ قبیلہ خزرج سے تھیں۔ اس لئے انصار مدینہ نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ عباس ہمارے بھانجے ہیں ہم ان کا فدیہ چھوڑتے ہیں۔

آپ نے فرمایا نہیں۔

وَاللّٰهِ لَاتَذَرُنَّ مِنْهُ دِرْهَمًا۔

خدا کی قسم! اس سے ایک درہم بھی نہ چھوڑو۔ سبحان اللہ العظیم۔

سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اصول مساوات کے ماتحت حضرت عباس کے دولت مند ہونے کے باعث اس درخواست کو قبول نہ کیا۔ (مسند احمد)

خطیب ہے کہ

جو پیغمبر مساوات کا درس دینے آیا تھا.

وہ آج عدم مساوات کی اجازت کیسے دے سکتا تھا.

وہ پیغمبر جس نے یہ دیکھ کر کہ نگرانوں نے میرے چچا کے ہاتھ ڈھیلے کر دیئے ہیں تو اس نے سب قیدیوں کے ہاتھ ڈھیلے کرنے کا حکم دے دیا تھا.

وہ آج کسی سے امتیازی سلوک کیسے کر سکتا تھا.

اگر ہاتھ عباس کے نرم ہوں گے تو پھر سب قیدیوں کے ہاتھ نرم ہوں گے.

اگر دوسرے قیدی فدیہ دیں گے تو عباس بھی فدیہ دیں گے.

اصول سب کے لئے برابر ہیں. پیغمبر نے حضرت عباس کو اپنا چچا سمجھ کر معاف نہ کیا بلکہ ہر قیمت پر ان سے فدیہ وصول کیا گیا. سبحان اللہ العظیم.

عزیزان گرامی قدر! روایات میں آتا ہے کہ عباس مکہ سے بیس اوقیہ سونا اپنے ساتھ لائے تھے تاکہ واپسی پر مشرکین کے دو فند لشکر کو کھانا کھلائیں گے. لیکن جب وہ گرفتار ہوئے تو ان سے وہ سونا لے کر مال غنیمت میں داخل کر دیا گیا. سبحان اللہ العظیم.

حضرت عباس کہتے ہیں وہ بیس اوقیہ سونا ہی میرا فدیہ سمجھ لیجئے. لیکن سرکار مدینہ اس درخواست کو بھی قبول نہیں کرتے اور فرماتے ہیں کہ

یہ سونا وہ ہے جو تم جنگ میں کفار کی مدد کے لئے ساتھ لائے تھے. اب وہ مسلمانوں کی غنیمت بن گیا ہے. اس لئے وہ رقم فدیہ میں داخل نہیں ہو سکتی. (مدارج)

اب حضرت عباس کہتے ہیں کہ میں تو مسلمان تھا قریش مجھے زبردستی ساتھ لائے تھے

حضور نے فرمایا کہ آپ کے اسلام سے خدا تعالٰے زیادہ واقف ہوگا. اگر آپ کا بیان صحیح ہے تو خدا تعالٰے آپ کو اجر دے گا مگر بظاہر تو آپ ہم پر چڑھائی کر کے آئے تھے. اس لئے فدیہ دیدیجئے.

حضرت عباس پھر فدیہ دینے کو تیار نہیں ہوتے اور کہتے ہیں کہ میں بہت نادار ہوں یہ مناسب نہیں کہ میں فدیہ کی رقم کے لئے لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاؤں. آپ میری

ناداری کی رعایت کریں۔

مگر حضورؐ پھر بھی نہیں مانتے اور حضرت عباس کا یہ عذر بھی قبول نہیں کرتے اور حضرت عباس سے فرماتے ہیں کہ تم نادار کیسے ہو۔ تم نے مکہ سے چلتے وقت سونے کی ایک بڑی مقدار چچی ام الفضل کو دی تھی اور تم دونوں نے سونے کو زمین میں دفن کیا تھا جبکہ اس وقت کوئی تیسرا شخص تمہارے پاس نہیں تھا اور آپ نے چچی ام الفضل سے کہا تھا کہ خدا جانے لڑائی کا کیا انجام ہو اگر میں زندہ سلامت واپس آگیا تو بہتر ورنہ چار بیٹوں میں اتنا اتنا تقسیم کر دینا۔ سبحان اللہ العظیم۔

حضرت عباس کے چہرہ کا رنگ اڑ جاتا ہے اور متعجب ہو کر پوچھتے ہیں کہ آپ کو اس بات کا علم کیسے ہوا!

حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے میرے خدا نے وحی کے ذریعہ بتا دیا۔

حضرت عباس کہتے ہیں کہ خدا کی قسم! اس کا حال میرے اور ام الفضل کے سوا کوئی نہ جانتا تھا۔ اب مجھے حق الیقین ہو گیا ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور پھر حضرت عباس اپنا اور اپنے برادر زادہ عقیل بن ابی طالب کا فدیہ دے کر خلاصی حاصل کرتے ہیں۔ (مسند احمد۔ ابن جریر طبری)

خطیب کہے کہ یہ دل کی بات تھی اور اس علام الغیوب نے اس بات کو اپنے پیغمبر کی زبان سے جاری کروا دیا۔ اور یہی بیان حضرت عباس کی ہدایت کا باعث بن گیا۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کو کہنے دیجئے کہ یہ خدا کی مرضی ہے کہ جب چاہے اور جیسے چاہے اور جس کو چاہے ایمان و اسلام کی توفیق عطا فرما دے۔ کبھی دولت خدا کی ناراضگی کا سبب بن جاتی ہے اور کبھی دولت مسلمان کرنے کا ذریعہ بن جاتی ہے۔

وہ سونا

حضرات گرامی! وہ سونا جس کے حصول کے لئے انسان راتوں کو سو نہیں سکتے۔

وہ سونا جس نے ختم کر دیا رات کا سونا .

وہ سونا جس نے بھلا دیا انسان کو انسان ہونا .

وہ سونا جس کے حصول میں گھر ہو گیا سُونا .

وہی سونا تھا جو مال غنیمت بن کر مسلمانوں کے قبضہ میں چلا گیا .

وہی سونا تھا جسے عباس .. زیر زمین دفن کر کے آئے تھے .

اور اسی سونے کے متعلق پیغمبر کے انکشاف نے حضرت عباس کو صراط مستقیم کا راہی بنا دیا ۔

کسی کے سونے نے اسے جہنم میں پہنچا دیا .

عباس کے سونے نے اسے جنت کا حقدار بنا دیا . سبحان اللہ العظیم .

خطیب کو کہنے دیجئے کہ یہ لفظ سونا بہت ہی خطرناک ہے اگر زیور بن کر جسم پہ آئے تو رعونت پیدا کرے . اگر نیند بن کر جسم کو سلائے تو غفلت پیدا کرے - اور یہ سونا اس وقت تک کسی کے کان کی زینت نہیں بنتا جب تک کہ اس کے کان میں سوراخ نہ کر والے . یہ سونا ناک میں کیل یا لونگ اس وقت تک زینت نہیں بنتا جب تک کہ ناک نہ چھدوالے تو جو سونا اتنی تکلیف دینے والا ہو اس سونے کے لئے کیا رونا . اور جو سونا رات کو سونے نہ دیتا ہو اس سونے کے لئے کیوں رونا .

لیکن کبھی یہی سونا انسان کو سونا بھی بنا دیتا ہے . جب انسان خدا کا بن جاتا ہے . یہی سونا جو کسی کو عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے یہی سونا حضرت عباس کے لئے باعث رحمت و عافیت بن گیا . سبحان اللہ العظیم .

جو سونا وہ مشرکین کی خوراک و دعوت کے لئے لے کر آئے تھے .

وہ سونا اصحاب رسول کے خورد و نوش کے کام آگیا . سبحان اللہ العظیم .

کاش مجھ سے اور فدیہ لے لیا جاتا

حضرات گرامی ! روایات میں آتا ہے کہ جب حضرت عباس سے فدیہ وصول کیا گیا

اور سب قیدیوں کی نسبت ان سے زیادہ وصول کیا گیا تو انہوں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ کیا آپ نے قرابت کی وجہ سے میرا فدیہ اس قدر زائد تجویز کیا ہے؟

حضرت عباس کا مقصد یہ تھا کہ قرابت داری کا تقاضا تو یہ تھا کہ آپ میرے فدیہ میں تخفیف فرماتے۔ لیکن آپ نے بجائے کمی کے میرے فدیہ کی مقدار زیادہ کر دی۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم تو خاموش تھے خدا تعالےٰ کا پیغام آگیا:۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ه

یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّمَنْ فِیْۤ اَیْدِیْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰۤی اِنْ یَّعْلَمِ اللّٰهُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ خَیْرًا یُّؤْتِكُمْ خَیْرًا مِّمَّاۤ اُخِذَ مِنْكُمْ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ه

ترجمہ:۔ اے نبی! جو قیدی تمہارے ہاتھ میں ہیں ان سے کہہ دو کہ اگر اللہ تمہارے دلوں میں نیکی معلوم کرے گا تو تمہیں اس سے بہتر دے گا جو تم سے لیا گیا ہے اور تمہیں بخشے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (پ ۱۰ ع ۵)

علماء نے لکھا ہے کہ حضرت عباس نے اپنے اسلام کا اظہار کیا تھا تو ان سے کہا گیا کہ اگر خدا تعالےٰ دیکھے گا کہ کیا واقعی تمہارے دل میں ایمان اور تصدیق موجود ہے تو جو کچھ تم سے فدیہ کے طور پر لیا ہے۔ وصول کیا گیا ہے اس سے کہیں بہتر اور کہیں زیادہ عطا فرمائے گا۔ سبحان اللہ العظیم۔

حضرت عباس بعد میں فرمایا کرتے تھے کہ کاش مجھ سے فدیہ اور زیادہ لے لیا جاتا (فتح الباری جلد ۷)

حضرت عباس بعد میں فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالےٰ نے جتنا مجھ سے لیا اس سے بہتر اور زیادہ مجھ کو دے دیا اور فرمایا کرتے تھے کہ سوا اوقیہ سونے کے بدلے سو غلام عطا فرمائے جو سب کے سب تاجر ہیں۔ یہ وعدہ خدا تعالےٰ نے دنیا ہی میں ایفا کر دیا۔

اور دوسرا وعدہ مغفرت کا تھا چنانچہ اس کا میں امیدوار ہوں ۔ (درمنثور جلد ۳)

سبحان اللہ العظیم

خطیب کہے کہ جس سونے کو حضرت عباس دفن کر آئے تھے ۔
جس سونے کو حضرت عباس چھپا کر آئے تھے ۔
جس سونے کو حضرت عباس تقسیم کرنے کی وصیت کر آئے تھے ۔
جس سونے کے لئے میاں بیوی نے خفیہ بات چیت کی تھی ۔
اسی سونے نے حضرت عباس کو سہانا بنا دیا ——— اور
محمد کا پیارا اپنا دیا ۔ سبحان اللہ العظیم ۔

وہ نیزے کہاں ہیں؟

حضرات گرامی! میں عرض کر رہا تھا کہ اسیران بدر میں نوفل بن حارث بھی تھے ۔ جب آپ نے ان سے فدیہ دینے کو کہا تو انہوں نے اپنی ناداری کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے جو آپ کو فدیہ میں دے سکوں سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی بات سن کر فرمایا کہ وہ نیزے کہاں ہیں جو تم جدہ میں چھوڑ آئے ہو؟

نوفل بن حارث نے آپ کا ارشاد سنتے ہی کہا کہ خدا کی قسم! اس راز کو اللہ تعالےٰ اور صرف میں ہی جانتا تھا اور کوئی بھی اس راز کو نہیں جانتا تھا۔ آپ کو جو اس بات کا علم ہوا تو معلوم ہوا کہ آپ کو خدا تعالےٰ نے بتایا ہے ۔ لہٰذا میں گواہی دیتا ہوں بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں ۔ سبحان اللہ العظیم

چنانچہ وہ نیزے جن کی تعداد ایک ہزار تھی فدیہ میں دیدیئے ۔ (مستدرک)

سبحان اللہ العظیم

خطیب کہے کہ حضرت نوفل جو نیزے اسلام کے خلاف استعمال کرنے کے لئے لائے تھے اب وہی نیزے کفر کے خلاف استعمال ہوں گے ۔

جو نیزے اسلام کو مٹانے کے لئے لائے گئے تھے۔
وہ نیزے اب کفر کو مٹانے کے لئے کام آئیں گے۔
نوفل کو کیا خبر تھی کہ جو نیزے میں سب سے چھپا کر رکھ رہا ہوں۔ یہ نیزے مخلوق سے تو چھپ جائیں گے مگر خالق سے نہیں چھپ سکیں گے اور وہ خالق تو ہر انسان کے دل کی کیفیات کو جانتا ہے تو اس خالق نے جس مقدس ہستی کو نبوت دے کر لوگوں کے قلب سنوارنے کو بھیجا وہ اس پیغمبر کو یہ بھی بتا دے گا کہ ان کے دلوں میں کیا چھپا ہے اور کیا کیا مرض ہے تاکہ ان کا صحیح علاج ہو سکے۔ سبحان اللہ العظیم
خطیب کو کہنے دیجئے کہ اگر کوئی شخص کوئی شے چھپانا چاہے تو
وہ شے اپنے باپ سے چھپا سکتا ہے۔
وہ شے اپنے بیٹے سے چھپا سکتا ہے۔
وہ شے اپنی بیوی سے چھپا سکتا ہے۔
وہ شے اپنی بہن سے چھپائی جا سکتی ہے۔
وہ شے اپنی والدہ سے چھپائی جا سکتی ہے۔
وہ شے اپنی اولاد سے چھپائی جا سکتی ہے۔
وہ شے اپنے مرشد سے چھپائی جا سکتی ہے۔
وہ شے اپنے پیر سے چھپائی جا سکتی ہے۔
وہ شے اپنے استاد سے چھپائی جا سکتی ہے ——— لیکن یاد رکھو!
ہر انسان سے بات پوشیدہ رہ سکتی ہے لیکن خداوند قدوس سے کوئی بات پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ اس لئے ان واقعات پر غور کرو کہ حضرت عباس نے سونا سب سے چھپایا مگر خدا تعالیٰ سے نہ چھپا سکے۔ حضرت نوفل نے نیزے سب سے چھپائے مگر عالم الغیب سے نہ چھپا سکے۔
عزیزان گرامی قدر اب مجھے برملا کہنے دیجئے کہ
جو چھپ کر چوری کرتا ہے وہ خدا سے نہیں چھپ سکتا ہے۔

جو چھپ کر گناہ کرتا ہے وہ خدا سے نہیں چھپ سکتا۔
جو چھپ کر ملاوٹ کرتا ہے وہ خدا سے نہیں چھپ سکتا۔
جو چھپ کر
آٹے میں ملاوٹ کرتا ہے۔
مرچوں میں ملاوٹ کرتا ہے۔
دودھ میں ملاوٹ کرتا ہے۔
ہلدی میں ملاوٹ کرتا ہے۔

وہ لوگوں سے تو چھپ جائے گا خدا سے نہیں چھپ سکتا اور یہ بھی یاد رکھو کہ چھپ کر شرک کرنے والا بھی خدا کے ہاں پوشیدہ نہیں ہے۔ ایک وقت آئے گا کہ ذرہ ذرہ نیکی سامنے آجائے گی اور ذرہ ذرہ برائی سامنے آجائے گی۔

آج تو ایک شخص کاٹھے بادام تیزاب میں بھگو دیتا ہے اور پھر ان کے اوپر سے سخت چھلکا اتار کر ان کاٹھے باداموں کو کاغذی بادام بنا کر فروخت کر دیتا ہے۔ لیکن جب خدا کے دربار میں اس کا عمل پیش ہوگا تو یہ پھر اس کا جواب نہ دے سکے گا اور نہ ہی اس دربار خداوندی میں اس کی یہ ہشیاری کام آئے گی۔

دنیا میں سیاہ کار تھا۔ آخرت میں روسیاہ ہوگا۔

سیدہ خدیجہؓ کی نشانی اور حضورؐ کے آنسو

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ بدر کے قیدیوں میں امام الانبیاءؐ کے داماد سیدہ زینبؓ کے شوہر ابو العاص بھی تھے۔ ان کا شمار بھی مکہ کے ان تاجروں میں ہوتا تھا جو بڑے مالدار اور قابل اعتماد سمجھے جاتے تھے۔ سیدہ خدیجہؓ ان کو اپنے بیٹے کے برابر سمجھتی تھیں۔ لیکن اب انہیں قسمت بدر کے قیدیوں میں لے آئی۔ چنانچہ مکہ سے لوگوں نے جب اپنے اپنے رشتہ داروں کو فدیہ بھیج کر چھڑانا شروع کیا تو سیدہ زینبؓ نے بھی جو ابھی مکہ ہی میں تھیں۔ اپنے شوہر ابو العاص کا فدیہ بھیجا اور فدیہ میں وہ قیمتی ہار

جو سیدہ خدیجہؓ نے سیدہ زینبؓ کو جہیز میں دیا تھا وہ ہار بھیج دیا۔ خدا تعالےٰ نے اپنے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا دل بہت ہی نرم بنایا تھا۔ آپؐ نے وہ ہار دیکھا تو پچیس برس کی حضرت خدیجہؓ کی رفاقت کا زمانہ یاد آ گیا۔ حضرت خدیجہؓ کی اس نشانی کو دیکھ کر آپ بے اختیار رو پڑے۔ آپ پر سخت رقت طاری ہو گئی۔ پھر آپ نے غم گین لہجہ میں صحابہ کرام سے فرمایا کہ اگر مناسب سمجھو تو زینبؓ کی اس کے شوہر کو چھوڑ دو اور بیٹی کو اس کی ماں خدیجہ کی یادگار لوٹا دو۔ چنانچہ سب صحابہ نے بخوشی آپ کے مشورہ پر عمل کیا اور سیدہ زینبؓ کے جہیز والا ہار سیدہ زینبؓ کو واپس کر دیا گیا۔ (ابوداؤد شریف) سبحان اللہ العظیم

خطیب کہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اگر چاہتے تو اپنی مرضی سے وہ ہار حضرت زینبؓ کو واپس کر سکتے تھے لیکن آپؐ نے صحابہ کو حکم نہیں دیا، مشورہ دیا کہ اگر تم چاہو تو ایسا کر لو۔ یہ آپ کی نبوت کی دلیل ہے کہ کسی بادشاہ کی طرح تحکمانہ انداز نہیں اختیار کیا۔ اگر آپ بادشاہ ہوتے تو صحابہ سے اجازت لئے بغیر جس کو چاہتے رہا کر سکتے تھے۔ لیکن آپؐ نے اپنے جان نثاروں سے باقاعدہ مشورہ فرمایا اور وہ جانثار بھی حقیقتاً جانثار تھے۔ انہوں نے جب ماذاغ البصر کی آنکھوں کو چھلکتے دیکھا تو صحابہ کے دل تڑپ اٹھے۔ پیغمبر کو روتا دیکھ کر ماحول غم گین ہو گیا۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

کسی کے ایک آنسو سے ہزاروں دل تڑپتے ہیں
کسی کا عمر بھر رونا یوں ہی بے کار جاتا ہے

محبوب کو روتا دیکھ کر محبان مصطفیٰ کے رونگھٹے کھڑے ہو گئے۔ ہر صحابی کے چہرہ پر اداسی چھا گئی۔ انہوں نے سوچا کہ جس نے ہمیں اداسیوں کی قید سے نکالا تھا۔ وہ آج خود کیوں اداس ہو گیا اور پھر پیغمبر کی منشاء کے مطابق عمل کر کے نبی کو فرش پر اور خدا کو عرش پر خوش کر دیا۔

یہاں خطیب کو کہنے دیجئے کہ ایک طرف پیغمبر کی جسمانی بیٹی زینب تھی۔

اور دوسری طرف پیغمبر کے روحانی بیٹے صحابہ تھے۔
ایک طرف جسمانی لخت جگر تھی۔ دوسری طرف روحانی لخت جگر تھے۔
ایک طرف قیمتی ہار تھا۔ دوسری طرف قیمتی یار تھا۔
ایک طرف جہیز کا ہار تھا۔ دوسری طرف عمر کا پیار تھا۔
ایک طرف خدیجہ کا ہار تھا۔ دوسری طرف حیدر کرار تھا۔ سبحان اللہ العظیم۔
اگر ایک طرف طاہرہ تھی تو دوسری طرف طاہر تھے۔
اگر ایک طرف طیبہ تھی تو دوسری طرف طیب تھے۔
اگر ایک طرف مومنہ تھی تو دوسری طرف مومن تھے۔
اگر ایک طرف مسلمہ تھی تو دوسری طرف مسلم تھے۔ سبحان اللہ العظیم۔
مگر نبی نے صحابہ پر اپنی بیٹی کو فوقیت نہیں دی بلکہ صحابہ سے مشورہ کر کے فیصلہ کیا۔ اگر صحابہ انکار کر دیتے تو سیدہ کا ہار کبھی واپس نہ ہوتا۔ لیکن صحابہ انکار کیسے کر سکتے تھے۔ صحابہ کا تو مقصد پیغمبر کو راضی کرنا تھا۔ صحابہ کا مقصد خدا کی رضا حاصل کرنا تھا اور خدا کی رضا اسی صورت میں حاصل ہو سکتی ہے کہ خدا کے محبوب کو راضی کر لیا جائے۔ تو جب صحابہ نے پیغمبر کو راضی کر لیا تو خدا نے بھی صحابہ کو اپنی رضا کا تمغہ عطا کر دیا رضی اللہ عنھم ورضوا عنه۔ سبحان اللہ العظیم۔

یہ ہار والا واقعہ حفیظ جالندھری سے بھی سنئے وہ کہتے ہیں۔

نظر آیا جونہی یہ ہار دل حضرتؐ کا بھر آیا
سمٹ کر ابر گوہر بار پلکوں پر اتر آیا

خدیجہ طاہرہؓ کا ہار مرحومہ رفیقہ کا
رسالت کی انیسہ کا اور امت کی شفیقہ کا

خدیجہ طاہرہؓ اس قلب میں آباد تھی اب تک
محبت اور نیکی اور خدمت یاد تھی اب تک

کہا بیٹی نے ماں کی یادگار ارسال کر دی ہے
یہ دولت بہر شوہر آج استعمال کر دی ہے

- مناسب ہو تو لوٹا دو یہ پیاری یادگار اس کو
کہ بہر یاد مادر بس غنیمت ہے یہ ہار اس کو
- کیا اظہار شانِ دردمندی دردمندوں نے
رہا فرما دیا ابو العاص کو اللہ کے بندوں نے
(شاہنامہ اسلام جلد دوم ص ۱۶۸)

مومن ایک سوراخ سے دو دفعہ نہیں ڈسا جاتا

حضرات گرامی! آپ نے حدیث نبوی کے یہ الفاظ تو کئی بار سنے اور پڑھے ہوں گے کہ مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا. لیکن آج آیئے میں آپ کو اس کا پس منظر بیان کرتا ہوں پھر آپ کو اس حدیث کا صحیح لطف آئے گا.

روایات میں آتا ہے کہ اسیران بدر میں ایک عمرو جمحی مشہور شاعر بھی قید تھا. یہ حضور کے سامنے اپنے فقر و فاقہ اور تہی دستی کا عذر کرنے لگا کہ مجھے بغیر فدیہ لئے معاف کر دیا جائے. آپ نے اس کو اس وعدہ پر چھوڑ دیا کہ آئندہ وہ مسلمانوں کے خلاف کسی کارروائی میں حصہ نہ لے گا. مگر یہ چونکہ مشرک تھا اور مشرک وعدہ خلاف ہوتا ہے. لہذا یہ بھی اپنے وعدہ پر قائم نہیں رہتا اور مدینہ سے جاکر مسلمانوں کے خلاف اپنی آتش بیانی سے مختلف قبائل میں آگ لگاتا ہے اور انہیں مسلمانوں کے خلاف اکساتا ہے۔ اور یہ پھر غزوہ احد میں مسلمانوں کے ساتھ لڑنے آیا اور گرفتار ہو گیا. اب پھر پہلے کی طرح حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے منتیں کرنے لگا کہ مجھے رہا کر کے مجھ پر احسان فرمایئے. میں بڑا غریب اور عیال دار ہوں.

آپ فرماتے ہیں کہ مشکل یہ ہے کہ تم جاکر مکہ میں ڈینگیں مارو گے کہ میں محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو دو دفعہ جھکمہ دے آیا ہوں. چنانچہ آپ اس کے قتل کا حکم دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ مَرَّتَيْنِ ۰ یعنی مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا. (فتح الباری)

ابوسفیان نے انصاری کو یرغمال بنالیا

عزیزانِ گرامی قدر! جب کسی کا کوئی رشتہ دار قید میں ہو تو اسے چھڑانے کیلئے اس کے رشتہ دار طرح طرح کے منصوبے بناتے ہیں اور اسے چھڑانے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔ روایات میں آتا ہے کہ ابوسفیان کا ایک بیٹا جس کا نام عمرو تھا۔ یہ عقبہ بن ابی معیط کی بیٹی کے بطن سے تھا۔ بدر میں یہ بھی قید ہو گیا۔ ابوسفیان سے لوگوں نے کہا کہ تم فدیہ بھیج کر اپنا بیٹا کیوں آزاد نہیں کراتے تو کہنے لگا کہ میں جان اور دولت دونوں چیزیں مسلمانوں کو دے دوں۔ ایک تو انہوں نے پہلے میرے بیٹے حنظلہ کو قتل کیا ہے اور اب دوسرے عمرو کو قید کر لیا ہے۔ میں تو فدیہ نہیں بھیجتا وہ اس کے ساتھ جو چاہیں سلوک کریں۔ لیکن انہی دنوں ایک صحابی سعد بن نعمان بن اکال انصاری عمرہ کرنے مکہ گئے تو ابوسفیان نے سعد بن نعمان کو یرغمال بنالیا اور لوگوں سے کہہ دیا کہ وہ میرا بیٹا چھوڑیں گے تو میں اسے چھوڑوں گا۔ جب سعد بن نعمان کے خاندان کو اس کی اطلاع ہوتی ہے وہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے ہیں کہ

یارسول اللہ! آپؐ عمرو بن ابوسفیان کو ہمارے حوالہ کر دیں تاکہ ہم اس کے بدلے سعد بن نعمان کو رہا کرا سکیں۔

سرکار دو عالمؐ ان کی درخواست قبول فرماتے ہیں اور عمرو بن ابوسفیان کو مکہ بھیج کر سعد کو چھڑا لیا جاتا ہے۔ (ابن جریر طبری)

خطیب کہے کہ شاید اسی لئے خدا تعالےٰ نے یہ حالات پیدا کر دیئے تھے۔ کہ ابوسفیان نے ایک دن مسلمان ہو جانا تھا اور اس کی کسی حرکت کا نوٹس نہ لیا گیا بلکہ اس کی مرضی کے مطابق اس کا بیٹا بھیج کر سعد بن نعمان کو آزاد کرا لیا گیا۔

خطیب کو کہنے دیجئے کہ ابوسفیان کو کیا علم تھا کہ جن مسلمانوں سے اپنے بیٹے کو آزاد کروا رہا ہے ایک روز خود بھی انہیں کی طرح ان کے نبی کا غلام ہو گا اور تجھے اس غلامی پر فخر ہو گا۔ نہ صرف تو پیغمبر کا غلام ہو گا بلکہ تیرا بیٹا معاویہؓ مصطفےٰ کا غلام

ہوگا اور کاتب وحی کا لقب پائے گا۔ سبحان اللہ العظیم ۔

قتل کرنے والا خود گھائل ہوگیا

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ قریش کے جن افراد کو اسلام اور پیغمبر اسلام سے خاص دشمنی اور عداوت تھی ان میں عمیر بن وہب بھی تھے۔ بدر میں ذلیل ہونے کے بعد ایک روز حجر کے مقام پر صفوان بن امیہ سے بیٹھے باتیں کر رہے تھے اور بدر میں قتل ہونے والے مشرکین کا ذکر کر رہے تھے کہ صفوان بن امیہ دوران گفتگو کہتا ہے کہ اے دوست! اب زندگی بہت بے لطف گذر رہی ہے۔

عمیر نے کہا ہاں تم بالکل ٹھیک کہتے ہو۔ میں تو بدر میں شکست کھانے کے بعد اپنی زندگی سے سخت بے زار ہوں اور جب یہ سوچتا ہوں کہ میرا بیٹا مسلمانوں کی قید میں ہے تو مجھے کسی پل چین نصیب نہیں ہوتا۔ دل چاہتا ہے کہ میں مدینہ جاکر مسلمانوں کے پیغمبر کو صفحۂ ہستی سے مٹا دوں۔ مگر کیا کروں ایک تو مجھ پر قرض ہے اور دوسرا بال بچے دار ہوں۔ سوچتا ہوں میرے بعد ان کا کون کفیل ہوگا؟

صفوان نے کہا کہ یار اگر واقعی تمہارا یہ ارادہ ہے تو پھر تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں میں تمہارا قرض بھی ادا کر دوں گا اور تمہارے اہل وعیال کا بھی ہر طرح خیال رکھوں گا اور اگر تم نے یہ کام کر دیا تو پورا عرب تمہیں اپنا محسن سمجھے گا اور ہر طرف تمہارے نام کے تذکرے ہوں گے اور تم پورے عرب کے ہیرو بن جاؤ گے اور یاد رکھو اس وقت دنیا میں محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے قتل سے بڑھ کر کوئی اہم کام نہیں۔ بہتر ہے کہ تم اس کام کو سرانجام دے کر قوم کا کلیجہ ٹھنڈا کر دو۔ تمہارے قرض اور اہل وعیال کے خرچ واخراجات کا میں ذمہ دار ہوں۔ تم بے فکر ہو کر یہ کام کرو۔

چنانچہ عمیر نے ضروری سامان فراہم کرنے کی درخواست کی۔ صفوان نے ضروری سامان کے علاوہ ایک زہر میں بجھی ہوئی تلوار بھی ان کے حوالے کی اور آپس میں یہ طے پایا کہ فی الحال یہ راز کسی پر ظاہر نہ کیا جائے۔ (ابن جریر)

خطیب ہے کہ انہیں کیا خبر تھی کہ جس راز کو تم چھپانا چاہتے ہو۔ وہ راز تم مخلوق سے تو چھپالو گے مگر خالق سے کیسے چھپاؤ گے۔ سبحان اللہ العظیم۔

روایات میں آتا ہے کہ عمیر جب مدینہ شہر میں پہنچتے ہیں تو ان پر حضرت عمر فاروق رضؓ کی نظر پڑ جاتی ہے۔ حضرت عمر اسے دیکھتے ہی سمجھ جاتے ہیں کہ یہ کسی فاسد ارادہ سے آیا ہے اس لئے فوراً عمیر کے پاس پہنچ کر اس کی تلوار پر قبضہ کرتے ہیں اور پھر اسے گردن سے پکڑ کر حضورؐ کی خدمت میں لاتے ہیں۔ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم انہیں دیکھ کر فرماتے ہیں۔ اے عمر! اسے چھوڑ دو۔ سیدنا عمر بھلا آقا کا حکم کیسے ٹال سکتے تھے یہ عمیر کو چھوڑ کر کھڑے ہو جاتے ہیں حضورؐ عمیر سے فرماتے ہیں کہ عمیر میرے قریب آؤ جب یہ قریب ہوئے تو آپؐ نے پوچھا کہ تم کس ارادہ سے یہاں آئے ہو؟

کہنے لگا کہ اپنے بیٹے کی خبر لینے آیا ہوں جو اس وقت آپ کی قید میں ہے۔

آپؐ فرماتے ہیں اچھا تو پھر یہ تلوار کس لئے گلے میں لٹکا رکھی ہے؟

عمیر کہنے لگا کہ آتے وقت گلے سے اتارنا بھول گیا تھا اس لئے یہ لٹکی رہ گئی۔ ویسے اس ایک تلوار نے آپ کا کیا کرنا ہے۔ بدر میں اتنی تلواریں آپ کا کچھ نہ بگاڑ سکیں تو یہ ایک تلوار کیا بگاڑ لے گی۔

سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا تو اسی لئے تم نے اور صفوان بن امیہ نے حجر میں میرے قتل کی سازش کی ہے اور صفوان نے تمہارا سارا قرض ادا کرنے اور تمہارے اہل و عیال کو خرچ دینے کا ذمہ لیا ہے اور کیا تم اسی پروگرام کے تحت یہاں نہیں آئے؟

عمیر پتے کی بات سن کر سناٹے میں آجاتے ہیں اور سخت حیرت زدہ ہو کر آپ کی طرف دیکھتے ہیں کہ ان کو اس مخفی راز کا علم کیسے ہو گیا! اسی حالت میں اٹھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ آگے آپ کچھ نہ کہیں میں کہوں گا۔ حضرت عمر قریب ہی تھے کہنے لگے اب تم کیا کہو گے۔ تم کچھ کہنے کے قابل رہے ہو؟

کہنے لگے ہاں میں کہوں گا مجھے اب بولنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ عمیر! اب تو کچھ نہیں کہہ سکتا حضرت عمرؓ کا مقصد تھا کہ اب تو کوئی صفائی نہیں دے سکتا۔ مگر عمیر نے گرج کر کہا کہ میں کہوں گا۔

حضرت عمرؓ نے کہا کہ کیا کہو گے؟

حضورؐ عمیر کا چہرہ دیکھ رہے تھے۔ عمیر نے کہا کہ میں کہوں گا کہ

اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ۔ سبحان اللہ العظیم۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ صلے اللہ علیہ وسلم۔

اور پھر حضرت عمیرؓ کہتے ہیں

وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ مَا اَتَاكَ بِهٖ اِلَّا اللّٰه

خدا کی قسم میں یقین کرتا ہوں کہ اللہ کے سوا آپ کو اس واقعے کی اطلاع کسی نے نہیں دی۔ (الخصائص الکبریٰ) سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہے کہ پیغمبر کے خلاف سازش کرنے والوں کو یہ علم نہیں تھا کہ عمیر تلوار لے کر مدینہ بعد میں پہنچے گا مگر جبرئیل پہلے پہنچ جائے گا اور ان لوگوں کو اس وقت یہ علم نہ ہو سکا کہ اس سے پہلے بھی ایک مرتبہ ایک شخص تلوار لے کر پیغمبر کو قتل کرنے گیا تھا لیکن خود گھائل ہو گیا تھا۔ اب یہ بھی قتل کرنے گیا تھا مگر قتل کرنے والا خود گھائل ہو گیا۔ سبحان اللہ العظیم

خطیب کو کہنے دیجئے کہ جو مٹانے آیا تھا وہ خود مٹ گیا۔ پہلے عمرؓ تلوار لے کر آیا تھا پھر واپس نہ گیا۔ اب عمیرؓ تلوار لے کر آیا ہے اور یہ بھی واپس نہ جائے گا۔ بلکہ جس نے بھیجا ہے وہ صفوان بھی ایک دن مصطفےٰ کی غلامی میں آجائے گا۔ سبحان اللہ العظیم۔

اور پھر دنیا نے دیکھ لیا کہ فتح مکہ کے بعد صفوان بھی دامن اسلام میں آگئے اور مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے غلام بن گئے۔ بقول کسے

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

سبحان اللہ العظیم

ادائیگی قرض کی عجیب صورت

عزیزانِ گرامی قدر!

میں عرض کر رہا تھا کہ حضرت عمیرؓ مسلمان ہو گئے لیکن ان پر قرض تو بدستور باقی تھا۔ لہٰذا قرض کی ادائیگی کے لئے خداوند قدوس نے ایک عجیب و غریب صورت پیدا کر دی۔

روایات میں آتا ہے کہ حضرت عمیرؓ کے والد نے مرنے سے پہلے بہت سا مال و زر حفاظت کی غرض سے ایک جگہ دفن کر دیا تھا لیکن نہ تو وہ کسی کو اس کی جگہ بتائی تھی اور نہ ہی مرتے وقت اس کی وصیت کرنے کا انہیں موقع ملا تھا۔ چنانچہ جب حضرت عمیرؓ مدینہ سے مکہ واپس پہنچتے ہیں تو ایک رات خواب میں کسی کو یہ کہتے سنا کہ فلاں جگہ کھود کر اپنے باپ کا دفینہ نکالو تو حضرت عمیرؓ صبح ہوتے ہی اس جگہ کو کھودتے ہیں تو انہیں دس ہزار درہم اور سونے کے ٹکڑے ملتے ہیں۔ بس پھر کیا تھا فوری اپنا قرض ادا کرتے ہیں اور خوشحال ہو جاتے ہیں۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہے کہ حضرت عمیرؓ مشرک سے امداد چاہتے تھے لیکن انہیں خبر نہ تھی کہ ان کا قرض مشرک نہیں بلکہ مشکل کشا ادا کرے گا۔ اور وہ ایسا سبب پیدا فرمائے گا کہ کسی کی عقل و فہم میں بھی نہ آسکے گا۔ سبحان اللہ العظیم۔

ابّا جان! ہمارا یہ ربّ تو بہت اچھا ہے

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ جب انہیں دولت مل گئی اور قرض بھی ادا ہو گیا اور خدا تعالیٰ نے انہیں آسودہ حال کر دیا تو ان کی زندگی بڑی خوشحال گذرنے لگی۔ چونکہ یہ واقعہ ان لوگوں کے اسلام قبول کرنے کے فوراً بعد پیش آیا تو ایک دن حضرت عمیرؓ کی چھوٹی بچی کہتی ہے کہ

ابا جان! ہمارا یہ رب تو بہت اچھا ہے۔ یہ ہبل اور عزیٰ معبودوں سے تو بہت ہی بہتر ہے۔ ابھی ہم نے چند روز ہی اس کی عبادت کی تھی کہ ہم کو اتنی بڑی دولت بخش دی۔ ہبل اور عزیٰ نے تو ساری عمر کچھ بھی نہ دیا تھا۔

(کتاب الروح ابن قیمؒ۔ بحوالہ سیرت کبریٰ جلد دوم صفحہ ۱۰۲۴)

خطیب کہے کہ خدا تعالٰی کی قدرت ہے کہ ایک بچی بچپن میں بچپنے کی باتیں کرتی ہے اور مولٰے کریم نے اس کی معصوم زبان سے کہلوا دیا کہ ہبل اور عزیٰ نے ساری عمر کچھ بھی نہ دیا۔

یہاں آخر میں مجھے کہنے دیجئے کہ

ان پتھروں نے نہ تو پہلے کچھ دیا تھا اور نہ ہی بعد میں کچھ دے سکتے ہیں۔ جو دیتا ہے وہ ہی پروردگار دیتا ہے۔ اس لئے جو اس کا بن جائے خدا اس کا وکیل وکفیل بن جاتا ہے۔

سبحان اللہ العظیم

آگے کیا ہوا!

یہ

انشاء اللہ

آئندہ جمعہ

عرض کروں گا۔

خطبہ نمبر۶۰

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

استفسارِ مصطفیٰ

صحابہؓ کی جماعت سے

جھلکیاں

تم لوگ مکہ نہ جانا	استفسارِ مصطفیٰ صحابہ کی جماعت سے
کفر ایمان کے تعاقب میں	صحابہ کا عقیدہ کہ نبی عالم الغیب نہیں
ہمیں اور ذلیل نہ کرو	تم انہیں نہیں جانتے
لوگ کیا کہیں گے	ابو العاص کا تمام مال واپس کر دیا گیا
پوشیدہ طور پر سیدہ کی روانگی	دشمنانِ صحابہ کی مجالس میں شرکت گناہ ہے
نبی کی بیٹی غیر محرم کے ساتھ کیوں	

امابعد - فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

صدق اللہ العظیم

بزرگانِ محترم دوستو عزیزو، نوجوان ساتھیو!

گذشتہ خطبہ کے اندر جہاں میں نے حضرت عباس کے فدیہ اور اسلام کا تذکرہ کیا تھا وہاں میں نے بنت رسول سیدہ زینب رضؓ کے شوہر ابو العاص کا ذکر بھی کیا تھا کہ انہیں آزاد کرانے کے لئے سیدہ زینب رضؓ نے اپنی والدہ سیدہ خدیجہ رضؓ کا ہار فدیہ میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج دیا تھا اور سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ کی نشانی ہار دیکھ کر آبدیدہ ہو جاتے ہیں اور آپ نے صحابہ سے فرمایا تھا کہ اگر مناسب سمجھو تو میری بیٹی زینب رضؓ کی خاطر اس کے شوہر ابو العاص کو رہا کر دو۔ چنانچہ ابو العاص کو بغیر فدیہ لئے صحابہ نے رہا کر دیا تھا اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے کہنے پر ابو العاص نے آپ سے یہ وعدہ کر لیا تھا کہ وہ مکہ پہنچتے ہی سیدہ زینب رضؓ کو آپ کے پاس مدینہ بھجدیں گے۔ (ابوداؤد - ابن جریر طبری)

تم لوگ مکہ نہ جانا

عزیزان گرامی قدر!

روایات میں آتا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ابو العاص کے ہمراہ حضرت

زید بن حارثہ اور سلمہ بن اسلم انصاری کو مکہ روانہ فرماتے ہیں. چونکہ مکہ میں مسلمانوں کے خلاف سخت نفرت تھی اگرچہ نفرت تو پہلے بھی تھی مگر اب بدر میں شکست کھانے کے بعد اب نفرت مزید بڑھ گئی تھی اور مسلمانوں نے خلاف ادھار کھائے بیٹھے تھے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کو تاکید فرماتے ہیں کہ تم لوگ مکہ نہ جانا بلکہ شہر سے باہر وادی ناجح کے مقام پر رک جانا اور اسی جگہ ان کی آمد کا انتظار کرنا.

(ابو داؤد شریف)

چنانچہ پروگرام کے مطابق یہ دونوں صحابی طے کردہ مقام پر رک جاتے ہیں اور ابو العاص مکہ جا کر اپنے چھوٹے بھائی کنانہ بن ربیع کے ہمراہ وادی ناجح کی طرف بھیج دیتا ہے. کنانہ بن ربیع اپنی کمان ترکش سنبھال کر دن کے وقت مکہ سے روانہ ہوتا ہے. سبحان اللہ العظیم.

خطیب کہے کہ خدا تعالے کا آخری پیغمبر کس قدر مظلوم تھا کہ مکہ سے آتے وقت اپنی لخت جگر زینب کو بھی اپنے ساتھ نہ لا سکا تھا بلکہ نزول وحی کے بعد جب سیدہ زینب نے کلمۂ اسلام پڑھ لیا تھا. مشرک اور مومن کی راہیں جدا جدا ہو گئیں تھیں. اس وقت بھی سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم ان دونوں میں عملی جدائی نہ کروا سکے تھے جبکہ ابو العاص سے سیدہ کی مفارقت ضروری تھی. کیونکہ مسلمان عورت مشرک شوہر کے ساتھ نہیں رہ سکتی تھی. یا تو ابو العاص بھی مسلمان ہو جائے تو پھر مفارقت کی کوئی ضرورت نہ تھی. لیکن ابو العاص کئی سال تک اپنے پرانے عقائد پر قائم رہے اور اسلام قبول نہ کیا اور اسلام کا فیصلہ یہ تھا کہ مشرک کے نکاح میں مومنہ نہیں رہ سکتی اور مومن کے نکاح میں مشرکہ نہیں رہ سکتی. لیکن یہ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی مکہ میں بے بسی اور مظلومیت تھی کہ آپ عملاً ان میں تفریق نہ کرا سکے تھے.

یہاں خطیب کو کہنے دیجئے کہ جب شوہر مشرک سے مومنہ بیوی کی تفریق ضروری ہے تو پھر مدینہ میں پہنچ کر جب آپ کو اقتدار حاصل ہو گیا اور صحابہ کی کثیر تعداد آپ کے جانثاروں میں شامل ہو گئی تو اس وقت آپ نے اگر عثمان غنی

سے رقیہ کی تفریق نہ کرائی تو ماننا پڑے گا کہ

عثمان صاحب ایمان تھا۔

عثمان خدا کے نزدیک مسلمان تھا۔

نبی کے نزدیک صاحب ذی شان تھا۔ سبحان اللہ العظیم۔

اور اس سے یہ مسئلہ بھی حل ہو گیا کہ اگر سیدہ عائشہ مومنہ نہ ہوتیں تو کبھی بھی پیغمبر کے نکاح میں نہ رہتیں اور نہ ہی اللہ رب العزت پیغمبر کے پاس رہنے دیتا

—— سبحان اللہ العظیم ——

اب جو بدبخت عثمان و عائشہ کے ایمان میں شک کرتا ہے —— وہ

شیطان ہونے کا اقرار کرتا ہے —— اور

جو شیطان ہونے کا اقرار کرتا ہے۔

وہ قرآن کا انکار کرتا ہے —— اور

جو قرآن کا انکار کرتا ہے —— وہ

دنیا و آخرت میں روسیاہ ہوتا ہے۔

کفر، ایمان کے تعاقب میں

حضرات گرامی! میں عرض کر رہا تھا کہ کنانہ دن کے وقت سیدہ زینبؓ کو مکہ سے لے کر نکلتا ہے تو اس کی اطلاع مکہ کے رئیسوں کو ہو جاتی ہے۔ بھلا انہیں کیسے گوارا تھا کہ مصطفیٰ کی لختِ جگر زینبؓ دن دھاڑے مکہ سے علی الاعلان ہجرت کر جائے جب کہ ابھی تک ان کے ذہنوں سے بدر کی شکست کے اثرات بھی محو نہیں ہوئے تھے۔ چنانچہ اطلاع ملتے ہی کفر ایمان کے تعاقب میں نکل پڑتا ہے اور مقام ذی طوی میں پہنچ کر ان کا راستہ روک لیتا ہے۔ ایک بدبخت آگے بڑھ کر سیدہ کو واپس ہونے کے لئے کہتا ہے۔ انکار سن کر اونٹ کی کونچیں کاٹ دیتا ہے۔ سیدہ اونٹ سے گر پڑتی ہیں تو شقی القلب اس معصومہ پر نیزہ سے حملہ کرتا ہے۔ سیدہ بُری طرح

زخمی ہو کر پتھر کی ایک چٹان پر جا گرتی ہیں۔ سیدہ کو سخت جسمانی تکلیف پہنچتی ہے یہ دیکھ کر کنانہ انہیں انتباہ کرتا ہے کہ یاد رکھو اب جو بھی ہمارے قریب آئے گا وہ میرے تیروں کا نشانہ بنے گا۔ یہ سن کر تمام اوباش پیچھے ہٹ جاتے ہیں لیکن ابو سفیان بن حرب اور دیگر سرداران قریش قریب ہو کر کنانہ سے کہتے ہیں کہ

تم ذرا ٹھہر و اور اطمینان سے ہماری بات سن لو پھر جو چاہے کر گزرنا۔

کنانہ کہتا ہے کہ تم نے مجھے کیا کہنا ہے؟

ابو سفیان کہتا ہے کہ تم تیروں کو الگ رکھو تو میں کوئی بات کروں۔

چنانچہ کنانہ کہتا ہے کہ اچھا ٹھیک ہے تم آؤ اور کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔

خطیب کہے کہ اسلام کی خاطر نہ صرف پیغمبر اسلام نے مصائب اٹھائے بلکہ آپ کے مقدس گھرانہ کے تقریباً ہر فرد کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا گیا۔

آج کفر یہ کہتا ہے کہ بیٹی باپ کے پاس نہ جائے۔

آج کفر یہ چاہتا تھا کہ نبی کی لخت جگر نبی کے پاس نہ جائے۔

آج پیغمبر کی دختر نیک اختر کو اس شہر میں تحفظ نہیں ہے جس شہر میں خود امام المرسلین نے آنکھیں کھولی تھیں۔ اس شہر میں بیٹی زخمی ہو گئی ہے جس شہر میں خود سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو صادق اور امین تسلیم کیا جاتا تھا۔

آج اس شہر میں بنت رسولؐ کا خون گرا ہے جس شہر میں پیغمبر نے اپنی پاکیزہ زندگی کا ایک طویل حصہ گذارا تھا۔

آج کفر پھر ظلم کر رہا ہے۔

آج شرک پھر اپنی تمام تر ریشہ دوانیوں کے ساتھ بنت مصطفےؐ کا راستہ روک رہا ہے۔ لیکن ان کفار کے سرداروں کو کیا خبر تھی کہ

ظلم پھر ظلم ہے بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے
خون پھر خون ہے ٹپکے گا تو جم جائے گا ~~~ سبحان اللہ العظیم

خطیب کو کہنے دیجیے کہ آج ابو سفیان سیدہ زینبؓ کا راستہ روک رہا ہے

لیکن کل جب اس کا والد فاتح بن کر آئے گا تو پھر اس کا راستہ کوئی نہ روک سکے گا.

جو مظلوم بن کر گیا تھا ——— وہ اب معصوم بن کر آئے گا.
جو غیر محفوظ ہو کر گیا تھا ——— وہ محفوظ بنانے آئے گا.
جو درد لے کر گیا تھا ——— وہ ہمدردی کے آئے گا.
جو ستم اٹھا کر گیا تھا ——— وہ ستم مٹانے آئے گا.
جو ظلم اٹھا کر گیا تھا ——— وہ ظلم مٹانے آئے گا.
جو رنجیدہ ہو کر گیا تھا ——— وہ سنجیدہ بنانے آئے گا۔ سبحان اللہ العظیم
جو زخمی ہو کر گیا تھا ——— وہ زخم مٹانے آئے گا.
جو جفا اٹھا کر گیا تھا ——— وہ وفا لے کر آئے گا.
جو آنسو لے کر گیا تھا ——— وہ مسکراہٹ لے کر آئے گا.
جو صدیق کو لے کر گیا تھا ——— وہ صداقت لے کر آئے گا.
جو ایک ساتھی لے کر گیا تھا ——— وہ دس ہزار لے کر آئے گا.

سبحان اللہ العظیم .

ہمیں اور ذلیل نہ کرو

عزیزان گرامی قدر! میں عرض کر رہا تھا کہ ابوسفیان اپنے رفقاء کی موجودگی میں کنانہ سے کہتے ہیں کہ یہ تم نے کوئی عقل مندی کا کام نہیں کیا کہ تم محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی بیٹی کو اس طرح علانیہ تمام لوگوں کے سامنے لے جا رہے ہو. لوگ ہمیں بزدلی کا طعنہ دیں گے کہ قریش بدر میں شکست کھا کر اس قدر ذلیل ہو گئے ہیں کہ ایک محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کو بھی نہ روک سکے. ہم مانتے ہیں کہ ہمیں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کے روکنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا. لیکن ہم اور ذلیل ہو جائیں گے. اس لئے ہمیں اور ذلیل نہ کرو اور اس وقت تم واپس لوٹ چلو تاکہ لوگوں کو اس بات کا علم ہو جائے کہ ہم محمدؐ کی بیٹی کو واپس لے آئے ہیں اور جب یہ چرچا ختم ہو جائے تو پھر کسی وقت چوری چھپے اس کو لے جانا تاکہ ہماری بھی سبکی نہ ہو اور تمہارا کام بھی مکمل

ہو جائے۔

چنانچہ کنانہ اس تجویز کو منظور کر کے واپس لوٹ جاتا ہے۔ (طبری)

لوگ کیا کہیں گے

خطیب کہے کہ قریش کو بدر کی شکست کا کس قدر غم تھا اور دن رات اسی سوچ میں رہتے ہیں کہ اس ذلت کے داغ کو کیسے دھویا جائے۔ اگرچہ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ سیدہ زینبؓ کے رو گنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا لیکن وہ ڈرتے تھے کہ لوگ کیا کہیں گے؟

یہاں خطیب کو کہنے دیجئے کہ آج بھی یہ جملہ آپ اپنے گردوپیش سن سکتے ہیں کہ اگر میں نے ایسا کر لیا تو لوگ کیا کہیں گے۔ یہ لباس پہن لیا تو لوگ کیا کہیں گے۔ یہ جملہ ہماری ترقی کی راہ میں ایک رکاوٹ بن گیا ہے۔ اس جملہ نے ہمارے قدموں میں زنجیر ڈال دی ہے۔ اس جملہ نے ہمیں سست اور کاہل بنا کر رکھ دیا ہے۔ یہ جملہ ہر شخص کی زبان پر کبھی نہ کبھی ضرور جاری ہوگا کہ لوگ کیا کہیں گے۔

کسے باشد۔ کوئی ہو۔ چاہے کوئی عالم ہو یا کوئی ان پڑھ ہو۔ چاہے کوئی امیر ہو چاہے غریب ہو لیس ان کی زبان پر یہ جملہ ضرور ہو گا کہ لوگ کیا کہیں گے۔ ہر ایک کو یہ خیال ہے کہ لوگ کیا کہیں گے۔

اگر کوئی بہت بڑا عالم ہے تو نورانی قاعدہ اس لئے نہیں پڑھ جائے گا کہ لوگ کیا کہیں گے!

اگر کوئی پروفیسر ہے تو پہلی جماعت کو اس لئے نہیں پڑھائے گا کہ لوگ کیا کہیں گے؟

اگر کوئی ڈگری یافتہ ہے تو معمولی کام اس لئے نہیں کرے گا کہ لوگ کیا کہیں گے۔

نوجوان بیکار پھرتا رہے گا مگر ریڑھی اس لئے نہیں لگائے گا کہ لوگ کیا کہیں گے۔

غریب باپ کا بیٹا کسی دوکان پر یا کسی ریڑھی پر ملازم اس لئے نہیں ہوگا کہ لوگ کیا کہیں گے؟

تو یہ جملہ ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے اور جو لوگ اس جملہ کو قطعاً اہمیت نہیں دیتے بلکہ کہتے ہیں کہ ہمیں لوگوں کی کوئی پرواہ نہیں. ہم نے اپنا کام کرنا ہے وہ ایک دن کامیابی حاصل کر لیتے ہیں. اگر کوئی کسی کو نورانی قاعدہ پڑھائے گا اور اسے قطعاً کسی کے کچھ کہنے سننے کی پرواہ نہیں ہوگی تو وہی بچہ ایک دن قرآن حفظ کرے گا اور پھر یہی عالم بڑے فخر سے کہے گا کہ اس بچہ کو نورانی قاعدہ میں نے پڑھایا ہے اور اب یہ پورا قرآن حفظ کر چکا ہے تو وہ نورانی قاعدہ پڑھانے میں عالم اپنی ہتک خیال کرتا تھا اب اسی قاعدہ پر فخر کرے گا. اسی طرح جس نے ریڑھی لگائی اور محنت کی پھر اس کا کاروبار اور زیادہ وسیع ہو گیا تو پھر وہی ریڑھی لگانے والا شخص بڑے فخر سے کہے گا کہ میں اس مقام تک ایسے ہی نہیں پہنچا بلکہ اول میں نے ریڑھی لگائی اور خوب محنت کی اور آج خدا کے فضل سے میں اس مقام پر ہوں. تو معلوم ہوا کہ کسی کام کو بھی حقیر سمجھ کر نہیں چھوڑنا چاہیئے. بلکہ محنت میں عظمت ہے. حدیث میں آتا ہے کہ اَلْکَاسِبُ حَبِیْبُ اللّٰہِ کام کرنے والا اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے. اس لئے کام کرنے سے شرمانا نہیں چاہیئے کیونکہ جس نے کی شرم اس کے پھوٹے کرم.

جو ہچکچا کے رہ گیا وہ رہ گیا اِدھر
جس نے لگائی ایڑھی وہ پار ہو گیا

تو میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ لوگوں کے کہنے اور نہ کہنے کی کوئی پرواہ نہ کریں بلکہ کوئی کام کرتے ہوئے یہ دیکھیں کہ اس میں کوئی شرعاً، اخلاقاً خرابی تو نہیں. اگر کوئی خرابی ہوئی تو خدا تعالیٰ کیا کہیں گے. ہر مسلمان کے دل میں یہ بات راسخ ہونی چاہیئے کہ اگر میں نے جھوٹ بولا تو خدا تعالیٰ کیا کہیں گے. خدا تعالیٰ کا ڈر ہو اور محنت کا عزم ہو تو انسان ہر میدان میں کامیابی حاصل کر سکتا ہے اور جسے صرف لوگوں کا ڈر ہو خدا کا ڈر نہ ہو تو وہ دنیا و آخرت میں ناکام ہوتا ہے خَسِرَ الدُّنیَا وَالْآخِرَۃ

پوشیدہ طور پر سیّدہ کی روانگی

حضرات گرامی! میں عرض کر رہا تھا کہ کنانہ چند روز مزید مکہ ٹھہرتا ہے اور پھر ایک دن سیدہ کو انتہائی رازداری سے لے کر چلتا ہے اور بحفاظت وادی ناج میں حضرت زید بن حارثہ اور سلمہ بن اسلم انصاری کے پاس چھوڑ آتا ہے۔ (طبری)

خطیب کہیے کہ اس طرح سیدہ زینبؓ اپنے والد گرامی قدر حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق چھپ کر ہجرت کرتی ہیں۔

یہاں خطیب کو کہنے دیجئے کہ سیدہ زینبؓ دن دھاڑے چمکتی دھوپ میں کیوں ہجرت نہ کر سکیں۔ اس کی اصل حکمت تو خداوند قدوس ہی جانتے ہیں۔ مگر جو بظاہر معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ شاید خدا تعالےٰ کو یہ پسند نہ آیا کہ جو نبی خود چھپ کر ہجرت کر گیا ہو اور اس کی لخت جگر چمکتی دھوپ میں دن دھاڑے ہجرت کیوں کرے۔ بیٹی کو باپ کی سنت کے مطابق عمل کرنا چاہیئے تاکہ کل کوئی یہ اعتراض نہ کرے کہ بیٹی نے تو باپؐ کی سنت پر عمل نہ کیا جب کہ دوسرے لوگ اس سنت پر عمل کر کے نمبر لے گئے۔ چنانچہ سیدہ کو بھی اسی رازداری کے ساتھ مکہ سے نکلنا پڑا جس رازداری کے ساتھ سیدہ کے والد گرامی مکہ سے تشریف لے گئے تھے۔

نبیؐ کی بیٹی غیر محرم کے ساتھ

عزیزان گرامی قدر! ہو سکتا ہے کہ یہاں کسی صوفی ثناء اللہ کے دل میں یہ خیال آئے۔ ہو سکتا ہے جسے تقوےٰ کا ہیضہ ہو اس کے ذہن میں یہ سوال ابھرے کہ نبیؐ کی لخت جگر نے غیر محرم کے ساتھ سفر کیوں کیا۔ جب کہ کسی عورت کا غیر محرم کے ساتھ سفر کرنا شرعاً ممنوع ہے اور پھر یہ سفر کرنے والی کوئی عام عورت نہیں ہے بلکہ مقصود کائنات کی لخت جگر ہے اور پھر اس بیٹی کو منگوانے والا بھی کوئی عام شخص نہیں بلکہ دنیا کا آخری نجات دہندہ اور خدا کے محبوب ترین نبی حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ تو ان سوالوں کا علماء کرام نے یہ جواب دیا ہے۔

پہلی بات یہ ہے کہ اس وقت تک عورت کو غیر محرم سے پردہ کرنے کا حکم نہیں

ہوا تھا اور نہ ہی اسے کسی غیر محرم کے ساتھ سفر کرنے کی ممانعت ہوئی تھی اور اگر پردہ کرنے اور سفر نہ کرنے کا حکم نازل بھی ہو چکا ہوتا تو بھی عورت اپنے زر خرید غلام سے نہ تو پردہ کرنے کی مامور ہے اور نہ اسے اس کے ساتھ سفر کرنے کی ممانعت ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت زید پہلے تو محض زر خرید غلام ہی تھے لیکن پھر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنا بیٹا بنا لیا تھا اور اس باپ اور بیٹے کے تعلق کو دوسروں پر قیاس نہ کرنا چاہیے۔ سیدنا حضرت زید وہ بیٹا تھے جنہوں نے اپنے حقیقی باپ کے ساتھ وطن جانے سے انکار کر دیا تھا۔ ان سب امور سے قطع نظر امت کو اپنے پیغمبر سے جو والہانہ محبت و عقیدت ہوتی ہے اس پر ہزاروں محرم اور لاکھوں قرابتدار قربان کئے جا سکتے ہیں۔ (سیرت کبریٰ ص ۱۰۲۱)

خطیب کہے کہ

یہی تو حضرت زید ہیں جن کا ذکر قرآن میں آیا ہے۔
یہی تو حضرت زید ہیں جن کا نام قرآن میں آیا ہے۔
یہی تو حضرت زید ہیں جن کو پیغمبر نے اپنا بیٹا بنایا تھا۔ —— تو سیدہ کسی غیر محرم کے ساتھ نہیں بلکہ اپنے بھائی زید کے ساتھ مدینہ گئی تھیں۔ اس لئے یہاں خطیب کو کہنے دیجئے کہ

ایک بہن کی اپنے بھائی کے ساتھ ہجرت تھی۔
ایک مومنہ کی اپنے مومن بھائی کے ساتھ ہجرت تھی۔
ایک عفیفہ کی اپنے عفیف بھائی کے ساتھ ہجرت تھی۔
ایک شہزادی کی اپنے شہزادے بھائی کے ساتھ ہجرت تھی۔ سبحان اللہ العظیم۔

اور بھائی بھی ایسا کہ جو اپنے والا گرامی قدر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھا تھا کہ اس کا حقیقی باپ آ جاتا ہے لیکن حضرت زید اس لئے اٹھ کر اسے نہیں ملتے کہ پیغمبر کی مجلس سے اٹھنا بے ادبی ہے۔ جب خود سرکار دو عالم انہیں ملنے کا حکم دیتے ہیں تو اس وقت حضرت زید اپنے باپ سے ملتے ہیں اور

جب باپ انہیں اپنے ساتھ چلنے کو کہتا ہے تو یہ صاف انکار کر دیتے ہیں۔ باپ حیران ہو کر زید سے کہتا ہے کہ زید تم غلامی کو آزادی سے بہتر سمجھتے ہو۔ تو حضرت زید تڑپ کر کہتے ہیں۔ کہ

محمدؐ کی غلامی ہے سند آزاد ہونے کی
خدا کے دامن توحید میں آباد ہونے کی

محمدؐ ہے متاع عالم ایجاد سے پیارا
پدر، مادر، برادر، مال وجان اولاد سے پیارا

محمدؐ کی محبت دین حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

پنجابی شاعر اقبال دائم اپنے انداز میں کہتا ہے۔

تاں جھرڈے زید غلام تائیں کملی والے آزاد کرا دتا
وانگ پتراں رکھیا کول اپنے نالے دین دا علم پڑھا دتا

حارث پتر دی بند کھلوان خاطر پھیر حضرت دے گھر بن پا دتا
آکھے بچیا چل ہن گھر اپنے زید صاف جواب سنا دتا

مائی باپ گھر بار مختار آقا جس نے حق دا راہ دکھا دتا
دسے شام اندھیرا شام دائم عربی چن چراغ جگا دتا

(کملی پوش ص۱۵)

استفسار مصطفیٰ صحابہ کی جماعت سے

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ سیدہ زینبؓ اپنے محترم والد حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس قیام پذیر ہوتی ہیں اور ان کے شوہر ابوالعاص مکہ میں مقیم رہتے ہیں۔ اسی طرح وقت گذرتا ہے کہ فتح مکہ سے پہلے ابوالعاص تجارت کے لئے شام کی طرف سفر کرتے ہیں۔ اہل مکہ کو ابوالعاص کی امانت و دیانت پر مکمل اعتماد تھا۔ اس لئے اور لوگوں نے بھی انہیں تجارت کے لئے اپنا سرمایہ دے کر

بھیجا تھا۔ (سیرت ابن ہشام)

خطیب کہے کہ ابوالعاص جس پیغمبر کا داماد تھا اس پیغمبر کی امانت و دیانت پر بھی اہل مکہ کو مکمل اعتماد تھا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ پیغمبر تو امانت دار ہو اور داماد بد دیانت ہو۔ میرے آقا کے تینوں داماد ابوالعاصؓ۔ حضرت عثمانؓ۔ حضرت علیؓ امانت دار اور دیانت دار تھے۔ سبحان اللہ العظیم۔

روایات میں آتا ہے کہ ابوالعاص شام سے واپس آرہے تھے کہ راستہ میں مسلمانوں کا ایک دستہ مل جاتا ہے وہ دستہ ان کے تمام مال و متاع پر قبضہ کر لیتا ہے۔ ابوالعاص اس افراتفری میں چھپ کر مدینہ سیدہ زینبؓ کے پاس پہنچ جاتا ہے۔ ادھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کے لئے تشریف لاتے ہیں اور صحابہ کرام کو صبح کی نماز پڑھاتے ہیں۔ دوران نماز سیدہ زینبؓ عورتوں کے چبوترہ سے آواز دیتی ہیں۔

اے لوگو! میں نے ابوالعاص بن ربیع کو پناہ دے دی ہے۔

چنانچہ نماز سے فارغ ہو کر سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم صحابہ کی جماعت سے ارشاد فرماتے ہیں کہ

اَیُّھَا النَّاسُ هَلْ سَمِعْتُمْ مَا سَمِعْتُ۔

اے لوگو! کیا تم نے بھی سنا ہے جو میں نے سنا۔

قَالُوْا نَعَمْ۔

صحابہ بولے جی ہاں۔

قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ مَا عَلِمْتُ بِشَیْءٍ مِّنْ

فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے مجھے اس کا قطعاً

ذٰلِکَ حَتّٰی سَمِعْتُ مَا سَمِعْتُمْ۔

علم نہیں بس جس وقت تم نے سنا وہی کچھ میں نے سنا ہے۔

اَنَّهٗ یُجِیْرُ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ اَدْنَاھُمْ۔

تحقیق خوب سمجھ لو کہ مسلمانوں میں سے ادنیٰ سے ادنیٰ اور کمتر سے کمتر شخص

بھی پناہ دے سکتا ہے۔ سبحان اللہ العظیم ۔

خطیب کہے کہ اس واقعہ سے اہل بدعت کے اس عقیدہ کی نفی ہوگئی جن کے نزدیک حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو ذرے ذرے کا علم غیب ہے ۔ کیونکہ اگر آپؐ عالم الغیب ہوتے تو کبھی یہ نہ فرماتے کہ مَا عَلِمْتُ بِشَیْءٍ مجھے اس کا مطلق علم نہیں ہے ۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ آپ کو واقعتًا اس کا علم نہیں تھا ۔ اگر یہ عقیدہ رکھا جائے کہ نبی کو علم غیب ہے تو پھر یہاں یہ کہنا پڑے گا کہ آپؐ جانتے تھے مگر (معاذ اللہ) آپؐ نے جھوٹ بولا ۔ اور پیغمبر کو جو شخص جھوٹا کہتا ہے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے ۔ تو پھر

خطیب کو کہنے دیجئے کہ

اگر حضور اس واقعہ کو پہلے سے جانتے تھے تو ماعلمت بشئ کیوں کہا ۔۔ اور اگر نہیں جانتے تھے تو عالم الغیب نہیں ہیں ۔ سبحان اللہ العظیم ۔

اور اگر کوئی یہ عقیدہ رکھے کہ آپؐ عالم الغیب ہیں ۔ ہر بات جانتے ہیں ۔ آپؐ ویسے ہی کہہ دیا تھا کہ میں نہیں جانتا تو اس نے پیغمبر پر بہتان باندھا اور جو پیغمبر کی ذات اقدس پر بہتان باندھتا ہے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں سمجھ لے ۔

صحابہؓ کا عقیدہ کہ نبیؐ عالم الغیب نہیں

حضرات گرامی ! میں عرض کر رہا تھا کہ جب آپؐ نے صحابہ کی جماعت سے یہ سوال کیا کہ جو کچھ میں نے سنا کیا تم نے بھی سنا تو سب صحابہ نے عرض کیا کہ جی ہاں یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ۔ تو جب آپؐ نے قسم اٹھا کر فرمایا کہ مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد کی جان ہے مجھے اس کا پہلے علم نہ تھا ۔

تو اگر صحابہ کا یہ عقیدہ ہوتا کہ نبی عالم الغیب ہوتے ہیں تو صحابہ عرض کرتے ہیں کہ حضورؐ ! آپؐ کو تو ذرے ذرے کا علم ہے ۔ یہ بات بھلا آپ سے کیسے چھپی رہ سکتی ہے ۔ آپ تو عالم الغیب ہیں ۔

لیکن صحابہ آپ کی بات سُن کر خاموش ہو گئے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ صحابہ کا بھی یہ ہی عقیدہ تھا کہ نبی کو ہر وقت ہر چیز کا علم نہیں ہوتا۔ انہیں اسی وقت علم ہوتا ہے جب عرش والا مطلع کرتا ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کو کہنے دیجئے کہ جب عرش والا چاہتا تو حضرت عباس کے دفن کردہ سونے کے متعلق بتا دیتا ہے اور جب نہیں چاہتا تو بیٹی کے پاس اس کا شوہر پناہ حاصل کرتا ہے مگر آپ کو اس کا علم تک نہیں ہوتا اور اسی وقت پتہ چلتا ہے جب بیٹی دوران نماز پکار کر کہتی ہے کہ میں نے ابوالعاص کو پناہ دیدی ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہے کہ اللہ تعالٰے جب چاہتا ہے غیب کی باتوں پر اپنے انبیاء کو مطلع کرتا ہے۔ جب تک خدا تعالٰے نہ بتائے کسی نبی کو کسی شے کا علم نہیں ہوتا۔

خدا بتاتا ہے تو آدم کو علم ہوتا ہے۔

خدا بتاتا ہے تو نوح کو علم ہوتا ہے۔

خدا بتاتا ہے تو ادریس کو علم ہوتا ہے۔

خدا بتاتا ہے تو ابراہیم کو علم ہوتا ہے

اور

جب خدا تعالٰے بتاتا ہے تو محمد رسول اللہ کو علم ہوتا ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

وہ نہ بتلائے تو باپ کو خبر نہیں کہ بیٹا کنعان کے کنوئیں میں موجود ہے۔

اور

جب بتانا چاہے تو کرتہ مصر سے لے کر چلتے ہیں اور خوشبو کنعان میں حضرت یعقوب کو پہنچ جاتی ہے اور حضرت یعقوب علیہ السلام گھر میں بیٹھے پکار اٹھتے ہیں کہ

اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ لَوْلَاۤ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ۝

بے شک میں یوسف کی بُو پاتا ہوں اگر مجھے دیوانہ نہ بناؤ۔

تو حاضرین جواباً کہتے ہیں کہ

قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِیْ ضَلٰلِكَ الْقَدِیْمِ ۝

لوگوں نے کہا خدا کی قسم بے شک تو البتہ اپنی پرانی گمراہی میں مبتلا ہے۔

فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا

پھر جب وہ خوشخبری والا آیا اس نے وہ کرتہ اس کے منہ پر ڈال دیا تو بینا ہو گیا۔

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ۔

کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا۔

اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ پ ۱۳ - سورہ یوسف

کہ میں اللہ کی طرف سے وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ سبحان اللہ العظیم۔

یہاں مِنَ اللّٰهِ کی قید لگا کر بتا دیا کہ میں تم سے زیادہ جو کچھ بھی جانتا ہوں وہ خدا کی طرف سے اور اس کی مرضی سے جانتا ہوں۔ مجھے علم و حکمت کی دولت سے مالا مال کرنے والی خدا کی ذات ہے۔

تم انہیں نہیں جانتے

حضرات گرامی! آگے چلنے سے پہلے میں یہاں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ پ ۱۱ سورت توبہ میں خدا تعالیٰ اپنے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہیں۔

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۝

اور تمہارے گرد و نواح کے بعضے گنوار منافق ہیں۔

وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ۔

اور بعض مدینہ والے بھی نفاق پہ اڑے ہوئے ہیں۔

لَا تَعْلَمُهُمْ

تم انہیں نہیں جانتے

نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ

ہم انہیں جانتے ہیں۔

سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ۝

ہم انہیں دوہری سزا دیں گے پھر وہ بڑے عذاب کی طرف لوٹائے
جائیں گے۔ (پ ۱۱ سورت توبہ رکوع ۲)

خطیب کہے کہ اس جگہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے واضح طور پر یہ فرما دیا گیا کہ تم
انہیں نہیں جانتے ہم جانتے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ ہر وقت جاننے والی ذات اگر کوئی ہے
تو اسے رب العالمین کہتے ہیں۔

تو یہاں خطیب کو کہنے دیجئے کہ

حضورؐ رحمۃ اللعالمین ہیں۔ رب العالمین نہیں ہیں۔

حضورؐ رحمت کائنات ہیں۔ رب کائنات نہیں۔

حضورؐ باعث تسکین صدور ہیں۔ علیم بذات الصدور نہیں ہیں۔

اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ صرف اور صرف خدا تعالےٰ کی ذات
ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔

ابو العاص کا تمام مال واپس کر دیا گیا

حضرات گرامی! میں دور نکل گیا عرض کر رہا تھا کہ آپؐ نے حضرت زینبؓ کی آواز
سن کر صحابہ سے فرمایا کہ کمتر سے کمتر مسلمان بھی پناہ دے سکتا ہے اور پھر آپؐ اپنی
صاحبزادی حضرت زینبؓ کے پاس تشریف لے جاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ بیٹی! اس کا
احترام و اکرام کرنا مگر یہ خلوت نہ کرنے پائے کیونکہ تو اس کے لئے حلال نہیں ہے۔ کیونکہ
تو مسلمان ہے اور ابو العاص مشرک اور کافر ہے۔ اور پھر آپؐ اہل سریہ سے فرماتے
ہیں کہ تمہیں معلوم ہے کہ ابو العاص کا ہمارے ساتھ کیا تعلق ہے۔ اگر تم مناسب سمجھو تو ان
کا مال انہیں واپس کر دو۔ اور اگر تم ایسا نہیں کرنا چاہتے تو تم پر کوئی سختی نہیں۔ وہ مال
اللہ کا عطیہ ہے جو اللہ نے تم کو عطا کیا ہے اور تم ہی اس کے مستحق ہو۔

آپؐ کی یہ بات سن کر صحابہ نے تمام مال واپس کر دیا حتیٰ کہ اگر کسی کے پاس کوئی رسی

یا کوئی چمڑے کا ٹکڑا تھا وہ بھی لاکر واپس کر دیا گیا۔ حضرت ابوالعاص تمام مال لے کر مکہ پہنچتے ہیں اور جس جس کا مال تھا انہیں دے کر پھر پوچھتے ہیں کہ کسی کا مال میرے ذمہ تو نہیں ہے!

قریش کہتے ہیں کہ نہیں خدا تجھے جزائے خیر دے۔ ہم نے تجھے وفادار اور شریف پایا حضرت ابوالعاص کہتے ہیں کہ اب سن لو۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

پھر حضرت ابوالعاص مکہ سے مدینہ چلے آتے ہیں اور سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم سیدہ حضرت زینبؓ کو پھر آپ کی زوجیت میں دیدیتے ہیں۔ (سیرت ابن ہشام)

خطیب کہے کہ حضرت زینبؓ کا حضرت ابوالعاصؓ کے ساتھ دوبارہ نکاح پڑھایا گیا اور امین باپ کی بیٹی امین شوہر کے پاس پہنچ گئی۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کو کہنے دیجئے کہ پیغمبر خود صادق تھا اس لئے خدا نے

پیغمبر خود امین تھے خدا نے داماد بھی امین عطا فرمائے۔

پیغمبر خود دیانتدار تھے خدا نے داماد بھی دیانتدار عطا فرمائے۔

کیونکہ امانت دار نبی کی بیٹی بد دیانت شخص کے گھر نہیں رہ سکتی۔ اگر نبی کی بیٹی کسی بد دیانت شخص کے گھر جاتی تو بات پھر سیدہ عائشہ تک پہنچتی کہ جو نبی اپنی بیٹی بد دیانت شخص کو دے سکتا ہے تو وہ پھر بد دیانت شخص سے بیٹی لے بھی سکتا ہے۔ اس لئے خدا تعالےٰ نے فیصلہ کر دیا کہ

نبی کی بیٹی جس گھر جائے گی وہ گھر بھی پاکیزہ ہوگا۔

اور

نبی کے گھر جس شخص کی بیٹی آئے گی وہ شخص بھی پاکیزہ اور امانت دار ہوگا۔

قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ

اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لئے اور پاک مرد پاک عورتوں کے لئے ہیں۔

سبحان اللہ العظیم ۔مسئلہ حل ہو گیا کہ

نبی پاک ۔

نبی کا گھرانہ پاک ۔

نبی کی ازواج پاک ۔

نبی کی اولاد پاک ۔

نبی کے اصحاب پاک ۔

نبی کے سسر پاک ۔

نبی کے داماد پاک ۔

اور

جو انہیں پاک نہ سمجھے وہ سب سے بڑا ناپاک ۔

اس کا عقیدہ ناپاک ۔

اس کا عمل ناپاک ۔

خدا تعالےٰ پاکیزہ لوگوں کے ساتھ پاکیزہ عقیدہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین

اور ناپاک عقیدہ رکھنے والوں کے شر سے محفوظ فرمائے ۔ آمین ۔

دشمنانِ صحابہ کی مجالس میں شرکت گناہ ہے

حضرات گرامی ! میں عرض کر رہا تھا کہ پیغمبر کے ساتھ تعلق رکھنے والے نیک اطوار اور پاکیزہ خصلت تھے ۔ بعض لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ تمام کے تمام صحابہ معاذ اللہ منافق ہو گئے تھے صرف تین چار ہی مسلمان رہے ۔ ایسے لوگوں کی مجالس میں جانا نہ صرف سخت گناہ ہے بلکہ کفر کے قریب پہنچنا ہے ۔ اگر کوئی اس عقیدہ کے ساتھ جائے کہ یہ لوگ صحابہ کے متعلق جو عقیدہ رکھتے ہیں وہ ٹھیک ہے تو یہ شخص بھی انہی کی طرح دائرہ اسلام سے نکل جائے گا جس طرح وہ لوگ اصحاب رسول کے ایمان کا انکار کر کے جو کہ درحقیقت قرآن کا انکار ہے اسلام سے نکل گئے ۔ اگر کوئی صرف موج میلہ

دیکھنے کے لئے جائے اور عقیدہ ان کے خلاف ہو تو یہ بھی گناہ سے خالی نہیں ہے۔ کیونکہ اس شخص نے ان کی جمعیت بڑھائی ہے اور کفار کی جمعیت بڑھانا یہ بھی واضح گناہ ہے چاہے وہ لوگ اندر سے ان کے خلاف ہی کیوں نہ ہوں۔ لیکن ان کے ساتھ چلنا ان کی مجالس کی رونق کو بڑھانا یہ سب چیزیں گناہ میں شامل ہیں۔ قرآن پاک میں ایسے لوگوں کا تذکرہ موجود ہے جو مکہ میں رہتے تھے اور مسلمان تھے لیکن ہجرت نہ کر سکے اور جب حضور صلی اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو یہ لوگ اپنی قوم اور قبیلہ کی خاطر مکہ میں ہی رکے رہے اور جب جنگ بدر کا موقع آیا تو ان میں سے کچھ مسلمان مشرکین کی تعداد اور جماعت بڑھانے کے لئے کفار مکہ کے ساتھ مل کر نکلے اور میدان جنگ میں مارے گئے۔ ان کے متعلق قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِھِمْ قَالُوْا فِیْمَ کُنْتُمْ ط

بے شک جو لوگ اپنے نفسوں پر ظلم کر رہے تھے ان کی روحیں جب فرشتوں نے قبض کیں تو ان سے پوچھا کہ تم کس حال میں تھے۔

قَالُوْا کُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِ ۔

انہوں نے جواب دیا ہم اس ملک میں بے بس تھے۔

قَالُوْٓا اَلَمْ تَکُنْ اَرْضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃً فَتُھَاجِرُوْا فِیْھَا ط

فرشتوں نے کہا کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے۔

اُولٰٓئِکَ مَاْوٰھُمْ جَھَنَّمُ ط وَسَآءَتْ مَصِیْرًا ہ

سو ایسوں کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔ (پ ۵ ع ۱۱)

خطیب کہے کہ اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ مسلمان کو چاہیئے کہ حتی الوسع کوشش کریں کہ وہ کفار سے دوری اختیار کرے اور ان کے ساتھ رہ کر ان کی تعداد میں اضافہ نہ کرے اور اگر مسلمان کفار کے ساتھ رہے اور ان سے علیحدہ ہونے کی کوئی تدبیر نہ کی اور انہیں کفار

کے ساتھ ان کی موت آگئی تو ایسے لوگوں کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ اس لئے کہ انہوں نے کفار سے علیحدہ ہونے کی کوشش ہی نہیں کی۔ اس لئے بھی کہ انہوں نے کفار کے ساتھ شامل ہو کر ان کی تعداد بڑھائی۔ اس لئے بھی کہ ان کی کفار کے ساتھ شمولیت سے کفار کی رونق وشوکت میں اضافہ ہوا جو کہ مسلمانوں میں بددلی پھیلانے کا باعث بنا۔ اس لئے ایسے لوگوں کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔

تو یہاں خطیب کو کہنے دیجئے کہ جس طرح کفار کی رونق کا باعث بننا گناہ ہے۔ اسی طرح دشمنان صحابہ کی مجالس کی میں جا کر ان کی رونق وشوکت کا باعث بننا بھی گناہ ہے۔ لہذا تمام سچے مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ کسی ایسی مجلس میں نہ جائیں جس میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اور آپ کے جانثاروں اور آپ کے اہل بیت کی توہین وتنقیص ہوتی ہو۔ اور اس کے علاوہ ایسی مجالس جن میں خدا تعالےٰ اور اس کے رسول کے احکامات کی خلاف ورزی ہوتی ہو۔ کوشش کی جائے کہ ایسی مجالس میں بھی شریک نہ ہوں۔ اور ایسی رسوم ورواج جو خلاف اسلام ہوں ان میں بھی شامل نہیں ہونا چاہیئے۔

مقصد صرف خدا کی رضا ہونا چاہیے۔
مخلوق کی ناراضگی کی کوئی پرواہ نہ کرے۔
دنیا ناراض ہوتی ہے تو ہو جائے۔
مگر خدا ناراض نہ ہو۔

؎ توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

باقی
آئندہ جمعہ
انشاءاللہ

خطبہ نمبر ۱۶

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

مقابلہ مصطفٰے

مدینہ کے یہود سے

جھلکیاں

پانچ سو اونٹ مال غنیمت میں

نابینا پیغمبر کے مصلے پر

نام ایک مصلٰے ایک ڈیوٹی مختلف

گستاخ عورت

نابینا صحابی نے عورت کو قتل کر دیا

نابینا قاتل پیغمبر کے سامنے

یہ نابینا نہیں بینا ہے

نبی کی عیادت عمیرؓ کی سعادت

بدزبان بوڑھا تلوار کی زد میں

زرگروں سے پیغمبر کا خطاب

مقابلہ مصطفٰے مدینہ کے یہود سے

کفر سے بیزاری ایمان کی شرط ہے۔

غسل جنابت نہ کروں

مشرک کے سینہ پر

فرشتے کا مکہ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۝
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝
هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ
لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ۝
مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ
صدق اللہ العظیم

بزرگان محترم، دوستو عزیزو، نوجوان ساتھیو!

گذشتہ خطبہ کے اندر میں نے سیدہ زینبؓ کی مکہ سے مدینہ سے آمد اور حضرت ابوالعاص کے ایمان لانے کے واقعہ کے علاوہ کفار کی مجلس سے بچنے اور اجتناب کرنے کا ذکر کیا تھا۔

آج کے خطبہ میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی بدر سے مدینہ تشریف آوری کے بعد جو حالات پیش آئے ان کا تذکرہ کروں گا۔ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ مجھے محض اپنے فضل وکرم سے شرح صدر کے ساتھ بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

پانچ سو اونٹ مالِ غنیمت میں

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم بدر سے واپسی کے بعد مدینہ منورہ میں صرف سات روز قیام کرتے ہیں کہ آپ کو اطلاع ملتی ہے کہ قُرقَرۃ الکُدر میں بنو سلیم کا اجتماع ہو رہا ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ قرقرۃ سفید چٹیل میدان کو کہتے ہیں۔ چونکہ اس سفید چٹیل میدان میں خاکستری رنگ کے پرندوں کا مسکن تھا۔ لہذا اس جگہ کو قرقرۃ الکدر کہا جانے لگا یعنی خاکستری رنگ کے پرندوں

کے رہنے کی جگہ۔ (عہد نبوت کے ماہ وسال صـ۶۹)

چنانچہ اس مقام پر جب دشمن کے اجتماع کی خبر ملتی ہے تو خدا تعالےٰ کا پیارا پیغمبر ان کے مقابلہ کے لئے کمر باندھ لیتا ہے۔ اگرچہ ابھی بدر کی تھکاوٹ دور نہ ہوئی تھی۔ مگر حضور اسلام کی اشاعت و تبلیغ کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ آپ اپنے ساتھ دو سو مجاہدین کو لے کر نکلتے ہیں تاکہ ان کے سر اٹھانے سے پہلے ہی ان کا سر کچل دیا جائے جب یہ مطہر نفوس کا قافلہ جس کی قیادت خود محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کر رہے تھے۔ کُدر کے مقام پر پہنچتا ہے تو دشمن آپ کی آمد کی خبر سن کر پہلے ہی بھاگ جاتا ہے۔

قرآن سچ کہتا ہے

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ

جب حق آتا ہے تو باطل بھاگ جاتا ہے۔

کیا شان ہوگی اس قافلہ کی جس کی قیادت محسنِ انسانیت خود کر رہے اور سفید جھنڈا حیدر کرار کے ہاتھ میں ہوگا اور زبانوں پہ کلمہ توحید ہوگا۔ (محمد رسول اللہ صـ۳۵۲)

روایات میں آتا ہے کہ اہل حق کے کدر پہ پہنچنے پر مد مقابل میدان چھوڑ کر بھاگ گیا اور اپنے جانور اسی جگہ چھوڑ گیا جس کو اہل حق نے بطور مال غنیمت اپنے قبضہ میں کر لیا۔ یہ پانچ صد اونٹ تھے جو بغیر لڑائی کے صحابہ کو ملے۔ (زرقانی)

خطیب کہے کہ بدر کے میدان میں حضورؐ نے جو دعا مانگی تھی اس کی قبولیت کے آثار پیدا ہونے شروع ہو گئے۔ آپؐ نے میدان بدر میں اللہ سے دعا کی تھی۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّھُمْ حُفَاۃٌ فَاحْمِلْھُمْ۔

اے اللہ! یہ لوگ پا پیادہ ہیں ان کو سوار کر دے۔ سبحان اللہ العظیم۔

حفیظ جالندھری کہتے ہیں۔

پیادہ ہیں سواری کے لئے رہوار دے ان کو
دفاعِ دشمناں کے واسطے ہتھیار دے ان کو

(شاہنامہ اسلام صـ۶۹)

اے اللہ! یہ لوگ برہنہ ہیں انہیں لباس پہنا۔

اے اللہ! یہ لوگ بھوکے ہیں انہیں سیر کر دے۔

اللہ کریم نے اپنے محبوبؐ کی دعا کو شرف قبولیت بخشا اور سب سے پہلے سواری کے لئے دشمن کے پانچ سو اونٹ مال غنیمت میں عطا فرما دیئے۔ سبحان اللہ العظیم۔

یہاں خطیب کو کہنے دیجئے کہ جس اللہ کریم نے صحابہ کو سواری کے لئے اونٹ عطا کر دیئے اسی خداوند قدوس نے اپنے نبی کے جانثاروں کو لباس بھی عطا فرمایا۔

اسی اللہ نے ان مجاہدوں کو اتنا کھلایا کہ صحابہ کو سیر کر دیا۔

اسی اللہ نے انہیں اتنا مال عطا فرمایا کہ سب کے سب غنی اور مالدار ہو گئے۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ کا محبوبؐ اپنے رب سے دعا مانگے اور وہ بھی اپنے یاروں کے لئے مانگے اور خدا قبول نہ کرے۔ جب اللہ کا آخری پیغمبر اپنے صحابہ کے لئے دعا مانگ رہا ہو گا تو اس وقت زمین و آسمان اس دعا پہ آمین کہہ رہے ہوں گے۔ شاعر کہتا ہے۔

لب صادق سے جب تقدیر بول اٹھی دعا ہو کر
فلک نے بھی کہی آمین زمین سے ہمنوا ہو کر

سبحان اللہ العظیم

نابینا پیغمبرؐ کے مصلّے پر

حضرات گرامی! آگے چلنے سے پہلے میں یہاں یہ عرض کر دوں کہ جب آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ میں صرف سات دن قیام کر کے پھر بنو سلیم کے مقابلہ کے لئے نکلتے ہیں تو حضرت سباع بن عرفطہ غفاری کو مدینہ کا حاکم مقرر فرماتے ہیں اور امامت کے لئے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو منتخب فرمایا۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہے کہ یہ وہی نابینا صحابی ہے جنہوں نے تبلیغ کے وقت آکر حضورؐ کو اپنی طرف متوجہ کیا تھا۔

یہ وہی نابینا صحابی ہے جس سے آپؐ نے منہ پھیر لیا تھا۔
یہ وہی نابینا صحابی ہے جس کے لئے سورت عَبَسَ وَ تَوَلّٰی نازل ہوئی تھی۔
یہ وہی نابینا صحابی ہے جس کی وجہ سے اللہ کریم اپنے محبوب سے روٹھ گیا تھا۔
یہ وہی نابینا صحابی ہے جس کی آمد پر حضورؐ خوش آمدید کہتے تھے۔
یہ وہی نابینا صحابی ہے جس کی آمد پر حضورؐ پوچھتے کہ تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہے۔
سبحان اللہ العظیم۔

ایک وہ وقت تھا کہ ابن ام مکتوم کے بلانے پر بھی آپؐ تبلیغ میں مصروف رہے اور ایک وقت یہ ہے کہ آپؐ اس نابینا سے خود پوچھتے ہیں کہ تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہے۔ تمہیں کوئی چیز چاہیئے تو میں تمہیں فراہم کر دوں۔ تم نے کوئی مسئلہ پوچھنا ہے تو بتاؤ میں تمہیں سمجھاؤں۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کو کہنے دیجئے کہ وہ کیا مبارک وقت ہوگا جب حضرت عبداللہ بن ام مکتوم پیغمبر کی مجلس میں آتے ہوں گے اور آپؐ انہیں دیکھ کر فرماتے ہوں گے مرحبا، خوش آمدید میرے دوست! اور اس نابینا صحابی کے دل کی کلی کھل اٹھتی ہو گی اور جب پیغمبر کا چہرہ ان کی طرف ہوگا تو سب حاضرین کی نظریں بھی انہی کی طرف ہوں گی اور سرکار مدینہؐ کے بار بار استفسار پر حضرت عبداللہ عرض کرتے ہوں گے کہ مجھے اس وقت تو کسی شے کی ضرورت نہیں۔ میں تو صرف آپؐ سے دین کی باتیں سننے کے لئے حاضر ہوا ہوں اور پھر قربان جائیں ایسے پیغمبر رحمت پر جس نے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کو بغیر مطالبہ کے اپنے نبوت والے مصلے پر امامت کے لئے مقرر کر دیا اور صرف ایک مرتبہ نہیں بلکہ تیرہ مرتبہ ان کو حضورؐ نے جہاد پر جاتے ہوئے اپنی عدم موجودگی میں مصلے ان کے سپرد کر دیا۔

ع این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اور کسی نے خوب کہا ہے کہ

؎ یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

خطیب کو کہنے دیجئے کہ ہر شخص پیغمبر کے بستر پہ نہیں بیٹھ سکتا۔

نہیں سمجھے!

حضرت ابوسفیان کفر کی حالت میں مدینہ آئے تو حضرت ام حبیبہؓ نے اپنے باپ کو حضورؐ کے بستر پر بیٹھنے سے روک دیا تھا بلکہ بستر ہی لپیٹ دیا تھا اور کہا تھا کہ تو مشرک ہے اور مشرک ناپاک ہے۔ لہٰذا ناپاک شخص پاک بستر پہ نہیں بیٹھ سکتا۔

تو میں کہہ رہا تھا کہ ہر شخص پیغمبر کے بستر پہ نہیں بیٹھ سکتا۔

ہر شخص پیغمبر کے بستر پہ نہیں لیٹ سکتا۔ جو لیٹے گا وہ علی ہوگا۔

ہر شخص نبی کو کندھوں پہ نہیں بٹھا سکتا جو بٹھائے گا وہ صدیق ہوگا۔

ہر شخص کو پیغمبر اپنے کندھوں پہ نہیں اٹھاتا۔ جسے اٹھایا تھا وہ علی تھا۔

ہر بچے کے لئے نبی سواری نہیں بنتا جس بچے کے لئے سواری بنا تھا وہ حسین تھا۔

ہر شخص کو حضورؐ نے امامت کے لئے نہیں کہا اور جنہیں کہا تھا وہ یا ابن ام مکتوم تھا یا صدیق اکبر تھا۔ سبحان اللہ العظیم۔

یہاں خطیب کو جرأت سے کہنے دیجئے کہ

نابینا صحابی کو اس لئے مصلےٰ عطا فرمایا کہ ان کا احترام ملحوظ تھا۔

حضرت صدیق کو اس لئے مصلےٰ عطا فرمایا کہ ان کا اکرام ملحوظ تھا۔

حضرت ابن ام مکتوم کو امامت اس لئے دی تھی کہ وقت کی ضرورت تھی۔

حضرت صدیق کو امامت اس لئے دی تھی کہ شریعت کی ضرورت تھی۔

نابینا صحابی کو امامت اس لئے دی تھی کہ آپؐ کی مروت کا تقاضا تھا۔

حضرت صدیق کو امامت اس لئے دی تھی کہ آپؐ کی نبوت کا تقاضا تھا۔

سبحان اللہ العظیم۔

نام ایک، مصلیٰ ایک، ڈیوٹی مختلف

حضرات گرامی!

ایک عبداللہ بن ام مکتوم تھا .

ایک عبداللہ بن عثمان تھا .

حضرت صدیق کا نام عبداللہ تھا اور ان کے والد ابو قحافہ کا نام عثمان تھا .

ایک عبداللہ عارضی امام بنا تھا .

ایک عبداللہ مستقل امام بنا تھا .

ایک عبداللہ صحابی تھا .

ایک عبداللہ صحابی بھی تھا اور ساتھی بھی تھا .

ایک عبداللہ نے حضورؐ کو نہیں دیکھا مگر حضورؐ نے اسے دیکھا .

ایک عبداللہ نے حضورؐ کو دیکھا اور حضورؐ نے بھی اسے دیکھا .

ایک عبداللہ نابینا تھا جو آپؐ کی زیارت نہ کر سکا .

ایک عبداللہ بینا تھا اس نے غار میں آپؐ کی ایسی زیارت کی کہ کوئی اور شامل نہ ہو سکا .

ایک عبداللہ کے پاس بصارت نہ تھی صرف بصیرت تھی .

ایک عبداللہ کے پاس بصارت بھی تھی اور بصیرت بھی تھی .

ایک عبداللہ کی ظاہری آنکھیں نہ تھیں باطن کی آنکھوں سے دیکھتا تھا .

ایک عبداللہ کی ظاہری آنکھیں بھی تھیں اور باطنی آنکھیں بھی رکھتا تھا .

سبحان اللہ العظیم .

ایک عبداللہ کو مصلّےٰ اس لئے دیا کہ امت پر اس کی عظمت واضح ہو جائے .

ایک عبداللہ کو مصلّےٰ اس لئے دیا کہ امت پر اس کی خلافت واضح ہو جائے .

ایک عبداللہ کو صرف امامت دی تھی خلافت نہیں دی گئی .

ایک عبداللہ کو امامت بھی دی گئی تھی اور خلافت بھی دی گئی تھی .

جس عبداللہ کی عظمت واضح کرنا مقصود تھا اسے مصلے دیکر پھر واپس لے لیا گیا .

جس عبداللہ کی خلافت واضح کرنا مقصود تھا اسے تاحیات مصلے دے دیا گیا .

ایک عبداللہ کو گھر سے باہر جاتے ہوئے مصلےٰ دیا گیا۔

ایک عبداللہ کو گھر میں رہتے ہوئے مصلےٰ دیا گیا۔

ایک عبداللہ کو مصلےٰ اس وقت دیا گیا جب آپ اسلام کی اشاعت کے لئے جارہے تھے۔

ایک عبداللہ کو مصلےٰ اس وقت دیا جب آپ ہمیشہ کے لئے خدا کے حضور جا رہے تھے۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کو کہنے دیجئے کہ اگرچہ نام ایک ہے۔ مصلےٰ بھی ایک ہے مگر ڈیوٹی مختلف ہے۔ کوئی عارضی امام ہے۔ کوئی دائمی امام ہے۔ اگر ڈیوٹی مختلف ہے تو مراتب بھی مختلف ہیں۔ سبحان اللہ العظیم۔

ایک نے صرف پیغمبر کی آواز سنی ہے۔

ایک نے پیغمبر کو تلاوت کرتے دیکھا ہے۔

ایک نے سورت والضحیٰ سنی ہے۔

ایک نے والضحیٰ چہرہ دیکھا ہے۔

ایک نے سورت واللیل یاد کی ہے۔

ایک نے واللیل زلفیں دیکھی ہیں۔

ایک نے سورت یٰس کی تلاوت کی ہے۔

ایک نے یٰس والے کو دیکھا ہے۔

ایک نے سورت طٰہٰ یاد کی ہے۔

ایک نے طٰہٰ جسم والے کو دیکھا ہے۔

ایک نے سورت کوثر پڑھی ہے۔

ایک نے ساقیٔ کوثر کی رفاقت کی ہے۔

ایک خود چل کر پیغمبر کے پاس آیا تھا۔

ایک کے پاس نبی خود چل کر گیا تھا۔

ایک نے نبی کو بلایا تھا کہ مجھے قرآن کی تعلیم دیجئے۔

ایک کو نبی نے جگایا تھا کہ تم نے میرے ساتھ ہجرت کرنا ہے

ایک نابینا تھا اسے سہارے کی ضرورت تھی اسے پیغمبر کا سہارا مل گیا۔

ایک بینا تھا اسے نظارے کی ضرورت تھی اسے غار میں نبوت کا نظارا مل گیا۔

ایک نے قرآن یاد کیا۔

ایک نے صاحب قرآن کو یاد کیا۔

ایک نے امامت کرائی اسے مصلے بھی عارضی ملا اور نبی کی رفاقت بھی عارضی ملی۔

ایک نے امامت کرائی اسے مصلے بھی دائمی ملا اور نبی کی رفاقت بھی دائمی ملی۔

ایک عام قبرستان میں دفن ہے۔

ایک محبوبؐ کے ساتھ سبز گنبد میں آرام فرما ہے۔

ایک کو عبداللہ بن ام مکتوم کہتے ہیں۔

ایک کو سیدنا صدیق اکبر کہتے ہیں۔ سبحان اللہ العظیم۔

حضرات گرامی!

میں دور نکل گیا عرض کر رہا تھا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس نابینا صحابی کو تیرہ (۱۳) مرتبہ اپنی عدم موجودگی میں امامت کے لئے مقرر فرمایا۔ کیا شان اس نابینا کی جسے امام الانبیاء کا مصلے امامت کے لئے مل گیا۔ یہ سب کچھ آپ کی پاکیزہ صحبت کا اثر تھا کہ معذور اور ناکارہ انسان بھی کسی سے پیچھے نہ رہے اور انہوں نے ایسے ایسے کارنامے سرانجام دیئے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ آیئے آپ کو میں ایک اور نابینا صحابی کا واقعہ سناتا ہوں۔

گستاخ عورت

عزیزان گرامی قدر! روایات میں آتا ہے کہ مدینہ میں عصماء نامی ایک انتہائی گستاخ یہودی عورت تھی جو اکثر آپؐ کی شان میں گستاخیاں کرتی اور آپؐ کی برائی اور مذمت

میں اشعار کہا کرتی۔ اس کی گستاخی یہاں تک بڑھ چکی تھی کہ اپنے ایام ماہواری کے خون آلودہ کپڑے مسجد میں پھینک جایا کرتی۔ اصحاب مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم اس سے حد درجہ تنگ تھے اور ادھر انہیں سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میدان بدر میں جانا پڑ گیا۔ اس نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی عدم موجودگی میں جی بھر کے آپؐ کی برائیاں کیں اور لوگوں کو اسلام سے پھیرنے کے لئے اسلام کے خلاف بدزبانی کی۔

مدینہ شریف میں چونکہ بہت کم مسلمان رہ گئے تھے اور جو رہ گئے تھے وہ کچھ تو ضعیف تھے اور معذور تھے انہی میں ایک نابینا صحابی حضرت عمیر بن عدی بھی تھے۔ حضرت عمیر نابینا صحابی کو اس پر رہ رہ کر غصہ آرہا تھا مگر مجبور تھے کہ وہ سر دست کچھ کر نہیں سکتے تھے اور جن دنوں حضور صلے اللہ علیہ وسلم جہاد میں مشغول تھے اس عورت نے پھر آپؐ کی برائی میں اشعار کہے تو حضرت عمیر بن عدی کو جوش آگیا اور یہ منت مانی کہ اگر اللہ کے فضل و کرم سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بدر سے بخیریت واپس آگئے تو اس کو ضرور قتل کروں گا۔ چنانچہ خدا تعالےٰ نے اپنے محبوب کو بدر فتح و نصرت سے ہمکنار کیا تو حضرت عمیر بن عدی کو اپنی منت پوری کرنے کا خیال آیا اور انہوں نے اس یہودی عورت کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے اثرات ملاحظہ کریں۔ ایک نابینا اور معذور صحابی پیغمبر کے دشمن سے انتقام لینے کو تیار ہو گیا۔ اگرچہ شریعت کی نظر میں معذور تھا مگر عشق مصطفےٰ کے ہاتھوں مجبور تھا۔ حضرت عمیر کو حضور سے جو محبت تھی اس محبت نے اتنا بڑا قدم اٹھانے پر مجبور کر دیا۔ حضرت عمیر بن عدی زبان حال سے کہہ رہے تھے۔

محمدؐ ہے متاع عالم ایجاد سے پیارا
پدر، مادر، برادر، مال و جان اولاد سے پیارا

نابینا صحابی نے عورت کو قتل کر دیا

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم بدر سے فتحیاب ہو کر مدینہ پہنچتے ہیں تو یہ نابینا شخص رات کے وقت تلوار لے کر اس گستاخ عورت کے گھر پہنچ جاتا ہے۔ چونکہ حضرت عمیر بے چارے نابینا تھے اس لئے وہاں پہنچ کر پہلے عصماء کو ٹٹول کر تلاش کرتے ہیں اور پھر اس کے ارد گرد جو بچے تھے انہیں اس سے الگ کرتے ہیں اور پھر تلوار اس کے سینہ پر رکھ کر اس زور سے دباتے ہیں کہ تلوار پشت سے پار نکل جاتی ہے اور وہ بدزبان ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاموش ہو جاتی ہے

(زرقانی - ابن سعد)

خطیب کہے کہ ایک نابینا شخص نے کس جرأت اور بہادری سے ایک گستاخ عورت کو قتل کیا کہ اس طرح کوئی آنکھوں والا بھی بمشکل کر سکتا ہے۔ لیکن انہیں اپنی جان کی پرواہ نہیں تھی انہیں تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا احترام مقصود تھا اور حضرت عمیرؓ نے یہ عقیدہ سمجھا دیا کہ جو زبان اللہ کے محبوب کی مذمت میں کھلے اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاموش کر دیا جائے۔ سبحان اللہ العظیم.

یہ بہادری، یہ جرأت، یہ ہمت انہوں نے کسی سے خریدی نہیں تھی بلکہ یہ خدا کی عنایت تھی۔ یہ فیضان مصطفےٰ تھا کہ ذرے بھی آفتاب بن گئے تھے.

درفشانی نے تیری قطروں کو دریا کر دیا
دل کو روشن کر دیا، آنکھوں کو بینا کر دیا

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا!

نابینا قاتل پیغمبرؐ کے سامنے

حضرات گرامی! یہ عالی شان کارنامہ سرانجام دینے کے بعد نابینا صحابی اپنے محبوب حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی امامت میں صبح کی نماز ادا کرتا ہے اور پھر رات کے واقعہ کی اطلاع دیتا ہے اور ساتھ ہی عرض کرتا ہے۔ یارسول اللہ!

مجھ سے اس کے متعلق کوئی پوچھ کچھ تو نہ ہو گی. اس پر خدا تعالےٰ مجھ سے کوئی مواخذہ تو نہیں فرمائیں گے؟

آپ فرماتے ہیں نہیں.

لَا یَنْتَطِحُ فِیْهَا عَنْزَانِ. (زرقانی. ابن سعد)

اس کے متعلق دو بھیڑیں بھی سر نہ ٹکرائیں گی. سبحان اللہ العظیم.

مطلب یہ تھا کہ پیغمبر خدا کی شان میں گستاخی کرنے والے کا قتل کوئی گناہ نہیں ہے کہ اس پر مواخذہ ہو بلکہ ایسے گستاخ کو قتل کرنا تو بہت بڑی عبادت ہے. اور اس پہ بہت بڑا اجر ملتا ہے اور یہ ایسا عمل ہے کہ اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے حتےٰ کہ جانور بھی اس عمل کو حق سمجھتے ہیں.

خطیب کہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی اس وضاحت کے بعد حضرت عمیر بن عدی کا چہرہ خوشی سے تمتما اٹھا ہو گا. ان کے دل کی کلی کھل چکی ہو گی اور وہ مسکرا کر کہہ رہے ہوں گے. کہ

محمدؐ کی محبت دین حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

سبحان اللہ العظیم.

یہ نابینا نہیں بینا ہے

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم حضرت عمیرؓ کے اس کام سے اس قدر خوش ہوئے کہ آپؐ نے صحابہ کرام سے مخاطب ہو کر فرمایا.

اِذَا اَحْبَبْتُمْ اَنْ تَنْظُرُوْا اِلٰی رَجُلٍ نَصَرَ اللّٰهَ

اگر تم ایسے شخص کو دیکھنا چاہتے جس نے اللہ اور رسول کی غائبانہ

وَرَسُوْلَهٗ بِالْغَیْبِ فَانْظُرُوْا اِلٰی عُمَیْرِ بْنِ عَدِیٍّ

مدد کی ہو تو وہ عمیر بن عدی کو دیکھ لے. (ابن سعد)

خطیب کہے کہ اس نابینا صحابی کے مقدر کا ستارہ چمک اٹھا کہ اس کے عمل کی تعریف خود سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کر رہے ہیں اور ان کے اس کام کو خدا تعالٰے کی اور رسول کی غائبانہ مدد کہہ رہے ہیں ۔

خطیب کو کہنے دیجئے کہ ہر شخص عمل کرتا ہے ۔ نیکی کرتا ہے ۔ عبادت کرتا ہے مگر اسے یہ علم نہیں کہ اس کا عمل قبول ہوا ہے یا نہیں ۔ اس کی نیکی بارگاہ الٰہی میں مقبول ہے کہ نہیں ۔ اس کی عبادت باعث نجات ہے کہ نہیں ۔

لیکن قربان جائیں حضرت عمیر کے اس عمل پر ۔
سلام کریں ان کے اس ہمت و جرأت پر ۔
آفریں ہے ان کی اس عبادت و ریاضت پر ۔

جس کی قبولیت کی گواہی زبان نبوت سے مل رہی ہے ۔ اللہ کا پیارا محبوب خدا خود فرما رہا ہے کہ اس نابینا شخص نے غائبانہ اللہ اور اس کے رسول کی مدد کی ہے ۔ ایک صورت یہ ہے کہ کوئی شخص کہے کہ میں نے فلاں کی مدد کی ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ جس کی مدد کی گئی ہے وہ خود بتلائے کہ فلاں شخص نے میری مدد کی ہے ۔ تو یہ سب سے اونچا عمل ہوتا ہے کہ مدد کرنے والا تو اپنے منہ سے کچھ نہیں بولا لیکن جس کی مدد کی گئی تھی وہ پکار اٹھا کہ وہ فلاں شخص قابل صد تحسین ہے کہ اس نے میری غائبانہ مدد کی ۔

جس سے وہ آپ ہی فرمائیں کہ ہم تیرے ہیں
اپنی آہوں میں یہ تاثیر کہاں سے لاؤں

روایات میں آتا ہے کہ ایک دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس نابینا کو دیکھو تو سہی کہ یہ کس طرح چھپ کر اللہ تعالٰے کی اطاعت کے لئے روانہ ہوا تھا کہ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو نابینا نہ کہو یہ تو بینا ہے ۔
(زرقانی ۔ ابن سعد) سبحان اللہ العظیم ۔

خطیب کہے کہ

کیا ہوا ان کی آنکھیں نہیں تھیں مگر دل تو تھا. دل ان کی آنکھیں بن گیا .
آنکھیں نہیں مگر دماغ تو تھا اور دماغ ان کی آنکھیں بن گیا .
آنکھیں نہیں تھیں مگر قدم تو تھے اور قدم ہی ان کی آنکھیں بن گئے .
آنکھیں نہیں تھیں مگر ہاتھ تو تھے اور ہاتھ ہی ان کی آنکھیں بن گئے .
آنکھیں نہیں تھیں مگر ہمت تو تھی اور ہمت نے ہی انہیں راستہ دکھا دیا .
خطیب کو کہنے دیجئے کہ سبحان اللہ العظیم .
بعض لوگ ہوتے ہیں کہ
ان کی آنکھیں تو ہوتی ہیں مگر دل نہیں ہوتا .
آنکھیں ہوتی ہیں مگر دماغ نہیں ہوتا .
آنکھیں ہوتی ہیں مگر ہمت نہیں ہوتی .
آنکھیں ہوتی ہیں مگر جرأت نہیں ہوتی .

ان کے پاس باقی سب کچھ تھا مگر آنکھیں نہیں تھیں اور حضرت عمیر بن عدی نے اپنی ایک آنکھ خدا کی محبت کو بنایا اور دوسری آنکھ رسول کی محبت کو بنایا اور انہیں دو باطنی آنکھوں کے سہارے منزل مقصود پر پہنچ گئے اور اپنا مقصد بھی حاصل کر لیا اور نہ صرف اپنا مقصد حاصل کر لیا بلکہ دربار رسالت ﷺ سے رضائے الٰہی اور رضاء مصطفےٰ کا ابدی سرٹیفکیٹ بھی حاصل کر لیا. یہ سب عطائے الٰہی ہے .

ے تو اگر چاہے تو قطرے کو سمندر کر دے
تو اگر چاہے تو یتیموں کو پیغمبر کر دے
اور تو اگر چاہے تو نابینا کو بھی رہبر کر دے

سبحان اللہ العظیم

نبی ﷺ کی عیادت عمیر رضی اللہ عنہ کی سعادت

حضرات گرامی! ہر شخص تھوڑا بہت کبھی نہ کبھی بیمار تو ضرور ہوتا ہے اور اگر کوئی زیادہ ہو جائے تو اس کے رفقاء اور دوست واحباب اس کی عیادت کے لئے آتے

ہیں اور اگر عیادت کے لئے آنے والوں میں کوئی بڑی شخصیت آجائے تو وہ مریض پھولے نہیں سماتا۔ ہر ایک کو بتاتا ہے کہ فلاں صاحب بھی آئے تھے۔ فلاں وزیر صاحب تشریف لائے۔ فلاں صدر صاحب مجھے گلدستہ دے کر گئے ہیں۔ اس طرح وہ کسی بڑے آدمی کے آنے کو اپنے لئے باعث فخر سمجھتا ہے اور یہ بات ہوتی بھی باعث فخر ہے کہ کسی غریب کی کوئی وزیر عیادت کرے۔

وزیر اعظم عیادت کرے۔
سربراہ مملکت عیادت کرے۔ ۔۔۔ لیکن
اس شخص کے مقدر و عظمت کے کیا کہنے
جس کی عیادت آمنہ کا در یتیم کرے۔
جس کی عیادت محبوبِ خدا کرے۔
جس کی عیادت امام الانبیاء کرے۔
جس کی عیادت مقصود کائنات کرے۔
جس کی عیادت مطلوبِ کائنات کرے۔
جس کی عیادت فخر بنی آدم کرے۔
جس کی عیادت ختم المرسلین کرے۔ اور
جس کی عیادت رحمۃ اللعالمین کرے۔ سبحان اللہ العظیم۔

روایات میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمیرؓ بن عدی بیمار ہو جاتے ہیں۔ آپ کو اطلاع ملتی ہے کہ عمیرؓ بیمار ہے تو حضورؐ فرماتے ہیں۔

اِنْطَلِقُوْا بِنَا اِلَی الْبَصِیْرِ الَّذِیْ فِیْ بَنِیْ وَاقِفٍ نَعُوْدُہٗ

ہم کو اس بینا کے پاس لے چلو جو بنی واقف میں رہتا ہے تاکہ اس کی عیادت کریں۔

خطیب کہے کہ جب کوئی بڑا آدمی کسی کی عیادت کے لئے جاتا ہے تو راستہ میں لوگ پوچھتے ہیں کہ یہ سب لوگ کہاں جا رہے ہیں تو انہیں بتایا جاتا ہے کہ فلاں کی عیادت کے لئے جا رہے ہیں تو ہر شخص اس کی قسمت پر رشک کرتا ہے اور دل میں سوچتا

ہے کہ کاش میں بھی مریض ہوں اور میری عیادت کے لئے بھی یہ لوگ آئیں۔ مگر

ہر پھول کی قسمت میں کہاں نازِ عروساں

کچھ پھول تو کھلتے ہیں مزاروں کے لئے

حضرات گرامی! جتنا گڑ ڈالو اتنا ہی میٹھا ہوگا۔ جتنا کسی سے محبت کرو گے اتنا ہی وہ خیال رکھے گا اور جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرے گا تو خدا اور رسول بھی اس سے محبت کریں گے۔ حضرت عمیرؓ نے اللہ تعالیٰ اور رسول کی غائبانہ مدد کی تو انہیں دنیا میں یہ اجر ملا کہ اللہ کا محبوبؐ خود چل کر ان کی عیادت کے لئے ان کے گھر گیا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی عیادت سے حضرت عمیرؓ کو ابدی سعادت میسر آگئی۔ سبحان اللہ العظیم۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست

تا نہ بخشند خدائے بخشندہ

بدزبان بوڑھا تلوار کی زد میں

حضرات گرامی! مفسرین لکھتے ہیں کہ ابوعفک یہودی ایک سو بیس سال کی عمر میں بھی بکتا رہتا تھا۔ حضورؐ کی شان میں اکثر گستاخیاں کرتا رہتا اور آپ کی برائی میں اشعار کہتا تھا۔ جب یہ ٹوٹے جوتے کی طرح بڑھتا ہی چلا گیا اور اس کی بدزبانی حد سے بڑھ جاتی ہے تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ

مَنْ لِیْ بِھٰذَا الْخَبِیْثِ۔ (ابن سعد)

کون ہے جو میری عزت کے لئے اس خبیث کو ختم کرے۔

چنانچہ آپ کا ارشاد سن کر حضرت سالم بن عمیر عرض کرتے ہیں کہ حضورؐ! میں نے تو پہلے ہی سے منت مان رکھی تھی کہ میں ابوعفک یہودی کو قتل کر دوں گا یا خود مر جاؤں گا۔ حضورؐ انہیں شاباش دیتے ہیں اور انہیں یہ کام کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔

روایات میں آتا ہے کہ ایک سو بیس سالہ یہودی ابوعفک یہودی

بد زبان یہودی ۔

بد باطن یہودی ۔

بد فطرت یہودی ۔

گہری نیند سو رہا تھا۔ گرمیوں کی رات تھی اور ابو عفک یہودی اپنے انجام سے بے خبر خواب خرگوش کے مزے لے رہا تھا کہ حضرت سالم بن عمیرؓ اس کے سر پہ پہنچ جاتے ہیں اور پہنچتے ہی تلوار اس کے جگر پہ رکھ کر اس زور سے دباتے ہیں کہ سینہ سے پار ہو کر بستر تک پہنچ جاتی ہے۔ ابو عفک چیخ اٹھتا ہے۔ لوگ اس کی چیخ کا آواز سن کر اس کی طرف دوڑتے ہیں لیکن اس کا کام پورا ہو چکا تھا۔

(ابن سعد)

خطیب کہے کہ

حضرت سالم بن عمیر کی تلوار نے یہ فیصلہ کر دیا کہ جو زبان شان نبوت میں گستاخی کرے اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاموش ہو جانا چاہیئے۔

جس نبی کی ثناء ملائکہ کریں ۔

جس نبی کے حسن کی خدا خود قسمیں کھائے ۔

جس نبی کو حجر و شجر سلام کریں ۔

اس نبی کی شان میں گستاخی کرنے والا ضروری ہے کہ اسے صفحۂ ہستی سے ہی مٹا دیا جائے اور پھر کوئی یہ نہ سمجھ لیں کہ حضرت سالم بن عمیر جذباتی قسم کے انسان تھے اور جذبات میں آکر یہ کام کر بیٹھے۔ بلکہ علماء نے لکھا ہے کہ یہ بدری صحابی ہیں اور بیعت عقبہ میں بھی شریک ہوئے تھے اور ان میں ایک وصف بہت نمایاں تھا کہ یہ خوف خداوندی سے بہت رونے والے تھے۔ ہر وقت ان کی آنکھیں خوف خدا سے چھلکتی رہتی تھیں۔ سبحان اللہ العظیم ۔

خطیب کو کہنے دیجئے کہ ایسے رقیق القلب سے اتنا سخت کام لینا اسی مالک حقیقی کا ہی کام ہے وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ ۔

زرگروں سے پیغمبرؐ کا خطاب

حضرات گرامی! بدر سے واپس آکر آپ جہاں اور دوسرے تبلیغی کام سرانجام دیتے ہیں وہاں ایک کام یہ بھی کیا کہ حضرت عبداللہ بن سلام کے برادری کے لوگوں کو بازار بنی قینقاع میں ایک مقام پہ اکٹھے کر کے انہیں توحید پر وعظ فرمایا اور پھر ان سے فرمایا کہ

اے گروہ یہود! اللہ سے ڈرو۔ جیسے بدر میں قریش پر خدا کا عذاب نازل ہوا کہیں اسی طرح تم پر بھی نازل نہ ہو۔ اس لئے اسلام لے آؤ۔ اور تم خوب جانتے ہو اور پہچانتے ہو کہ میں بے شک خدا کا نبی اور اس کا رسول ہو جس کو تم اپنی کتابوں میں لکھا ہوا پاتے ہو اور اللہ نے تم سے اس کا عہد لیا ہے۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ خطاب سن کر یہود مشتعل ہو جاتے ہیں اور نہایت بے ادبی سے جواب دیتے ہیں کہ

اے محمدؐ! کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ ہم آپ کی قوم کی طرح کمزور ہیں۔ آپ کسی مغالطہ میں نہ رہیں۔ کہ آپ کو ایسی قوم سے واسطہ پڑا تھا جو جنگ و جدل کا کوئی تجربہ نہ رکھتے اس لئے آپ کو ان پر غلبہ کا موقع مل گیا۔ لیکن خدا کی قسم! اگر کہیں آپ سے جنگ کی تو آپ کو پتہ چل جائے گا کہ ہم مرد ہیں۔

اس طرح گویا کہ انہوں نے حضورؐ کو جنگ کا چیلنج دے دیا۔ پیغمبر سے پہلے خدا تعالیٰ نے ان یہودیوں کو جواب دے دیا۔ سبحان اللہ العظیم۔

ارشاد خداوندی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔

قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ

تمہارے سامنے ابھی ایک نمونہ دو فوجوں کا گذر چکا ہے جو آپس میں لمیں ایک

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ

فوج اللہ کی راہ میں لڑتی ہے اور دوسری فوج کافروں کی وہ کافر مسلمانوں
ہم رَأْيَ الْعَيْنِ ط وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ
کو اپنے سے دو گنا دیکھ رہے تھے آنکھوں کے دیکھنے سے اور اللہ جسے چاہے
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ○ (پ۳ آل عمران آیت ۱۳)
اپنی مدد سے قوت دیتا ہے اس واقعہ میں دیکھنے والوں کے لئے عبرت ہے۔

خطیب کہے کہ خدا تعالٰے کی طرف سے ان کو بھی بتا دیا گیا کہ تم بھی کسی بھول میں نہ رہنا کہ تجربہ کار ہی کامیاب ہوتے ہیں بلکہ یہ تو خدا تعالٰے کی مرضی ہے کہ وہ جسے چاہے فتح و کامرانی سے ہمکنار کرے۔

مقابلہ مصطفٰے مدینہ کے یہود سے

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ مدینہ کے یہودیوں کے اس تلخ جواب سے حالات کشیدہ ہو گئے اور سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے نبٹنے کا پروگرام بنا لیا۔ چنانچہ حضور اپنی جگہ مدینہ میں حضرت ابو لبابہ کو حاکم مقرر کرتے ہیں اور بنو قینقاع کا محاصرہ کرتے۔ پندرہ دن تک محاصرہ رہتا ہے کوئی بھی ان میں سے سامنے نہیں آتا اور آخر مجبور ہو کر آپ کے آگے ہتھیار پھینکتے ہیں۔ آپ ان کے ہاتھ باندھنے کا حکم دیتے ہیں۔ یہ یہودی جن کی تعداد چار سو تھی۔ آپ انہیں قتل کرنا چاہتے تھے لیکن عبداللہ بن ابی منافق نے بڑی لجاجت سے عرض کیا کہ

حضور انہیں قتل نہ کریں ان سے بہتر سلوک فرمائیں۔

آپ نے ان کی طرف سے منہ پھیر لیا اس نے بار بار پھر کہا حتٰی کہ آپ کی زرہ کی جیب میں ہاتھ ڈال کر کھڑا ہو جاتا ہے اور کہتا ہے کہ ان سے بہتر سلوک کریں۔ آپ کو جلال آجاتا ہے۔ آپ کے چہرہ اقدس کا رنگ بدل گیا۔ آپ نے فرمایا میں ان سب کو تمہارے حوالے کرتا ہوں خدا تعالٰے تمہیں ان میں برکت نہ دے۔ اور پھر آپ انہیں شہر بدر کرنے کا حکم دیتے ہیں اور ان کے اموال پر قبضہ کر کے

اس مال غنیمت کو صحابہ میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔

خطیب کہے کہ زبان نبوت سے جو بات نکلی تھی اللہ نے اسے پورا کر دیا کہ یہ بد بخت یہودی جس شہر میں گئے اس جگہ کی آب و ہوا انہیں موافق نہ آئی اور اس طرح یہ لوگ ہلاک ہو گئے۔ سبحان اللہ العظیم۔

کفر سے بیزاری ایمان کی شرط ہے

عزیزان گرامی قدر! میں عرض کر رہا تھا کہ بنو قینقاع نے آپ کو جنگ کا چیلنج دیا۔ انہیں خیال تھا کہ شاید ہماری امداد دوسرے قبائل کریں گے مگر حضرت عبادہ بن صامت جن کے ان یہودیوں سے حلیفانہ تعلقات تھے ان کی جسارت اور بدعہدی اور بدزبانی دیکھ کر ان سے قطع تعلق کر لیتے ہیں اور ان سے بیزاری کا اعلان کرتے ہوئے بارگاہ رسالت میں عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ! میں آپ کے دشمنوں سے بری اور بیزار ہو کر اللہ اور اس کے رسول کی طرف آتا ہوں۔ اور اللہ اور اس کے رسول اور اہل ایمان کو اپنا دوست اور حلیف بناتا ہوں۔ اور کافروں کی دوستی اور عہد سے بری اور علیحدہ ہوتا ہوں۔ (البدایۃ والنہایۃ جلد ۴)

خطیب کہے کہ جس طرح اللہ تعالےٰ کے اور اس کے نبیؐ کے ساتھ اور خدا تعالےٰ مخلص و مومن بندوں کے ساتھ محبت ضروری ہے۔ اسی طرح اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں سے عداوت اور نفرت کا اعلان بھی ضروری ہے۔

خطیب کو کہنے دیجئے کہ جس کے اندر اللہ اور رسول کی جتنی محبت ہو گی کفر و شرک سے وہ اتنا ہی متنفر ہو گا اور جس شدت سے وہ خدا اور رسول کی محبت کا اقرار کرے گا اسی شدت سے دشمنان اسلام سے بیزاری کا اعلان کرے گا۔

ایمان کے لئے فقط تصدیق ہی کافی نہیں ہے بلکہ ایمان کے لئے خدا کے دشمنوں سے نفرت اور بیزاری بھی ضروری ہے اور اسی کو ذہن میں رکھ کر ذرا صحابہ کرام کے عمل کو دیکھئے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ صحابہ کے دلوں میں اللہ اور رسول کی کس قدر

محبت تھی اور کفر و شرک سے کس قدر درجہ نفرت تھی۔ بدر کے قیدیوں کو حضرت عمرؓ قتل کرنے کا مشورہ دیتے ہیں حضرت صدیق اکبرؓ اپنے بیٹے کو جو مسلمان نہیں ہوا تھا قتل کرنے کے لئے تلوار نکال لیتے ہیں۔ یہ تو مرد صحابہ کی حالت تھی صحابیات میں حضرت ام حبیبہؓ اپنے مشرک باپ ابوسفیان کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ بستر پر بیٹھنے کی اجازت نہیں دیتیں۔ سبحان اللہ العظیم۔

غسل جنابت نہ کروں گا۔

حضرات گرامی! جب کسی قوم یا گروہ کو واضح شکست ہو جائے تو وہ اس غم کو ساری زندگی فراموش نہیں کر سکتے خصوصاً وہ لوگ جو اپنے کو سردار سمجھتے ہوں یا واقعی سردار ہوں اور انہیں شکست کا سامنا کرنا پڑے تو وہ سکون کی نیند نہیں سو سکتے۔

حضرت ابوسفیان جو کہ بدر کے زخموں کو بھلا نہ سکے تھے اور انہیں رہ رہ کر خیال آتا کہ گنتی کے چند لوگوں نے ایک زبردست لشکر کو شکست دیدی اور جب بدر سے ذلیل ہو کر مشرکین مکہ پہنچتے ہیں تو حضرت ابوسفیان نے ان کی ذلت و رسوائی دیکھ کر قسم کھائی تھی کہ میں جب تک مدینہ پر حملہ نہ کروں گا اس وقت تک غسل نہ کروں گا۔ چنانچہ اپنی اسی قسم کو پورا کرنے کے لئے ابوسفیان دو سو سوار لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔ مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر کھجوروں کے ایک باغ میں پہنچتے ہیں اور وہاں پر موجود دو شخصوں کو قتل کر کے اور کچھ درختوں کو آگ لگا کر سمجھتے ہیں کہ قسم پوری ہو گئی اور مکہ واپس ہو جاتے ہیں۔ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی اطلاع ملتی ہے تو آپ بھی دو سو مجاہدین اسلام کو ساتھ لے کر ان کے تعاقب میں نکلتے ہیں لیکن ان میں سے کوئی بھی ہاتھ نہیں آتا اور یہ حملہ آور بھاگتے وقت اپنا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے ستو کے تھیلے جو ساتھ لائے تھے وہ پھینک گئے تھے چنانچہ یہ سب تھیلے مسلمانوں کے ہاتھ آئے اور اس غزوہ کا نام غزوہ سویق پڑ گیا۔ یعنی ستو والا غزوہ۔ (زرقانی)

سبحان اللہ العظیم۔

۱ اسی غزوہ سے واپس ہو کر اگلے روز سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ کی نماز ادا کرتے ہیں اور مسلمانوں کو قربانی کرنے کا حکم دیتے ہیں. اس طرح مسلمان کامیاب و کامران ہو کر خدا کا شکر ادا کرتے ہیں. سبحان اللہ العظیم.

مشرک کے سینہ پر فرشتے کا مکہ

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ مسلمانوں کو عید کی تقریبات سے فارغ ہوئے ابھی چند روز ہی گذر رہے تھے کہ آپ کو اطلاع ملتی ہے کہ کچھ قبیلے نجد میں جمع ہو رہے ہیں تاکہ مشترکہ طور پر مدینہ کے گرد و نواح میں لوٹ مار کریں. چنانچہ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر فرما کر تقریباً ساڑھے چار سو صحابہ کو لے کر ان قبائل کے تعاقب میں نکلتے ہیں. غطفانی آپ کی آمد کی خبر سنتے ہی پہاڑوں میں منتشر ہو جاتے ہیں. مسلمانوں کو صرف ایک شخص بنی ثعلبہ قابو آتا ہے. اصحاب رسول اسے پکڑ کر آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں. آپ اسے اسلام کی دعوت دیتے ہیں وہ اسلام قبول کر لیتا ہے. آپ تقریباً وہاں تیس پینتیس روز قیام کرتے ہیں مگر کوئی بھی مقابلہ پر نہیں آتا. چنانچہ آپ بغیر لڑائی کے مدینہ واپس تشریف لاتے ہیں. لیکن اس سفر میں ایک عجیب واقعہ پیش آتا ہے کہ راستہ میں بارش ہو گئی صحابہ کے کپڑے بھیگ جاتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے بھیگے کپڑے ایک درخت پر سوکھنے کے لئے ڈال دیتے ہیں اور خود اسی درخت کے نیچے لیٹ جاتے ہیں. وہاں دور کچھ لوگ آپ کو نقل و حرکت کرتے دیکھ رہے تھے. انہوں نے اپنے سردار دعثور سے کہا کہ

محمدؐ اس وقت درخت کے نیچے اکیلے آرام کر رہے ہیں اور ان کے اصحاب منتشر ہیں اس لئے اب وقت ہے کہ تم ان پر جا کر حملہ کر دو اور ان کا قصہ ہی ختم کر دو.

دعثور جو سب سے بہادر تھا وہ ایک نہایت تیز تلوار لے کر آپ کے قریب پہنچ جاتا ہے اور آپ کو آواز دے کر کہتا ہے۔ اے محمدؐ! بتاؤ آج تم کو میری تلوار سے کون بچائے گا!

آپ فرماتے ہیں مجھے اللہ تعالےٰ بچائے گا سبحان اللہ العظیم۔

آپ کا یہ فرمانا تھا کہ جبرئیل اس کے سینہ پر مکہ مارتے ہیں اسی وقت اس کے ہاتھ سے تلوار گر پڑتی ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اس تلوار کو اٹھا کر دعثور سے فرماتے ہیں کہ تم بتاؤ کہ اب تم کو میری تلوار سے کون بچائے گا؟

وہ تھر تھر کانپنے لگتا ہے اور کہتا ہے کوئی بھی نہیں اور اسلام قبول کر لیتا ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔

اور عرض کرتا ہے کہ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اب آپ کے مقابلہ کے لئے کوئی فوج جمع نہ کروں گا۔ آپ دعثور کو اس کی تلوار واپس کر دیتے ہیں۔ دعثور واپس اپنی قوم کی طرف آتا ہے تو لوگ اسے کہتے ہیں کہ تو ہمیں کیا کہہ کر گیا تھا اور کیا کر کے آیا ہے۔ دعثور انہیں سارا واقعہ سناتا ہے۔ لوگ بڑی توجہ سے اس کی باتیں سنتے ہیں۔ دعثور کہتا ہے کہ جب میں تلوار لے کر حضور کے قریب کھڑا ہوا تو مجھے غیب سے سینہ پر اس زور سے مکہ لگا کہ میں زمین پر گر پڑا اور میں نے یقین کر لیا کہ وہ مکہ مارنے والا کوئی فرشتہ ہے۔ اس لئے میں نے اسلام قبول کر لیا۔ اور تم سب کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ اور پھر دعثور اپنی قوم کو بھی اسلام کی دعوت دیتے ہیں۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہے کہ جو جان لینے آیا تھا وہ خود جان دینے کو تیار ہو گیا۔ اسے یہ معلوم نہ تھا کہ تلوار اگرچہ تیرے ہاتھوں میں ہے لیکن طاقت خدا کے ہاتھ میں ہے فیصلہ وہی ہوگا جو اللہ چاہے مخلوق چاہنے یہ نا چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے۔ لوگوں نے سمجھا تھا کہ مصطفےٰ اکیلا ہے انہیں معلوم

نہیں تھا کہ خدا تعالےٰ اپنے نبی کو کبھی اکیلا نہیں چھوڑتا۔ ہر وقت ہر آن اپنے محبوب کے ساتھ رہتا ہے اور جب دشمن حملہ کرنا چاہے تو اللہ رب العزت ان کے ہاتھ اٹھنے سے روک دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالےٰ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ

اے ایمان والو! اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو۔

اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْۤا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ

جب لوگوں نے ارادہ کیا کہ تم پر دست درازی کریں پھر اللہ نے ان کے

عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝

ہاتھ تم پر اٹھنے سے روک دیئے اور اللہ سے ڈرتے رہو اور ایمان والو کو بھی اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ (سورہ مائدہ پ ۶۔ آیت ۲۲)

خطیب کہے کہ قرآن نے فیصلہ کر دیا کہ مسلمان کو صرف اور صرف اللہ تعالےٰ کی ذات پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔

کافر شمشیر پر بھروسہ کرتا ہے۔

مومن خدا پر بھروسہ کرتا ہے۔

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

باقی آئندہ
جمعہ
انشاء اللہ تعالیٰ۔

خطبہ نمبر ۶۲

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

شاتمِ مصطفیٰ

تلواروں کی نوک پر

جھلکیاں

کعب بن اشرف یہودی کی زبان درازی

موذی لعنتی اور جہنمی ہے

صحابی کو غلط بیانی کی اجازت مل گئی

دشمنِ اسلام سے صحابہ کی غلط بیانی

شاتمِ مصطفیٰ تلواروں کی نوک پر

کعب کا سر پیغمبر کے سامنے

دو بھائی آمنے سامنے

دشمن مرعوب ہو گیا

دشمن اسلام کے قتل کی اجازت

پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی ● دعا اِن کی، شفا اُن کی

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ وَکَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ۝

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

صدق اللہ العظیم

بزرگان محترم دوستو، عزیزو نوجوان ساتھیو!

گذشتہ خطبہ کے اندر عرض کیا تھا کہ مومن صرف اور صرف اللہ کریم پر ہی بھروسہ کرتا ہے اور کافر ہتھیاروں پر بھروسہ کرتا ہے۔ لیکن کافر یہ نہیں جانتا کہ جب اللہ تعالےٰ کسی کو بچانا چاہے تو پھر اسے کوئی بھی تکلیف نہیں پہنچا سکتا۔

غطفانی سردار دعثور یہی شے دیکھ کر تو مسلمان ہو گیا تھا کہ تلوار میرے ہاتھ میں تھی اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب یہ کہا کہ میرا خدا مجھے بچائے گا تو تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی تو اسے یقین ہو گیا کہ کوئی غیبی طاقت ہے جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کر رہی ہے۔ چنانچہ سردار دعثور مسلمان ہو گیا اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم واپس مدینہ تشریف لے گئے۔

آج کے خطبہ میں اس کے بعد کے واقعات عرض کرتا ہوں۔ دعا فرمائیں کہ خدا تعالےٰ مجھے حق اور سچ بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

کعب بن اشرف یہودی کی زبان درازی

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ مدینہ منورہ میں جب فتح بدر کی خبر پہنچی ہے

تو کعب بن اشرف یہودی کو سخت صدمہ ہوتا ہے۔ یہ خبر سنتے ہی ہذیان بکنے لگتا ہے اور کہتا ہے کہ اول تو یہ خبر ہی صحیح نہیں کہ اتنے بڑے بڑے کافر مارے گئے ہوں اور اگر پھر مرجانا اس جینے سے بہتر ہے تاکہ ہماری آنکھیں اس ذلت اور رسوائی کو نہ دیکھ سکیں اور جب اسے اس خبر کی تصدیق ہو جاتی ہے تو پھر مقتولوں کی تعزیت کے لئے مکہ جاتا ہے اور جو لوگ بدر میں مارے گئے تھے ان کے مرثیے لکھ کر لوگوں کو سناتا ہے۔ خود بھی روتا ہے اور دوسروں کو رُلاتا ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں لوگوں کو جوش دلا کر مسلمانوں کے خلاف لڑائی پر اکساتا ہے حتےٰ کہ ایک روز قریش کو کعبہ میں لاکر انہیں کہتا ہے کہ تم سب غلاف کعبہ تھام کر عہد کرو کہ بدر میں قتل ہونیوالوں کا بدلہ ضرور لوگے اور پھر مدینہ واپس آکر مسلمان عورتوں کے متعلق عشقیہ اشعار کہتا ہے۔ (زرقانی)

صحابہ اس کی شرارتوں اور خباثتوں کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ کرتے ہیں تو آپ اپنے اصحاب کو صبر و تحمل کا حکم فرماتے ہیں لیکن جب اس بدفطرت انسان کی زبان حد سے بڑھ گئی تو آپؐ نے اسے قتل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ ادھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل کا فیصلہ کیا اور ادھر شیطان نے اس ذلیل کے کان میں پھونک ماری کہ تم مسلمانوں کے پیغمبرؐ کو دعوت پر گھر بلا کر اسے قتل کر دو۔

چنانچہ ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ کعب بن اشرف آپ کو دعوت کے بہانے گھر بلاتا ہے اور کچھ آدمی مقرر کر دیتا ہے کہ جب آپؐ تشریف لائیں تو تم انہیں قتل کر دینا۔ چنانچہ آپؐ آکر ابھی بیٹھے ہی تھے کہ جبرئیل نے آکر آپ کو اس کے ارادہ سے مطلع کیا۔ آپ فوراً وہاں سے جبرئیل کی معیت میں باہر تشریف لاتے ہیں اور گھر پہنچ کر کعب کے قتل کا حکم فرماتے ہیں۔ (فتح الباری)

خطیب کہے کہ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ کی نصرت و امداد اپنے محبوبؐ کے ساتھ ہر وقت ہوتی ہے اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ نبی عالم الغیب نہیں ہوتے۔ اگر حضور عالم الغیب ہوتے تو آپؐ کبھی بھی کعب بن اشرف

کے گھر نہ جاتے۔ معلوم ہوا کہ عالم الغیب صرف اور صرف خدا تعالےٰ کی ذات ہے۔
سُبحان اللہ العظیم۔

موذی لعنتی اور جہنمی ہے

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ تم میں سے کعب بن اشرف کے قتل کے لئے کون تیار ہے۔ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو بہت ایذا پہنچائی ہے۔
حضرت محمد بن مسلمہ عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وہ میرا ماموں ہے۔ مَیں اسے قتل کر ڈالوں گا۔ (محمد رسول اللہ ص ۳۶۲)
خطیب کہے کہ جو شخص پیغمبر اسلام کو ایذا دے ایسے شخص کو صفحہ ہستی سے مٹا دینا ہی بہتر ہے۔ کیونکہ ایسا لعنتی شخص زندہ رہ کر دوسروں کو بھی اس میں ملوث کرے گا۔ اس سلسلہ میں قرآن پاک کا فیصلہ سنیئے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ○

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر اللہ نے دنیا اور آخرت میں لعنت کی اور ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کیا ہے۔
خطیب کو کہنے دیجئے کہ جو شخص نبی کو ایذا دے گا وہ خدا کو ایذا دے گا۔ اور جو خدا کو ایذا دے گا وہ دوزخ کا ایندھن بنے گا۔ یہاں میں دشمنان صحابہ سے کہوں گا کہ تم صحابہ پر تبرّیٰ کروگے تو نبی کو ایذا ہوگی۔
جب نبی کو ایذا ہوگی تو خدا تعالےٰ تمہیں کیسے معاف کردے گا۔
اس لئے صحابہ کے خلاف دشنام طرازی بند کردو۔ ورنہ یاد رکھو دنیا و آخرت دونوں میں رسوا ہو جاؤگے۔

خطیب کو جرأت سے کہنے دیجئے کہ جو صدیق پر اعتراض کرے گا وہ خدا اور رسول کو ایذا دینے والا ہوگا اور جو اللہ اور رسول کو ایذا دے گا وہ از روئے قرآن لعنتی ہے تو پھر یہ بات اور واضح ہو گئی کہ

جو صدیق پر تبرّٰی کرے گا وہ نبی کو ایذا دے گا۔
جو نبی کو ایذا دے گا وہ خدا کو ایذا دے گا۔
جو خدا کو ایذا دے گا وہ لعنتی ہوگا۔۔۔۔ اور
جو لعنتی ہوگا وہ جہنمی ہوگا۔
اس لئے خطیب کو بر ملا کہنے دیجئے کہ
صدیق کا دشمن لعنتی ہے۔
جو لعنتی ہے وہ جہنمی ہے۔

موذی وہ ہی نہیں ہے جو خدا تعالےٰ کو اور اس کے رسول کو ایذا دے بلکہ موذی وہ بھی ہے۔

جو صدیق کو ایذا دے۔
جو نبی کے رفیق کو ایذا دے۔
جو نبی کے خسرؓ کو ایذا دے۔
جو نبی کی زوجہ کو ایذا دے۔
جو نبی کے اصحاب کو ایذا دے۔

کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِیْ اَصْحَابِیْ لَاتَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا مِنْ بَعْدِیْ

اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو میرے صحابہ کے حق میں میرے بعد تم ان کو ملامت

فَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّهُمْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِیْ

کا نشانہ نہ بنانا۔ جو ان سے دوستی رکھتا ہے تو وہ میری وجہ سے ان کو دوست رکھتا ہے اور جو ان سے دشمنی رکھتا ہے تو وہ مجھ سے دشمنی رکھنے کے

اَبْغَضَهُمْ وَ مَنْ اٰذَاهُمْ فَقَدْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللّٰهَ وَ

سبب ان کو دشمن رکھتا ہے اور جس شخص نے ان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی

مَنْ اٰذَی اللّٰهَ فَیُوْشِكُ اَنْ یَّاْخُذَہٗ ۔ (ترمذی)

اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے گویا خدا کو ایذا دی اور جس نے خدا کو ایذا دی تو وہ

دن دور نہیں جب خدا اس کو پکڑے گا۔ سبحان اللہ العظیم۔

صحابیؓ کو غلط بیانی کی اجازت مل گئی

حضرات گرامی! میں عرض کر رہا تھا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے محمد بن مسلمہؓ کعب بن اشرف کو قتل کرنے کا وعدہ کرتے ہیں اور گھر پہنچتے ہیں گھر آ کر تین دن تک پیٹ بھر کر کچھ نہیں کھاتے پریشان رہتے ہیں۔ آپ کو ان کی اطلاع ملتی ہے تو آپ انہیں بلواتے ہیں اور ان سے پوچھتے ہیں کہ تم نے کھانا پینا کیوں چھوڑ دیا؟

عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم! میں نے آپ سے ایسا وعدہ کر لیا ہے مجھے نہیں ہے کہ میں اسے پورا بھی کر سکوں گا یا نہیں۔

حضورؐ فرماتے ہیں کہ تم پر صرف جدوجہد کرنا ہے یعنی تم اس کے کوشش کرو اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانا خدا تعالےٰ کا کام ہے۔

روایات میں آتا ہے کہ محمد بن مسلمہ پھر حضرت ابونائلہ کے پاس آتے ہیں۔ ابونائلہ کعب بن اشرف کے رضاعی بھائی تھے اور پھر انہیں ساتھ لے کر عباد بن بشر اور حارث بن اوس کے پاس جاتے ہیں۔ وہاں بیٹھ کر اس کام کو مکمل کرنے کی منصوبہ بندی کرتے ہیں لیکن ایک بات کھٹکتی ہے کہ کعب بن اشرف ایک مضبوط قلعہ میں رہتا ہے اس تک پہنچنے کے لئے غلط بیانی کرنا پڑے گی۔ لہٰذا یہ سب اکٹھے ہو کر دربار رسالت میں حاضر ہوتے ہیں۔ عرض کرتے ہیں۔

حضورؐ! کعب بن اشرف کو قتل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم اس سے کوئی ایسی بات کہیں جس سے وہ یہ سمجھے کہ ہم لوگ بھی دل سے اسلام کو پسند نہیں کرتے بس مجبوری

کی وجہ سے آپ کا ساتھ دے رہے ہیں۔

سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم ان اصحاب کو غلط بیانی کرنے کی اجازت دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تمہیں جو مناسب ہو کہنا تمہیں اس کی پوری اجازت ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھیئے کہ آپ نے انہیں جنگی چال کے طور پر جھوٹ بولنے کی اجازت دیدی۔

خطیب کہے کہ صحابہ کو غلط بیانی اور جھوٹ بولنے کی صرف اس لئے اجازت دی گئی کہ دشمن اسلام کو ایسی بات کہی جائے جس کو سُن کر وہ خوش ہو جائے اور پھر اس کے قتل کی راہ ہموار ہو سکے۔ ظاہر ہے اگر دشمن اسلام کو یہ علم ہو کہ یہ لوگ دل و جان سے اپنے پیغمبر کے ساتھ ہیں تو وہ کسی طرح بھی ان کی باتوں میں نہیں آئے گا۔ مخالف کو قابو کرنے کے لئے اس سے ایسی جھوٹی بات کہنا جس سے وہ خوش ہو جائے اور وہ یہ سمجھے کہ یہ لوگ بھی دل سے اسلام کو پسند نہیں کرتے۔ ان سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ ایسے جھوٹ کی اجازت دی گئی ہے اور یہ ایک جنگی چال ہوتی ہے جو شریعت میں جائز ہے۔

دشمن اسلام سے صحابہؓ کی غلط بیانی

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ محمد بن مسلمہ کعب بن اشرف کے پاس جاتے ہیں اور اسے کہتے ہیں کہ یہ شخص یعنی حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم سے صدقہ طلب کرتا ہے حالانکہ ہمارے پاس کھانے کو بھی نہیں۔ اس شخص نے ہمیں تنگ اور پریشان کر دیا ہیں آپ کے پاس کچھ قرض لینے آیا ہوں۔

کعب بن اشرف کہتا ہے خدا کی قسم! ابھی تو کچھ بھی نہیں ہوا۔ تم آگے آگے دیکھنا کیا ہوتا ہے۔ تم تو اس سے تنگ آ جاؤ گے۔

حضرت محمد بن مسلمہ کعب بن اشرف سے کہتے ہیں کہ کیا کریں ہم نے اس شخص کا اتباع کر لیا ہے اب ہم اسے چھوڑنا بھی نہیں چاہتے تا کہ ہم دیکھیں کہ آخر کار اس کا انجام کیا ہوتا ہے۔ بحر حال آپ ہماری اس تنگی کا احساس کریں اور ہمیں پانچ دس من غلہ ادھار دے دیں ہم جلدی واپس کر دیں گے۔

کعب بن اشرف کہتا ہے کہ کیا ابھی تک تمہیں محسوس نہیں ہوا کہ تم باطل پر ہو؟
پھر فوراً کہتا ہے کہ تم گھبراؤ نہیں میں تمہیں قرض دے دوں گا مگر شرط یہ ہے کہ تم کچھ نہ کچھ میرے پاس رہن رکھ دو۔

حضرت محمد بن مسلمہ کہتے ہیں کہ تم کیا چیز رہن رکھنا چاہتے ہو؟

کعب کہتا ہے کہ تم اپنی عورتوں کو میرے پاس رہن رکھ دو۔

حضرت محمد بن مسلمہ کعب سے کہتے ہیں کہ ہم اپنی عورتوں کو تمہارے پاس کیسے رہن رکھ دیں جبکہ تم عرب کے حسین ترین شخص ہو۔ اس طرح تو ہمیں اپنی عورتوں سے ہاتھ دھونا پڑیں گے۔

حضرت محمد بن مسلمہ کی یہ بات سن کر کعب بن اشرف اور زیادہ خوش ہوا کیونکہ اس کے حسن کی تعریف کی گئی تھی۔ چنانچہ کعب بن اشرف مسکراتے ہوئے کہتا ہے کہ اچھا چلو اگر تم اپنی عورتوں کو رہن نہیں رکھتے تو اپنے بیٹوں کو رہن کر دو۔

حضرت محمد بن مسلمہ کہتے ہیں کہ ہم اپنے بیٹوں کو بھی رہن نہیں رکھ سکتے ورنہ ساری زندگی اولاد بھی اور جاننے والے بھی (رشتہ دار بھی) یہ طعنہ دیں گے کہ یہی لوگ ہیں جنہوں نے معمولی غلہ کے بدلے اپنی اولاد کو رہن رکھ دیا تھا۔ اور یہی بات اولاد کے لئے باعث طعن ہوگی کہ لوگ ہماری اولاد کو بھی طعنہ دیں گے کہ تم وہ ہو جنہیں پانچ دس من غلہ کے بدلہ میں رہن رکھ دیا گیا تھا۔ اس لئے یہ بھی نہیں ہو سکتا۔

البتہ اگر آپ پسند کریں تو ہم اپنے ہتھیار آپ کے پاس رہن رکھ سکتے ہیں۔ اور یہ ہتھیاروں کی پیشکش اس لئے کی تھی کہ جب اسے ہتھیار لے کر قتل کرنے آئیں تو یہ سمجھیں کہ یہ ہتھیار غلہ کے بدلے رہن رکھنے کو لائے ہیں۔

چنانچہ کعب حضرت محمد بن مسلمہ کی یہ بات تسلیم کر لیتا ہے اور طے ہو جاتا ہے کہ تم ہتھیار لانا میں تمہیں غلہ دے دوں گا۔

حضرت محمد بن مسلمہ واپس آکر حضرت ابو نائلہ کو کعب بن اشرف کے پاس اگلے روز بھیج دیتے ہیں۔ ابو نائلہ بھی کعب بن اشرف سے جا کر جھوٹ موٹ حضور صلے اللہ

علیہ وسلم کے متعلق بات کرتے ہیں۔ کہ اس شخص کا یعنی حضورؐ کا آنا ہمارے لئے مصیبت اور عذاب کا باعث ہوا۔ عرب ہم پر ٹوٹ پڑے اور ہم سب کو ایک ہی تیر سے نشانہ بنایا انہوں نے ہمارے راستے کاٹ دیئے یہاں تک کہ ہمارے بچے بھوک کے مرنے لگے۔ ہم اور ہمارے متعلقین انتہائی مشقت و تکلیف میں مبتلا ہو گئے۔

کعب ان کی بات سن کر ترنگ میں آ کر کہتا ہے کہ میں اشرف کا بیٹا ہوں میں نے تو تمہیں پہلے خبردار کر دیا تھا کہ اس تحریک کا انجام وہی ہوگا جو میں کہہ رہا ہوں اور اب تم خود اپنی آنکھوں سے دیکھو گے کہ جو میں نے کہا تھا وہ صحیح ہے کہ نہیں۔

حضرت ابونائلہ دل میں خوش ہو گئے کہ میرا وار چل گیا۔ کعب نے مجھ پر اعتماد کر لیا ہے تو اس سے کہتے ہیں کہ تم مجھے غلہ دے دو۔ اس کے بدلہ میں ہم تمہارے پاس اپنی کوئی شے رہن رکھ دیتے ہیں اور ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم آپ کا قرض واپس کر دیں گے۔ اگر آپ مجھ سے بہتر سلوک کریں گے تو میں اور بھی اپنے ساتھی آپ کے پاس لا سکتا ہوں جو میری طرح ہی سخت مشکل میں ہیں۔ انہیں بھی غلہ کی اشد ضرورت ہے۔ اس لئے بہتر ہوگا کہ تم ہمیں غلہ ادھار دے دو۔ اور اس کے بدلہ میں ہماری زرہیں اور ہتھیار رہن رکھ لو۔ حالانکہ تم جانتے ہو کہ ہمیں ہتھیاروں کی کتنی ضرورت ہے۔

کعب کہتا ہے کہ ٹھیک ہے تم ہتھیار لاؤ اور غلہ لے جاؤ اور جو دوسرے ضرورت مند ہیں پہلے انہیں بھی ملاؤ۔ چنانچہ یہ سب لوگ خفیہ طور پر اس سے ملتے ہیں اور پھر ایک دن مقرر کرتے ہیں کہ فلاں دن رات کے وقت تم آ کر ہتھیار رکھ جانا اور غلہ لے جانا۔

خطیب کہتے کہ کعب بن اشرف کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ واقعی یہ لوگ اسلام سے متنفر ہیں اور دل سے خوش نہیں ہیں بس مجبوراً ساتھ دے رہے ہیں اور اپنے نبی سے بھی خوش نہیں ہیں۔ اس بدبخت کو کیا پتہ علم تھا کہ اصحاب مصطفےٰ نے یہ باتیں تجھے ٹھکانے لگانے کے لئے کہی ہیں۔ ورنہ یہ لوگ تو اپنے محبوب پر اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنا سعادت سمجھتے ہیں۔ سبحان اللہ العظیم

شاتمِ مصطفےٰ تلواروں کی نوک پر

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ اصحاب رسول یہ سب روئداد سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے ہیں اور جس رات کا وعدہ تھا اس رات بقیع غرقد تک حضورؐ ان کے ساتھ آتے ہیں اور وہاں آکر انہیں رخصت کرتے ہوئے فرماتے ہیں اللہ کے نام پر روانہ ہو جاؤ۔ اے خدا ان کی مدد کرنا۔ اس کے بعد حضور واپس گھر تشریف لاتے ہیں اور جانثاران مصطفےٰ اس شاتم رسول کو ٹھکانے لگانے کے لئے اس کے قلعہ کی طرف چل پڑتے ہیں۔ چاندنی رات تھی ایک چاند واپس گھر جا چکا تھا اور ایک چاند آسمان پر جگمگا رہا تھا۔

آسمان والے چاند نے انہیں کعب بن اشرف کے گھر تک کا راستہ دکھایا — اور عرب کے چاند نے انہیں خدا تک پہنچنے کا راستہ دکھایا۔ سبحان اللہ العظیم۔

روایات میں آتا ہے کہ یہ اسی چاند کی روشنی میں چل کر کعب بن اشرف کے قلعہ تک پہنچتے ہیں۔ اس وقت کعب کی نئی نئی شادی ہوئی تھی وہ اپنے انجام سے بے خبر اپنی بیوی سے محبت بھری باتیں کر رہا تھا کہ کعب بن اشرف کو ابو نائلہ آواز دیتے ہیں اور پھر محمد بن مسلمہ آواز دیتے ہیں۔ وہ ان کی آواز پہچان کر نیچے اترنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی بیوی کہتی ہے کہ اس وقت تم کہاں جاتے ہو۔ مجھے تو ان آوازوں سے خوف سا آنے لگا ہے۔

کعب کہتا ہے کہ یہ لوگ فلاں فلاں ہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے یہ اپنے کسی ضروری کام سے آئے ہیں۔ اور یہ ملاقات کا وقت ہم نے پہلے سے طے کر رکھا ہے۔ ان میں میرا دودھ شریک بھائی ابو نائلہ بھی ہے۔ تم فکر نہ کرو یہ کوئی غیر نہیں ہیں۔

کعب بن اشرف اپنی بیوی سے گفت گو کر رہا تھا اور ادھر حضرت محمد بن مسلمہ اپنے ساتھیوں سے کہہ رہا تھا کہ جب کعب آئے تو ہم اسے ذرا باہر تک گھومنے لے کر چلتے ہیں اور راستہ میں جب میں اس کے سر کے بال پکڑ لوں تو تم فوراً اس کی گردن کاٹ دینا۔ چنانچہ کعب بن اشرف نیچے اترتا ہے۔ دروازہ کھولتا ہے اور ان سے ملتا ہے۔ کچھ دیر تو دروازہ پر ہی کھڑے ہو کر باتیں کرتے ہیں۔ کعب بن اشرف کہتا ہے کہ آؤ اندر چلو۔

یہ کہتے ہیں کہ یار چاندنی رات ہے کیسا پیارا موسم ہے ہمیں بیٹھنا تو ہے آؤ ذرا تھوڑی دور تک چہل قدمی کر لیں پھر واپس آکر بیٹھیں گے۔

محمد بن مسلمہ کہتے ہیں کہ آپ نے آج جو خوشبو لگا رکھی ہے ایسی خوشبو تو میں نے کبھی سونگھی ہی نہیں۔

کعب بن اشرف کہتا ہے کہ میرے پاس عرب کی سب سے زیادہ حسین وجمیل اور سب سے زیادہ معطر عورت بھی تو ہے۔ سب ہی نے اس کی بات کی اور اس کی خوشبو کی تعریف کرتے ہیں۔ تو کعب اسی طرح ان کے ساتھ ٹہلنے کے لئے چل پڑتا ہے۔ کچھ دیر چلنے کے بعد محمد بن مسلمہ نے اپنا ہاتھ کعب بن اشرف کے بالوں پر پھیر کر سونگھا اور کہا کہ ایسی خوشبو تو میں نے کبھی سونگھی نہیں۔ پھر محمد بن مسلمہ نے کہا کہ

اے کعب! کیا آپ مجھے اپنا سر سونگھنے کی اجازت دیں گے؟

کعب نے کہا ہاں اجازت ہے۔

محمد بن مسلمہ نے سر کو سونگھا اور پھر خوشبو کی تعریف کی۔

پھر تھوڑی دیر کے بعد کہا کہ مجھے دوبارہ سر سونگھنے کی اجازت دیں۔

اس نے اجازت دے دی۔

حضرت محمد بن مسلمہ سر سونگھنے میں مشغول ہو جاتے ہیں اور اسی دوران اس کے سر کے بال پوری قوت سے پکڑ لیتے ہیں اور ساتھیوں کو اشارہ کرتے ہیں اور وہ فوراً ہی اس کا ناپاک سر کاٹ کر جسم سے علیحدہ کر دیتے ہیں۔ (فتح الباری) سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہے کہ

پیغمبر کے خلاف کھلنے والی زبان ہمیشہ کے لئے خاموش کر دی گئی۔

آج شاتم مصطفےٰ کو تلواروں کی نوک پر رکھ لیا گیا۔

آج شاتم رسول کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا۔

آج سب وشتم کرنے والے کو چپ کرا دیا گیا۔

آج نبی کو ایذا دینے والے کو خدا نے دنیا ہی سزا دے دی۔ سبحان اللہ العظیم۔

یہ وہی ہے جو حضورؐ پر سب وشتم کیا کرتا تھا۔

یہ وہی کعب ہے جو شان مصطفیٰ کی سرعام توہین کیا کرتا تھا۔

یہ وہی کعب ہے جو شان اقدس میں گستاخانہ الفاظ زبان سے نکالتا تھا۔

یہ وہی شیطان ہے جو آپؐ کی مذمت میں اشعار کہا کرتا تھا۔

یہ وہی بدمعاش ہے جو مسلمان عورتوں کے متعلق عشقیہ اشعار پڑھتا تھا۔

یہ وہی بدفطرت ہے جو لوگوں کو آپ کے خلاف اکساتا تھا۔

یہ وہی دجال ہے جو دعوت کے بہانے آپ کو قتل کرنا چاہتا تھا۔

یہ وہی کعب بن اشرف ہے جو دین اسلام پر طعن کرتا تھا۔

آج اپنے انجام کو پہنچ چکا ہے۔

کعب کا سر پیغمبر کے سامنے

عزیزان گرامی قدر! روایات میں آتا ہے کہ یہ عاشقانِ مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم رات کے آخری حصہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچتے ہیں۔ سرکار دوعالم انہیں دیکھتے ہی فرماتے ہیں کہ اَفْلَحَتِ الْوُجُوْہ۔ ان چہروں نے فلاح پائی۔ کامیاب ہوئے۔ یہ لوگ عرض کرتے ہیں۔

وَ وَجْهُكَ يَارَسُوْلَ اللهِ۔

اور سب سے پہلے آپ کا چہرہ مبارک اے اللہ کے رسولؐ۔

اور پھر کعب کا سر آپؐ کے قدموں میں ڈال دیا جاتا ہے۔ آپؐ اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ (فتح الباری) سبحان اللہ العظیم۔

صبح کو جب اہل یہود کو کعب بن اشرف کے قتل کا علم ہوتا ہے تو ان کے دلوں میں رعب اور دہشت پھیل جاتی ہے۔ یہود ایک وفد کی شکل میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ ہمارا سردار اس طرح قتل کیا گیا ہے۔ حضورؐ فرماتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کو طرح طرح سے تکلیفیں دیتا تھا اور ہر طرف جا کر لوگوں کو ہمارے خلاف

لڑائی پر اکساتا تھا۔ یہود آپؐ کی گفتگو کا کوئی جواب نہیں دے سکتے۔ ایک دوسرے کا منہ تکنے لگتے ہیں۔ پھر آپ ان سے ایک عہد نامہ لکھواتے ہیں کہ آئندہ کوئی یہود اس قسم کی حرکت نہیں کرے گا۔ (طبقات ابن سعد)

دو بھائی آمنے سامنے

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ کعب بن اشرف کے قتل کے بعد سرکار دو عالم نے اپنے اصحاب کو حکم دے دیا کہ اس قسم کے بدزبان یہودی تم جہاں کہیں بھی دیکھو تو اسے قتل کر دو۔ چنانچہ ابن سبینہ یہودی کو اس کی زبان درازی اور گستاخی کی وجہ سے حضرت محیصہؓ نے اسے قتل کر دیا۔ حضرت محیصہؓ کے بڑے بھائی جو کہ ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے ان سے الجھ پڑے اور اپنے چھوٹے بھائی کو پکڑ کر مارنا شروع کر دیا اور کہنے لگے کہ تجھے شرم نہیں آتی تو نے اس سے کتنا فائدہ حاصل کیا اور پھر اسی کو قتل کر دیا۔ حضرت محیصہؓ جو کہ مسلمان تھے کہنے لگے کہ

وَاللّٰہِ لَقَدْ اَمَرَنِیْ بِقَتْلِہٖ مَنْ لَوْ اَمَرَنِیْ بِقَتْلِکَ لَضَرَبْتُ عُنُقَکَ۔

خدا کی قسم مجھ کو اس کے قتل کا ایسی ذات نے حکم دیا ہے کہ اگر وہ ذات مجھے تیرے قتل کا بھی حکم دیتی تو واللہ میں تیری بھی گردن اڑا کے رکھ دیتا۔

حضرت محیصہؓ کے بڑے بھائی حیران ہو کر کہتے ہیں

اَللّٰہِ لَوْ اَمَرَکَ مُحَمَّدٌ بِقَتْلِیْ لَقَتَلْتَنِیْ۔

کیا خدا کی قسم! اگر محمد تجھ کو میرے قتل کرنے کا حکم دے تو تو واقعی مجھے قتل کر دے گا۔

حضرت محیصہؓ کہتے ہیں۔

نَعَمْ وَاللّٰہِ لَوْ اَمَرَنِیْ بِضَرْبِ عُنُقِکَ لَضَرَبْتُہَا۔

ہاں خدا کی قسم! اگر تیری گردن مارنے کا حکم دیتے تو ضرور تیری گردن مارتا۔

خطیب کہے کہ حضرت محیصۂ کے بڑے بھائی کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ میں تو تیرا حقیقی بھائی ہوں۔

تیرا ماں جایا ہوں۔

تیرا میرا خونی رشتہ ہے۔

ہم دونوں نے ایک ہی ماں کا دودھ پیا ہے۔

اتنا قرب ہونے کے بعد بھی تو اپنے پیغمبر کے حکم پر مجھے قتل کر دے گا۔

تو حضرت محیصۂ زبان حال سے کہتے ہیں۔

ے محمدؐ کی محبت خون کے رشتوں سے بالا ہے
یہ رشتہ دنیوی قانون کے رشتوں سے بالا ہے

ے محمدؐ کی محبت دین حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

ے محمدؐ ہے متاع عالم ایجاد سے پیارا
پدر، مادر، برادر، مال و جان اولاد سے پیارا سبحان اللہ العظیم

بڑا بھائی حیران و پریشان ہو کر اپنے چھوٹے بھائی کی باتیں سن رہا ہے اور کہتا ہے یار تم تو میرے چھوٹے بھائی ہو اور تم تو بالکل بدل گئے ہو۔ اور لوگ تو ایسا نہیں کرتے۔ وہ رشتہ داریوں کا خیال رکھتے ہیں۔

چھوٹا بھائی کہتا ہے مجھے نہیں معلوم نہیں کون لوگ ایسا نہیں کرتے۔ مگر اہل اسلام ایسا ضرور کرتے ہیں۔ کیونکہ ایمان والوں کو خدا تعالےٰ کی طرف سے حکم ہے۔

بڑا کہتا ہے کہ کیا حکم ہے؟

چھوٹا جواب دیتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے یہ حکم ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا اٰبَآءَکُمْ وَ اِخْوَانَکُمْ

اے ایمان والو! اپنے باپوں اور بھائیوں سے دوستی نہ رکھو۔

اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ وَ مَنْ
اگر وہ ایمان پر کفر کو پسند کریں۔ اور تم میں
يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ٥ پ رکوع ۹
سے جو ان سے دوستی رکھے گا سو وہی لوگ ظالم ہیں۔

خطیب کو کہنے دیجئے کہ صحابہ صحیح معنوں میں خدا اور رسول کے جانثار تھے اگر اللہ اور اس کے نبی کی محبت کے سامنے باپ بھائی بیٹے کی محبت آگئی تو انہوں نے اپنے باپ بھائی اور بیٹے کی محبت کو دین کی محبت پر قربان کر دیا۔ صحابہ کو رب اور رسول محبوب تھا۔ باپ محبوب نہیں تھا۔

صحابہ کو اللہ اور اس کا رسول محبوب تھا۔ بھائی محبوب نہیں تھا۔

صحابہ کو خدا اور نبی محبوب تھا۔ بیٹا محبوب نہیں تھا۔

صحابہ کو دین عزیز تھا۔ رشتہ داری عزیز نہیں تھی۔

یہی وجہ تھی کہ جب کبھی ایسے امتحان کا وقت آتا کہ خدا اور اس کے رسول کی محبت اور رشتہ داری کی محبت میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا ہوتا تو صحابہ دولت، جائیداد اعزہ و اقارب کی محبت چھوڑ کر اللہ اور رسول کی محبت کا انتخاب کرتے تھے۔ اسی لئے تو خدا تعالٰے نے انہیں اپنی رضا کا سرٹیفکیٹ دے کر انہیں جنت کا حقدار بنا دیا۔

سبحان اللہ العظیم۔

اب یہی دیکھ لیجئے کہ ایک حقیقی بھائی دوسرے بھائی کو برملا کہہ رہا ہے کہ اگر میرے محبوبؐ نے مجھے یہ حکم دے دیا کہ اپنے حقیقی بھائی کو قتل کر دو تو میں بلا تاخیر تجھے صفحہ ہستی سے مٹا کر رکھ دوں گا کیونکہ مجھے تو عزیز نہیں مجھے میرا محبوب مصطفٰے عزیز ہے۔ سبحان اللہ۔

مجھے تجھ سے پیار نہیں مجھے اپنے نبی سے پیار ہے۔

مجھے تجھ سے محبت نہیں مجھے حضورؐ سے محبت ہے۔

مجھے تجھ سے تعلق نہیں مجھے کملی والے سے تعلق ہے۔

تیرے ساتھ جو تعلق ہے وہ دنیا میں ہی ختم ہو جاتا ہے لیکن حضور سے جو تعلق اور

رشتہ ہے وہ ہمیشہ ہمیشہ ساتھ رہتا ہے۔

بڑا بھائی چھوٹے بھائی کا جواب سن کر پکار اٹھتا ہے۔ کہ واقعی یہی دین حق ہے اور جاکر آپ کی خدمت میں مسلمان ہو جاتا ہے۔ پھر میں کیوں نہ کہوں کہ

حسن سراپا عشق مجسم صلے اللہ علیہ وسلم
روئے منور، گیسوئے پُرخم صلے اللہ علیہ وسلم
فرش سے تا عرش اجالا، ذرہ ذرہ نور کا ہالہ
شمع دو عالم مہر دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم

دشمن مرعوب ہوگیا

حضرات گرامی! میں عرض کر رہا تھا کہ پے در پے گستاخان مصطفےٰ کے قتل سے جہاں یہودی خوف زدہ ہو گئے وہاں یہ بھی ہوتا ہے کہ مشرکین مکہ بھی ان واقعات سے کانپ اٹھتے ہیں اور وہ فیصلہ کرتے ہیں کہ آئندہ تجارت کے لئے جانے والا راستہ ہی چھوڑ دیا جائے۔ چنانچہ وہ اپنا پرانا راستہ چھوڑ کر براستہ عراق جانا شروع کر دیتے ہیں۔ چنانچہ ایک قافلہ اسی راستہ سے تجارت کا مال کثیر لے کر مکہ سے روانہ ہوتا ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملتی ہے تو آپ حضرت زید بن حارثہ کو ایک سو صحابہ کی امارت میں روانہ فرماتے ہیں اور یہ لوگ پہنچ کر قافلہ پر حملہ کرتے ہیں مال غنیمت کے علاوہ ایک قیدی بھی ہاتھ لگتا ہے جب کہ باقی سب کچھ چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں اور یہ قیدی مدینہ پہنچتے ہی پیغمبر کا اخلاق حسنہ دیکھ کر مسلمان ہو جاتا ہے۔ (طبقات ابن سعد)

محبوب اپنے دیا اکھیاں اندر رب جتھیں سُرمہ پایا
جس نوں تکیا سوہنے نال محبت اوہ آپے قدمی آیا سبحان اللہ العظیم

تو میں عرض کر رہا تھا کہ دشمنان اسلام کے قتل کے بعد نہ صرف یہودی خوف زدہ تھے بلکہ سرداران قریش گھروں میں بیٹھے کانپ رہے تھے اور سوچ رہے تھے کہ مکہ سے رات کی تاریکی میں چھپ کر جانے والا آج کس قدر مضبوط ہو چکا ہے کہ اس کا نام سن کر بڑے

بڑے بہادروں کا پتہ پانی ہو جاتا ہے. ادھر قریش یہ سوچ رہے تھے اور ادھر مدینہ میں قبیلۂ خزرج کے لوگ یہ سوچ رہے تھے کہ قبیلۂ اوس نے تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک دشمن کعب بن اشرف کو قتل کر کے سعادت دارین حاصل کر لی ہے لہذا ہمیں بھی چاہیئے کہ ہم بھی سرکار مدینہ کے دوسرے دشمن ابورافع کو قتل کر کے ابدی سعادت حاصل کریں.

سبحان اللہ العظیم

دشمن اسلام کے قتل کی اجازت

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ قبیلۂ خزرج کے کچھ لوگ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں عرض کرتے ہیں. یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم! ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم ابورافع کو قتل کر دیں. آپ ابورافع کے قتل کی اجازت دیدیتے ہیں. (فتح الباری)

آپ حضرات سوچ رہے ہوں گے کہ ابورافع کو کیوں قتل کیا گیا. یہاں میں عرض کرتا چلوں کہ ابورافع ایک بدزبان مالدار یہودی تھا. یہ بدبخت اپنی دولت کے نشہ میں ہر وقت بکواس کرتا رہتا تھا. یہ بدبخت مختلف طریقوں سے آپ کو ایذا پہنچانے کی کوشش کرتا رہتا تھا. اس لئے اس خبیث النفس کو صحابہ نے ٹھکانے لگانے کا فیصلہ کیا اور فرماں بردار شاگردوں کی طرح آپ سے اس کام کی اجازت طلب کی. مقصد یہ تھا کہ اگر آپ نے اجازت مرحمت فرما دی تو پھر اس کام کے صحیح ہونے میں کوئی شبہ نہ رہے گا اور خدا تعالے کی طرف سے اجر بھی یقینی ہوگا. اور پھر ایمانی غیرت کا تقاضا تھا کہ آقائے نامدار رحمۃ اللعالمین کے خلاف کھلنے والی زبان ہمیشہ کے خاموش کر دی جائے. چنانچہ حضور انہیں نہ صرف اجازت دیتے ہیں بلکہ حضرت عبد اللہ بن عتیک کو چار پانچ آدمیوں کا امیر بنا کر روانہ فرماتے ہیں اور ساتھ ہی تاکید فرماتے ہیں کہ کسی بچہ یا عورت کو ہرگز قتل نہ کیا جائے (فتح الباری)

خطیب کہے کہ پیغمبر علیہ السلام کی ہدایات پر غور کریں کہ بچوں اور عورتوں کے قتل سے قتل سے منع کر دیا گیا. مقصد یہ تھا کہ کمزوروں پر ہاتھ نہیں اٹھانا. یہ اسلام کا وہ زریں اصول ہے جس پر امت مسلمہ کو فخر ہے. یہی وجہ تھی کہ کبھی بھی صحابی نے کسی بچہ اور

عورت پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔ اگر دوران جنگ کوئی عورت سامنے آ بھی گئی تو اپنا رخ بدل لیا۔ صرف اس لئے کہ حضورؐ نے عورت کے قتل سے منع کیا ہے۔ ایسے جانثار اور فرمان بردار شاگرد اگر کسی کے ہیں تو سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔

پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ عبداللہ بن عتیک اپنے رفقاء کے ساتھ خیبر کی طرف روانہ ہوتے ہیں اور غروب آفتاب کے بعد ابورافع کے قلعہ کے قریب پہنچتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عتیک اپنے رفقاء سے کہتے ہیں کہ تم بیٹھو اور میں قلعہ کے اندر جانے کی کوشش کرتا ہوں۔ کوئی تدبیر نکالتا ہوں۔ چنانچہ دیگر اصحاب وہیں ٹھہر جاتے ہیں اور حضرت عبداللہ بن عتیک قلعہ کے قریب پہنچ کر اپنے جسم پر چادر ڈال کر اس طرح بیٹھ جاتے ہیں جیسے کوئی حاجت کے لئے بیٹھتا ہے۔ دربان یہ سمجھتا ہے کہ یہ کوئی ہمارا آدمی ہی قضائے حاجت کر رہا ہے تو وہ آواز دے کر کہتا ہے کہ اگر اندر آنا ہے تو جلدی آؤ۔ کیونکہ میں نے دروازہ بھی بند کرنا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ فوراً قلعہ کے اندر داخل ہو جاتے ہیں اور اندر جا کر ایک طرف چھپ جاتے ہیں ادھر دروازہ بند کرنے کے بعد محفل قصہ گوئی شروع ہوتی ہے اور کافی دیر تک قصہ گوئی کی محفل گرم رہنے کے بعد جب ختم ہوتی ہے اور لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے ہیں تو دربان پھر دروازہ بند کر کے تالے لگا کر چابیاں ایک کھونٹی پر لٹکا دیتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عتیک دل ہی دل میں خوش ہوتے ہیں کہ یہ بھی بہت اچھا ہوا کہ اب دروازے میں آسانی سے کھول سکوں گا۔ چنانچہ جب سب لوگ سو گئے تو حضرت عبداللہ اٹھ کر چابیاں لیتے ہیں اور دروازے کھولتے ہوئے بالاخانہ پر پہنچتے ہیں اور جو بھی دروازہ کھولتے ہیں اسے ساتھ ہی بند کر دیتے ہیں کہ اگر بالفرض کسی کو ان کا پتہ چل جائے تو یہ اپنا کام پورا کر کے ہی واپس آئیں۔ سبحان اللہ العظیم۔

حضرت عبداللہ بن عتیک کہتے ہیں کہ جب میں اوپر کی منزل میں پہنچا تو وہاں سخت اندھیرا تھا اور ابورافع اپنے اہل و عیال کے قریب سو رہا تھا۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ ابورافع ہے کوئی کس جگہ

سو رہا ہے۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ اسے آواز دیتے ہیں کہ

اے ابو رافع!

ابو رافع کہتا ہے کہ کون ہے؟

حضرت عبد اللہ جواب دینے کی بجائے اس طرف تلوار سے وار کرتے ہیں۔ لیکن اندھیرے کی وجہ سے وار خالی جاتا ہے۔ ابو رافع چیخ مارتا ہے حضرت عبد اللہ تھوڑی دیر ٹھہر کر اور اپنا لہجہ بدل کر پوچھتے ہیں۔ کہ

اے ابو رافع یہ کیسی آواز ہے!

ابو رافع کہتا ہے کہ ابھی مجھ پر کسی نے تلوار سے حملہ کیا ہے۔

حضرت عبد اللہ اس کی آواز سنتے ہی اس کی طرف ایک بار پھر تلوار سے حملہ کرتے ہیں اور کاری زخم لگاتے ہیں اور پھر آگے بڑھ کر تلوار پیٹ میں گھونپ دیتے ہیں اور اسے واصل جہنم کر کے واپس ہوتے ہیں۔ واپسی پر سیڑھیاں اتر رہے ہیں کہ خیال آیا کہ زمین قریب آگئی ہے جب کہ ابھی سیڑھیاں باقی تھیں چنانچہ گر پڑتے ہیں اور پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ جاتی ہے اور اپنا عمامہ کھول کر پنڈلی پر باندھ لیتے ہیں لیکن زبان سے باوجود شدتِ درد کے کوئی آواز نہیں نکلتی۔ سبحان اللہ العظیم۔ (فتح الباری)

خطیب کہے کہ اپنی جان کو خطرات میں ڈال کر دشمن اسلام کا صفایا کرنا یہ اس مقدس جماعت کا ہی کام تھا جن کے رگ و ریشہ میں اسلام کی صداقت دوڑ رہی تھی۔ غور کیجئے کہ قلعہ بھی دشمن کا گھر بھی دشمن کا۔ لیکن یہ خیال نہ آیا کہ اگر کوئی پہچان لے گا تو وہ انہیں کیسے معاف کرے گا۔ بس ایک ہی دھن تھی کہ نبی کا دشمن یا تو اسلام کی غلامی قبول کرے یا پھر منظر عام سے ہٹ جائے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ

دشمن نبی کا ہو اور زندہ رہ جائے۔

دشمن مصطفےٰ کا ہو اور زندہ رہ جائے۔

گستاخ پیغمبر ہو اور چلتا پھرتا نظر آئے۔

توہین نبی کی کرے اور پھر دنیا کے نقشہ پر بھی زندہ بھی رہے۔

یہ نہیں ہو سکتا۔ دنیا زیر و زبر ہو سکتی ہے لیکن اصحاب مصطفیٰ پیغمبر کے گستاخ کا وجود کبھی برداشت نہیں کر سکتے۔ کیونکہ عاشق سب کچھ برداشت کر سکتا ہے۔ اپنے معشوق و محبوب کی توہین برداشت نہیں کر سکتا اور صحابہ سے بڑھ کر نبی سے عشق کرنے والا کہیں نظر ہی نہیں آتا۔ سبحان اللہ العظیم۔

دُعا اِن کی شفا اُن کی

حضرات گرامی! میں عرض کر رہا تھا کہ حضرت عبداللہ بن عتیک جب واپس آئے سیڑھیاں اترتے سمجھے کہ سیڑھیاں ختم ہو گئی ہیں اور زمین آگئی ہے۔ اسی خیال سے پاؤں آگے بڑھا کر جو رکھا تو دھڑام سے نیچے گر جاتے ہیں اور پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ جاتی ہے۔ (فتح الباری)

خطیب کہے کہ ایسا مغالطہ اپنے گھروں میں بھی بعض اوقات کسی نہ کسی کو لگ جاتا ہے کہتے ہیں کوئی بڑا زندہ دل شخص تھا اور وہ سیڑھیاں اتر رہا تھا۔ دو سیڑھیاں ابھی رہتی تھیں کہ گر پڑا۔

کسی نے پوچھا کہ یہ کیا ہوا؟

کہنے لگا میں ایسے ہی اترا کرتا ہوں۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ ایسا اکثر اوقات بھول ہو جاتی ہے۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن عتیک کو مغالطہ لگ گیا کہ زمین آگئی ہے لہٰذا گر پڑتے ہیں اور ٹانگ ٹوٹ جاتی ہے۔ اپنے ساتھیوں کو آکر بتلاتے ہیں کہ میں نے اس بدبخت کو قتل کر دیا ہے۔ تم جاؤ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو بشارت سناؤ کہ ابورافع قتل ہو گیا ہے۔

خطیب کہے کہ یہاں یہ مسئلہ بھی حل ہو گیا کہ اگر حضور عالم الغیب ہوتے تو عبداللہ یہ نہ کہتے کہ تم جا کر آپ کو بتاؤ۔ کیونکہ جو عالم الغیب ہوتا ہے اسے بتایا نہیں جاتا اور جسے بتایا جائے وہ عالم الغیب نہیں ہوتا۔ سبحان اللہ العظیم۔

میں عرض کر رہا تھا کہ حضرت عبداللہ بن عتیک کہتے ہیں کہ تم جاؤ اور جا کر حضور صلے اللہ

علیہ وسلم کو اطلاع دو اور میں ابو رافع کے قتل کا اعلان سن کر آؤں گا۔ چنانچہ صبح ہوتے ہی قلعہ کی فصیل سے ابو رافع کی موت کا اعلان ہوتا ہے اور یہ اعلان سن کر حضرت عبداللہ اپنے ساتھیوں سے آملتے ہیں اور حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر سب حالات عرض کرتے ہیں اور اپنی ٹانگ ٹوٹنے کا ذکر کرتے ہیں تو سرکار دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی ٹانگ پھیلاؤ۔

حضرت عبداللہ نے اپنی ٹانگ پھیلادی۔ آپؐ اپنا دست نبوت پھیر کر دعا کرتے ہیں۔ خدا نے شفا عطا فرمادی۔ (فتح الباری) سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہے کہ یہی علمائے حق علمائے دیوبند کا عقیدہ ہے کہ

دعا نبی کرتا ہے شفا خدا دیتا ہے۔

ہاتھ پیغمبر کا ہوتا ہے اور طاقت خدا کی ہوتی ہے۔

سبحان اللہ العظیم۔

حضرت عبداللہ بن عتیک کہتے ہیں کہ میری ٹانگ ایسے ہوگئی جیسے اسے کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔ سبحان اللہ العظیم۔

باقی آئندہ

جمعہ انشاء اللہ

عرض کروں گا۔

خطبہ نمبر ۶۳

مشورۂ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم

اَصحاب سے اَحباب سے

موحدین کے خلاف مشرکین کے مشورے
مشرک شیطانی چال کے ساتھ
پیغمبر عالم الغیب نہیں
مشورۂ مصطفٰے اصحاب سے احباب سے
ایک گائے ذبح کی جارہی ہے
نبی کے ساتھی ابوبکرؓ وعمرؓ
پیغمبر مسلح ہو گئے
پیغمبر نے بچوں کی کشتی دیکھی
ایمان اور نفاق میں علیحدگی
خدا نے ان کو بچالیا

جھلکیاں

اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطَانِ الرَّجِیمِ
بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ
ھُوَ الَّذِی اَرسَلَ رَسُولَہٗ بِالھُدٰی وَدِینِ الحَقِّ لِیُظھِرَہٗ عَلَی الدِّینِ کُلِّہٖ وَکَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیدًا ۔

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ صدق اللہ العظیم

بزرگان محترم دوستو! عزیزو! نوجوان ساتھیو!

گذشتہ خطبہ کے اندر میں نے ابو رافع یہودی کے قتل تک کے واقعات عرض کئے تھے۔ آج اس کے بعد کے واقعات عرض کرتا ہوں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالٰے مجھے حق اور سچ بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

مؤحّدین کے خلاف مشرکین کے مشورے

حضرات گرامی! مفسرین نے لکھا ہے کہ بدر سے شکست کھانے کے بعد سرداران قریش نے حالات و واقعات پر غور و فکر کرنا شروع کیا اور مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی جمعیت پر غم و غصہ کا اظہار کیا گیا۔

روایات میں آتا ہے کہ ایک روز مشرکین مکہ کا پھر ایک بھرپور اجلاس ہوتا ہے اور اس میں یہ طے پایا جاتا ہے کہ بدر کی شکست کا بدلہ ہر صورت لیا جائے گا اور یہ بھی طے ہوتا ہے کہ وہ کاروان تجارت جس کو ابوسفیان بچا کر لائے تھے اس کا اصل سرمایہ اور منافع دارالندوہ میں موجود ہے لہٰذا جو اصل سرمایہ ہے وہ تو حصہ داروں میں تقسیم کر دیا جائے

اور باقی جس قدر منافع ہے وہ محمد اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ جنگ کرنے کی تیاری میں صرف کیا جائے تاکہ مسلمانوں سے اپنے عزیز رشتہ داروں کا انتقام لیا جا سکے۔ چنانچہ اس تجویز کو ہر شخص نے خندہ پیشانی سے قبول کیا اور مسلمانوں سے لڑنے کا عہد کیا۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ منافع کی رقم جو کہ پچاس ہزار دینار تھی۔ یہ سب کی سب جنگ کی تیاری کے لئے مخصوص کر دی جاتی ہے۔ کفار کی اس حالت پر قرآن کہتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ ۔ انفال پ ۹ آیت ۳۶

بے شک کافر اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں تاکہ اللہ کی راہ سے روکیں سو ابھی اور بھی خرچ کریں گے پھر وہ ان کے لئے حسرت ہوگا۔ پھر وہ مغلوب کئے جائیں گے۔

زندیق اور صدیق

خطیب کہے کہ یہ کافر اپنی دولت اس لئے خرچ کرتے تھے کہ یہ لوگوں کو خدا کی راہ سے روکیں۔ لیکن انہیں کیا علم تھا کہ جو لوگ صدقِ دل سے خدا کی راہ پر چل پڑتے ہیں انہیں دولت تو کیا موت بھی راہ حق سے نہیں ہٹا سکتی۔

یہاں خطیب کو کہنے دیجئے کہ روپیہ خرچ کر کے خدا کی راہ سے روکنا معیوب اور گناہ ہے ایسا شخص خدا کا ناپسندیدہ ہے اور اسے زندیق کہتے ہیں اور جو شخص روپیہ خرچ کر کے کمزوروں کو آزاد کر دا کر انہیں خدا کی راہ میں چلنے کے لئے آسانیاں پیدا کرتا ہے ایسا شخص خدا کا پسندیدہ اور محبوب ہے اسے صدیق کہتے ہیں۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کو مزید کہنے دیجئے کہ یہاں سے صدیق اور زندیق کی جنگ شروع ہو جاتی ہے۔ زندیق مال خرچ کرتا ہے اسلام نہ پھیلے۔

صدیقؓ مال خرچ کرتا ہے اسلام پھیلے ۔

زندیق مال خرچ کرتا ہے خدا کی عبادت نہ ہو ۔

صدیقؓ مال خرچ کرتا ہے خدا کی عبادت ہو ۔

زندیق خرچ کرتا ہے کفر پھیلے ۔

صدیقؓ خرچ کرتا ہے دین پھیلے ۔

زندیق خرچ کرتا ہے نفرت پھیلے ۔

صدیقؓ خرچ کرتا ہے محبت پھیلے ۔

زندیق خرچ کرتا ہے خباثت پھیلے ۔

صدیقؓ خرچ کرتا ہے طہارت پھیلے ۔

زندیق خرچ کرتا ہے شرارت پھیلے ۔

صدیقؓ خرچ کرتا ہے شرافت پھیلے ۔

زندیق خرچ کرتا ہے خیانت پھیلے ۔

صدیقؓ خرچ کرتا ہے امانت پھیلے ۔

زندیق خرچ کرتا ہے کہ لوگ شیطان کے نام لیوا ہوں ۔

صدیقؓ خرچ کرتا ہے کہ لوگ صاحب قرآن کے نام لیوا ہوں ۔

سبحان اللہ العظیم ۔

زندیق کا خرچ کفر کے لئے ۔ صدیقؓ کا خرچ اسلام کے لئے ۔

زندیق کا خرچ شرک کے لئے ۔ صدیقؓ کا خرچ توحید کے لئے ۔

زندیق کا خرچ شیطان کے لئے ۔ صدیقؓ کا خرچ رحمان کے لئے ۔

زندیق کا خرچ جہنم کے لئے ۔ صدیقؓ کا خرچ جنت کے لئے ۔

سبحان اللہ العظیم

زندیق کفر کی بقا چاہتا ہے ۔ صدیقؓ اسلام کی بقا چاہتا ہے ۔

زندیق شرک کی بقا چاہتا ہے ۔ صدیقؓ دین کی ضیا چاہتا ہے ۔

زندیق شیطان کی رضا چاہتا ہے ۔ صدیق خدا کی رضا چاہتا ہے ۔
زندیق شیطان کا نمائندہ ہے ۔ صدیق رحمان کا نمائندہ ہے ۔
زندیق ازلی بدبخت ہے ۔ صدیق ازلی خوش بخت ہے ۔
زندیق کا نمائندہ جہنمی ہے ۔ صدیق کا نمائندہ جنتی ہے ۔

سبحان اللہ العظیم

زندیق کا مال کفر کے کام آتا ہے ۔
صدیق مال اسلام کے کام آتا ہے ۔
زندیق کا مال غیروں نے استعمال کیا ۔
صدیق کا مال نبی کے یاروں نے استعمال کیا ۔
زندیق کا مال فضول خرچ ہوا ۔
صدیق کا مال خدا کے رسول پر خرچ ہوا ۔ سبحان اللہ العظیم ۔

حضرات گرامی ! آیت کے ترجمہ پر ایک مرتبہ پھر غور کریں کہ جو لوگ خدا کے راستہ سے روکنے کے لئے مال خرچ کریں گے وہ ایک دن مغلوب ہوں گے تو معلوم ہوا کہ خدا کی راہ سے روکنے کے لئے دولت خرچ کرنے والا مغلوب ہو گا اور خدا کی راہ پر چلانے کے لئے دولت خرچ کرنے والا غالب ہو گا ۔ دنیا نے دیکھ لیا کہ کفر کا نمائندہ زندیق مغلوب ہوا اور اسلام کا نمائندہ صدیق غالب ہوا ۔ قرآن سے آواز آتی ہے صدیق تو غالب رہے گا ۔ اس لئے کہ تیرا خدا بھی غالب ہے ۔

وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

اور اللہ اپنا کام جیت کر رہتا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ۔ (پ ۱۲، ع ۱۳)

مشرک شیطانی چال کے ساتھ

عزیزان گرامی قدر ! میں عرض کر رہا تھا کہ قریش مسلمانوں کے خلاف خوب تیاری کرتے ہیں اور اس مرتبہ اپنے ساتھ یہ مشرک شیطانی چال لے کر چلتے ہیں یعنی وہ عورتیں جو

میدان جنگ میں اشعار گا کر مردوں کی ہمت بڑھائیں تاکہ اگر کوئی بزدلی کا مظاہرہ کرے تو اسے بھاگنے سے روکیں اور ڈٹ کر مقابلہ کریں۔ اس کے علاوہ مشرکین کے قبائل کے مشرکوں کو بھی ساتھ ملایا اور اس طرح یہ تین ہزار کا لشکر جرار لے کر بڑے ہی کر و فر کے ساتھ ابو سفیان بن حرب کی سرکردگی میں چل پڑتے ہیں ۔ (طبری)

خطیب ہے کہ یہ لوگ ایک خدا کے ماننے والوں کو مٹانے کے لئے نکلے ہیں۔ یہ چاہتے تھے کہ صرف ایک خدا کی عبادت نہ ہو بلکہ ان کے اختیار کردہ بتوں کی بھی پوجا ہو۔ جو خدا ان کی اپنی فرم میں تیار ہوئے تھے۔ یہ ان کی سپلائی کے لئے مارکیٹ بنانا چاہتے تھے کہ جتنے لوگ مشرک ہوں گے اتنا ہی ہمارا تیار کردہ مال زیادہ فروخت ہوگا۔ اس لئے تو انہوں نے مکہ کے گرد و نواح میں یہ پیغام پہنچایا کہ نئے دین لانے والے انسان سے لڑنے کو تیار ہو جاؤ جو صرف ایک خدا کو مانتا ہے اور ہمارے بتوں کو نہ پوجتا ہے اور نہ ہی سے ان سے ڈرتا ہے۔ ان مشرکین کی گفت گو حفیظ جالندہری سے سنئے۔

؎ نئے مذہب کا بانی دیوتاؤں سے نہیں ڈرتا
اکیلا ہے مگر اپنوں کی پروا تک نہیں کرتا

؎ نہ ان کو پوجتا ہے وہ نہ ان کو مانتا ہے وہ
ہماری اس پرستش کو بُرائی جانتا ہے وہ

؎ وہ کہتا ہے کہ تم اپنے خداؤں سے منہ موڑو
یہ پتھر کی ہیں تصویریں انہیں چھوڑ و انہیں توڑو

؎ اکیلے اک خدا کا عبد بن جانا سکھاتا ہے
نہ جسم اس کا بتاتا ہے نہ شکل اس کی دکھاتا ہے

؎ اسے وہ حیی اور قیوم اور رحمٰن کہتا ہے
ہمارے تین سو ساٹھ کو بے جان کہتا ہے

سبحان اللہ العظیم

خطیب کو کہنے دیجئے کہ مشرکین مکہ رحمان کے بندوں کے لئے شیطانی پھندوں سے

آراستہ ہو کر آئے تھے۔ مردوں کی ہمت بڑھانے کے لئے اشعار پڑھنے والیاں اس لئے بھی ساتھ لائے تھے کہ انہیں بھی اسلام اور پیغمبر اسلام سے دلی بغض اور عناد تھا کیونکہ ان میں سے بعض عورتوں کی اولاد جنگ بدر میں قتل ہو چکی تھی اس لئے یہ عورتیں جوش انتقام سے لبریز تھیں۔ شاعر کہتا ہے۔

ے قریشی عورتیں بھی دف بجاتیں اور رجز گاتیں
چلی جاتی تھیں ان کے آتشیں جذبات بھڑکاتیں

ے یہ ساری ڈائنیں پرچھائیاں تھیں فطرت بد کی
بہت مشتاق تھیں یہ قتل اصحاب محمد کی

ے بلائیں جمع ہو کر طیش میں آ کے نکلی تھیں
بشر کا خون پینے کی قسم کھا کھا کے نکلی تھیں

پیغمبر عالم الغیب نہیں

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ حضور کے چچا حضرت عباس کو جب مشرکین کی تیاری کا علم ہوا تو آپ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دینے کے لئے ایک شہسوار ایک خط دے کر مدینہ روانہ فرمایا جس میں مشرکین مکہ کے مدینہ پر حملہ کرنے کی ساری تفصیل درج تھی۔ (زرقانی)

مقصد تھا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اپنے دفاع کے لئے مناسب تدابیر اختیار فرمالیں۔ پنجابی شاعر کہتا ہے۔

ے لکھ کے خط حضرت عباس نے جلدی اودھر شہر مدینے پہنچا دتا
کرکے سوہنیا ساز سامان جنگی لشکر ابوسفیان چڑھا دتا

ے تین ہزار کفار پئے آوندے نے وڈا دشمناں شور مچا دتا
رجز پڑھن نوں نال پنجاہ عورتاں سارا ہند نے سبق سکھا دتا

ے رکھے رب مدینے دی لاج عزت اساں حال تمام سنا دتا

دلیی آپ نوں آپ خدا نصرت جس نے آپ نوں نبی بنا دتا

سبحان اللہ العظیم ۔

خطیب کہے کہ سیدنا حضرت عباس کو بھی معلوم تھا اور ان کا یہی عقیدہ تھا کہ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم عالم الغیب نہیں ہیں ۔ اس لئے کہ اگر حضرت عباس یہ عقیدہ رکھتے کہ پیغمبر عالم الغیب ہے تو کبھی بھی کسی قاصد کو بھیجنے کی ضرورت نہ سمجھتے کیونکہ جو عالم الغیب ہوتا ہے اسے بتلانے کے لئے قاصد نہیں دوڑایا جاتا ۔

جو عالم الغیب ہوتا ہے اسے بتلایا نہیں جاتا ۔ — اور
جسے بتلایا جائے وہ عالم الغیب نہیں ہوتا ۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ کریم عالم الغیب ہے ۔ پیغمبر عالم الغیب نہیں ۔
سبحان اللہ العظیم ۔

حضرات گرامی ! روایات میں آتا ہے کہ حضرت عباس کی طرف سے اطلاع ملتے ہی آپ دو صحابی انس اور مونس کو قریش کی خبر لینے کے لئے روانہ فرماتے ہیں ۔ (طبقات ابن سعد)
شاعر کہتا ہے ۔

ع نبی کے پاس آیا حضرت عباس کا قاصد
کہ آتا ہے گروہ مشرکاں بانیت فاسد

ع نبی نے انس و مونس دو جواں مامور فرمائے
جو مانند ہوا افواج قریش کی خبر لائے

ع گذارش کی کہ حملہ آوروں کا اک بڑا لشکر
چلا آتا ہے آندھی کی طرح ارض مدینہ پر

اس کے بعد سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم حضرت حباب بن منذر کو مشرکین کی جمعیت کا صحیح اندازہ لگانے کے لئے روانہ فرماتے ہیں ۔ سبحان اللہ العظیم ۔

یہاں یہ بات کہنے کی خطیب اجازت چاہتا ہے کہ خود حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے عمل سے بھی یہ واضح ہو گیا کہ ایک تو آپ کو ذرے ذرے کا علم نہیں ہے اور دوسرا یہ کہ

آپؐ حاضر و ناظر نہیں۔ کیونکہ اگر آپؐ عالم الغیب ہوتے تو دو ساتھیوں کو قریش کی خبر لینے نہ بھیجتے اور اگر آپؐ حاضر و ناظر ہوتے تو حضرت حبابؓ کو ان کی جمعیت کا صحیح اندازہ لگانے کے لئے نہ بھیجتے۔ چنانچہ اس واقع نے اس عقیدہ کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کر دی کہ خدا کی ذات کے سوا کوئی بھی عالم الغیب اور حاضر و ناظر نہیں۔

سبحان اللہ العظیم

میں عرض کر رہا تھا کہ حضورؐ نے حضرت حباب بن منذر کو لشکر کا صحیح اندازہ کرنے کے لئے بھیجا۔ (ابن سعد)

وہ آکر ٹھیک اندازہ سے اطلاع دیتے ہیں کہ حضورؐ! ان کی تعداد تقریباً ڈھائی تین ہزار ہے۔ اور شتر سوار کثرت سے ہیں۔ اس کے علاوہ زرہ پوشوں کی تعداد بھی اچھی خاصی ہے۔ آپؐ حضرت حباب کی باتیں سنکر ذرا بھی پریشان نہیں ہوتے بلکہ زبان نبوت سے خدا تعالےٰ کا ذکر کرتے ہیں۔ اور اسی سے امداد و نصرت طلب کرتے ہیں۔ شاعر کہتا ہے۔

~ یہ سُن کر مطلقاً اسلام کا ہادی نہ گھبرایا
زباں سے حَسبنا اللہ کہہ کے یوں ارشاد فرمایا

~ مسلماں کو فقط اللہ کی امداد کافی ہے
اسی کا نام کافی ہے اسی کی یاد کافی ہے

~ جو بندوں کو ودیعت یہ امانت کرنیوالا ہے
وہ قوت دینے والا ہے اعانت کرنے والا ہے

سبحان اللہ العظیم

مشورۂ مصطفٰے اصحاب سے احباب سے

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ جمعۃ المبارک کی صبح سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے اصحابؓ اور احباب سے مشورہ کرتے ہیں کہ دشمن ایک بھاری جمعیت کے ساتھ حملہ کرنے کے لئے آپہنچا ہے۔ اب بتلاؤ ہمیں لڑائی کے لئے کیا صورت اختیار کرنی چاہیئے۔ مدینہ میں رہ کر مقابلہ کیا جائے یا مدینہ سے باہر نکل کر ان پر حملہ کیا جائے۔

پنجابی شاعر اپنے انداز میں کہتا ہے۔

؎ کہن لگے حضورؐ پر نور سرور دشمن دیوندے کرن گذران نا ہیں
صرف رب دا دین مناونے نوں کردے کیدا اسی نقصان نا ہیں

؎ لشکر کے ابو سفیان آیا مٹے اہناندے اجے ارمان نا ہیں
دسو بیلیو کی تجویز کریئے بناں مشورے لڑن آسان نا ہیں

سبحان اللہ العظیم

محبوبؐ اپنے پیاروں سے مشورہ کر رہا ہے۔
نبیؐ اپنے یاروں سے مشورہ کر رہا ہے۔
رسولؐ اپنے اصحاب سے مشورہ کر رہا ہے۔
پیغمبرؐ اپنے احباب سے مشورہ کر رہا ہے۔
عرب کا چاند اپنے ستاروں سے مشورہ کر رہا ہے۔
سراج منیر اپنی چمکتی کرنوں سے مشورہ کر رہا ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔

اکابر صحابہ عرض کرتے ہیں کہ ہماری رائے یہ ہے کہ مدینہ میں رہ کر مقابلہ کیا جائے۔ لیکن وہ نوجوان جو جنگ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے وہ عرض کرتے ہیں کہ مدینہ سے باہر نکل کر مقابلہ کیا جائے اگرچہ ہماری جمعیت کم ہے لیکن ہمارے دلوں میں ایمان تو ہے۔ شاعر کہتا ہے۔

؎ تھوڑے ہاں پر ہاں ایمان والے بہتے کی جے نور ایمان نا ہیں
اسیں سب نمازی مسلمان صادق انہاں وچہ کوئی مسلمان نا ہیں

اس لئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے باہر نکل کر ہی مقابلہ کیا جائے۔
روایات میں آتا ہے کہ آپؐ نے عبداللہ بن ابی کی تالیف قلب کی خاطر اس کے پاس قاصد بھیج کر اس سے مشورہ چاہا تو اس نے یہی کہا کہ مدینہ میں رہ کر مقابلہ کیا جائے۔ اس لئے کہ اگر دشمن مدینہ میں گھس آیا تو مردان کا تلوار سے مقابلہ کریں گے اور بچے اور عورتیں چھتوں سے سنگ باری کریں گی۔ (طبری)

مگر بعض اکابر اور نوجوان صحابہ اس پر زیادہ اصرار کرتے ہیں کہ مدینہ سے باہر نکل کر مقابلہ کیا جائے اور ساتھ ہی یہ بھی عرض کرتے ہیں کہ حضور! ہم تو اس روز کے متمنی اور مشتاق تھے اور اپنے مولا کریم سے دعائیں مانگ رہے تھے۔ آج خدا تعالےٰ نے ہماری سن لی ہے اور وہ دن آگیا ہے جس کا ہمیں بڑی بے چینی سے انتظار تھا۔ اس لئے یا رسول اللہ! لَاتَحْرِمْنَا الْجَنَّۃَ۔ اے اللہ کے رسولؐ! ہمیں جنت سے محروم نہ کیجئے۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہے کہ صحابہ کی قوتِ ایمانی کا اندازہ کیجئے کہ کس شوق اور ذوق سے کہہ رہے ہیں کہ آپؐ ہمیں جنت سے محروم نہ کریں۔ مقصد یہ تھا کہ ہمیں باہر نکل کر جہاد کرنے دیں۔ زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ ہم شہید ہو جائیں گے تو ہمارا ایمان ہے کہ شہید کو جنت ملتی ہے۔ اس لئے اگر ہم باہر نکلنے سے روکے گئے تو اس کا مطلب ہے کہ ہم جنت سے روکے گئے ہیں۔ لہٰذا مدینہ میں رہ کر مقابلہ کرنا ٹھیک نہیں بلکہ باہر نکلنا بہتر اور مفید ہے ہمارے لئے بھی اور اسلام کے لئے بھی۔

حضرت نعمان بن مالک عرض کرتے ہیں کہ

فَوَالَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ لَاَدْخُلَنَّ الْجَنَّۃَ۔

قسم ہے اس ذات کی جس نے حق و صداقت کے ساتھ آپؐ کو مبعوث فرمایا ہے۔ میں ضرور جنت میں داخل ہو کر رہوں گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا کر فرماتے ہیں کہ تم کس بنا پر یہ کہہ رہے ہو؟

عرض کرتے ہیں۔

لِاَنِّیْ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ۔

اس لئے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔

وَلَآ اَفِرُّ یَوْمَ الزَّحْفِ۔

اور میں لڑائی میں کبھی بھاگتا نہیں۔

حضورؐ فرماتے ہیں کہ تو نے سچ کہا ہے۔

سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں ۔

وَالَّذِیْ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتَابَ لَا اُطْعِمُ الْیَوْمَ طَعَامًا حَتّٰی اُجَالِدَ هُمْ بِسَیْفِیْ خَارِجَ الْمَدِیْنَةِ ۔ (البدایۃ والنہایۃ)

قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی ہیں اس وقت تک کھانا نہ کھاؤں گا جب تک مدینہ سے باہر نکل کر دشمنوں کا اپنی تلوار سے مقابلہ نہ کر لوں ۔ سبحان اللہ العظیم ۔

خطیب کہے کہ حضرت حمزہ کی پر جوش تقریر سن کر نوجوان مزید جوش اور جذبہ دکھاتے ہیں اور بڑے شوق و ذوق سے کہتے ہیں ۔

یہ سچ ہے واقعی تعداد بھی ان کی زیادہ ہے
مگر ان سے لڑیں گے ہم یہی پکا ارادہ ہے
مقابل ہو کے روکیں گے ہم ان کے وار سینے پر
انہیں بڑھنے نہ دیں گے اپنے جیتے جی مدینے پر

سبحان اللہ العظیم

ایک گائے ذبح کی جا رہی ہے

حضرات گرامی ! روایات میں آتا ہے کہ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے رات ایک خواب دیکھا ہے کہ میں ایک مضبوط زرہ میں ہوں اور ایک گائے ذبح کی جا رہی ہے ۔

صحابہ عرض کرتے ہیں حضورؐ اس کی تعبیر کیا ہے !

فرمایا زرہ سے مراد مدینہ ہے کہ ، مدینہ میں ایسا مضبوط زرہ میں رہنا ہے اور جو گائے ذبح ہوتے دیکھی ہے اس کا مطلب ہے کہ میرے اصحاب میں سے کچھ ساتھی شہید ہو جائیں گے ۔ اس لئے میری رائے میں بہتر یہ ہے کہ مدینہ میں قلعہ بند ہو کر مقابلہ کیا جائے اور آپ فرمایا کہ میں نے یہ بھی خواب دیکھا ہے کہ میری تلوار کی نوک ٹوٹ گئی ہے ۔ اس کی تعبیر یہ ہے کہ

کہ میرے اہل بیت میں سے کوئی شخص شہید ہو جائے گا۔ لہذا میں یہی رائے رکھتا ہوں کہ مدینہ میں رہ کر ہی مقابلہ کیا جائے۔

لیکن نوجوان صحابہ اور بعض اکابر صحابہ عرض کرتے کہ حضورؐ! مدینہ سے باہر نکل کر لڑنا ہمیں زیادہ پسند ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ ہم قتل ہو جائیں گے۔ اس طرح ہمیں جنت مل جائے گی اور دنیا میں اسلام کی دھاک بیٹھ جائے گی۔

زیادہ سے زیادہ قتل ہو جائیں گے پھر کیا ہے
نبی کے دامن رحمت میں سو جائیں گے پھر کیا ہے

رہ حق میں یہی تو منزل مقصود ہے اپنی
شہادت پا گئے تو عاقبت محمود ہے اپنی

رہیں گے ہم میں جو زندہ وہ غازی بن کے آئیں گے
کہ شمشیروں کے سائے میں نمازی بن کے آئیں گے سبحان اللہ العظیم

صحابہ دست بستہ عرض کرتے ہیں کہ حضورؐ! ہم بدر میں بھی شامل نہ ہو سکے تھے اور اب اس سعادت سے محروم ہو جائیں یہ ہمیں پسند نہیں ہے۔ نوجوان صحابہ کہتے ہیں۔

ندامت کے لئے یہ ایک محرومی ہی کافی ہے
فصیلوں میں چھپیں اب بھی یہ غیرت کے منافی ہے

سبحان اللہ العظیم

جب سید الکونین صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ اکثریت باہر نکل کر جنگ کرنا چاہتی ہے اور لوگ شوق شہادت میں بے چین اور بے تاب ہیں۔ تو آپ نے بھی اپنی رائے بدل لی اور باہر نکل کر لڑنے کا اعلان کر دیا۔

نبیؐ کے ساتھی ابوبکرؓ و عمرؓ

عزیزان گرامی قدر! میں عرض کر رہا تھا کہ جمعۃ المبارک کے روز آپؐ صحابہ کرام سے فضیلت جہاد پر خطاب فرماتے ہیں اور اپنے یاروں اور جانثاروں کو جہاد و قتال کی

ترغیب دیتے ہیں۔ اور جہاد کے لئے تیاری کا حکم دیتے ہیں۔ آپ کا خطاب سنتے ہی اسلام کے ان جانثاروں کے چہرے کھل اٹھتے ہیں اور ایک دوسرے مبارک باد دیتے ہیں کہ خدا تعالےٰ نے ہماری آرزو پوری فرما دی۔ سبحان اللہ العظیم۔

روایات میں آتا ہے کہ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز سے فارغ ہو کر حجرۂ مبارکہ میں تشریف لے جاتے ہیں اور آپ کے ساتھ دو اور ساتھی بھی حجرہ شریف میں جاتے ہیں جنہیں دنیا ابو بکرؓ اور عمرؓ کے نام سے یاد کرتی ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہے کہ دو ساتھی اپنے محبوب کے ساتھ گئے۔

جو دنیا میں آپ کے ساتھ رہتے تھے۔

جو بدر میں آپ کے ساتھ تھے۔

جو احد میں آپ کے ساتھ تھے۔

جو خندق میں آپ کے ساتھ تھے۔

جو احزاب میں آپ کے ساتھ تھے۔

جو خیبر میں آپ کے ساتھ تھے۔

جو تبوک میں آپ کے ساتھ تھے۔

جو حنین میں آپ کے ساتھ تھے۔

جو سفر میں آپ کے ساتھ تھے۔

جو حضر میں آپ کے ساتھ تھے۔ سبحان اللہ العظیم۔

سفر کے بھی ساتھی، حضر کے بھی ساتھی
فقر کے بھی ساتھی، صبر کے بھی ساتھی

مدینے کے ساتھی، سفینے کے ساتھی
یہاں اور وہاں ہے قرینے کے ساتھی

بدر کے بھی ساتھی، احد کے بھی ساتھی
قبر کے بھی ساتھی، لحد کے بھی ساتھی

صداقت کے ساتھی، عدالت کے ساتھی
سخاوت کے ساتھی، شجاعت کے ساتھی
محبت کے ساتھی، مودّت کے ساتھی
مروّت کے ساتھی، اخوّت کے ساتھی
راتوں کے ساتھی، براتوں کے ساتھی
سحری کے ساتھی، افطاری کے ساتھی
آنے میں ساتھی، جانے میں ساتھی
کھانے میں ساتھی، کھلانے میں ساتھی
بہاروں کے ساتھی، خزاؤں کے ساتھی
وفاؤں کے ساتھی، اداؤں کے ساتھی
شجر کے بھی ساتھی، حجر کے بھی ساتھی
مسجد کے بھی ساتھی، اور حجرے کے بھی ساتھی
نسب کے بھی ساتھی اور حسب کے بھی ساتھی
رشتوں کے ساتھی، بہشتوں کے ساتھی   سبحان اللہ العظیم
محافل کے ساتھی، مجالس کے ساتھی
محاسن کے ساتھی، محامد کے ساتھی
صلوتوں کے ساتھی، سلاموں کے ساتھی
تشہد کے ساتھی، قیاموں کے ساتھی
رونے کے ساتھی، رلانے کے ساتھی
ہنسنے کے ساتھی، ہنسانے کے ساتھی
پڑھنے کے ساتھی، پڑھانے کے ساتھی
سننے کے ساتھی، سنانے کے ساتھی

سبحان اللہ العظیم

تبسم کے ساتھی، تکلم کے ساتھی
تعظّم کے ساتھی، تحمّل کے ساتھی

ادھر بھی ہیں ساتھی ادھر بھی ہیں ساتھی
یہاں بھی ہیں ساتھی، وہاں بھی ہیں ساتھی

نبیؐ کے بھی ساتھی، علیؓ کے بھی ساتھی
غنیؓ کے بھی ساتھی، ولی کے بھی ساتھی

سبحان اللہ العظیم۔

پیغمبرؐ مسلح ہو گئے

عزیزان گرامی قدر! میں عرض کر رہا تھا کہ حضورؐ اپنے دو ساتھیوں ابو بکرؓ اور عمرؓ کے ساتھ حجرہ مبارکہ میں تشریف لے جاتے ہیں اندر ابھی آپؐ حجرہ شریفہ سے باہر تشریف نہ لائے تھے کہ باہر حضرت سعد بن معاذ اور حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالےٰ عنہما لوگوں سے کہتے ہیں کہ تم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو شہر سے باہر جا کر حملہ کرنے اور لڑائی کرنے پر مجبور کیا ہے جب کہ آپؐ مدینہ میں رہ کر مقابلہ کرنا چاہتے تھے۔ ہمیں ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم اس مسئلہ کو آپؐ کی مرضی پر چھوڑ دیں۔ آپؐ جس طرح چاہیں حکم فرمائیں۔ ادھر باہر یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ اندر سے اپنے یاروں کی معیت میں اللہ کے برگزیدہ پیغمبر مسلح ہو کر باہر تشریف لاتے ہیں۔

صحابہ عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ! ہم نے آپؐ کو غلط مشورہ دیا۔ ہمیں ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا ہمیں اس کا اب احساس ہوا ہے۔ لہٰذا ہم آپؐ سے گذارش کرتے ہیں۔ کہ آپ اس سلسلہ میں جو بہتر اور مناسب سمجھیں اس پہ عمل فرمائیں۔ ہم آپؐ کے ہر حکم پر سرِ تسلیم خم کرنے کو تیار ہیں۔

روایات میں آتا ہے کہ سرکار دو۔ عالم صلے اللہ علیہ وسلم ان کی گفت گو سن کر فرماتے ہیں کہ کسی پیغمبر کے لئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ ہتھیار لگا کر بغیر جہاد کئے ہتھیار اتار دے۔ اب تم خدا تعالےٰ کا نام لے کر چلو اور جو جو تمہیں حکم ملتا رہے اس پہ دل وجان

سے عمل کرو اور اگر تم صابر اور شاکر رہے تو اللہ تعالےٰ کی فتح و نصرت تمہارے ہی ساتھ ہوگی۔ شاعر کہتا ہے۔

اگر صبر اور استقلال کو محفوظ رکھو گے
خدا کے اور نبی کے حکم کو ملحوظ رکھو گے

بجائے خود یہی فتح و ظفر کی اک نشانی ہے
کہ حق پر استقامت ہی کلید کامرانی ہے

پیغمبرؐ نے بچوں کی کشتی دیکھی

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز نماز عصر کے بعد ایک ہزار صحابہ کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوتے ہیں۔ مدینہ سے روانہ ہوتے وقت آپؐ گھوڑے پر سوار تھے۔ آپؐ کے آگے حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ زرہ پہنے ہوئے چل رہے تھے۔ (ابن سعد)

مدینہ سے باہر نکل کر شیخین کے مقام پر ٹھہر کر فوج کا جائزہ لیا جاتا ہے علماء نے لکھا ہے کہ شیخین مدینہ اور احد کے درمیان ایک مقام ہے یہاں ایک بوڑھا یہودی رہتا تھا جو کہ آنکھوں سے نابینا بھی تھا اس کے ساتھ ایک بڑھیا یہودن بھی رہتی تھی۔ اس لئے ان ٹیلوں کو لوگ شیخین کے نام سے تعارف کرانے لگے۔

خطیب کہے کہ یہ بوڑھا اور بڑھیا جس جگہ رہتے تھے ان کے وہاں رہنے کی وجہ سے لوگ ان ٹیلوں کو شیخین کہنے لگے اور دو صحابی جو ہر وقت پیغمبرؐ کی خدمت میں رہتے تھے انہیں بھی لوگ شیخین کہتے ہیں۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کو کہنے دیجئے کہ بوڑھا اور بڑھیا ٹیلوں پر رہے تو ٹیلے شیخین کے نام سے مشہور ہوگئے۔ ابوبکرؓ و عمرؓ میرے محبوبؐ کے قدموں میں رہے تو یہ صحابہ میں شیخین مشہور ہوگئے۔ ان شیخین کہلانے والوں کا معلوم نہیں انجام کیا ہوا۔ لیکن جو صحابہ میں شیخین تھے انہیں دنیا میں ہی جنت دے کر یہ اعلان کر دیا گیا کہ دوسرے لوگوں

کو تو جنت قیامت کے بعد ملے گی مگر ان شیخین کو دنیا میں ہی جنت عطا کر دی گئی ہے
کہ انہیں مرنے کے بعد بھی پیغمبر کا پڑوس نصیب ہوگا۔ سبحان اللہ العظیم۔
عزیزان گرامی قدر! میں عرض کر رہا تھا کہ شیخین کے مقام پر حضورؐ فوج کا جائزہ لیتے
ہیں اور جو چھوٹے اور نابالغ تھے انہیں واپس ہونے کا حکم دیا گیا۔ روایات میں آتا ہے
کہ ان بچوں میں رافع بن خدیج بھی تھے انہیں جہاد پر جانے کا از حد شوق تھا۔ چنانچہ
انہوں نے یہ ترکیب نکالی کہ مجاہدین کی صف میں انگوٹھوں کے بل تن کر کھڑے ہوگئے
کہ میرا قد بڑا نظر آئے۔ چنانچہ انہیں مجاہدین میں شامل کر لیا جاتا ہے۔ رافع خوشی سے
ہتھیار سجائے پھرتے ہیں۔ پنجابی شاعر کہتا ہے۔

اوسے عمر دا آگیا ہور لڑکا آگے نبی دے عرض سناوندا اے
ایس منڈھے نوں سو وار میں ڈاہیا جہیڑا ہو بھرتی لگا جاوندا اے

سبحان اللہ العظیم۔

روایات میں آتا ہے کہ جب رافع بن خدیج کو فوج میں بھرتی کر لیا گیا تو تھوڑی دیر
بعد ایک اور لڑکا آتا ہے۔ یہ بھی رافع کا ہم عمر تھا اسے بھی کہا جاتا ہے کہ تم بھی چھوٹے
ہو مدینہ واپس جاؤ۔ یہ لڑکا جس کا نام سمرہ بن جندب ہے کہ اپنے باپ سے کہتا ہے کہ
ابا جان! رافع کو تو بھرتی کر لیا گیا ہے مگر مجھے واپسی کا حکم ملا ہے۔ حالانکہ میں رافع سے
زیادہ طاقت ور ہوں۔ اور اگر ہم دونوں کی کشتی کرائی جائے تو میں رافع کو گرا سکتا ہوں
چنانچہ باپ سمرہ کو لے کر آپؐ کی خدمت میں جاتا ہے۔ اور عرض کرتا ہے۔
یا رسول اللہ! یہ میرا بیٹا سمرہ کچھ عرض کرنا چاہتا ہے اس کی گذارش سن لیجئے۔
سمرہ بن جندب بارگاہ رسالت میں عرض کرتا ہے۔

گذارش کی مرے ماں باپ قرباں یا رسول اللہ
کیا ہے آپ نے رافع پہ احساں یا رسول اللہ

اسے دیدی اجازت دشمنوں سے جنگ کرنے کی
شہادت سے رخ امید کو گلرنگ کرنے کی

رکھا جاتا ہوں میں محروم کیوں ایسی سعادت سے
جہاد فی سبیل اللہ سے، تاجِ شہادت سے

میں کشتی میں سرِ میداں گرا لیتا ہوں رافع کو
میں اپنے زورِ بازو سے اٹھا لیتا ہوں رافع کو

خطیب کہے کہ سبحان اللہ العظیم

ذرا صحابہ کے بچوں کا جذبہ جہاد دیکھئے کہ کس کس طریقہ سے پیغمبر علیہ السلام کو منانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جب یہ کشتی لڑنے کی درخواست کر رہے ہوں گے تو یقیناً دیگر صحابہ بھی اس طرف ضرور متوجہ ہوں گے۔ سیدنا حضرت عمرؓ جیسا شہ زور اور بہادر حضرت علی جیسا شجاع اور حضرت حمزہ جیسا جری بھی ان کی گفت گو بڑی دلچسپی سے سن رہے ہوں گے اور حضرت صدیق قریب ہی مسکرا رہے ہوں گے اور پھر منظر بھی وہ کتنا دیدنی ہوگا جب آپؐ نے ان دونوں کی کشتی کرائی ہوگی۔ سبحان اللہ العظیم۔

شاعر کہتا ہے۔

یہ درگاہِ خدا میں پیشکش لائے تھے جانوں کی
اجازت آپ نے کشتی کی دے دی نوجوانوں کو

گرایا واقعی کشتی میں جب رافع کو سمرہؓ نے
کیا اسے بھی منظور ساتھ لے جانا رسالت نے

تعالی اللہ یہ ذوق اور جذبہ نوجوانوں کا
تو کیوں راضی نہ ہوتا ان سے مالک دو جہانوں کا

اسی لئے قرآن کہتا ہے کہ رضی اللہ عنہ ورضوا عنہ۔ سبحان اللہ العظیم۔

روایات میں آتا ہے کہ آپ نے رافع اور سمرہ بن جندب کی کشتی کرائی۔ سمرہ نے رافع کو پچھاڑ دیا۔ آپ سمرہ کو بھی ساتھ جانے کی اجازت دیتے ہیں۔ (طبری)

خطیب کہے کہ وہ کیسا حسین منظر ہوگا جب ان بچوں کو کشتی کرتے ہوئے خدا کا لاڈلا محبوب دیکھ رہا ہوگا اور ان کشتی لڑنے والوں کے قربان!

کسی کی کشتی ڈی سی دیکھے۔
کسی کی کشتی وزیر اعلیٰ دیکھے۔
کسی کی کشتی وزیر اعظم دیکھے۔
لیکن رافع اور سمرہ
کی کشتی رسولؐ اعظم دیکھے۔ سبحان اللہ العظیم۔
خطیب کو کہنے دیجئے کہ
کائنات میرے محبوبؐ کو دیکھتی ہے ـــــ اور
میرا محبوبؐ ان معصوم پہلوانوں کو دیکھتا ہے۔
ساری دنیا حضورؐ کو دیکھتی ہے۔
سورج حضورؐ کو دیکھتا ہے۔
چاند حضورؐ کو دیکھتا ہے۔
ستارے حضورؐ کو دیکھتے ہیں۔
نظارے حضورؐ کو دیکھتے ہیں۔
فلک حضورؐ کو دیکھتا ہے۔
مَلک حضور کو دیکھتے ہیں۔
صحابہؓ حضورؐ کو دیکھتے ہیں۔
بلکہ خود اللہ تعالےٰ
قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِى السَّمَآءِ
کہہ کر حضور کو دیکھ رہا ہے ـــــ اور
میرا محبوبؐ ان معصوم جانثاروں کی کشتی دیکھ رہا ہے۔
واہ معصوموں! تمہاری معصومیت کو سلام۔
اے رافعؓ اور سمرہؓ! تمہاری قسمت کو سلام۔
اے آقا! آپؐ کے ان نہالوں کو سلام۔

سیدِ کونین! تیرے جانثاروں کو سلام ۔

یعنی گردونِ نبوت کے ستاروں کو سلام ۔ سبحان اللہ العظیم ۔

ایمان اور نفاق میں علیحدگی

حضراتِ گرامی! روایات میں آتا ہے کہ جب اللہ کا پیارا اپنے پیاروں کو غم خواروں کو ساتھ لے کر احد کے قریب پہنچتا ہے تو عبد اللہ بن ابی منافق اپنے ساتھیوں کو لے کر علیحدہ ہو جاتا ہے اور کہتا ہے کہ آپ نے میری رائے تسلیم نہیں کی اور بچوں کی بات مان لی ۔ اس لئے ہم بلا وجہ کیوں اپنی جانوں کو ہلاکت میں ڈالیں ۔ یہ کہتے ہوئے تین صد منافقین عبد اللہ بن ابی کے ساتھ لشکرِ اسلام سے علیحدہ ہو کر مدینہ چل پڑتے ہیں ۔ اور کہتے ہیں کہ یہ جنگ نہیں ۔ اگر ہم اس کو جنگ سمجھتے تو تمہارا ساتھ دیتے ۔ یعنی یہ بھی کوئی جنگ ہے کہ ایک طرف تو صرف ہزار ہوں اور دوسری طرف تین ہزار اور وہ بھی ہر ہتھیاروں سے مسلح ۔ یہ تو واضح طور پر اپنی جانوں کو ہلاکت میں ڈالنا ہے ۔ ہمیں کیا ضرورت ہے کہ بلا وجہ موت کے منہ میں ہاتھ ڈالیں ۔ اس پر خدا تعالیٰ کی طرف سے قرآن نازل ہوتا ہے ۔ ارشادِ باری ہے ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا وَقِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّا اتَّبَعْنٰكُمْ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ ۝ (پ ۴ رکوع ۷، آیت ۱۶۷)

اور تاکہ معلوم کرے ان کو جو منافق تھے اور کہا گیا ان کو آؤ اللہ کی راہ میں لڑو ۔ یا دشمنوں کو دفع کرو تو انہوں نے کہا کہ اگر ہمیں علم ہوتا کہ آج جنگ ہوگی تو ہم ضرور تمہارے ساتھ چلتے ۔ وہ اس وقت بہ نسبت ایمان کے کفر

سے زیادہ قریب تھے۔ وہ اپنے مونہوں سے وہ باتیں کہتے ہیں جو
ان کے دلوں میں نہیں۔ خدا جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے ہیں۔
خطیب کہے کہ خدا تعالیٰ نے نفاق کو ایمان سے دور کر دیا۔
خباثت کو طہارت سے دور کر دیا۔
نفرت کو محبت سے دور کر دیا۔
جہالت کو علم سے دور کر دیا۔
کمینگی کو شائستگی سے دور کر دیا۔
گناہوں کو نیکیوں سے دور کر دیا۔
منافقین کو مومنین سے دور کر دیا۔
شیطانوں کو صحابہ سے دور کر دیا۔ سبحان اللہ العظیم۔
خطیب کو کہنے دیجئے کہ
جو کانٹے تھے وہ دور ہو گئے۔
جو خوشبو تھے وہ پھول کے ساتھ رہے۔
جو شرارے تھے وہ دور ہو گئے۔
جو ستارے تھے وہ چاند کے ساتھ رہے۔
جو بد اخلاق تھے وہ دور ہو گئے۔
جو خوش اخلاق تھے وہ نبی کے ساتھ رہے۔
جو قبیح تھے وہ دور ہو گئے۔
جو حسین تھے وہ نبی کے ساتھ رہے۔
جو رذیل تھے وہ دور ہو گئے۔
جو شریف تھے وہ نبی کے ساتھ رہے۔
ساتھ ہیں اور قیامت تک ساتھ رہیں گے۔ اور پھر انہیں
جنت میں بھی پیغمبر کی رفاقت نصیب ہو گی۔

ان بدبخت منافقین کو نہ دنیا میں نبی کی رفاقت ملی اور نہ آخرت میں انہیں رفاقت ملے گی۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ

جو منافق ہوں وہ نبی کو چھوڑ جایا کرتے ہیں۔ —— اور

جو مومن ہوں وہ پیغمبر کے خادم بن کر موت کو گلے سے لگایا کرتے ہیں۔

سبحان اللہ العظیم۔

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ منافقین کے علیحدہ ہونے کے بعد مسلمانوں کی تعداد صرف سات سو رہ جاتی ہے۔ ان سات سو میں صرف سو آدمی زرہ پوش تھے اور پورے لشکر میں صرف دو گھوڑے تھے۔ (طبری)

اگر یہ لوگ ظاہری ساز و سامان سے انتہائی کمزور تھے لیکن ایمان کے لحاظ سے ایک مضبوط ترین چٹان تھے۔ جنہیں دنیا کی کوئی طاقت شکست نہیں دے سکتی تھی۔

سُبحان اللہ العظیم

خدا نے ان کو بچا لیا

عزیزان گرامی قدر! میں عرض کر رہا تھا کہ منافقین کی واپسی کی وجہ سے بنی سلمہ اور بنی حارثہ کے بعض مسلمانوں نے بھی مدینہ واپسی کا ارادہ کیا لیکن اس خالق کائنات نے جو علیم بذات الصدور ہے واپس ہونے کا ارادہ کرنے والوں کے دلوں کو مضبوط کر دیا۔ قرآن پاک میں ہے۔

اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝

یاد کرو اس وقت کو جب ہمت ہار دی تم میں کے دو گروہوں نے اور ان کا مددگار تھا (اس لئے وہ واپسی سے محفوظ رہے) اور تمام مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہیئے۔

خطیب کہے کہ جن کے دل میں ایمان تھا انہیں خدا تعالےٰ نے واپسی سے بچالیا اور جن کے دل میں نفاق تھا انہیں دین حق سے ہٹا دیا۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کو کہنے دو کہ

نبی کے یاروں کو احد میں جما دیا۔ —— اور

اسلام کے غداروں کو میدان جہاد سے بھگا دیا۔

جو اللہ والے تھے وہ اللہ کے محبوبؐ کے ساتھ تھے۔

جو شیطان والے تھے وہ اپنے شیطان کے ساتھ تھے۔

جو دین والے تھے وہ دینداروں کے ساتھ تھے۔

جو بے دین تھے وہ منافقوں کے ساتھ تھے۔

اس لئے

مَیں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالےٰ ہمیں اپنے محبوب بندوں کے ساتھ رکھے۔ اور منافقین گمراہ لوگوں سے ہمیں بچائے۔

باقی

آئندہ جمعہ

اِنشاءَ اللہ

عرض کروں گا۔

خطبہ نمبر ۶۴

اسدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

شہادت کی سیادت پر

جھلکیاں

- جانثاروں کی نماز
- خدا کے بندوں کی صف بندی
- شیطانی لوگوں کا دھندہ
- اس تلوار کا حق کیا ہے
- ورغلانے والا شیطان
- کس کی باتیں
- مشرکین گاجر مولی کی طرح کاٹے گئے
- اکڑ کر چلنے والا مجاہد
- ہندہ ابو دجانہ کے سامنے
- اسدِ مصطفیٰ شہادت کی سیادت پر
- فرشتے غسل دیتے ہیں
- مشرک بھاگ اٹھے
- فتح شکست میں بدل گئی
- استقامت مصطفیٰ
- گھمسان کی لڑائی
- پر والوں کی جانثاری

اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰى بِاللّٰہِ شَهِیْدًا

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

صدق اللّٰہ العظیم

بزرگان محترم دوستو، عزیز و نوجوان ساتھیو!

گذشتہ خطبہ کے اندر میں نے جنگ احد کے حالات و واقعات کے متعلق عرض کیا تھا اور بتایا تھا کہ منافقین جو تعداد میں تین سو تھے ایمان داروں سے علیحدہ ہو گئے اور جو مسلمان تھے انہیں خدا تعالےٰ نے ثابت قدم رکھا اور ان کے دلوں کو مضبوط کر دیا۔ آج کے خطبہ میں جنگ کے دیگر واقعات کے متعلق عرض کروں گا۔ دعا کریں کہ خدا تعالیٰ مجھے حق اور سچ کہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

جانثاروں کی نماز

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ شیخین کے مقام پر آپؐ نماز مغرب ادا کرتے ہیں اور عشاء کے بعد سپہ سالار اعظم اپنے جانثاروں کو سونے اور آرام کرنے کی تلقین کرتا ہے اور پھر تہجد کے وقت اٹھ کر اپنے صحابہ کو بیدار کر کے کوچ کا حکم دیتا ہے۔ چنانچہ احد کے قریب پہنچ کر صبح کی نماز کے لئے حضرت بلالؓ اذان دیتے ہیں۔ اور پھر صحابہ اپنے مقتدا و پیشوا کی امامت میں خدا کے حضور سجدہ ریز ہو جاتے ہیں۔

سبحان اللہ العظیم

خدا کے بندوں کی صف بندی

حضرات گرامی! سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو کر خدا کے بندوں کی صف بندی فرماتے ہیں. ابھی جو لوگ خدا کے حضور دست بستہ کھڑے تھے. اب شمشیروں سے مسلح دشمن کے مقابل سینہ تانے کھڑے ہیں. (ابن سعد)

خطیب کہے کہ ابھی جو لوگ بارگاہ ربوبیت میں دست بستہ کھڑے خدا کی حمد و ثنا کر رہے تھے اب وہی لوگ تلواروں کے دستوں کو اپنے دستوں میں پکڑے دشمن کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کا ارادہ کر رہے تھے. یہی لوگ جو تھوڑی دیر پہلے نماز میں تھے وہی لوگ اب جہاد میں تھے. سبحان اللہ العظیم.

یہ لوگ پہلے سر جھکائے کھڑے تھے اور یہی اب سر اٹھائے کھڑے تھے.

یہی پہلے نگاہیں جھکائے کھڑے تھے یہی اب نگاہیں اٹھائے کھڑے تھے.

یہی پہلے سر جھکانے والے تھے یہی اب سر کٹانے والے تھے.

یہی اسلام کے نمازی تھے یہی اسلام کے غازی تھے.

یہی اسلام کے عابد تھے یہی اسلام کے مجاہد تھے.

یہی اسلام کے شاہد تھے یہی اسلام کے شہید تھے.

یہی نبی کے مخاطب تھے یہی اسلام کے خطیب تھے.

یہی اسلام کے محافظ تھے یہی شرک سے محفوظ تھے.

یہی نبی کے رفیق تھے یہی دین کے شفیق تھے

یہی نبی کے معاون تھے یہی دین کے معین تھے.

یہی نبی کے پیارے تھے یہی اسلام کے ستارے تھے. سبحان اللہ العظیم.

یہی قرآن کے متعلم تھے یہی قرآن کے قاری تھے.

یہی عجز کا پیکر تھے یہی تکبر سے عاری تھے. سبحان اللہ العظیم.

ے نبی کے پیچھے پیچھے دائیں بائیں سب مجاہد تھے
یہی میدان میں غازی، یہی مسجد میں زاہد تھے

عزیزانِ گرامی قدر! روایات میں آتا ہے کہ سرکار مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم پچاس تیراندازوں کے ایک دستے کو جبل احد کی چھوٹی سی ایک بلند پہاڑی پر متعین فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ تم ہماری پشت کی حفاظت کرنا تاکہ دشمن ہمارے عقب سے ہم پر حملہ آور نہ ہوسکے اور فرمایا کہ تم لوگ اس جگہ سے کسی قیمت پر بھی نہ ہلنا اور اگر تم لوگ ہمیں قتل ہوتے ہوئے بھی دیکھو تو ہماری مدد کے لئے نہ آنا اور اگر ہمیں فتح ہو جائے اور تم ہمیں مال غنیمت حاصل کرتے ہوئے دیکھو تو اس میں شریک نہ ہونا۔ (فتح الباری)

شیطانی لوگوں کا دھندہ

حضرات گرامی! رحمان والوں میں اور شیطان والوں میں ایک امتیازی فرق ہے کہ رحمان والے میدان جنگ میں اپنے رحمان کا ذکر کرتے ہیں اور شیطان والے اپنے شیطان کو خوش کرنے کے لئے شیطانی کام کرتے ہیں اور ظاہر بات ہے کہ مشرک سے بڑا شیطان کوئی نہیں ہے۔ انہی مشرکین نے میدان جنگ میں گانے کے لئے عورتیں ساتھ رکھی تھیں تاکہ یہ اشعار پڑھ پڑھ کر مردوں کو جوش دلائیں۔ (زرقانی)

ایسے شیطانی کام کرنا شیطانی لوگوں کا کام ہے اور دھندہ ہے۔ لیکن رحمان والے قرآن کی تلاوت کرتے ہیں اور خدا تعالےٰ کی امداد طلب کرتے ہیں۔ ہمارے ہاں بھی سرحدوں پر فوجیوں کو گانے سنائے جاتے ہیں۔ جب سے لوگوں نے قرآن سے منہ موڑا ذلت اور ناکامی ان کا مقدر بن گئی۔ بقول کسے

ے وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر
ہم خوار ہوئے تارکِ قرآن ہو کر

میری دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ تمام مسلمانوں کو قرآن سے محبت کرنے والا بنائے اور ہمیں قرآن پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اس تلوار کا حق کیا ہے؟

عزیزان گرامی قدر! روایات میں آتا ہے کہ جب جانثاران اسلام کی صف بندی ہو جاتی ہے تو اللہ کا محبوب پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک تلوار ہاتھ میں لے کر ارشاد فرماتے ہیں.

مَنْ يَّاْخُذُ هٰذَا السَّيْفَ بِحَقِّهٖ.

کون ہے جو کہ اس تلوار کو اس کے حق کے ساتھ لے.

ارشاد پیغمبر سن کر کئی ہاتھ اس سعادت و شرف کے حاصل کرنے کو آگے بڑھتے ہیں مگر سرکار مدینہ اپنا ہاتھ روک لیتے ہیں. اسی دوران حضرت ابو دجانہ اٹھتے ہیں. عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ! صلے اللہ علیہ وسلم اس تلوار کا حق کیا ہے!

آپ فرماتے ہیں اس کا حق یہ ہے کہ اس سے خدا کے دشمنوں کو اتنا مارے کہ تلوار ٹیڑھی ہو جائے.

حضرت ابو دجانہ عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ میں اس کو اس کے حق کے ساتھ لیتا ہوں. یعنی اس کا حق ادا کروں گا۔ آپ وہ تلوار حضرت ابو دجانہ کو عطا فرماتے ہیں.

علماء نے لکھا ہے کہ غالباً سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی معلوم ہو گیا ہو گا کہ سوائے ابو دجانہ کے کوئی بھی اس تلوار کا حق ادا نہ کر سکے گا. اس لئے آپ نے تلوار صرف ابو دجانہ ہی کو عطا فرمائی. (الاصابہ - زرقانی)

خطیب کہے کہ لوگوں کو یہ تو یاد رہا کہ خیبر میں حضرت علی کو علم عطا فرمایا تھا لیکن جنگ احد میں ابو دجانہ کو جو تلوار عطا کی گئی اس کا کسی کو یاد نہ رہا. اگر علم دینے سے خلافت کی طرف اشارہ تھا تو تلوار عطا کرنا کس کی طرف اشارہ تھا. یہ تو سب جانتے ہیں کہ عَلَم سے زیادہ تلوار کی اہمیت ہے تو اگر ان شریف لوگوں کی بات مان لی جائے کہ خیبر میں حضور نے حضرت علی کو علم عطا فرما کر یہ اشارہ کر دیا تھا کہ علی میرے بعد خلیفہ ہو گا تو جس ابو دجانہ کو تلوار عطا کی گئی تو ان کے متعلق یار لوگوں کو یہ کہنا چاہیئے کہ حضور کے بعد یہ نبی ہوں گے.

اس لئے کہ تلوار کا علم سے زیادہ مقام ہے۔

عَلَم صرف ایک علامت ہے۔

تلوار ایک ہتھیار ہے۔

عَلَم ایک نشان ہے۔

تلوار زیور مرد میدان ہے۔

عَلَم لوگوں کو ایک جگہ جمع کرتا ہے۔

تلوار اس اجتماع کی حفاظت کرتی ہے۔

عَلَم ہو تو کوئی ڈرتا نہیں —— اور

تلوار کو دیکھ کر ہی دشمن کانپ اٹھتا ہے۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ بعض شرفاء نے علم دینے کو اتنا بڑھایا کہ خلیفہ بلافصل بنا دیا۔ حالانکہ عَلَم دینے سے خلافت دینا کوئی مقصود نہ تھا بلکہ ان کی شخصیت کو اجاگر کرنا اور ان کی صلاحیت کو نکھارنا مقصود تھا۔ یہاں بھی تلوار دے کر خلافت دینا یا تمام صحابہ پر فضیلت دینا مقصود نہ تھا بلکہ ان کی صلاحیتوں کے پیش نظر انہیں نمایاں کرنا مقصود تھا۔ پنجابی میں کہتے ہیں کہ "سُرمہ تے ہر کوئی اکھیاں وچ پا لیندا اے پر سرمہ پا کے اکھیاں نوں مٹکانا کوئی کوئی جاندا اے"۔ اسی طرح تلوار تو ہر کوئی پکڑ لیتا ہے لیکن تلوار پکڑ کر اس کا حق ادا کرنا کوئی کوئی جانتا ہے۔ یوں سمجھئے کہ کرکٹ تو سب کھیلتے ہیں لیکن بیٹس مین کوئی کوئی کہلاتا ہے، باؤلنگ تو سب کرتے ہیں لیکن فاسٹ باؤلر کوئی کوئی ہوتا ہے اسی طرح جھنڈے تو سب اٹھاتے ہیں لیکن عَلَم کو لہراتا کوئی کوئی ہے۔ تلوار تو سب چلاتے ہیں لیکن تلوار کا حق کوئی کوئی ادا کرتا ہے۔ اس لئے

خیبر میں حیدرؓ کو عَلَم دے دیا۔

احد میں ابو دجانہ کو تلوار دے دی۔

وہاں بھی صلاحیتوں کا اعتراف تھا۔

یہاں بھی صلاحیتوں کا اعتراف تھا۔

نہ خیبر میں علی کو اصحاب ثلاثہ پر فضیلت دینا مقصود تھا.

نہ احد میں ابو دجانہ کو صحابہ پر فضیلت دینا مقصود ہے.

فضیلت کچھ لینے سے حاصل نہیں ہوتی.

فضیلت تو دینے سے حاصل ہوتی ہے.

دنیا جانتی ہے کہ صدیق نے نبی سے لیا کچھ بھی نہیں اور دیا سب کچھ ہے.

صدیقؓ نے نبیؐ پر دولت نچھاور کی ہے اور نبیؐ نے صدیق پر جنت نچھاور

کی ہے. سبحان اللہ العظیم.

یہاں خطیب کو کہنے دیجئے کہ

علی پیغمبر سے لیتا رہا.

صدیق پیغمبر کو دیتا رہا.

علی کو جتنا بھی بڑھائیں وہ پھر بھی خادمِ مصطفٰے ہے. ــــ اور

صدیق کو کوئی جتنا مرضی گھٹائے صدیق پھر بھی محسن مصطفٰے ہے. سبحان اللہ العظیم.

خطیب کو مزید کہنے دیجئے کہ جو شئے جس قدر نبی کے قریب ہوگی اسی قدر وہ قابل

احترام ہوگی تو جب کوئی پیغمبر سے دور ہوگا تو اس کا مقام بڑھے گا نہیں بلکہ گھٹے گا.

جھنڈا حضور کے ہاتھ سے علی کے ہاتھ میں گیا تو اس کا مقام گھٹ گیا. تلوار پیغمبر کے ہاتھ

سے ابو دجانہ کے ہاتھ میں گئی تو اس کی عظمت کم ہوگئی. اس طرح صدیق کے پاس جو شے

تھی اس کی عظمت کم تھی لیکن جب وہ شے نبی کے ہاتھ میں پہنچ گئی تو اس کی عظمت بڑھ

گئی. صدیق کے گھر میں عائشہ تھی تو ایک عام بیٹی کی طرح تھی. لیکن جب یہ نبی کے گھر گئی تو

ام المومنین بن گئی اور قرآن نے اعلان کر دیا کہ.

يَا نِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ

اے نبی کی بیویو! تم معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو. (پ ۲۲ رکوع ۱)

سبحان اللہ العظیم.

تو اب آپ حضرات کو یہ بات مکمل طور پر سمجھ آگئی ہوگی کہ پیغمبر سے دنیاوی طور پر

کچھ لینا باعث فضیلت نہیں ہے بلکہ پیغمبر پہ صدیق کی طرح اپنا تن من دھن قربان کرنا باعث فضیلت ہے۔

ورغلانے والا شیطان

حضرات گرامی! میں عرض کر رہا تھا کہ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے تلوار حضرت ابو دجانہ کو عطا کر دی اور حضرت ابو دجانہ خوشی سے جھوم اٹھے۔ ادھر کفار کی طرف سے سردار ابو عامر نکلتا ہے جو زہد اور پارسائی کی وجہ سے راہب کے نام سے پکارا جاتا تھا اور لوگوں میں اس کی بہت قدر و منزلت تھی۔ مگر جب مدینہ میں اسلام کی شمع روشن ہوئی تو اس کا بھیانک چہرہ سامنے آیا تو یہ مدینہ سے بھاگ کر مکہ چلا گیا اور وہاں جا کر اسلام کے خلاف سازشیں کرنے لگا۔ آپ نے اس کا نام فاسق رکھا تھا۔ یہ بھی اس جنگ میں قریش کے ساتھ اس لئے آیا تھا کہ میرے قبیلے والے جب مجھے دیکھیں گے تو محمد کا ساتھ چھوڑ کر میرے پاس آجائیں گے۔ چنانچہ یہ صفوں کے سامنے آکر کہتا ہے کہ

يَا مَعْشَرَ الْاَوْسِ اَنَا اَبُوْ عَامِرٍ

اے گروہ اوس! میں ابو عامر ہوں۔

قبیلہ اوس کے لوگ جو مسلمان ہو چکے تھے جواب میں کہتے ہیں۔

لَا اَنْعَمَ اللّٰهُ بِكَ عَيْنًا يَا فَاسِقُ۔

اے خدا کے فاسق اور نافرمان خدا کبھی تیری آنکھ ٹھنڈی نہ کرے۔

ابو عامر یہ تلخ جواب سن کر واپس ہو جاتا ہے اور جا کر کہتا ہے کہ میرے بعد میری قوم کی حالت بدل گئی ہے۔ (زرقانی۔ ابن ہشام)

خطیب کہے کہ اس بدبخت کو کیا خبر تھی کہ قوم کی حالت بدلی تو ہے مگر ویسے نہیں جیسے یہ سمجھتا تھا۔ قوم کی حالت خدا تعالےٰ نے بدل کر رکھ دی۔

قوم پہلے مشرک تھی اب موحد ہو گئی۔

قوم پہلے مشرک تھی اب توحید پرست ہو گئی۔

پتھروں کے پجاری خدا کے حضور سجدہ ریز ہو گئے۔

اسے گھمنڈ تھا کہ میری قوم میرا چہرہ دیکھ کر محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا ساتھ چھوڑ کر میرے پاس آجائے گی۔ اس عقل کے اندھے سے کوئی پوچھے کہ

بھلا کوئی خوشبو کو چھوڑ کر بدبو کے قریب آتا ہے۔

کوئی پھولوں کو چھوڑ کر کانٹوں کے نزدیک آتا ہے۔

کوئی طہارت کو چھوڑ کر غلاظت کے قریب آتا ہے۔

نہیں۔ ہرگز نہیں۔

جن لوگوں کو والضحٰے کا چہرہ مل گیا ہو وہ اس خبیث کے چہرہ کو کیسے پسند کر سکتے ہیں

جن لوگوں کو محمدؐ جیسا مشفق مل گیا ہو وہ ابو عامر جیسے مشرک کو کیسے پسند کر سکتے ہیں۔

سبحان اللہ العظیم۔

وہ لوگ تو بدبو سے نکل کر خوشبو میں آ گئے تھے۔

وہ لوگ تو کانٹوں سے نکل کر پھولوں میں آ گئے تھے۔

بلکہ خطیب کو کہنے دیجیے کہ وہ لوگ تو جہنم سے نکل کر جنت میں آ گئے تھے اور جو ایک مرتبہ دامن مصطفےٰ میں آ گئے پھر دنیا کی کوئی طاقت انہیں پیغمبر سے دور نہ کر سکی۔

اور وہ زبان حال سے کہہ رہے تھے کہ

جس کو مل گیا ہے سر تاج انبیاءؐ کا
کیا شکر ہو سکے گا اس سے اداخدا کا

ٹھوکر میں تاج شاہی تیرے قلندروں کی
شاہوں سے بھی بڑا ہے رتبہ ترے گدا کا

سبحان اللہ العظیم

میں عرض کر رہا تھا کہ ابو عامر بدبخت نے جب مسلمانوں سے تلخ جواب سنا تو سٹپٹا کر رہ گیا اور اول فول بکنے لگا۔

شاعر کہتا ہے۔

ے چڑھا ایسا مزاجِ راہب کم ظرف کا پارا
اٹھا کر ایک پتھر لشکرِ اسلام پہ مارا

ے غلاموں نے بھی کی تقلید راہب کے اشاروں کی
تو اضنع پتھروں سے کی گئی سجدہ گزاروں کی

ے احد کی جنگ کا آغاز تھا اس سنگ باری سے
فلک حیران تھا اہل زمیں کی بدقماری سے

خطیب کہے کہ جب دشمن کی طرف سے پتھروں کی بارش کی گئی تو اہل اسلام کو بھی اسی انداز میں جواب دینا پڑا۔

ے اچانک یوں جو پتھر لشکر اسلام پر برسے
جواب اسلام کو دینا پڑا پتھر کا پتھر سے

سبحان اللہ العظیم۔

اور جب اہل اسلام کی طرف سے دندان شکن جواب ملا تو

ے بچا کر اپنی جانیں کوئی پیچھے اور کوئی آگے
ابو عامر اور اس کے ساتھ والے سب کے سب بھاگے

شاہنامہ اسلام ص ۹۱

کس کی مانیں؟

حضرات گرامی! ابو عامر پتھر پھینک کر جنگ کی ابتداء کر دیتا ہے اور پھر مشرکین کا علم بردار طلحہ بن ابی طلحہ آگے نکلتا ہے اور طنز کرتے ہوئے للکار کر کہتا ہے کہ اے اصحاب محمد! سنو

ے میں آیا ہوں کہ تم کو گلشن جنت میں پہنچا دوں
گلستاں کی کرا دوں سیر اور حوروں سے ملوا دوں

ے کسی کافر کے ہاتھوں سے شہادت تم جو پاؤ گے
تمہارا یہ عقیدہ ہے کہ تم جنت میں جاؤ گے

اور پھر اصحاب رسول پر طنز کرتے ہوئے کہتا ہے کہ

؎ اگر کافر کو تم نے مار ڈا جنگ باہم میں
تو وہ مرتے ہی سیدھا جائے گا قعر جہنم میں

؎ جسے جنت کی خواہش ہو وہ میرے سامنے آئے
مجھے دوزخ میں بھیجے یا سوئے جنت چلا جائے

؎ بہت مشتاق ہوں میں دوستو دوزخ میں جانے کا
مری آتش مزاجی کو لپکا آگ کھانے کا

طلحہ بن ابی طلحہ بار بار للکار کر کہتا ہے کہ کون ہے جو میرا مقابلہ کرے گا.

کون ہے جو میرے مدمقابل ہوگا.

ہے کوئی تم میں ایسا شخص جو یہ چاہتا ہو کہ اس کو میری تلوار جنت میں پہنچا دے یا وہ اپنی تلوار سے مجھے جہنم میں پہنچا دے.

چنانچہ اس بدباطن کی للکار سنتے ہی خدا کا شیر حیدر کرار باہر نکلتا ہے اور اپنی تلوار سے اس مشرک پر حملہ آور ہوتا ہے. لوگوں نے .... دیکھا کہ پہلے ہی وار سے اس کا پیر کٹ گیا اور وہ منہ کے بل گر پڑتا ہے بلکہ نہ صرف زمین پر گرتا ہے بلکہ زمین پر گرتے ہی اس کا ستر بھی کھل جاتا ہے. سیدنا حضرت علی شرما کر پیچھے ہٹ جاتے ہیں.

سرکار مدینہ پوچھتے ہیں کہ علی پیچھے کیوں ہٹ گئے!

عرض کیا کہ اس کے ستر کھل جانے کی وجہ سے مجھے شرم آگئی. (زرقانی)

خطیب کہے کہ حضرت علی المرتضیٰ تو مشرک کی شرم گاہ پر نظر پڑتے ہی شرما کر پیچھے ہٹ گئے تھے مگر شیعہ حضرات کی کتاب فروع کافی حصہ دوم کے ص ۶۱ پر لکھا ہے کہ غیر مسلم کی شرم گاہ کو دیکھنا ایسا ہے جیسے گدھے کی شرمگاہ کو دیکھنا ہے. اس سے یہ معلوم ہوا کہ یہ ان کی اپنی فقہ ہے جس کو حضرت علی المرتضیٰ سے کوئی نسبت نہیں ہے.

حضرت علی تو شرما کر پیچھے ہٹ رہے ہیں اور یہ اپنی فقہ میں غیر مسلم کی شرمگاہ کو گدھے

کی شرمگاہ کے مثل سمجھ رہے ہیں۔ اب آپ حضرات ہی بتائیں کہ ہم کس کی مانیں؟ حضرت علی کی یا ان کی فقہ کی؟ یقیناً آپ کا جواب ہوگا کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہمارے مقتداء اور پیشوا ہیں ہم اہل سنت حضرت علی کے عمل کو اپنے لئے مشعل راہ سمجھتے ہیں اور اسی میں اپنی نجات سمجھتے ہیں۔ خدا تعالےٰ دشمنان صحابہ کو عقل سلیم عطا فرمائے کہ وہ حق اور باطل میں فرق محسوس کر سکیں۔ سب کہہ دیں آمین۔

مشرکین گاجر مولی کی طرح کاٹے گئے

حضرات گرامی مبارزت کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ چنانچہ تیسرا مشرک آتا ہے تو اسے حضرت حمزہ قتل کر دیتے ہیں۔

چوتھا آتا ہے تو اسے حضرت سعد بن ابی وقاص نے واصل جہنم کر دیا۔

پانچویں کو حضرت عاصم نے دوزخ کا ایندھن بنا دیا۔

چھٹے کو پھر حضرت عاصم نے ہی کاٹ کر رکھ دیا۔

ساتویں کو حضرت زبیر نے صفحۂ ہستی سے مٹا دیا۔

آٹھویں کو حضرت طلحہ نے گاجر کی طرح ٹکڑے کر دیا۔

نویں کو حضرت علی نے دنیا کے تختہ سے اڑا دیا۔ سبحان اللہ العظیم۔

(ابن ہشام۔ زرقانی)

خطیب کہے کہ مومن لوگوں نے مشرکین کو گاجر اور مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا۔ للکارنے والوں پر خدا کی پھٹکار پڑنے لگی اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خائب و خاسر ہو گئے

اکڑ کر چلنے والا مجاہد

عزیزان گرامی قدر! میں نے ابھی عرض کیا تھا کہ حضور ؐ نے حضرت ابو دجانہ کو تلوار عطا فرمائی تھی۔ چنانچہ حضرت ابو دجانہ تلوار لے کر خوشی خوشی جنگ کی تیاری شروع کرتے ہیں۔ مفسرین نے لکھا ہے حضرت ابو دجانہ جنگ کے لئے مخصوص تیاری کیا کرتے

تھے کہ اپنے سر پر سرخ پگڑی باندھتے تھے۔ چنانچہ اس مرتبہ بھی حضرت ابو دجانہ سر پر سرخ رنگ کی پگڑی باندھتے ہیں اور اکڑ کر چلتے ہوئے میدان میں نکلتے ہیں اور زبان حال سے کہہ رہے تھے کہ

أَنَا الَّذِي عَاهَدَنِي خَلِيلِي
وَنَحْنُ بِالْفَتْحِ لَدَى النَّخِيلِ

میں وہی ہوں جس سے میرے دوست نے عہد لیا ہے۔
جبکہ ہم پہاڑ کے دامن میں نخلستان کے قریب تھے۔

أَنْ لَا أَقُومَ الدَّهْرَ فِي الْكَيُّولِ
وہ عہد یہ ہے کہ کبھی پیچھے کی صف میں نہ کھڑا ہوں گا

أَضْرِبُ بِسَيْفِ اللّٰهِ وَالرَّسُولِ
اللہ اور اس کے رسول کی تلوار سے خدا کے دشمنوں کو مارتا رہوں گا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابو دجانہ کو جب اکڑ کر چلتے ہوئے دیکھتے ہیں تو زبان نبوت سے کیا فرماتے ہیں۔ سبحان اللہ العظیم۔

حفیظ جالندھری سے سنئے۔

تبسم زیر لب فرما کے ہادی نے یہ فرمایا
کہ ہاں آگے بڑھو آگے بڑھو وقت جہاد آیا

اگرچہ ناپسندیدہ ہے ایسی کبک رفتاری
مگر ایسے مواقع پر یہی رفتار ہے پیاری

سبحان اللہ العظیم۔ (شاہنامہ اسلام جلد سوم ص ۱۲۲)

خطیب کہے کہ جہاد فی سبیل اللہ کی فضیلت کا اندازہ اس سے لگایئے کہ تکبرانہ چال خدا تعالےٰ اور اس کے رسول کو پسند نہیں لیکن میدان جہاد میں اسے جائز قرار دے دیا گیا۔ کیونکہ یہ اکڑ کر چلنا اپنے لئے نہیں بلکہ خدا کے لئے ہے۔

یہ اپنے لئے نہیں اپنے محبوب رسول کے لئے ہے۔
اپنے لئے نہیں خدا کے دین کی سربلندی کے لئے ہے۔

اپنے لئے نہیں اللہ کے دشمنوں کا قلع قمع کرنے کے لئے ہے۔

اپنے لئے نہیں قرآن کی اشاعت کے لئے ہے۔

اپنے لئے نہیں بلکہ دنیا میں توحید کا پرچم لہرانے کے لئے ہے۔

تو ایسی تفاخرانہ چال جب اللہ اور اس کے رسول کی محبت کے لئے ہو تو باعث تقلید و تحسین ہوتی ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔

ہندہ ابو دجانہ کے سامنے

حضرات گرامی! میں عرض کر رہا تھا کہ صحابہ کو اذن جہاد مل چکا تھا اور آپ نے اپنے جانثاروں کو کہہ دیا تھا کہ

اشارہ کر کے میدان کی طرف دست پیغمبرؐ نے
کہا دیکھو بڑھایا ہے قدم باطل کے لشکر نے

بڑھو تم بھی خدا کا نام لے کر اے مسلمانو!
خدا و خلق کی خاطر ادائے فرض کی ٹھانو

فقط توحید کی خدمت کا دم بھرتے ہوئے نکلو
سر میداں رضائے حق طلب کرتے ہوئے نکلو

حضرت ابو دجانہ صفوں کو چیرتے چلے جاتے تھے جو سامنے آتا اس کی لاش زمین پر نظر آتی ہے۔ اسی دوران اچانک ہندہ ابو سفیان کی بیوی سامنے آجاتی ہے۔ لیکن ابو دجانہ ہندہ پر وار نہیں کرتے۔ اس لئے کہ پیغمبر کی تلوار سے کسی عورت پر حملہ نہیں کرنا چاہیئے۔ (البدایۃ والنہایۃ)

اس لئے کہ

یہ شمشیر رسالت ہے ستودہ اور محمودہ
کروں گا میں نہ عورت کے لہو سے اس کو آلودہ　　سبحان اللہ العظیم

خطیب کہے کہ اگر ایک صحابی آپ کی تلوار سے کسی عورت پر حملہ نہیں کر سکتا۔

تو آپ کا قریبی ساتھی آپ کی پیاری بیٹی سیدہ فاطمہ پر کیسے حملہ کر سکتا ہے۔

یہاں خطیب کو کہنے دیجئے کہ جو لوگ افسانہ سناتے ہیں کہ معاذ اللہ حضرت صدیق نے حضور کی بیٹی پر حملہ کر دیا تھا وہ غلط کہتے ہیں۔ جب ایک عام صحابی کسی عورت پر حملہ نہیں کرتا تو نبی کا یار غار بھلا ایسی حرکت کیسے کر سکتا ہے۔ دراصل بعض لوگ خود ساختہ روایات سے صدیق اکبر کی پاکیزہ شخصیت کو داغدار کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن وہ یہ نہیں جانتے کہ اگر کوئی چاند پر تھوکے گا تو تھوک اسی کے منہ پر پڑے گا۔ لیکن چاند کی نورانیت میں کوئی فرق نہ آئے گا۔ اسی طرح اگر کوئی صدیق پر اعتراض کرے گا تو اس کی اندر کی خباثت کا پتہ چل جائے گا۔ لیکن صدیق کے ایمان میں کوئی فرق نظر نہ آئے گا۔

سبحان اللہ العظیم

یہاں پر خطیب کو کہنے کی اجازت دیجئے کہ نبی کی تلوار بے سہارا پر حملہ آور نہیں ہوتی۔ نبی کی تلوار بے سہاروں کے لئے سہارا ہے اور مظلوموں کے لئے ڈھال ہے۔

نبیؐ کی تلوار دشمنانِ خدا کے لئے ہے۔

نبیؐ کی تلوار دشمنانِ اسلام کے لئے ہے۔

نبیؐ کی تلوار دشمنانِ قرآن کے لئے ہے۔

نبیؐ کی تلوار ظالموں کے لئے ہے۔

نبیؐ کی تلوار جفاکاروں کے لئے ہے۔

نبیؐ کی تلوار کافروں کے لئے ہے۔

نبیؐ کی تلوار مشرکوں کے لئے ہے۔

نبیؐ کی تلوار ضعیفوں، عورتوں اور بچوں پر نہیں اٹھتی۔

نبیؐ کی تلوار اسلام کے پختہ کار دشمنوں پر اٹھتی ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔

اسدِ مصطفےٰ شہادت کی سیادت پر

عزیزانِ گرامی قدر! گھمسان کی جنگ جاری تھی اور حضرت حمزہؓ دشمنوں پر تابڑ

توڑ حملے کر رہے تھے جس طرف رخ کرتے اسے صفحۂ ہستی سے مٹا دیتے۔ ادھر وحشی بن حرب جو جبیر بن مطعم کا حبشی غلام تھا۔ اسے جبیر نے کہا کہ بدر میں حمزہ نے میرے چچا کو قتل کر دیا تھا۔ اگر میرے چچا کے بدلہ میں حمزہ کو قتل کر دے تو میں تجھے انعام واکرام بھی دوں گا اور تجھے آزاد بھی کر دوں گا۔ چنانچہ وحشی اس لالچ میں کہ مجھے آزادی مل جائے گی میدان احد میں جاتا ہے اور صرف حضرت حمزہ کو تلاش کرتا ہے۔ اسے اور کسی سے نہیں لڑنا اسے تو بس حضرت حمزہ کو قتل کر کے آزادی حاصل کرنا ہے۔ لیکن حمزہ کو کیسے قتل کرے اس کے سامنے تو بڑے بڑے بہادر نہیں ٹھہر سکے۔ چنانچہ وحشی ایک جگہ چھپ کر بیٹھ جاتا ہے اور اس انتظار میں ہے کہ جیسے ہی موقع ملے حضرت حمزہ پر وار کرے۔ ادھر خدا کا شیر حضرت حمزہؓ دادِ شجاعت دے رہے تھے کہ سباع بن عبدالعزیٰ ھل من مبارز۔ ہے کوئی میرا مد مقابل پکارتا ہوا میدان میں آتا ہے۔ حضرت حمزہ کی اس پر نگاہ پڑتی ہے شیر کی طرح حملہ آور ہوتے ہیں اور پہلے ہی وار سے اسے موت سے ہمکنار کر دیتے ہیں۔ سباع کو قتل کر کے حضرت حمزہ واپس آ رہے تھے کہ وحشی جو کہ ایک بڑے پتھر کے قریب چھپا بیٹھا تھا تاک کر حضرت حمزہ کے پیچھے ناف پر اس زور سے نیزہ مارتا ہے کہ پار ہو جاتا ہے۔ حضرت حمزہ چند قدم چلتے ہیں لیکن زخم کاری تھا سنبھل نہیں سکتے اور لڑکھڑا کر زمین پر گرتے ہی جام شہادت نوش کر جاتے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

قرآن پکار اٹھتا ہے کہ۔

لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ ط

جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ مت کہا کرو۔ (پ ۲)

خطیب کہے کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ شہید فی سبیل اللہ مر گئے اس لیے ان کا ماتم کرتے ہیں۔ لیکن قرآن کہتا ہے کہ تم انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم نہیں سمجھتے۔

یہاں خطیب کو کہنے دیجئے کہ ہم اہل سنت شہداء کا ماتم نہیں کرتے کیوں کہ

وہ زندہ ہیں اور جو زندہ ہوں ان کا ماتم نہیں ہوتا۔ انہیں خراج تحسین پیش کیا جاتا ہے اور شہیدوں کو زندہ ہم نے نہیں کہا بلکہ قرآن میں یہ رحمان کا فرمان ہے اور جو منکر قرآن ہے وہ پکا شیطان ہے۔ خدا تعالےٰ ایسے شیطانوں کے شر سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

فرشتے غسل دیتے ہیں

عزیزان گرامی قدر! میں عرض کر رہا تھا کہ گھمسان کی جنگ جاری تھی کہ اسی دوران حضرت حنظلہ صحابی کا مقابلہ ابوسفیان سے ہو جاتا ہے۔ سیدنا حنظلہ ابوسفیان کے گھوڑے کے پاؤں کاٹ دیتے ہیں اور ان پر اپنی تلوار سے حملہ کرنا ہی چاہتے ہیں کہ ان پر ایک مشرک حملہ کر دیتا ہے اور حضرت حنظلہ اسی وقت جام شہادت نوش کر جاتے ہیں۔

خطیب کہے کہ حضرت حنظلہ تو حضرت ابوسفیان کو قتل کر کے جہنم رسید کرنا چاہتے تھے لیکن اللہ کریم ان دونوں کو جنت میں بھیجنا چاہتے تھے اور پھر ہوتا وہی ہے جو اللہ چاہتے ہیں۔

وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ ۔

اللہ تعالےٰ کا فیصلہ ہی غالب رہتا ہے۔

چنانچہ حضرت حنظلہ کو ایک مشرک سے شہید کروا کر جنت میں بھیجدیا اور حضرت ابوسفیان کو فتح مکہ کے دن ایمان کی دولت دے کر جنت کا حق دار بنا دیا۔ سبحان اللہ العظیم۔

سرکار دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے فرشتوں کو دیکھا کہ ابر کے پانی سے چاندی کے برتنوں میں غسل دے رہے ہیں۔ ان کی بیوی جمیلہ سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ حالت جنابت میں تھے کہ جہاد کو چل پڑے۔ آپ نے فرمایا کہ یہی وجہ تھی کہ فرشتے حنظلہ کو غسل دے رہے تھے۔

(ابن سعد) سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہے کہ مقام بشریت دیکھئے کہ نوری مخلوق بشر کو ابر کے پانی سے چاندی کے برتنوں میں غسل دیتی ہے۔ اسی لئے صحابہ میں حضرت حنظلہ کو غسیل الملائکہ کے لقب سے مشہور ہو گئے تھے۔

روایات میں آتا ہے کہ حضرت حنظلہ کی بیوی بھی نبیؐ کی صحابیہ تھی جس روز حضرت حنظلہ نے شہید ہونا تھا۔ اسی رات کو ان کی بیوی نے خواب دیکھا کہ آسمان کا دروازہ کھلتا ہے اور حنظلہ اس میں داخل ہو جاتے ہیں پھر دروازہ بند کر لیا جاتا ہے۔ ان کی بیوی اس خواب سے سمجھ گئی تھیں کہ حنظلہ اب اس جہاں سے رخصت ہونے والے ہیں۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہے کہ صحابیہ کو صحابی کا مقام دنیا ہی میں دکھلا دیا گیا تاکہ لوگوں کو علم ہو جائے کہ جو خدا کے راستہ میں جہاد کرتے ہیں وہ دنیا سے رخصت ہوتے ہی سیدھے جنت میں پہنچ جاتے ہیں۔

مشرک بھاگ اٹھے

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ مشرکین پر جب اہل اسلام جم کر حملہ کرتے ہیں تو مشرکین کے چھکے چھوٹ جاتے ہیں اور وہ حواس باختہ ہو کر بھاگ اٹھتے ہیں۔ ان کی مشرکہ عورتیں پریشانی کے عالم میں چیختی چلاتی ادھر ادھر بھاگنے لگتی ہیں۔ تمام مجاہدین مال غنیمت اکٹھا کرنے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

خطیب کہے کہ چشم فلک نے دیکھا کہ ایک خدا کی عبادت کرنے والے اگرچہ قلیل تھے لیکن عابد رب جلیل تھے۔

یہ ٹھیک ہے کہ صحابہ کے پاس بہت کم ظاہری سامان تھا مگر ہر صحابی پکا مسلمان تھا۔

وہ انسان نہیں درندے تھے ــــــ یہ انسان نہیں فرشتے تھے۔

انہیں دیکھ کر نفرت ہوتی تھی۔ ـــــ انہیں دیکھ کر محبت ہوتی تھی۔

وہ دولت کے حریص تھے۔ ـــــ یہ نبی کی اطاعت کے حریص تھے۔

ان کے سینوں میں کینے تھے ـــــ ان کے سینوں میں قرآن کے خزینے تھے۔

وہ پتھروں کو اٹھا کر کہتے تھے ـــــ یہ پتھروں کو ٹھوکر مارتے تھے۔

وہ پتھروں کو خدا سمجھتے تھے ـــــ یہ ان کے خداؤں کو پتھر سمجھتے تھے۔

وہ پتھروں کو بت بناتے تھے ـــــ یہ بتوں کو پتھر بناتے تھے۔

وہ پتھروں کو تراش کر مشکل کشا بناتے تھے۔

یہ مشکل کشا کو خراش کر پتھر بنا دیتے تھے۔

وہ بتوں کو ساتھ لے کر بھاگے تھے۔

یہ خدا کو ساتھ لے کر جاگے تھے۔

مشرک بھاگے کہ گھر کا راستہ مل جائے۔

صحابہ جاگے کہ جنت کا راستہ مل جائے۔

وہ احد میں شیطان کو خوش کرنے آئے تھے۔

یہ احد میں رحمان کو راضی کرنے آئے تھے۔

وہ شیطان کے نمائندے تھے۔

یہ سب رحمان کے نمائندے تھے۔ سبحان اللہ العظیم۔

فتح شکست میں بدل گئی

حضرات گرامی! میں نے ابھی عرض کیا تھا کہ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے پچاس صحابہ کو ایک مقام پر متعین فرما کر تاکید فرمادی تھی کہ چاہے کچھ ہو جائے مگر تم لوگوں نے اپنی جگہ کسی صورت بھی نہیں چھوڑنا۔ لیکن جب فتح ہو گئی اور صحابہ مجاہدین مال غنیمت اکٹھا کرنے میں مصروف ہو گئے تو ٹیلہ پر متعین پچاس صحابہ میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ بعض کہتے تھے کہ اب فتح ہو چکی ہے۔ اس لئے یہ جگہ چھوڑ

کر مالِ غنیمت اکٹھا کرنا چاہیئے اور بعض کہتے تھے کہ نہیں ہمیں یہ جگہ نہیں چھوڑنی چاہیئے۔ یہی آپؐ کا حکم تھا۔ چنانچہ اکثریت یہ کہہ کر چلی گئی کہ جب فتح ہی ہو گئی تو اب ہمیں یہاں رہنے کی کیا ضرورت ہے۔ ٹیلہ پر صرف دس مجاہد رہ گئے اور حضرت خالد بن ولید جو ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے انہوں نے جب یہ جگہ مجاہدین سے خالی دیکھی تو ایک میل کا چکر کاٹ کر اس ٹیلہ سے مسلمانوں پر حملہ آور ہوتے ہیں اور وہ دس مجاہدین جو حضرت عبداللہ بن جبیر کے ساتھ تھے شہید ہو جاتے ہیں۔ مشرکین کے لئے راستہ صاف ہو جاتا ہے اور یہ حملہ اتنا تیز اور اچانک ہوتا ہے کہ مسلمان اپنا علامتی کلمہ تک بھول جاتے ہیں اور اسلامی فوج میں بھگدڑ مچ جاتی ہے۔ اپنے پرائے کی پہچان نہیں رہتی۔ افراتفری میں مسلمان ہی ایک دوسرے پر تلواریں چلا دیتے ہیں۔ دوست دشمن کا امتیاز نہیں رہتا۔ ادھر اونٹ گھوڑے بدک کر بھاگنا شروع کر دیتے ہیں ان کے بھاگنے سے اور زیادہ افراتفری پھیلتی ہے کہ مسلمان پر مسلمان پر حملہ آور ہو جاتا ہے۔

خطیب کہ کر پیغمبر کے ارشاد کی حکمت نہ سمجھنے کا یہ نقصان ہوتا ہے کہ کئی جید صحابہ شہید ہو جاتے ہیں اور فتح شکست میں بدل جاتی ہے۔

تو یہاں خطیب کو کہنے دیجئے کہ اگر صحابہ پیغمبر کے ارشاد پر اختلاف کر کے مصیبت میں پھنس سکتے ہیں تو آج کل کے مسلمان حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات گرامی میں اختلاف کر کے کیسے پُر سکون رہ سکتے ہیں۔ آج جو ہم میں افراتفری اور نفسا نفسی ہے۔ اس کی وجہ ہی یہ ہے کہ ہم نے ارشادات پیغمبر کو اختلافات کی نذر کر دیا اور یہی وجہ ہے کہ ہر جگہ شکست سے دوچار ہے۔ خدا تعالےٰ ہمیں سرکار مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے متعلق اختلاف کرنے سے محفوظ رکھے۔

میں عرض کر رہا تھا کہ اسی بھگدڑ میں حضرت حذیفہ کے والد جو کہ مسلمان تھے مسلمانوں کے ہاتھوں شہید ہو جاتے ہیں۔ روایات میں آتا ہے کہ حضرت حذیفہ دور سے دیکھتے ہیں کہ مسلمان میرے والد کو مار رہے ہیں تو پکار کر کہتے ہیں کہ اے خدا کے بندو! یہ میرا

باپ ہے مگر اس افراتفری میں کون سنتا تھا۔ آخر وہ شہید ہو جاتے ہیں اور جب مجاہدین کو علم ہوتا ہے کہ ہم سے حضرت حذیفہ کے والد شہید ہو گئے تو وہ انتہائی نادم ہوتے ہیں اور حضرت حذیفہ سے کہتے ہیں کہ ہمیں بہت دُکھ ہے۔ خدا کی قسم ہم نے انہیں پہچانا ہی نہیں تھا۔ حضرت حذیفہ کہتے ہیں۔

يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝

اللہ تعالٰی تمہیں معاف کرے وہ سب سے زیادہ مہربان ہے۔

بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ کو دیت دینے کا ارادہ فرمایا تو حضرت حذیفہ نے انکار کر دیا۔ (طبری۔ فتح الباری۔ زرقانی) سبحان اللہ العظیم

خطیب کہے کہ حضرت حذیفہ سمجھتے تھے کہ مسلمانوں سے یہ کام لاعلمی سے ہوا ہے جان بوجھ کر انہوں نے یہ کام نہیں کیا۔ کیونکہ کسی کو کچھ ہوش ہی نہیں تھا اور حضرت مصعب بن عمیر کی شہادت سے یہ افواہ پھیل چکی تھی کہ حضور شہید ہو گئے ہیں چونکہ مصعب بن عمیر آپ کے مشابہ تھے۔ انہیں شہید ہوتے دیکھ کر کسی شیطان نے افواہ اڑا دی تھی کہ نصیب دشمناں حضور شہید ہو گئے۔ اس سے اور زیادہ مجاہدین میں بد دلی پھیل گئی تھی۔ اس وحشت انگیز خبر سے صحابہ کے ہوش اڑ گئے اور پھر آپس میں ہی ایک دوسرے پر تلواریں چلانے لگے تھے۔ اسی بدحواسی کے عالم میں حضرت حذیفہ کے والد سامنے آ گئے اور شہید ہو گئے۔

استقامتِ مصطفٰی گھمسان کی لڑائی میں

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ خالد بن ولید کے اس یکبارگی اور اچانک حملے سے اگرچہ بڑے بڑے دلیروں کے پاؤں اکھڑ گئے تھے مگر اللہ کے رسول، محبوب پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم استقامت اور استقلال کے ساتھ میدان میں موجود رہے۔ آپ کے پائے استقلال میں ذرہ برابر بھی فرق نہ آیا اور فرق آ بھی کیسے سکتا تھا۔ کیونکہ خدا کے برگزیدہ پیغمبر معاذ اللہ بزدل نہیں

ہوتے اس لئے کہ ساری کائنات کی شجاعت مل کر بھی ایک پیغمبر کی شجاعت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ انبیاء علیہم السلام کو خدا تعالےٰ اس قدر ہمت اور استقلال عطا فرماتا ہے کہ دریا تو اپنا رخ بدل سکتے ہیں لیکن پیغمبر ایک انچ بھی اپنے مؤقف اور اپنے مقام سے پیچھے نہیں ہٹ سکتا۔

خطیب کہے کہ

یہ ممکن ہے کہ دریا اپنا رخ بدل دیں۔

یہ ممکن ہے کہ ستارے جھڑ جائیں۔

یہ ممکن ہے کہ چاند تاریک ہو جائے۔

یہ ممکن ہے کہ سورج لپیٹ دیا جائے۔

یہ ممکن ہے کہ پہاڑ اون کے گالوں کی طرح اڑنے لگیں۔

لیکن

یہ ناممکن ہے کہ اللہ کا سچا نبی اپنی جگہ سے ہٹ جائے۔ سبحان اللہ العظیم۔

حضرت مقداد کہتے ہیں کہ میدان احد میں آپؐ کا قدم مبارک ایک بالشت بھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹا اور بلاشبہ آپؐ دشمن کے مقابلہ میں ثابت قدم رہے۔ صحابہ کی ایک جماعت کبھی آپ کے پاس آتی تھی اور کبھی جاتی تھی اور حضرت مقداد فرماتے ہیں کہ بعض مرتبہ میں نے دیکھا کہ آپؐ بذات خود کھڑے ہوئے تیر اندازی اور سنگ باری فرما رہے ہیں یہاں تک کہ دشمن آپ سے ہٹ گئے۔ (زرقانی)

خطیب کہے کہ اگر پیغمبر تیر اندازی نہ بھی کرتے پھر بھی خدا تعالےٰ انہیں دشمنوں سے محفوظ رکھ سکتے تھے۔ لیکن مقصد یہ تھا کہ انسان کو خود بھی اسباب اختیار کرنے چاہیئے۔ ظاہری اسباب مکمل کرنے کے بعد پھر خدا تعالےٰ سے کامیابی کی امید کرنا چاہیئے۔ سبحان اللہ العظیم۔

پروانوں کی جاں نثاری

عزیزان گرامی قدر! میں عرض کر رہا تھا کہ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم پر جب دشمنانِ اسلام کا ہجوم بڑھنے لگا تو زبان نبوت سے ارشاد ہوتا ہے کہ کون ہے جو دشمن کو مجھ سے ہٹائے اور جنت میں میرا رفیق بنے۔ چنانچہ آپ کا ارشاد سن کر انصار کے سات آدمی یکے بعد دیگرے آپ کا دفاع کرتے ہوئے شہید ہو جاتے ہیں۔ (مسلم شریف) سبحان اللہ العظیم۔

ایک روایت میں اس طرح آتا ہے کہ جب قریش کا ہجوم بڑھتا ہے تو حضور فرماتے ہیں

مَنْ رَجُلٌ یَّشْرِیْ لَنَا نَفْسَهٗ۔

کون مرد ہے جو ہمارے لیے اپنا نفس، جان فروخت کرے۔

آپ کا یہ ارشاد سنتے ہی حضرت زیاد بن سکن اپنے پانچ ساتھیوں کے (انصاریوں کے) ساتھ کھڑے ہو جاتے ہیں اور شمع رسالت پر دیوانہ وار پروانوں کی طرح کٹ مرتے ہیں۔ اور جب حضرت زیاد بن سکن زخمی ہو کر گرتے ہیں تو سرکار مدینہ فرماتے ہیں کہ انہیں میرے قریب لاؤ۔ لوگ انہیں آپ کے قریب کرتے ہیں حضرت زیاد قریب ہو کر اپنا رخسار آپ کے قدموں پر رکھ دیتے ہیں اور اسی حالت میں ان کی روح پرواز کر جاتی ہے۔ بہتا ہوا خون آپؐ کے قدم مبارک چومتا ہے اور زیاد کا جسد خاکی زبان حال سے عرض کرتا ہے۔

؎ نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

سبحان اللہ العظیم

خطیب کہے کہ کوئی مال خرچ کر کے جنت خریدتا ہے لیکن ان جاں نثاروں نے اپنے آقا کی موجودگی میں اپنی جان دے کر جنت خرید لی اور جب کوئی شے خرید لی جائے تو کوئی دوسرا شخص خریدار سے اس کی شے چھین سکتا ہے۔ یا اس کے حق دار ہونے پر اعتراض کر سکتا ہے۔ چنانچہ صحابہ نے جان دے کر جنت لی ہے۔ لیکن دشمنان صحابہ ایمان دے کر جہنم خریدتے ہیں۔

خطیب کو کہنے دیجئے کہ
صحابہ نے مال دیا جنت کے لئے ۔
صحابہ نے وقت دیا جنت کے لئے ۔
صحابہ زخمی ہوئے جنت کے لئے ۔
صحابہ نے جان دی جنت کے لئے ۔
صحابہ نے سودا جنت کے لئے کیا تھا ۔۔۔۔۔ چنانچہ
خدا تعالیٰ نے انہیں جنت بھی عطا فرمائی اور ساتھ اپنی رضا کا سرٹیفکیٹ بھی عطا فرمایا۔ اگر میں یہ کہوں تو غلط نہ ہوگا کہ
جنت بنائی ہی گئی ہے صحابہ کے لئے ۔
جنت تیار کی گئی ہے انہی نفوس قدسیہ کے لئے ۔
اگر امام الانبیاء کے جاں نثار معاذ اللہ جنتی نہیں ہیں تو پھر کوئی بھی جنتی نہیں ہے ۔ خدا تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت عطا فرمائے جو اصحاب رسول کے جنتی ہونے میں شک کرتے ہیں اور جو کوئی صحابہ کے جنتی ہونے میں شک کرتا ہے کائنات اس کے مسلمان ہونے میں شک کرتی ہے ۔ خدا تعالیٰ ہمیں صحابہ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین ۔

باقی آئندہ
جمعہ
انشاء اللہ

خطبہ نمبر ۶۵

بددعائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

دشمنِ اسلام پر

جھلکیاں

اعلان مصطفیٰ میدان جنگ میں
بد دعائے مصطفیٰ دشمنِ اسلام پر
خون کیسے بنتا ہے!
سہارا دینے والے کو سہارے کی ضرورت
پروانوں کی جانثاری
اک پتھر ہے اک ہیرا ہے
نبی کا مشرک پر حملہ
چشم قتادہؓ اور دستِ نبوت
خوشبوئے جنت
استقبال کے لئے آگئی
میرا سب کچھ تیرا ہے
محمد جسے پکڑے چھڑا دے خدا
پروانے منتشر ہو گئے

اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ

لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صدق اللہ العظیم

بزرگانِ محترم دوستو، عزیزو، نوجوان ساتھیو!

گذشتہ خطبہ کے اندر میں نے حضرت زیادؓ بن مسکن کی شہادت کے متعلق عرض کر رہا تھا کہ انہوں نے آخری وقت اپنا رخسار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر رکھ کر اس دارِ فانی سے رخصت ہو گئے۔

آج کے خطبہ میں جنگ احد کے دیگر واقعات کا انشاءاللہ تذکرہ کروں گا۔ دعا فرمائیں کہ خدا تعالیٰ مجھے حق اور سچ کہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

پروانے منتشر ہو گئے

حضرات گرامی! جب کفار نے اچانک پچھلی طرف سے حملہ کیا تو اس افراتفری میں صحابہ آپس میں ہی تلوار چلانے لگے اور جب یہ خبر کانوں میں پڑی کہ معاذاللہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں تو یہ بات واضح ہے کہ جب شمع بجھ جائے تو پروانے منتشر ہو ہی جایا کرتے ہیں۔ چنانچہ یہاں بھی جب شمع رسالت کے گل ہونے کی خبر سنی تو شمع رسالت کے پروانے منتشر ہو گئے بلکہ یہ تین حصوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں۔

ایک حصہ تو سراسیمہ ہو کر مدینہ کے قریب تک شکست کھاتا چلا جاتا ہے۔

دوسرا حصہ آپؐ کی شہادت کا سن کر کفر کے خلاف اور زیادہ تیزی سے جہاد کرتا ہے تاکہ شہید ہو کر حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے جا ملے۔ اور

ایک گروہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ جو اس افراتفری اور جنگ وجدل کے عالم میں آپ کے قریب ثابت قدم رہتا ہے اور یہ کوئی بڑا گروہ نہیں تھا صرف چودہ صحابہ تھے۔ جن میں سات مہاجر تھے اور سات انصار تھے۔

یقیناً آپ حضرات یہ چاہتے ہوں گے کہ ان چودہ جانثاروں کے نام کا علم ہو جائے جو ایسے حالات میں بھی اپنے محبوبؐ کے قریب کفر کے خلاف ڈٹے رہے لیکن میں سب کے نام بتانے کے بجائے اتنا ضرور عرض کرتا ہوں کہ ان چودہ جانبازوں میں حضرت ابو بکرؓ بھی تھے اور حضرت عمرؓ بھی تھے حضرت عبدالرحمان بن عوف بھی تھے حضرت زبیرؓ بن عوام بھی تھے۔ حضرت عبیدہؓ بن جراح بھی تھے۔ حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ بھی تھے۔ حضرت عاصمؓ بن ثابت بھی تھے۔ اور حضرت سعدؓ بن ابی وقاص بھی تھے۔

علماء نے لکھا ہے کہ حضرت علیؓ بھی ثابت قدم رہے لیکن حضرت علیؓ نے اس وقت اسلامی جھنڈا تھام رکھا تھا کیونکہ اس سے پہلے اسلامی جھنڈا حضرت مصعبؓ بن عمیر کے پاس تھا وہ جب شہید ہو گئے تو پھر یہ جھنڈا حضرت علیؓ حیدر کرار نے سنبھالا تھا اور حضرت علیؓ کو حضورؐ نے ہی پرچم اسلام عطا فرمایا تھا۔ سبحان اللہ العظیم۔

اعلانِ مصطفیٰ میدانِ جنگ میں

حضرات گرامی! گھمسان کی لڑائی جاری تھی کہ حضرت کعبؓ بن مالک کی آپؐ پر اچانک نظر پڑتی ہے تو وہ جوش سے پکارتے ہیں کہ اے مسلمانوں خوش ہو جاؤ۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں۔

شاعر کہتا ہے کہ

چھلک اٹھا خوشی کے جوش سے غازی کا پیمانہ
صدا اٹھی زبانِ کعبؓ سے بے اختیارانہ
نوید اے طالبانِ جلوۂ مطلوبِ ربانی
خدا کے فضل سے موجود ہیں محبوبِ سبحانی
نوید اے تشنگانِ شربتِ دیدار ادھر آؤ
ادھر آؤ ادھر ہیں جلوہ گر سرکار۔ ادھر آؤ
یہاں آؤ یہاں موجود وہ فخرِ امامت ہے
ہماری زندگی کا آسرا زندہ سلامت ہے

پھر سرکارِ دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم بذاتِ خود اعلان فرماتے ہیں کہ

اِلَیَّ عِبَادَ اللّٰہِ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ .

خدا کے بندو! میری طرف آؤ میں خدا کا رسول ہوں، سبحان اللہ العظیم۔

کعبؓ اور آپ کی آواز سن کر مسلمان اس طرف بھاگتے ہیں اور اسی آواز کو کفار نے بھی سن لیا چنانچہ انہوں نے اسی طرف بھرپور حملہ کر دیا اور وہ مقام جس جگہ آپ تشریف فرما تھے لڑائی کا مرکز بن جاتا ہے۔

بد دعائے مصطفیٰ دشمنِ اسلام پر

حضرات گرامی! دشمن آپ تک پہنچ جاتا ہے ایک بدبخت کا پتھر آپ کو اس زور سے آ کر لگتا ہے کہ آپ زمین پر گر پڑتے ہیں جس سے آپ کے گھٹنے مبارک چھل جاتے ہیں۔ (محمد رسول اللہ ص ۲۰۹)

ادھر قریش کا مشہور پہلوان اس قدر زور سے حملہ کرتا ہے کہ رخسار مبارک زخمی ہو جاتا ہے اور خود کے دو حلقے رخسار مبارک میں گھس جاتے ہیں۔ آپ کا چہرہ مبارک شدید زخمی کرنے کے بعد قریش کا پہلوان عبد اللہ بن قمیہ کہتا ہے۔

خُذْهَا وَاَنَا ابْنُ قَمِیَّۃَ ۔ اس زخم کو برداشت کرو اور میں ابن قمیہ ہوں۔

پھر مزید زخم بھی لگا سکتا ہوں لیکن آپ فی الحال میرے اس حملہ کو برداشت کریں۔ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم بد دعا فرماتے ہیں کہ

أَقْمَأَكَ اللّٰهُ۔ اللہ تعالےٰ تجھ کو ذلیل اور خوار کرے۔ ہلاک اور برباد کرے۔

چنانچہ ابھی چند روز نہ گزرے تھے کہ اللہ رب العزت اس پر ایک پہاڑی بکرا مسلط کر دیتے ہیں جو اپنے سینگوں سے ابن قمیہ کے ٹکڑے کر دیتا ہے۔ (زرقانی)

خطیب کہے کہ نبی کے گستاخ کو اس دنیا ہی میں سزا دے دی گئی۔

وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۝

اور آخرت کا عذاب اس سے بھی بڑا ہے۔

خطیب کو کہنے دیجئے کہ

ہو پیغمبر کا دشمن اور عذاب الٰہی سے بچ جائے۔

ہو نبی کا دشمن اور خدا تعالےٰ اسے سزا نہ دے۔

ہو رسول کا دشمن اور گستاخ اور یہ خدا کی پکڑ میں نہ آئے۔

خدا نے بکرے سے ٹکڑے کروا کر دنیا کو دکھلا دیا کہ میں ہر چیز پر قادر ہوں۔

جب چاہوں جس سے چاہوں کام لے سکتا ہوں۔

میں چاہوں تو مکڑی سے کام لے لوں۔

میں چاہوں تو بکریوں سے کام لے لوں۔

میں چاہوں تو پہاڑی بکرے سے کام لے لوں ——— اور

پھر کام لے کر بتا دیا کہ جو میرے نبی کی توہین کرتا ہے خدا تعالےٰ اسے ٹکڑے ٹکڑے کروا کر رکھ دیتا ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کو کہتے دیجئے کہ

ایک پیغمبر پر حملہ کر کے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دوزخ میں چلا جاتا ہے اور

ایک پیغمبر کا دفاع کر کے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جنتی ہو جاتا ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔

خدا کی قدرت ملاحظہ کریں کہ

ایک شخص تو نبی کی بد دعا سے واصل جہنم ہوتا ہے ——— اور
دوسرا ہمیشہ کے لئے جنت کا حقدار ہوتا ہے۔
ایک بدبخت تو پیغمبر کے چہرہ کو لہو لہان کر کے جہنمی بن جاتا ہے ——— اور
دوسرا مالک رضؓ بن سنان چہرہ نبوت سے اپنی زبان کے ساتھ سارا خون چوس کر
جنتی بن جاتا ہے اور حضورؐ مالک بن سنان سے فرماتے ہیں۔

لَنْ تَمَسَّكَ النَّار. (زرقانی)

تجھ کو جہنم کی آگ ہرگز نہ لگے گی۔

یہاں خطیب کو کہنے دیجئے کہ جس نے نبی کے چہرہ سے بہنے والا خون چوس لیا
اس کو تو دوزخ کی آگ کبھی نہ لگے گی۔ لیکن جس حسینؓ کی رگوں میں مصطفےٰ کا خون گردش
کر رہا ہو اس حسینؓ کو دوزخ کی آگ کیسے چھو سکتی ہے۔ جو خارجی لوگ حضرت حسینؓ
کی ذات پر طعن و تشنیع کرتے ہیں انہیں اپنے باطل عقائد سے تائب ہونا چاہیئے۔
تاکہ وہ آخرت کے عذاب سے بچ سکیں۔ خدا تعالےٰ ہمیں صحابہ اور اہل بیت
کے ساتھ محبت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

خون کیسے بنتا ہے؟

حضرات گرامی! یہاں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ انسان کے اندر خون خوراک
سے بنتا ہے۔ خوراک کھاتا ہے تو خون بنتا ہے اور خوراک کے لئے روپے پیسے کی ضرورت
ہوتی ہے تو اب ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ نبی کے لئے کس کس نے روپیہ خرچ کیا۔ سیرت
کی کتابوں کا ذخیرہ گواہ ہے کہ پیغمبر کے لئے یا خدیجہؓ نے مال خرچ کیا

یا خدیجہؓ نے مال خرچ کیا۔
یا صدیقؓ نے روپیہ خرچ کیا۔
خدیجہؓ کا مال مکے میں کام آیا۔
صدیقؓ کا مال مدینہ میں کام آیا۔

خدیجہؓ کا مال اس وقت کام آیا جب آپ محمد بن عبداللہ تھے رسول نہیں تھے۔
اور صدیقؓ کا مال اس وقت کام آیا جب محمد رسول اللہ تھے۔ سبحان اللہ العظیم۔
خطیب کو کہنے دیجئے کہ پیغمبر کے جسم اقدس میں گردش کرنے والا خون اس خوراک سے بنا ہے جو صدیقؓ کے روپے سے حاصل کی گئی تھی۔ تو معلوم ہوا کہ اگر خون چوسنے والے کو جہنم کی آگ نہ لگے گی تو جو اس خون کو بنانے کے لئے مال خرچ کر کے خوراک مہیا کرتا ہے اس صدیق کو بھی دوزخ کی آگ کبھی نہ چھوئے گی۔ سبحان اللہ العظیم
خطیب کو کہنے دیجئے کہ اللہ تعالےٰ نے نبی کی خوراک کے لئے صداقت والے صدیقؓ سے مال خرچ کروایا تاکہ پاکیزہ مال سے نبی کو پاکیزہ غذا ملے اور اس پاکیزہ غذا سے نبی کا پاکیزہ خون بنے اور اگر کبھی کوئی اس خون کو چوس لے گا تو وہ بلاشبہ جنتی ہوگا۔ ذرا سوچئے کہ جو نبی کے جسم سے بہنے والا خون چوسے وہ تو جنتی اور جس کے مال سے خون بنے وہ جنتی کیسے نہ ہوگا۔ سبحان اللہ العظیم۔

یہاں خطیب کو کہنے دیجئے کہ
جو نبی کے جسم سے رِستا ہوا خون چوسے وہ جنتی۔
جو نبی کے لئے اپنا خون بہائے وہ جنتی۔
جو نبی کے لئے اپنا مال لٹائے وہ جنتی۔
جو نبی کے لئے زخم کھائے وہ جنتی۔
جو نبی کے لئے سانپ سے ڈسوائے وہ جنتی۔
جو نبی کے لئے تکیہ بن جائے وہ جنتی۔
جو نبی کے لئے دربان بن جائے وہ جنتی۔
جو نبی کے لئے سواری بن جائے وہ جنتی۔
جو نبی کے لئے حواری بن جائے وہ جنتی۔ سبحان اللہ العظیم۔

سہارا دینے والے کو سہارے کی ضرورت

عزیزانِ گرامی قدر! میں عرض کر رہا تھا کہ عبداللہ بن کے پتھر سے آپ شدید زخمی ہو گئے اور عتبہ بن ابی وقاص کے پتھر سے آپ کا نچلا دانت مبارک شہید ہو جاتا ہے اور اسی پتھر سے آپ کا نیچے کا لب مبارک بھی زخمی ہو گیا۔ آپ نقاہت کی وجہ سے زمین پر گر جاتے ہیں۔ حضرت علی اور حضرت طلحہ آپ کو سہارا دے کر اوپر اٹھاتے ہیں۔

خطیب کہے کہ آپ دوسروں کو سہارا دیتے تھے لیکن آج آپ کو سہارے کی ضرورت پڑ گئی۔ خدا تعالیٰ بتانا چاہتے تھے کہ حقیقی سہارا دینے والی صرف اور صرف اللہ کریم کی ذات ہے جو ہر ایک کو سہارا دیتا ہے اور کسی سے سہارا نہیں لیتا۔ دنیا میں جو کوئی کسی کو سہارا دیتا ہے تو خود اسے بھی کبھی نہ کبھی سہارا لینے کی ضرورت پڑ جاتی ہے لیکن خالقِ کائنات مالکِ کائنات یہ سب کو سہارا دیتا ہے لیکن اسے کسی سہارے کی ضرورت نہیں ہے۔ سبحان اللہ العظیم

خطیب کو کہنے دیجئے کر

اسی خدا نے روتے ہوئے آدم کو سہارا دیا۔

اسی خدا نے طوفان کی ظالم موجوں میں نوح کو سہارا دیا۔

اسی اللہ نے پریشان ادریس کو سہارا دیا۔

اسی مولا نے نارِ نمرود میں خلیل کو سہارا دیا۔

اسی خدا نے چھری کے نیچے ذبیح اللہ کو سہارا دیا۔

اسی اللہ نے بوڑھے زکریا کو سہارا دیا۔

اسی اللہ نے کانپتے عیسٰے کو سہارا دیا۔

اسی خدا نے بدر میں اپنے محبوبؐ کو سہارا دیا۔ سبحان اللہ العظیم

تو میں عرض کر رہا تھا کہ آپ کو حضرت علی اور حضرت طلحہ نے سہارا دے کر اوپر اٹھایا۔ آپ ایک گھاٹی پر چڑھنا چاہتے ہیں لیکن چڑھ نہ سکے کیونکہ جسمِ اقدس سے کافی خون بہہ چکا تھا اور جسمِ مبارک پر زرہوں کا بوجھ بھی تھا۔ آپ کافی کمزور ہو گئے تھے۔ چنانچہ آپ کی اس خواہش کو دیکھ کر کہ آپ گھاٹی پر چڑھنا چاہتے ہیں حضرت طلحہ نیچے بیٹھ جاتے

ہیں سرکار مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم حضرت طلحہ پر اپنا پیر رکھ کر اوپر چڑھتے ہیں ۔ سیدنا حضرت زبیر فرماتے ہیں کہ میں نے خود حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا کہ

اَوْجَبَ طَلْحَۃُ ۔ (ابن اسحاق)

طلحہ نے اپنے لئے جنت واجب کرلی ۔ سبحان اللہ العظیم ۔

خطیب کہے کہ

جس طلحہ پر آپ نے پیر رکھا اس کے لئے تو جنت واجب ہوگئی —— اور

جس صدیق پر آپ بیٹھ کر تین میل پہاڑی پر چڑھے اس صدیق پر جنت واجب کیوں نہ ہوگی ۔

تو پھر خطیب کو کہنے دیجئے کہ

جس طلحہ پر آپ ایک پیر رکھ کر گھاٹی پر چڑھے وہ بھی جنتی —— اور

جس صدیق کے کندھوں پر بیٹھ کر آپ پہاڑ پر چڑھے وہ بھی جنتی —— بلکہ صدیق کو خدا تعالےٰ نے دنیا میں ہی جنت کے اندر پیغمبر کے پاس سلا دیا تاکہ دنیا کو علم ہو جائے کہ

کسی کو جنت مرنے کے بعد ملے گی ۔

کسی کو جنت برزخ کے بعد ملے گی ۔

کسی کو جنت میزان کے بعد ملے گی ۔

کسی کو جنت حساب و کتاب کے بعد ملے گی ۔ —— لیکن

صدیق کو جنت دنیا میں ہی مل چکی ہے —— اور

صدیق کو دنیا میں جنت بھی مل گئی اور نبی کی رفاقت بھی مل گئی ۔ سبحان اللہ العظیم ۔

پروانوں کی جاں نثاری

حضرات گرامی ! روایات میں آتا ہے کہ جب کبھی رفیق مصطفےٰ حضرت ابوبکر صدیق جنگ احد کا ذکر فرماتے تو اکثر کہا کرتے کہ

كَانَ ذَالِكَ الْيَوْمُ كُلُّهُ لِطَلْحَةَ .

یہ دن تو سارا طلحہ کے لئے رہا ۔

خطیب کہے کہ جس شخص کی تعریف خود سیدنا صدیق اکبر کریں ان کی فضیلت کا پھر کون تصور کر سکتا ہے ۔ انہی کے متعلق سیدنا حضرت جابر بھی کہتے ہیں کہ دشمنوں کے وار بار بار روکنے کی وجہ سے حضرت طلحہ کی انگلیاں کٹ گئی تھیں ۔ (زرقانی)

خطیب کہے کہ بعض لوگ انگلی کٹوا کر شہیدوں میں نام لکھوایا کرتے ہیں لیکن حضرت طلحہ تو وہ شخصیت ہیں کہ انہوں نے نہ صرف انگلیاں کٹوائیں بلکہ ان کا ایک ہاتھ شل ہو گیا تھا ۔ (بخاری)

صحابہ کہتے ہیں کہ ہم نے احد کے دن حضرت طلحہ کے جسم پر ستر سے زیادہ زخم دیکھے تھے ۔ (ابوداؤد)

خطیب کہے کہ ہر انگلی کٹوانے والا مقبول نہیں ہوتا اور نہ ہی لائق تحسین ہوتا ہے انگلیاں تو مصر کی عورتوں نے بھی کاٹی تھیں ۔ زخمی تو ان کے ہاتھ بھی ہوئے تھے ۔ لیکن انہیں نہ تو اس کا اجر دیا گیا اور نہ ہی ان کے اس عمل کو سراہا گیا ۔ کیونکہ ان کا یہ فعل نہ تو رضائے الٰہی کے لئے تھا اور نہ ہی خوشنودی پیغمبر کے لئے تھا ۔ لیکن یہاں تو صحابہ دیوانہ وار اپنے پیغمبر پر کٹ مرنے کو تیار نظر آتے تھے ۔ حضرت ابودجانہ آپ کے سامنے سپر بن کر کھڑے ہو جاتے ہیں ۔ اپنا منہ پیغمبر کی طرف کر لیتے ہیں اور پشت پہ تیروں کی بارش برداشت کرتے ہیں ۔ منہ اس لئے پیغمبر کی طرف رکھا تاکہ اگر موت بھی آئے تو سامنے چہرہ مصطفٰے ہو اور زبان پر کلمہ توحید ہو اور حرکت بھی نہیں کرتے کہ کہیں محبوب کو کسی کا تیر ہی نہ لگ جائے ۔ سبحان اللہ العظیم ۔

حفیظ جالندھری کہتا ہے ۔

ہٹیں ہٹ کر جمیں پھر ٹولیاں بزدل شریروں کی
رسول پاک پر ہونے لگی بوچھاڑ تیروں کی

~ ادھر جسموں کی دیواریں اٹھادیں باوقاروں نے
بساطِ عشق پر جانیں بچھادیں جاں نثاروں نے

یہاں خطیب کو کہنے دیجئے کہ اگر صحابہ آپ پر سو جان سے قربان اور نثار تھے تو آپ بھی اپنے یاروں پر اپنے ماں باپ قربان کر رہے تھے۔

روایات میں آتا ہے کہ احد کے دن حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے ترکش کے تمام تیر نکال کر حضرت سعد کے سامنے ڈال دیئے اور ارشاد فرمایا۔

اِرْمِ یَا سَعْدُ فِدَاکَ اَبِیْ وَ اُمِّیْ ۔ (فتح الباری)

اے سعد تیر چلا تجھ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔

آپ ہر تیر پر فرماتے سعد! تجھ پر میرے ماں باپ قربان۔

سعد! تجھ پر میری ماں آمنہ قربان۔

سعد! تجھ پر میرا باپ عبد اللہ قربان۔ سبحان اللہ العظیم۔

محدثین نے لکھا ہے کہ احد کے دن حضرت سعد بن ابی وقاص نے ایک ہزار تیر چلائے۔ (زرقانی)

تو پھر خطیب کیوں نہ کہے کہ

حضورؐ خاتم النبیین تھے۔

حضور خاتم المرسلین تھے۔

آپ پر کمالات نبوت ختم تھے۔

آپ پر کمالات رسالت ختم تھے۔

جس طرح آپ پر کمالات نبوت ختم تھے۔

اسی طرح آپ پر محبوبیت بھی ختم تھی ـــــ اور

اصحاب مصطفٰےؐ پر عشق ختم تھا۔ سبحان اللہ العظیم۔

آپ سے بڑا محبوب کوئی نہیں۔

صحابہؓ سے بڑا عاشق کوئی نہیں۔

حضورؐ سے زیادہ حسین کوئی نہیں۔

صحابہؓ سے زیادہ بایقین کوئی نہیں۔

عشاق کب برداشت کرتے ہیں کہ ان کے محبوب کو تکلیف پہنچ جائے۔ اس لئے آپ کے چاروں طرف کھڑے ہو کر تیروں کو روکتے تھے کہ ہم رہیں یا نہ رہیں مگر ہمارے محبوب حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔

شاہنامہ اسلام میں حفیظ جالندھری کہتا ہے۔

قریش اللہ کے مرسل پہ نرغہ کر کے آتے تھے
صحابہ بڑھ کے تیغوں سے لپٹ کر زخم کھاتے تھے

یہی وہ تھے جو حامی تھے غلاموں اور ضعیفوں کے
مخالف تھے شریروں کے موید تھے شریفوں کے

سبحان اللہ العظیم

اِک پتھر ہے اِک ہیرا ہے

عزیزان گرامی قدر! آپ حیران ہوں گے کہ ایک باپ کے دو بیٹے ایک ماں کے دو لخت جگر لیکن ان کے مقدر میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ ابی وقاص کے دو بیٹے ایک سعد بن ابی وقاص اور ایک عتبہ بن ابی وقاص۔ لیکن

ایک بھائی نبی کو پتھر مار کر زخمی کرنے والا۔

ایک بھائی نبی کے لئے تیر کھا کر زخمی ہونے والا۔

ایک بھائی نبی کو ستانے والا۔

ایک بھائی نبی کو منانے والا۔

ایک بھائی نبی کو لہولہان کرنے والا۔

ایک بھائی نبی کے لئے لہولہان ہونے والا۔

ایک بھائی نبی کو مارنا چاہتا ہے۔

ایک بھائی نبی کے لئے مرنا چاہتا ہے۔

ایک بھائی کافر اور فاسق ہے۔
ایک بھائی مومن اور عاشق ہے۔
ایک بھائی غدار اور دغاباز ہے۔
ایک بھائی وفادار اور جانباز ہے۔
ایک بھائی جہنم کی راہ پر ہے۔
ایک بھائی جنت کے راستہ پر ہے۔
ایک بھائی شیطان کا بندہ ہے۔
ایک بھائی رحمٰن کا بندہ ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔
خطیب کہے کہ

سورج کی کرن دونوں پہ پڑی عتبہ پہ بھی اور سعد پہ بھی
اللہ کی قدرت تو دیکھو اک پتھر ہے اک ہیرا ہے

نبی کا مشرک پر حملہ

حضرات گرامی! میں عرض کر رہا تھا کہ حضور زخمی حالت میں ایک ٹیلے پر چڑھتے ہیں۔ تاکہ کفار کے نرغے سے نکل کر پہاڑ کو پشت پر لے لیں اور اس طرح لڑائی کا ایک محاذ قائم ہو جائے۔ چنانچہ یہ تدبیر کارگر ثابت ہوتی ہے۔ مسلمانوں کے بلند مقام پر چڑھ جانے کے بعد ابوسفیان بھی ٹیلہ پر چڑھنا چاہتا ہے تو آپ حضرت عمر سے فرماتے ہیں۔ کہ اسے جا کر روکو یہ بلندی پر چڑھنے نہ پائے۔ چنانچہ حضرت عمر چند مجاہدین کے ساتھ جا کر ابوسفیان کو نیچے کی طرف دھکیل دیتے ہیں۔ ادھر منتشر ہونے والے صحابہ بھی آپ کے قریب آنا شروع ہو گئے۔ اسی دوران ایک بدبخت ابی بن خلف گھوڑے پر سوار آتا ہے۔ یہ مکہ میں آپ کو کہا کرتا تھا کہ اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) میں اس گھوڑے کو کھلا پلا کر اس لئے موٹا کر رہا ہوں کہ اس پر سوار ہو کر تجھے قتل کروں گا۔ حضور اس کی یہ بات سن کر فرمایا کرتے کہ انشاء اللہ میں ہی تجھے قتل کروں گا۔ چنانچہ یہ اسی گھوڑے پر آتا ہے۔ صحابہ

اسے روکنے کے لئے اجازت چاہتے ہیں. آپ فرماتے ہیں کہ اسے قریب آنے دو جب وہ قریب آتا ہے تو حضور حضرت حارث سے نیزہ لے کر اس کی گردن پر نیزہ چبھو دیتے ہیں جس سے اس کی گردن پر معمولی زخم آجاتا ہے لیکن وہ اس زخم سے چیخ اٹھتا ہے کہ محمدؐ نے مجھے مار ڈالا۔

لوگ کہتے ہیں کہ معمولی سا زخم ہے کوئی گہرا زخم نہیں ہے. اس معمولی سی خراش سے اتنا گھبرا کیوں رہے ہو؟

تو ابی بن خلف کہتا ہے کہ تم اسے معمولی سمجھتے ہو. لات وعزیٰ کی قسم! اگر یہ تکلیف جو مجھے ہو رہی ہے ایک جم غفیر کو پہنچتی تو وہ سب ہلاک ہو جاتے. تمہیں معلوم نہیں کہ محمدؐ نے مجھے مکہ میں کہا تھا کہ میں تجھے قتل کروں گا. خدا کی قسم اگر وہ مجھ پر تھوک بھی دیتے تو مجھے ہلاک کر دیتے. (محمد رسول اللہ ص ۳۸۵)

خطیب کہتے کہ یہی ایک شخص ہے کہ جو آپ کے ہاتھ سے قتل ہوا. آپ کے دستِ مبارک سے اس کے سوا اور کوئی قتل نہ ہوا. اور جب کفار مکہ واپس ہوئے تو یہ بدبخت راستہ میں ہی ہلاک ہو گیا۔

كَذٰلِكَ الْعَذَابُ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ

چشم قتادہؓ اور دستِ نبوتؐ

عزیزانِ گرامی قدر! میں عرض کر رہا تھا کہ اصحاب رسول صلے اللہ علیہ وسلم اپنے اپنے انداز میں آپ کی حفاظت کے لئے سینہ سپر تھے. کوئی حضرت طلحہ کی طرح چہرہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف کر کے پشت پر تیر کھا رہا تھا اور کوئی حضرت قتادہ کی طرح آپ کے سامنے کھڑے ہو کر چہرہ دشمنوں کی طرف کر دیتے ہیں تاکہ دشمنانِ اسلام کے تیر میرے چہرے پر ہی پڑیں اور حضور کا چہرہ اقدس دشمنوں کے تیروں سے محفوظ رہے. اسی دوران ایک تیر حضرت قتادہ کی آنکھ میں آکر اس زور سے لگتا ہے کہ حضرت قتادہ کی آنکھ کا ڈھیلہ باہر نکل آتا ہے. حضرت قتادہ اس ڈھیلہ کو ہاتھ میں پکڑ کر بارگاہ رسالت

میں حاضر ہوتے ہیں۔ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم یہ منظر دیکھ کر آب دیدہ ہو جاتے ہیں اور حضرت قتادہ کے لئے دعا کرتے ہیں۔ اے الٰہ العالمین! جس طرح قتادہ نے تیرے نبی کے چہرہ کی حفاظت کی اسی طرح تو اس کے چہرہ کی حفاظت فرما۔ اور اس آنکھ کو دوسری آنکھ سے بھی زیادہ خوب صورت اور تیز نظر بنا دے اور پھر ڈھیلے کو اس کی جگہ پر رکھ دیتے ہیں۔ ادھر ڈھیلے کو اس کی جگہ رکھا جاتا ہے اور ادھر اللہ تعالےٰ اس آنکھ کو صحیح وسالم بنا دیتے ہیں۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہے کہ اگر ایک طرف اعجاز نبوت تھا تو دوسری طرف یہ کرامت صحابہ بھی تھی۔ کیونکہ اصحاب رسول کو خدا تعالےٰ نے کسی اور حکیم یا طبیب کے پاس جانے ہی نہیں دیا ان کے لئے ان کے محبوب پیغمبر کو ہی سب کچھ بنا دیا۔

اگر کسی کی آنکھ دکھ رہی ہو تو لعاب لگا دیا خدا نے شفا دے دی۔

اگر کسی کی ایڑی پر سانپ نے ڈس لیا تو اس پر بھی نبی نے لعاب دہن لگا دیا خدا نے شفا دے دی۔

اگر کسی کے گھر کھانا کم تھا تو پکے ہوئے سالن میں پیغمبر نے لعاب دہن ڈال دیا۔ خدا نے برکت عطا فرما دی ـــــ اور

اگر دوران جہاد کسی کی آنکھ کا ڈھیلہ باہر نکل آتا ہے تو حضور اس ڈھیلے کو اس کی جگہ پر رکھ کر خدا سے دعا کرتے ہیں خدا تعالےٰ شفا عطا فرما دیتے ہیں۔

خدا تعالےٰ اپنے نبی کے صحابہ کو کسی اور کے پاس جانے ہی نہیں دیتا خدا تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سجدہ میرے دروازہ پر کرو۔ اور اگر کبھی کوئی مشکل پیش آجائے تو اپنے محبوب پیغمبر سے جا کر دعا کراؤ پھر دعا کرنا نبی کا کام ہوگا اور مشکل حل کرنا میرا کام ہوگا۔ سبحان اللہ العظیم۔

خوشبوئے جنت استقبال کے لئے آگئی

حضرات گرامی! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ جنگ احد میں جب آپ کی شہادت کی خبر

پھیلی تو جس کے ذہن میں جو آیا وہ کر گذرا۔

روایات میں آتا ہے کہ حضرت انس بن مالک کے چچا حضرت انس بن نضر آپ کی شہادت کی خبر سن کر دشمنوں پر حملہ کرنے کے لئے آگے بڑھتے ہیں تو سامنے سے حضرت سعد بن معاذ آجاتے ہیں انہیں دیکھ کر کہتے ہیں۔

اَیْنَ یَا سَعْدُ! اِنِّیْ اَجِدُ رِیْحَ الْجَنَّۃِ دُوْنَ اُحُدٍ۔

اے سعد! کہاں جا رہے ہو تحقیق میں تو احد کے نیچے جنت کی خوشبو سونگھ رہا ہوں۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہے کہ اصحاب محمدؐ کی فضیلت ملاحظہ کریں کہ دنیا میں ہی جنت ان کے استقبال کے لئے آجاتی ہے۔ کیونکہ دنیا میں تو یہ اصول اور دستور ہے کہ جب دکان دار کو گاہک روپے دیدے تو وہ فوراً گاہک کی مطلوبہ شے اس کے سپرد کر دیتا ہے۔ تو جب دنیا میں مخلوق کا یہ طریقہ ہے کہ وہ خریدار کو فوراً اس کی مطلوبہ اشیاء فراہم کر دیتے ہیں تو جو سب کا مالک اور خالق ہے وہ بھلا صحابہ کو جنت دینے میں کیسے تاخیر کر سکتا ہے جب کہ صحابہ سے سودا ہی اس بات پر ہوا ہے کہ صحابہ جان اور مال دیں گے اس کے بدلہ میں اللہ تعالےٰ صحابہ کو جنت دیں گے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَ

بے شک اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں سے ان کی جان اور ان کا مال اس

وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ ط

قیمت پر خرید لئے ہیں کہ ان کے لئے جنت ہے۔

یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ

اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں پھر قتل کرتے ہیں اور قتل کئے بھی جاتے ہیں۔

وَعْدًا عَلَیْہِ حَقًّا فِی التَّوْرٰىۃِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْاٰنِ ط

یہ تورات اور انجیل اور قرآن میں سچا وعدہ ہے جس کا پورا کرنا اسے ضروری ہے۔

وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ

اور اللہ سے زیادہ وعدہ پورا کرنے والا کون ہے۔

فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِىْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ۔

تو جو سودا تم نے اس سے کیا ہے اس سے خوش رہو۔

وَذٰلِكَ هُوَالْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۔ (پ ۱۱ ع ۳)

اور یہ بڑی کامیابی ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔

اس لئے اللہ کریم نے اپنے نبی کے صحابہ کو دنیا میں ہی جنت کی خوشبو سونگھا دی تاکہ انہیں جان و مال کے بدلہ میں ملنے والی شے کی اصلیت اور حقیقت کا علم ہو سکے۔

خطیب کو کہنے دیجئے کہ یہ ہیں صحابہ جن کو دنیا ہی میں خدا تعالے حسّی طور پر بھی جنت کی خوشبو سونگھا دیتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں صحابہ کو بتا دیا جاتا ہے کہ جو تمہیں مال ملنے والا ہے اس کا نمونہ دیکھ لو اور پسند کر لو اور اگر کوئی کمی ہو ہمیں بتاؤ تاکہ ہم اس کمی کو دور کر دیں اور جب صحابہ اس مال کا نمونہ دیکھتے ہیں تو زخمی حالت میں پکار اٹھتے ہیں۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۔

بس پھر کیا تھا جنت کی خوشبو سونگھتے ہوئے ہی جنت میں جا پہنچتے ہیں۔

سبحان اللہ العظیم۔

میرا سب کچھ تیرا ہے

عزیزان گرامی قدر! آیئے چلتے چلتے میں آپ حضرات کو دو ایسے اسلام کے مجاہدوں کی بات سناتا چلوں جنہوں نے لڑائی کے میدان سے ایک طرف ہٹ کر اپنے انجام کا خود تعین کیا تھا اور پھر اسی طرح ہوا جس طرح ان مجاہدین نے دعا مانگی تھی۔

روایات میں آتا ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص کہتے ہیں کہ احد کے دن جنگ شروع ہونے سے پہلے حضرت عبداللہ بن جحش مجھے ایک طرف بلا کر کہتے ہیں کہ آؤ ہم دونوں تنہائی میں بیٹھ کر دعا مانگیں اور ایک دوسرے کی دعا پر آمین کہی جائے۔

چنانچہ دونوں حضرات تنہائی میں جا کر بیٹھ جاتے ہیں. حضرت سعد بن ابی وقاص دعا مانگتے ہیں. اے اللہ! میرا کسی ایسے دشمن سے مقابلہ ہو کہ جو نہایت بہادر اور دلیر ہو اور کچھ دیر تو میں اس کا مقابلہ کروں اور وہ میرا مقابلہ کرے لیکن پھر میرے مولیٰ مجھے اس پر فتح عطا فرما تاکہ میں اس کو قتل کر کے اس کا سامان چھین لوں. حضرت عبداللہ بن جحش آمین کہتے ہیں اور پھر حضرت عبداللہ بن جحش خود دعا کرتے ہیں کہ

اے رب العالمین. اے میرے اللہ! آج میرا ایسے دشمن سے مقابلہ ہو کہ جو بڑا ہی سخت اور غضب ناک ہو اور میں صرف تیری رضا کے لئے اس سے جنگ کروں. اور وہ مجھ سے لڑائی کرے اور پھر وہ مجھے قتل کر دے. اور میری ناک اور کان کاٹ دے اور میرے مولیٰ کریم! پھر جب میں تیرے سامنے آؤں تو پھر تو مجھ سے سوال کرے کہ اے میرے بندے! اے عبداللہ! یہ تیرے ناک اور کان کہاں گئے تو میں عرض کروں اے اللہ! میرا یہ سب کچھ تیرا ہے تو نے ہی مجھے ناک اور کان اور زبان دی میں نے یہ سب کچھ تیری اور تیرے محبوب کی راہ میں قربان کر دیئے اور پھر تو مجھے کہے کہ عبداللہ تو نے سچ کہا. اس پر حضرت سعد نے آمین کہی اور فرماتے ہیں کہ عبداللہ کی دعا میری دعا سے بہتر تھی اور فرماتے ہیں کہ لڑائی کی شام میں نے دیکھا کہ عبداللہ کے کان اور ناک کٹے ہوئے تھے. (زرقانی)

خطیب کہے کہ آج کل لوگوں نے اونچی آمین اور آہستہ آمین کا جھگڑا شروع کر رکھا ہے انہیں چاہیئے کہ ایسی دعائیں مانگیں اور جس قدر بھی چاہیں زور سے آمین کہیں کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا. لیکن ہماری حالت تو یہ ہے کہ موت سامنے دیکھ کر اونچی آواز نہیں نکلتی آمین اونچی کیسے نکلے گی. یہ صحابہ تھے جو موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اپنی فتح کا نشان چھین لیا کرتے تھے. ان کی نگاہوں میں موت سہانی تھی. وہ موت کو خدا سے ملنے کا ذریعہ سمجھتے تھے. اس لئے ہر مصیبت اور ہر زخم کو ہنس کر برداشت کرتے تھے. بقول کسے ؎

تختۂ دار پہ آئے تو اسے چوم لیا
ایسے جیدار بھی تاریخ نے کم دیکھے ہیں

سبحان اللہ العظیم.

محمدؐ جے پکڑے چھڑاوے خدا

عزیزانِ گرامی قدر! میرا دل چاہتا ہے کہ آج میں عقیدے کی بات بھی کرتا چلوں کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ خدا بے نیاز ہے لیکن بعض لوگوں کے نزدیک خدا نیاز مند ہے۔ انبیاء کا خدا نیاز مند ہے۔ مرسلین کا خدا نیاز مند ہے۔ اولیاء کا ان کی مرضی کے بغیر کچھ نہیں کرتا۔ بلکہ اگر یہ کسی کام سے روک دیں تو خدا تعالےٰ رک جاتا ہے۔ معاذ اللہ۔ یہ عقیدہ پڑھے لکھے لوگوں کا نہیں ہے بلکہ جو اجہل قسم کے لوگ ہیں ان کا یہ عقیدہ ہے اور وہ یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ

خدا جے پکڑے چھڑا دے محمدؐ
محمد جے پکڑے چھڑا کوئی نہیں سکتا معاذ اللہ۔

لیکن میں یہاں یہ کہوں گا کہ میں کسی کتاب کی بات نہیں کرتا بلکہ اس وقت قرآن میرے سامنے ہے اور یہی قرآن آپ کے گھر میں بھی ہے گھر جا کر دیکھ لیں جو آیت مَیں پڑھنے لگا ہوں اس کا نزول بھی سن لیں کہ احد کے اندر مسلمانوں کی فتح شکست میں بدل گئی اور آپؐ سخت زخمی ہو گئے۔ صحابہ ہی کے ہاتھوں صحابہ قتل ہو گئے۔ تو آپؐ کے مزاج میں اس کا سخت رنج تھا اس لئے آپؐ نماز فجر کی دوسری رکعت میں رکوع کے بعد نام لے کر کفار پر بد دعا کرتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالےٰ اس سے منع فرماتے ہیں کہ نام لے کر بد دعا نہ فرمائیے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ
تیرا کوئی اختیار نہیں یا اللہ انہیں توبہ کی توفیق دے یا انہیں
اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝ پ۴ ع ۴
عذاب کرے کیونکہ وہ ظالم ہیں۔ (ترجمہ حضرت لاہوری ص ۱۰۴)

اس سے معلوم ہوا کہ پیغمبر نے نام لے کر صفوان بن امیہ، سہیل بن عمرو، اور حارث بن ہشام کے حق میں بد دعا فرمائی لیکن خدا تعالےٰ نے آپ کو روک دیا

اور فرمایا کہ یہ آپ کے اختیار میں نہیں. اس کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے کہ کسے عذاب دینا ہے اور کسے معاف کرنا ہے. کسے پکڑنا ہے اور کسے چھوڑنا ہے اور پھر خدا تعالیٰ نے انہیں عذاب دیا بھی نہیں بلکہ انہیں فتح مکہ کے دن مسلمان ہونے کی توفیق دے کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نبی کا غلام بنا دیا. سبحان اللہ العظیم.

اور اس کے ساتھ ہی اگلی آیت میں ارشاد ہوتا ہے.

وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ.

اور جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمینوں میں ہے سب اللہ ہی کا ہے.

یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ.

جسے چاہے بخش دے اور جسے چاہے عذاب دے.

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ؀

اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے. سبحان اللہ العظیم.

خطیب کہے کہ یہ بھی واضح کر دیا کہ یہ سب کچھ جو آسمانوں اور زمینوں میں ہے وہ اللہ ہی کا ہے. اس لئے جب کائنات بنانے میں اس کا کوئی شریک نہیں تو فیصلہ کرنے میں اس کا شریک کیسے ہو. اس کی مرضی

جو چاہے کرے.

جسے چاہے پکڑے.

جسے چاہے چھوڑے.

اسے کوئی روک نہیں سکتا.

اسے کوئی ٹوک نہیں سکتا.

اس کی پکڑ بڑی سخت ہے.

اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِیْدٌ ؀

بے شک تیرے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے.

قرآن کہتا ہے کہ خدا کی پکڑ بڑی سخت ہے. ——— لیکن

جاہل کہتا ہے کہ معاذ اللہ محمد کی پکڑ بڑی سخت ہے۔

خدا جسے پکڑے چھڑاوے محمدؐ
محمدؐ جسے پکڑے چھڑا کوئی نہیں سکتا

لیکن صحیح عقیدے والے پڑھے لکھے لوگ کہتے ہیں کہ نہیں ایسے نہیں بلکہ

محمدؐ جسے پکڑے چھڑاوے خدا
خدا جسے پکڑے چھڑا کوئی نہیں سکتا

کیونکہ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ (سورت بروج پ ۳۰)

خطیب کو کہنے دو کہ

خدا نے کنعان کو پکڑا حضرت نوح نہ چھڑوا سکے۔

خدا نے آذر کو پکڑا حضرت خلیل نہ چھڑوا سکے۔

خدا نے فرعون کو پکڑا آسیہ نہ چھڑوا سکی۔

خدا نے لوط کی بیوی کو پکڑا تو شوہر حضرت لوط نہ چھڑوا سکے۔

خدا نے ابو طالب کو پکڑا تو اسے محمد رسول اللہ نہ چھڑوا سکے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

اس لئے بات قرآن ہی کی سچی ہے کہ

اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ؁

خدا تعالٰی ہم سب کو اپنی رحمت میں رکھے اور ہمیں نیک اعمال کی توفیق عطا فرمائے۔

باقی
آئندہ جمعہ انشاء اللہ
عرض کروں گا۔

خطبہ نمبر ۶۶

آنسوئے مصطفٰے

چچا کی شہادت پر

جھلکیاں

مسلمانوں کی لاشیں مثلہ کر دی گئیں
مسلمانوں کا اللہ مولیٰ ہے
ابوسفیان صفائی دیتے ہیں
صحابہ کی جاں نثاری اور وفاداری
آنسوئے مصطفٰے چچا کی شہادت پر
سید الشہداء کا دائمی اعزاز

صحابی کی لاش پر فرشتوں کا سایہ
اللہ تعالٰے اور صحابی کی گفت گو
قبولیت دعا کا عجیب واقعہ
باپ نے بیٹے کو جنت میں دیکھا
سمجھ نہیں آتا کیا کہوں
ایک نماز نہ پڑھی اور جنت مل گئی

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ○

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۔

صدق اللہ العظیم

بزرگانِ محترم دوستو، عزیزو، نوجوان ساتھیو!

گذشتہ خطبہ کے اندر میں نے یہ عرض کیا تھا کہ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم شدید زخمی ہو کر مشرکین میں سے بعض کے نام لے کر بد دعا کرتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ کی طرف سے آپ کو بد دعا کرنے سے روک دیا جاتا ہے کیونکہ جن لوگوں کے لئے آپ نے بد دعا کی تھی انہیں ایک دن اسلام قبول کر کے آپ کا غلام بننا تھا اور یہ سب امور اللہ تعالٰے کے علم میں تھے جو علام الغیوب ہے۔ چنانچہ آپ کے ٹیلہ پر بیٹھ کر اپنی قوم کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں ۔

روایات میں آتا ہے کہ سیدنا حضرت عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ احد کے اندر حضور اپنی پیشانی مبارک سے خون پونچھتے ہیں اور یہ فرماتے جاتے ہیں کہ رَبِّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ،

اے رب! میری قوم کی مغفرت فرما وہ جانتے نہیں ۔ (مسلم شریف)

حضرات گرامی!

روایات میں آتا ہے کہ جب آپ زخمی ہو کر گھاٹی پر چڑھتے ہیں تو آپ حضرت طلحہ پر پاؤں رکھ کر اوپر چڑھتے ہیں ۔ کیونکہ نقاہت کی وجہ سے آپ سے چڑھا نہیں

جانا. یہاں صحابہ آپ کے زخم دھوتے ہیں اور پھر حضورؐ بیٹھ کر ظہر کی نماز ادا کرتے ہیں ۔

مسلمانوں کی لاشیں مثلہ کر دی گئیں

عزیزان گرامی قدر!

روایات میں آتا ہے کہ کفار مکہ نے مسلمان شہداء کی لاشوں کا مثلہ کرنا شروع کر دیا۔ ان شہداء کے ناک کان اور پیٹ چاک کر دیئے گئے۔ ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے جس کا باپ عتبہ جنگ بدر میں حضرت حمزہؓ کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ یہ ہندہ عورت اپنے باپ کا بدلہ لینے کے لئے حضرت حمزہؓ کا مثلہ کرتی ہے۔ چنانچہ حضرت حمزہؓ کے کان اور ناک کاٹ لیتی ہے اور سینہ چیر کر جگر نکال کر چباتی ہے لیکن جب حلق سے نہیں اترتا تو اگل دیتی ہے اور خوشی سے جھوم کر وحشی کو اپنا زیور اتار کر بطور انعام دیتی ہے۔ (زرقانی)

خطیب کہے کہ حضرت حمزہؓ کی عظمت دیکھئے کہ حضرت عبداللہؓ بن جحش تو خود دعا کرتے ہیں کہ دشمن میرا مثلہ کرے۔ لیکن حضرت حمزہؓ کو بغیر دعا کے ہی یہ فضیلت حاصل ہو جاتی ہے اور دنیا نے دیکھ لیا کہ جو چچا زندگی میں سب کچھ قربان کرتا رہا اس نے مرنے کے بعد بھی اپنا جسم خدا کی راہ میں ٹکڑے ٹکڑے کر وا دیا اور دنیا کو بتا دیا کہ ہمارے پاس جو کچھ بھی تھا وہ ہم نے خدا کی راہ میں لٹا دیا۔

سبحان اللہ العظیم

خطیب کو کہنے دیجئے کہ

کسی کے ہاتھ زمین کے لئے کٹتے ہیں۔

کسی کے اعضا جائداد کے لئے کٹتے ہیں۔

کسی کے اعضاء دولت کے لئے کٹتے ہیں۔

کسی کے اعضاء خاندانی عزت کے لئے کٹتے ہیں۔

کسی کے اعضاء ذاتی وقار کے لئے کٹتے ہیں۔

لیکن

حمزہؓ کے اعضاء دینی غیرت کے لئے کٹتے ہیں۔
حمزہؓ کے اعضاء نبی کی محبت کے لئے کٹتے ہیں۔
حمزہؓ کے اعضاء خدا کی توحید کے لئے کٹتے ہیں۔
حمزہؓ کے اعضاء خدا کی رضا کے لئے کٹتے ہیں۔
حمزہؓ کے اعضاء اسلام کی بقاء کے لئے کٹتے ہیں۔ سبحان اللہ العظیم۔

یہی وہ نفوس قدسیہ تھے جن کی سیادت و شہادت پر خود موت پکار اٹھی تھی کہ

ے کے ارواح شہیدوں کی اجل نے یوں کہا
مَیں نے وہ پھول چنے ہیں جو گلستان میں نہیں

مسلمانوں کا اَللّٰہ مَولیٰ ہے

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ قریش مکہ جب واپسی کا پروگرام بناتے ہیں تو ابوسفیان پہاڑ پر چڑھ کر پکارتے ہیں کہ

کیا تم لوگوں میں محمد زندہ ہیں؟

حضورؐ فرماتے ہیں کوئی جواب نہ دے۔ وہ پھر پکارتا ہے اور زور سے پوچھتا ہے۔ لیکن پھر بھی حضورؐ جواب دینے سے منع فرما دیتے ہیں۔ آخر ابوسفیان اپنے دل میں خوش ہو کر اور چیخ کر پکارتا ہے۔ کہ تم میں محمدؐ زندہ ہیں۔ آپؐ پھر جواب دینے سے منع فرما دیتے ہیں۔ اب ابوسفیان کو حضورؐ کے رفیق خاص حضرت ابوبکر صدیق کا خیال آتا ہے اور پکارتا ہے کہ

تم میں ابوبکرؓ زندہ ہیں؟

اس بار بھی جواب نہ پاکر مزید پکارتا ہے لیکن پھر بھی جواب نہیں ملتا۔ تیسری بار پکارنے پر بھی جب ابوسفیان کو جواب نہیں ملتا تو دل ہی دل میں خوش ہو کر حضورؐ کے دوسرے ساتھی سیدنا عمر بن خطاب کے متعلق پوچھتا ہے کہ

کیا تم میں عمر بن خطاب زندہ ہیں ؟

اور یہ سوال بھی تین مرتبہ ہی کرتا ہے۔ لیکن جب اسے کسی بھی سوال کا جواب نہیں ملتا تو خوشی سے جھوم کر اپنے رفقاء سے کہتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب قتل ہو گئے اگر زندہ ہوتے تو ضرور جواب دیتے۔ چنانچہ ابوسفیان کے اس جملہ کو حضرت عمرؓ برداشت نہیں کر سکتے اور کڑک کر کہتے ہیں۔

کَذَبْتَ وَاللّٰہِ یَاعَدُوَّ اللّٰہِ اَبْقَی اللّٰہُ عَلَیْکَ مَا یُحْزِنُکَ۔

تو نے جھوٹ کہا۔ خدا کی قسم۔ اے دشمن خدا تیرے رنج و غم کا سامان اللہ نے ابھی باقی رکھا ہوا ہے۔

حفیظ جالندھری اپنے انداز میں حضرت عمرؓ کا جواب بیان کرتا ہے۔

دل فاروق اعظم میں نہ تھا اب ضبط کا یارا
کہا اور دشمن حق دیکھ لے قدرت کا نظارا

خدا بھی حاضر و ناظر ہے قائم ہے خدائی بھی
پیمبرؐ بھی سلامت زندہ ہیں ان کے فدائی بھی

ترے اقوال کا ہر حرف ہے ان کی سماعت میں
محمد مصطفٰےؐ موجود ہیں اپنی جماعت میں

وہ سب افراد جو تیرے لئے سامان ذلت ہیں
خدا کے فضل سے زندہ ہیں بزم افروز ملت ہیں

خطیب کہے کہ

ابوسفیان جو کہ ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے اور ہنوز کفر کی دلدل میں پھنسے ہوئے تھے انہیں بھی یہ علم تھا اور ان کے ساتھ دیگر کفار بھی یہ جانتے تھے کہ اسلام میں سب سے زیادہ مقام حضرت محمد رسول اللہ کا ہے اور پھر ان کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ کا مقام ہے اور حضرت صدیق کے بعد حضرت عمر فاروقؓ کا درجہ ہے۔ یہی وجہ ہے

کہ ابو سفیان نے حضور کے بعد اگر کسی کا نام لے کر پوچھا تو حضرت ابوبکر ہی تھے اور پھر حضرت عمر کے متعلق سوال کیا گیا۔

خطیب کو کہنے دیجئے کہ

مشرکین مکہ بھی یہ موٹی اور واضح بات سمجھتے تھے کہ جو زیادہ قریب ہیں وہی نبی کے بعد درجہ رکھتے ہیں۔

جو زیادہ تبلیغ اسلام میں سرگرم ہیں وہی زیادہ فضیلت و مرتبہ رکھتے ہیں۔

بڑے افسوس کی بات ہے کہ مشرکین مکہ تو یہ واضح بات سمجھ گئے مگر آج کل اپنے آپ کو مومن کہلانے والے بعض لوگ یہ بات نہ سمجھ سکے۔ خدا تعالیٰ انہیں بھی سمجھ عطا فرمائے۔ سب کہہ دو آمین۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ حضرت عمر کا زوردار جواب سن کر حضرت ابو سفیان بلا تاخیر کہتے ہیں۔

اُعْلُ هُبَلُ اُعْلُ هُبَلُ۔

اے ہبل تیرا نام بلند ہو۔ اے ہبل تو بلند ہو۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اے عمر اسے جواب دو۔

وَ اللّٰهُ اَعْلٰى وَ اَجَلُّ۔

اللہ ہی سب سے اعلیٰ اور بزرگ تر ہے۔

ابو سفیان پھر پکارتا ہے

اِنَّ لَنَا الْعُزّٰى وَلَا عُزّٰى لَكُمْ۔

ہمارے پاس عزیٰ ہے اور تمہارے پاس عزیٰ نہیں

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اے عمر اسے یہ جواب دو۔

اَللّٰهُ مَوْلٰنَا وَلَا مَوْلٰى لَكُمْ۔

اللہ ہمارا آقا و مولیٰ ہے اور تمہارا مولیٰ نہیں۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہے کہ

آپ کے اس ارشاد سے یہ مسئلہ بھی حل ہو گیا کہ مسلمانوں اور مومنوں کا مولیٰ کون ہے۔
مسلمانوں کا مولیٰ رب کائنات ہے۔
مومنوں کا مولیٰ خالق کائنات ہے۔ سبحان اللہ العظیم
ہمارا مولیٰ وہ ہے جو سب کو دیتا ہے اور کسی سے کچھ نہیں لیتا۔
ہمارا مولیٰ وہ ہے جو سب کو کھلاتا ہے مگر خود نہیں کھاتا۔
ہمارا مولیٰ وہ ہے جو سب کو پلاتا ہے مگر خود نہیں پیتا۔
ہمارا مولیٰ وہ ہے جو سب کو سلاتا ہے مگر خود نہیں سوتا۔ سبحان اللہ العظیم۔
خطیب کو کہنے دیجیئے کہ
ہمارا مولیٰ کسی کو سجدہ نہیں مگر سب اسے سجدہ کرتے ہیں۔
ہمارا مولیٰ کسی کے آگے جھکتا نہیں مگر سب اسی کے آگے جھکتے ہیں۔
ہمارا مولیٰ کسی کا نیاز مند نہیں اور ساری مخلوق اس کی نیاز مند ہے۔
ہمارا مولیٰ بے نیاز ہے۔
ہمارا مولیٰ وحدہ لاشریک ہے۔
ہمارا مولیٰ ازل سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔
جب کچھ بھی نہیں تھا ہمارا مولیٰ تھا۔
جب کچھ بھی نہیں ہوگا ہمارا مولیٰ ہوگا۔ سبحان اللہ العظیم۔

ابوسفیانؓ صفائی دیتے ہیں

عزیزان گرامی قدر! میں عرض کر رہا تھا کہ حضرت عمر جب ابوسفیان کو ترکی بہ ترکی جواب دیتے ہیں تو ابوسفیان پھر کہتا ہے کہ یہ دن بدر کے دن کا جواب ہے۔ آج ہم اور تم برابر ہو گئے۔ حضرت عمر جواب دیتے ہیں۔

لَا سَوَاءَ قَتْلَانَا فِی الْجَنَّةِ وَ قَتْلَاکُمْ فِی النَّارِ۔

ہم اور تم برابر نہیں، ہمارے مقتولین جنت میں ہیں اور تمہارے جہنم میں۔
(زرقانی)

ابو سفیان نے یہ بھی کہا کہ اَلْحَرْبُ سِجَالٌ ۔ لڑائی ڈول کی مانند ہے کبھی اوپر اور کبھی نیچے۔ حضرت ابو سفیان کی یہ بات حق اور سچ تھی۔ اس لئے اس کا حضرت عمرؓ کوئی جواب نہیں دیتے اور قرآن پاک میں بھی ارشاد ہے ۔

وَتِلْكَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیْنَ النَّاسِ ۔ پ ع ۵

اور ہم یہ دن لوگوں میں باری باری بدلتے رہتے ہیں ۔

حضرات گرامی! اگر یہاں پوری آیت تلاوت کر دوں تو اور وضاحت ہو جائے گی ۔ ارشاد باری ہے ۔

اِنْ یَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ

اگر تمہیں زخم پہنچا ہے تو انہیں بھی ایسا ہی زخم پہنچ چکا ہے ۔

وَتِلْكَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیْنَ النَّاسِ ۔

اور ہم یہ دن لوگوں میں باری باری بدلتے رہتے ہیں ۔

وَلِیَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَیَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ط

اور تاکہ اللہ ایمان والوں کو جان اور تم میں سے بعض کو شہید کرے ۔

سبحان اللہ العظیم

خطیب کہے کہ

یہاں خدا تعالٰے فرماتے ہیں کہ اے مسلمانوں اگر تمہیں اس شکست میں نقصان پہنچا ہے تو اس سے پہلے بدر میں کفار کو بھی شکست فاش مل چکی ہے ۔ بعض اسباب کے لحاظ سے فتح اور کمزوریوں کے باعث شکست تو ہوا ہی کرتی ہے اور اس قسم کی شکستوں میں البتہ کھرے اور کھوٹے کا پتہ چل جاتا ہے ۔ بلکہ بعض اوقات شکست دینا اور بعض آدمیوں کو شہید کرانا اللہ تعالٰے کا مقصود ہوتا ہے تاکہ مسلمانوں کے خون میں جوش پیدا ہو جائے ۔ سبحان اللہ العظیم ۔

حضرات گرامی! میں عرض کر رہا تھا کہ ابو سفیان حضرت عمر سے مخاطب ہوتے ہیں اور کہتے ہیں اے عمرؓ! میرے قریب آؤ ۔ چنانچہ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ

وسلم فرماتے ہیں کہ جاؤ اور پوچھو کہ یہ کیا کہتا ہے۔ حضرت عمر ابو سفیان کے قریب گئے تو ابو سفیان کہتا ہے کہ اے عمرؓ! تم کو اللہ کی قسم! دیتا ہوں سچ بتاؤ کیا ہم نے محمد کو قتل کر دیا ہے؟

ابو سفیان کی بات سن کر حضرت عمر تڑپ اٹھتے ہیں اور فرماتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ لَا وَ اِنَّہٗ لَیَسْمَعُ کَلَامَکَ الْاٰنَ۔

خدا کی قسم! ہرگز نہیں اور سچی بات ہے کہ وہ تیرے کلام کو اس وقت سن رہے ہیں۔

ابو سفیان کہتا ہے کہ میں تمہارے بیان کو سچا سمجھتا ہوں۔ تم سچے اور نیک ہو۔

پھر ابو سفیان اپنی صفائی دیتا ہے اور کہتا ہے۔

اِنَّہٗ قَدْ کَانَ فِیْ قَتْلَاکُمْ مِثْلٌ وَاللّٰہِ مَا رَضِیْتُ وَلَا نَہِیْتُ وَلَا اَمَرْتُ۔

اے عمرؓ! ہمارے آدمیوں کے ہاتھوں مقتولوں کا مثلہ ہوا۔ خدا کی قسم میں اس فعل سے نہ راضی ہوا ہوں اور نہ ناراض اور نہ میں نے منع کیا اور نہ میں نے حکم دیا۔ (زرقانی)

شاعر کہتا ہے۔

کہا اس نے یہ دن انتقام بدر کا دن ہے
سبھی کچھ آج جائز ہے فساد و غدر کا دن ہے

ہمارے فوجیوں نے گوش و بینی بہت کاٹے
کلیجے بھی چبائے عورتوں نے خون بھی چاٹے

نہ تھا ایما میری جانب سے گو بیہودہ باتوں کا
مگر افسوس بھی مجھ کو نہیں ان وارداتوں کا

روایات میں آتا ہے کہ ان سوال و جواب کے بعد ابو سفیان چلتے وقت للکار کر کہتا ہے۔

ے محمدؐ سے کہو ہم سال آئندہ پھر بھی آئیں گے
سر میدان قریشی قوم کی شوکت دکھائیں گے
ے رسالت نے یہ دعوت جنگ کی منظور فرمالی
ابوسفیان اب پیچھے سے میداں کر گیا خالی

صحابی کی جاں نثاری اور وفاداری

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ جنگ بند ہو چکی تھی کئی صحابہ جام شہادت پی کر خدا کے حضور پہنچ چکے تھے۔ دشمنانِ اسلام مکہ واپس ہو گئے تھے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ سعدؓ بن ربیع کو تلاش کرو کہاں ہیں؟

خطیب کہے کہ جو لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ پیغمبر کو کلی علم غیب ہوتا ہے انہیں اس واقعہ سے سبق حاصل کرنا چاہیئے کہ اگر پیغمبر کو غیب کا علم ہوتا تو کبھی کسی کو سعدؓ کی تلاش نہ بھیجتے۔ لیکن چونکہ آپ کو علم نہ تھا اس لئے اپنے قریب صحابہ سے کہا کہ جاؤ ذرا جا کر سعدؓ بن ربیع کو تلاش کرو۔ اگر اسے زندہ دیکھو تو اسے میرا سلام کہنا اور یہ کہنا کہ رسول اللہ یہ دریافت فرماتے ہیں کہ تم اس وقت کیا محسوس کر رہے ہو؟ چنانچہ صحابی کہتے ہیں کہ میں جب تلاش کرتا ہوا سعد بن ربیع کے پاس پہنچتا ہوں کیا دیکھتا ہوں کہ ان کے جسم پر تیر اور تلوار کے ساٹھ ستر زخم ہیں لیکن اس کے باوجود زندگی کے کچھ سانس باقی تھے۔ سبحان اللہ العظیم۔

صحابی حضرت سعد بن ربیع کے قریب ہو کر سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچاتے ہیں۔ آپ کا نام نامی سن کر حضرت سعد آنکھیں کھولتے اور کہتے ہیں اے میرے محبوب کا سلام و پیغام لانے والے رسول اللہ پر سلام ہو اور تجھ پر سلام ہو اور تم جا کر میرے محبوبؐ کو میرا سلام پہنچا دینا اور پھر کہنا کہ آپ کا غلام سعد کہتا ہے کہ یا رسول اللہ! میں اس وقت جنت کی خوشبو سونگھ رہا ہوں۔

سبحان اللہ العظیم

اور پھر میری انصار کو بھی ایک پیغام دینا۔ انہیں کہنا کہ جب تک تمہاری نبضوں میں حرارت باقی رہے اور تمہاری رگوں میں خون دوڑتا رہے تم پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیتے رہنا اور اپنی زندگی میں حضورؐ کو کوئی تکلیف نہ پہنچنے دینا۔ اگر تمہاری زندگی میں حضور کو کوئی تکلیف پہنچی تو یاد رکھنا خدا تعالےٰ کے پاس تمہارا کوئی عذر قابل قبول نہ ہوگا۔ (زرقانی)

صحابی کہتے ہیں کہ بس یہ پیغام دیا اور حضرت سعد کی روح پرواز کر گئی۔ صحابی آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپؐ کو حضرت سعد سے ہونے والی گفت گو سناتے ہیں۔ آپؐ سن کر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ اس پر رحم فرمائے۔ اللہ اور اس کے رسول کا خیر خواہ اور وفادار رہا زندگی میں بھی اور مرتے وقت بھی۔ (استیعاب) سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہتے ہیں کہ

خداوند قدوس نے ویسے ہی صحابہ کو اپنی محبت اور رضا کا سرٹیفکیٹ تو نہیں دے دیا۔ ذرا صحابہ کے عشق محمد کا اندازہ کرو کہ

جسم پر ستر زخم ہیں۔
پیاس سے ہونٹ خشک ہیں۔
آخری لمحات ہیں۔
روح پرواز کرنے کو تیار ہے۔
لیکن

آخری وقت کس انداز سے سلام عرض کر رہے ہیں اور صرف حضور کو ہی سلام نہیں کہا بلکہ جو صحابی پیغام محبوب لے کر گیا ہے اسے بھی سلام کہتے ہیں کہ میرے محبوبؐ کا آخری وقت پیغام دینے والے خدا تجھے بھی سلامت رکھے۔ تجھ پر بھی سلام ہو۔ اور مجھے آخری وقت سلام بھیجنے والے محبوبؐ پر بھی سلام۔ آخری وقت کسی رشتہ دار کو یاد نہیں کیا۔ کوئی مال و جائیداد کے متعلق وصیت نہیں کی بلکہ اگر وصیت بھی کی تو حضور کا ہی ساتھ دینے کی۔

یوں سمجھئے کہ شمع رسالت کے اس پروانہ نے آخری وقت دوسرے پروانوں سے کہا کہ دیکھنا تمہارے جیتے جی شمع رسالت بجھنے نہ پائے۔ تم شمع رسالت کی حفاظت کے لئے اپنی جان کی بازی لگا دینا۔ سبحان اللہ العظیم۔

تو یہاں خطیب کو کہنے دیجئے کہ

اگر صحابہ کو حضورؐ سے پیار تھا تو حضورؐ کو بھی صحابہ سے پیار تھا اور خدا کو ان سے پیار تھا۔ اسی لئے تو سنی کہتے ہیں کہ

ہم فخر سے کہتے ہیں کہ ہمارے ہیں صحابہؓ
واللہ ہمیں جان سے پیارے ہیں صحابہؓ

وہ چاند جو چمکا تھا طیبہ کے افق پر
اس چاند کے تابندہ ستارے ہیں صحابہؓ

آنسوئے مصطفیٰؐ چچا کی شہادت پر

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ اگرچہ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم خود زخمی تھے لیکن آپ کو اپنے پیارے چچا حضرت حمزہؓ سے جو محبت تھی اس کی وجہ سے آپؐ حضرت حمزہ کی لاش کی تلاش میں نکلتے ہیں اور جب حضرت حمزہؓ کی لاش کو دیکھتے ہیں تو آبدیدہ ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ حضرت حمزہؓ کے کان اور ناک کاٹ لئے گئے تھے۔ پیٹ اور سینہ چاک کیا جا چکا تھا۔ آپؐ فرماتے ہیں۔

اے چچا! تم پر اللہ کی رحمت ہو۔ تم بڑے سخی اور صلہ رحمی کرنے والے تھے اگر مجھے اپنی پھوپھی صفیہ کے رنج و غم کا خیال نہ ہوتا تو میں تم کو اسی طرح چھوڑ دیتا اور تمہیں درندے پرندے کھا جاتے اور پھر قیامت کے دن تم انہیں کے شکموں سے اٹھتے۔

اور پھر سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے چچا کی رفاقت اور ان کی اور اسلامی خدمات کا خیال آتا ہے تو آپؐ کی آنکھیں چھلک پڑتی ہیں اور چچا

کی مظلومیت دیکھ کر آپ اسی جگہ کھڑے فرماتے ہیں کہ

خدا کی قسم! اگر خدا تعالےٰ نے مجھ کو کافروں پر غلبہ دیا تو اے میرے چچا! تیرے بدلہ میں ستر کافروں کا مثلہ کروں گا۔

خطیب کہے کہ

حضرت حمزہ کی مظلومیت کا تصور کیجئے کہ پیغمبر اسلام جیسے صبر و تحمل کے پیکر بھی اس جگر خراش منظر کو برداشت نہیں کر سکتے تھے اور قسم کھا بیٹھتے ہیں لیکن قربان جائیں اس رب کائنات کے جس نے حضور کی شان رحمت اللعالمینی کا پرچم لہرانا تھا۔ اس نے اسی وقت جبریل امین کو حکم بھیج کر اپنے نبی کو اپنا فیصلہ سنا دیا۔ فرمایا۔

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَاعُوْقِبْتُمْ بِهٖ ط

اور اگر بدلہ لو تو اتنا بدلہ لو جتنی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہے

وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ۝

اور اگر صبر کرو تو یہ صبر والوں کے لئے بہتر ہے۔

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ

اور صبر کر اور تیرا صبر کرنا اللہ ہی کی توفیق سے اور ان پر غم

عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ۝

نہ کھا۔ اور ان کے مکر دل سے تنگ دل نہ ہو۔

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ۝

بے شک اللہ ان کے ساتھ ہے جو پرہیزگار ہیں اور جو نیکی کرتے ہیں۔ (پ ۱۴ رکوع آخری)

چنانچہ حضور صبر فرماتے ہیں اور قسم کا کفارہ ادا فرماتے ہیں۔

(سیرت المصطفیٰ ص ۲۲۷ مولانا ادریس کاندھلوی)

ماتم جائز نہیں

خطیب کہے کہ

اللہ تعالےٰ کی طرف سے آپ کو صبر کرنے کا حکم دیا گیا اور سخت انتقام سے منع کر دیا گیا۔ بلکہ مکمل صبر کرنے پر اجر کا وعدہ بھی کیا گیا۔ چونکہ آپ کو اپنے چچا محترم حضرت حمزہ کی شہادت کا انتہائی صدمہ تھا۔ اس لئے ساتھ یہ بھی فرمایا گیا کہ اے میرے پیغمبر! وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ یعنی تیرا صبر کرنا بھی میری ہی توفیق سے ہے۔ میری عطا کردہ توفیق کے بغیر کوئی صبر کر ہی نہیں سکتا۔

یہاں خطیب کو کہنے دیجے کہ

اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ شہداء پر ماتم کرتے ہیں اور زنجیر زنی کرتے ہیں وہ صبر کا نمونہ پیش نہیں کرتے بلکہ بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ان کی بے صبری کا یہ عمل نہ تو خدا تعالےٰ کو پسند ہے اور نہ ہی مصطفےٰ کو پسند ہے۔ تو جو کام خدا اور اس کے رسول کو پسند نہ ہو اسے صحابہ کیسے پسند کر سکتے ہیں اور اہل بیت عظام کیسے قبول کر سکتے ہیں ـــــــ تو

مجھے یہ کہتے ہوئے کوئی باک نہیں کہ موجودہ دور میں سڑکوں اور بازاروں میں زنجیر زنی اور سینہ کوبی سراسر اسلام کے اصول صبر کے خلاف ہے اور اگر یہ ماتم جائز ہوتا ہے تو سب سے پہلے حضرت امام الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم خود سیدہ خدیجہ کی وفات پر ماتم کرتے یا صحابہ کو کرنے کا حکم دیتے کیونکہ حضور کو سیدہ خدیجہ کے ساتھ جو محبت تھی اس کا آپ نے کئی بار اظہار بھی فرمایا۔ تو جب ایسی غمخوار و غمگسار بیوی کے انتقال پر ماتم نہیں ہوتا تو پھر کسی کی وفات یا شہادت پر کیسے ہو سکتا ہے۔

اگر ماتم جائز ہوتا تو نبی سیدہ خدیجہ کی وفات پر ماتم کرنے کا حکم دیتے۔

اگر ماتم جائز ہوتا تو حضرت علی اپنی والدہ کی وفات پر ماتم کرتے۔

اگر ماتم جائز ہوتا تو حضور اپنے بیٹے ابراہیم کی وفات پر ماتم کرتے۔

اگر ماتم جائز ہوتا تو صحابہ حضرت حمزہ کی شہادت پر ماتم کرتے۔
اگر ماتم جائز ہوتا تو بدر کے شہداء کا ماتم ہوتا۔
اگر ماتم جائز ہوتا تو احد کے شہداء کا ماتم ہوتا۔
اگر ماتم جائز ہوتا تو ستر قاریوں کی شہادت پر ماتم ہوتا۔
اگر ماتم جائز ہوتا تو عاصم، خبیب اور زید کا ماتم ہوتا۔
اگر ماتم جائز ہوتا تو رقیہ اور ام کلثوم کا ماتم ہوتا۔
اگر ماتم جائز ہوتا تو تمام صحابہ اور اہل بیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر ماتم کرتے ـــــ تو

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر ماتم صحابہ نے نہیں کیا۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال پر ماتم حضرت صدیقؓ نے نہیں کیا۔
حضرت صدیقؓ کی وفات پر ماتم حضرت عمرؓ نے نہیں کیا۔
حضرت عمرؓ کی شہادت پر ماتم حضرت عثمانؓ نے نہیں کیا۔
حضرت عثمانؓ کی شہادت پر ماتم حضرت علیؓ نے نہیں کیا۔
حضرت علیؓ کی شہادت پر ماتم حضرت حسنؓ نے نہیں کیا۔
حضرت حسنؓ کی وفات پر ماتم حضرت حسینؓ نے نہیں کیا۔
تو
حضرت حسینؓ پر ماتم کیسے جائز ہو سکتا ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔

قرآن پاک میں ارشاد خداوندی ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ۔
يَا اَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اسۡتَعِيۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ
اے ایمان والو! مدد حاصل کرو تم ساتھ صبر
وَالصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيۡنَ ۝
اور نماز کے۔ بے شک اللہ صبر والوں کے ساتھ ہے۔

اور دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہے۔

وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ.

اور (مسلمان وہ ہیں) جو سختی تکلیف اور لڑائی میں صبر کرنے والے ہیں۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝ پ۲

یہی وہ لوگ ہیں جو سچے ہیں اور یہی لوگ متقی ہیں۔

سبحان اللہ العظیم

سیّد الشہداء کا دائمی اعزاز

حضرات گرامی! میں دور نکل گیا میرا یہ موضوع نہیں۔ انشاء اللہ پھر کبھی صرف ماتم کے عدم جواز پر قرآن و حدیث کی روشنی میں عرض کروں گا۔ فی الحال میں یہ عرض کر رہا تھا کہ سیدنا حضرت حمزہؓ کی لاش دیکھ کر سیدالانبیاء کی آنکھیں چھلک پڑتی ہیں اور آپؐ ایک بڑی قسم کھا بیٹھتے ہیں۔ لیکن خدا تعالےٰ کی طرف سے آپ کو قسم پر عمل کرنے سے روک دیا جاتا ہے اور آپؐ رک جاتے ہیں اور قسم کا کفارہ ادا کرتے ہیں۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ آپؐ اسی جگہ کھڑے تھے اور روتے روتے آپؐ کی ہچکی بندھ گئی تھی اور آپ نے اپنے چچا حمزہؓ کی لاش کے قریب کھڑے ہو کر فرمایا۔

سَيِّدُ الشُّهَدَآءِ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَمْزَةُ.

قیامت کے دن اللہ کے نزدیک تمام شہیدوں کے سردار حمزہ ہوں گے۔ (الدرمانی)

سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہے کہ

دربار نبوت سے یہ لقب حضرت حمزہ کو دیا گیا ہے۔ یہ سرکاری تمغہ حضرت حمزہ کو عطا کیا گیا ہے۔ اس لئے کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ یہ اعزاز حضرت حمزہ سے چھین کر کسی اور کو عطا کرے۔ اور نہ ہی کسی کے اعزاز دینے سے کسی کو یہ مقام مل سکتا ہے۔

کسی کو شہیدوں کا سردار میں کہتا ہوں۔

کسی کو شہیدوں کا سردار آپ کہتے ہیں۔
کسی کو شہیدوں کا سردار اس کے رشتہ دار کہتے ہیں۔
کسی کو شہیدوں کا سردار اس کے جاں نثار کہتے ہیں۔
لیکن اے حمزہ!
تیرے مقدر کو سلام!
تیری مثلہ شدہ لاش پر کھڑے ہو کر تجھے شہیدوں کا سردار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔
خطیب کو کہنے دیجئے کہ
حمزہ کو سید الشہداء سید الانبیاء نے کہا ہے۔
حمزہ کو سید الشہداء کا لقب سید المرسلین نے دیا ہے۔
حمزہ کو سید الشہداء کا اعزاز سید دوجہاں نے عطا فرمایا ہے۔ سبحان اللہ العظیم
یہ خدا کی عطا ہے کہ
بھتیجا سید دوجہاں ہے اور چچا سید الشہداء ہے۔
بھتیجا سید الکائنات ہے اور چچا سید الشہداء ہے۔
بھتیجا سید الاولین ہے اور چچا سید الشہداء ہے۔
بھتیجا سید الآخرین ہے اور چچا سید الشہداء ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔
بھتیجا رسولوں کا سردار ہے اور چچا شہیدوں کا سردار ہے۔
نہ کوئی بھتیجے کو سرداری سے محروم کر سکتا ہے ——— اور
نہ ہی کوئی چچا کو سرداری سے محروم کر سکتا ہے۔
بھتیجے کو سرداری رب العالمین نے دی۔
چچا کو سرداری رحمت اللعالمین نے دی۔
جو بھتیجے کو سردار نہیں مانتا وہ بھی بے ایمان ہے۔
جو چچا کو سردار نہیں مانتا وہ بھی بے ایمان ہے۔

جو مصطفےٰ کو سردار دو جہاں نہیں مانتا وہ خدا کا منکر ہے۔

جو حمزہ کو سردار نہیں مانتا وہ مصطفےٰ کا منکر ہے۔

اور یہ قرآن کا فیصلہ ہے کہ جو اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول کا منکر ہے۔ وہ جہنم کا ایندھن ہے۔ اسے دنیا کی کوئی طاقت خدا کے عذاب سے نہیں بچا سکتی۔

صحابیؓ کی لاش پر فرشتوں کا سایہ

عزیزان گرامی قدر! میں عرض کر رہا تھا کہ اسلام کے گلشن کے ہر پھول کی خوشبو علیحدہ علیحدہ ہے۔ ابھی آپ نے حضرت حمزہ کی عظمت کے متعلق سنا۔ آیئے اب آپ کو ایک صحابی سے متعارف کراؤں۔

یہ کون ہیں؟

یہ حضرت جابرؓ کے والد ہیں۔

انہیں کیا ہو گیا ہے؟

ان کو کافروں نے جنگ احد میں شہید کر کے ان کا بھی مثلہ کر دیا ہے۔

ان کے لخت جگر قریب ہو کر اپنے والد کے منہ سے کپڑا ہٹا کر چہرہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ لیکن صحابہ روک دیتے ہیں۔ حضرت جابر پھر کپڑا اٹھا کر اپنے والد کا چہرہ دیکھنا چاہتے ہیں مگر اصحاب رسول پھر منع کر دیتے ہیں۔ لیکن جب پیغمبر علیہ السلام کو پتہ چلتا ہے تو حضور انہیں چہرہ دیکھنے کی اجازت دیتے ہیں۔ اسی دوران جابر کی پھوپھی آجاتی ہے وہ دیکھ کر رونے لگتی ہے۔ اسے روتا دیکھ کر سرکار دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ روتی کیوں ہے۔ تیرے بھائی پر تو فرشتوں نے سایہ کر رکھا ہے۔ (بخاری) سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہے کہ

یہ صحابہ کے لئے انعام خداوندی ہے کہ ان پر اللہ تعالےٰ کی نورانی مخلوق نے سایہ کیا اور یہ بتا دیا گیا کہ ابھی تو ابتداء ہے کہ فرشتے اپنے نورانی پروں سے

سایہ کرتے رہے ہیں۔ آگے چل کر تو ان کے لئے اللہ تعالٰے کے ہاں وہ انعام و اکرام ہے کہ جس کا تصور بھی اس دنیا میں نہیں کیا جا سکتا۔ اور پھر صرف یہی نہیں کہ شہید فی سبیل اللہ پر فرشتے سایہ کرتے ہیں بلکہ بعض شہداء کو ایسا امتیازی وصف عطا ہوا کہ کسی دوسرے کو وہ مقام نہ مل سکا۔

اللہ تعالیٰ اور صحابی کی گفت گو

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ سیدنا حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد کی شہادت کے بعد فکرمند تھا کہ ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے رنجیدہ دیکھ کر فرمایا۔ اے جابرؓ! تجھے کیا ہو گیا ہے۔ میں تجھے شکستہ خاطر پاتا ہوں۔

حضرت جابرؓ عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ! صلے اللہ علیہ وسلم میرے والد اس جنگ میں شہید ہو گئے اور مجھ پر آل و عیال اور قرض کا بوجھ چھوڑ گئے۔

آپؐ فرماتے ہیں اے جابرؓ! کیا میں تجھے ایک خوشخبری نہ سناؤں؟

حضرت جابرؓ عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ! ضرور سنایئے۔

آپؐ فرماتے ہیں کہ کسی شخص سے بھی اللہ تعالٰے نے پردہ کے بغیر کلام نہیں فرمایا لیکن اللہ تعالٰے نے تیرے باپ کو زندہ کیا اور اس سے بالمشافہ کلام کیا اور اس سے کہا کہ

اے میرے بندے! اپنی کوئی خواہش کوئی تمنا ہے تو میرے سامنے پیش کر۔

تو تیرے باپ نے اللہ سے عرض کیا۔

اے پروردگار عالم! میری تمنا یہ ہے کہ میں پھر زندہ ہوں اور تیری راہ میں دوبارہ قتل کیا جاؤں۔

اللہ تعالٰے نے فرمایا یہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ مقدر ہو چکا ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ واپسی نہ ہو گی۔ (سیرت المصطفٰے جلد دوم۔ بحوالہ ترمذی)

خطیب کہتے کہ

عظمت صحابہ دیکھئے کہ جس کو سجدہ کرتا تھا آج اس سے گفتگو کر رہا ہے۔

کل جس کے دروازہ پر دست بستہ کھڑا تھا آج اس سے محوِ کلام ہے۔

کل جس کے سامنے سجدہ ریز تھا آج اس سے بالمشافہ ہمکلام ہے۔

کل جس کے در پر ہاتھ پھیلا کر مانگ رہا تھا آج وہ خود اس سے اس کی تمنا پوچھ رہا ہے۔

کل یہ جس کے سامنے جھولی پھیلائے بیٹھا تھا آج وہ خود اس کی جھولی رحمتوں سے بھر رہا ہے۔

کل جس کے ساتھ مکہ کے مشرک بات کرنے کو تیار نہ تھے آج اس سے خالق خود باتیں کر رہا ہے۔

کل جو خود محبوب حقیقی کی تلاش میں تھا آج خود اس کا محبوب حقیقی اسے آواز دے رہا ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔

قبولیتِ دعا کا عجیب واقعہ

عزیزانِ گرامی قدر! اللہ رب العزت مالک کل جہاں ہیں۔ جب چاہیں جس کو چاہیں اپنی رحمت سے نواز دیں۔ اور جس کو چاہیں محروم کر دیں انہیں کوئی پوچھنے والا نہیں۔

آیئے اللہ کریم کی عنایات کا ایک اور واقعہ عرض کرتا ہوں۔ روایت میں آتا ہے کہ عمروؓ بن الجموح ایک صحابی ہیں ان کے پاؤں میں شدید قسم کا لنگ تھا۔ ان کے چار بیٹے تھے جو ہر جنگ میں حضورؐ کے ساتھ رہتے تھے۔ جب احد میں جانے کا وقت آیا تو ان کے چاروں بیٹے جہاد کے لئے تیار ہوئے تو انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ میں بھی تمہارے ساتھ جہاد میں چلتا ہوں۔

بیٹے عرض کرتے ہیں کہ ابا جان! آپ معذور ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو رخصت دی ہے اس لئے آپ یہیں رہیں۔

لیکن یہ نہیں مانتے اور لنگڑاتے ہوئے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوتے

ہیں۔ عرض کرتے ہیں۔ یا رسول اللہ! میں جہاد میں جانا چاہتا ہوں لیکن میرے بیٹے مجھے آپ کے ساتھ جانے سے روکتے ہیں۔ کہتے ہیں تمہیں اللہ تعالے نے رخصت دی ہے اس لئے تم رخصت پر عمل کرو۔ یا رسول اللہ! میں عزیمت پر عمل کر کے جام شہادت پینا چاہتا ہوں۔ یا رسول اللہ!

وَ اللّٰہِ اِنِّیْ لَاَرْجُوْ اَنْ اَطَأَ بِعُرْجَتِیْ ھٰذِہٖ فِی الْجَنَّۃِ

خدا کی قسم! میں امید رکھتا ہوں کہ اسی لنگڑے پن کے ساتھ جنت میں سیر کروں گا۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم یہ سن کر ارشاد فرماتے ہیں کہ تمہارے بیٹے ٹھیک کہتے ہیں تم معذور ہو۔ تم پر جہاد فرض نہیں ہے اور پھر سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم ان کا شوق شہادت دیکھ کر ان کے بیٹوں سے کہتے ہیں کہ کیا حرج ہے اگر تم انہیں نہ روکو۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالے انہیں درجہ شہادت نصیب فرما دے۔ (ابن ہشام) سبحان اللہ العظیم

روایات میں آتا ہے کہ یہ خوشی خوشی جہاد پر جانے کی تیاری کرتے ہیں اور جب مدینہ سے چلنے لگتے ہیں تو قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا کرتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِی الشَّھَادَۃَ وَلَا تَرُدَّنِیْ اِلٰی اَھْلِیْ۔

اے اللہ! مجھ کو شہادت نصیب فرما اور گھر والوں کی طرف واپس نہ کر۔ سبحان اللہ العظیم۔

عزیزان گرامی قدر! اللہ تعالے ان کی دعا کو نقد قبول کرتے ہیں اور یہ میدان جہاد (احد) میں جام شہادت نوش کرتے ہیں اور پھر جب ان کی زوجہ ان کی لاش کو اونٹ پر رکھ کر مدینہ لے جانے کو چلتی ہیں تو اونٹ نہیں چلتا اور زمین پر بیٹھ جاتا ہے۔ لیکن جب احد کی طرف چلتی ہیں تو اونٹ تیز چلنے لگتا ہے۔ ان کی بیوی ہندہ آکر حضور سے صورت حال عرض کرتی ہیں۔

آپ پوچھتے ہیں کہ عمرو نے گھر سے چلتے وقت کچھ کہا تھا؟

ہندہ کہتی ہے جی یارسول اللہ! میرے خاوند نے گھر سے نکلتے وقت یہ دعا کی تھی کہ اے اللہ! مجھے شہادت نصیب فرما اور گھر والوں کی طرف واپس نہ کر۔

حضورؐ فرماتے ہیں کہ اسی وجہ سے اونٹ مدینہ کی طرف نہیں چلتا اور آپؐ فرماتے ہیں۔

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنَّ مِنْکُمْ مَنْ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَاَبَرَّہٗ مِنْھُمْ عَمْرُ بْنُ الْجَمُوْحِ وَلَقَدْ رَأَیْتُہٗ یَطَاءُ بِعُرْجَتِہٖ فِی الْجَنَّۃِ۔

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے البتہ تم میں بعض ایسے بھی ہیں اگر اللہ پر قسم کھا بیٹھیں تو اللہ ان کی قسم ضرور پورا کرے ان میں عمرو بن الجموح بھی ہیں اور البتہ تحقیق میں نے ان کو اسی لنگ کے ساتھ جنت میں چلتے ہوئے دیکھا ہے۔ (زرقانی) سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہے کہ

یہ صحابی کا خلوص تھا کہ ان کی ہر دعا کو قبول کر لیا گیا۔ اگر انہوں نے کہا کہ میں اسی لنگڑے پن کے ساتھ جنت کی زمین روندنا چاہتا ہوں تو خدا کے نبی نے گواہی دے کہ میں نے انہیں اسی لنگ کے ساتھ جنت میں چلتے ہوئے دیکھا ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔

اگر انہوں نے یہ دعا کی کہ اے اللہ مجھے شہادت نصیب کر تو اللہ تعالیٰ نے انہیں مقام شہادت سے سرفراز فرمایا۔

اگر انہوں نے یہ دعا مانگی کہ اے اللہ مجھے گھر والوں کی طرف واپس نہ کرنا تو اللہ تعالےٰ نے ان کے اونٹ کو حکم دیدیا کہ خبردار! عمرو بن الجموح کی لاش واپس مدینہ لے کر نہ جانا اور پھر لوگوں نے دیکھا کہ اونٹ احد کی طرف تو تیز چلتا ہے۔ لیکن مدینہ کی طرف ایک قدم بھی اٹھانے کو تیار نہیں۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کو کہنے دیجئے کہ

یہ لنگڑا صحابی بازی لے گیا۔ اس نے جو مانگا اسے اسی وقت عطا کر دیا گیا۔
اس نے کہا کہ میں نے احد جانا ہے اسے احد میں جانے کی اجازت مل گئی۔
اس نے کہا میں شہادت چاہتا ہوں اسے شہادت مل گئی۔
اس نے کہا میں نے گھر نہیں جانا خدا نے اس کی سواری کے پاؤں کو جکڑ دیا۔
سبحان اللہ العظیم۔ پھر میں کیوں نہ کہوں۔

سیدِ کونین تیرے جاں نثاروں کو سلام
یعنی گردونِ نبوت کے ستاروں کو سلام

باپ نے بیٹے کو جنت میں دیکھا

حضراتِ گرامی! میں عرض کر رہا تھا کہ صحابہ کا بارگاہ خداوندی میں کس قدر بلند مقام ہے کہ ادھر دعا کرتے ہیں ادھر اسے شرف قبولیت بخش دیا جاتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ اصحاب رسول دل وجان سے جہاد میں حصہ لیتے تھے اور کوشش کرتے تھے کہ انہیں جام شہادت نصیب ہو جائے۔

روایات میں آتا ہے کہ حضرت خیثمہ ایک جلیل القدر صحابی ہیں۔ ان کے فرزند جنگ بدر میں جام شہادت نوش کر چکے تھے اور انہیں اس کا سخت افسوس اور صدمہ تھا کہ میرا بیٹا تو جام شہادت نوش کر گیا اور میں اس سعادت سے محروم رہ گیا۔ چنانچہ یہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ! رات میں نے اپنے بیٹے کو خواب میں دیکھا ہے وہ نہایت حسین وجمیل شکل میں ہے اور جنت کے باغات اور نہروں پر سیر کرتا پھر رہا ہے۔ مجھے دیکھ کر کہتا ہے کہ اے اباجان تم بھی یہیں آجاؤ دونوں مل کر جنت میں ساتھ رہیں گے اور یہ بھی سن لو کہ میرے رب نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا وہ میں نے بالکل سچ اور حق پایا ہے۔ اس لئے اب یا رسول اللہ! میں اپنے بیٹے سے ملاقات کا خواہش مند ہوں اور میں بوڑھا بھی ہو گیا ہوں۔ میری ہڈیاں کمزور ہو چکی ہیں۔ نقاہت بڑھ گئی ہے۔ اب میری دلی آرزو

اور تمنا ہے کہ کسی طرح میں اپنے رب سے جا ملوں ۔

یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے کہ مولیٰ کریم مجھے شہادت نصیب فرمائے اور جنت میں مجھے میرے بیٹے سعد سے ملاقات کرا دے ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خیثمہ کے لئے دعا کرتے ہیں ۔ اے اللہ کریم حضرت خیثمہ کو شہادت نصیب فرما ۔ چنانچہ جنگ احد میں اللہ کریم مقام شہادت پر فائز کرتے ہیں ۔ (زاد المعاد) سبحان اللہ العظیم ۔

خطیب کہتا ہے کہ

حضرت خیثمہ کے مقدر دیکھئے اللہ نے شہادت بھی عطا فرمائی اور جنت میں بیٹے سے ملاقات بھی یقیناً ہوئی ہوگی ۔ اور پھر ملاقات کیوں نہ ہو جب دعا پیغمبر نے مانگی ہو اور آمین صحابیٔ رسول نے کہی ہو تو پھر جنت میں ان کا بیٹا استقبال کرنے کیوں نہ آئے ۔ سبحان اللہ العظیم ۔

سمجھ نہیں آتا کیا کہوں ؟

عزیزان گرامی قدر! یہاں خطیب کو کہنے دیجئے کہ

باپ اور بیٹا دونوں جنت میں گئے لیکن سمجھ نہیں آتا کہ میں کس کی تعریف کروں بیٹے کی یا باپ کی ۔ اگر میں یہ کہوں کہ بیٹا بدر میں شہید ہو کر ایک سال پیشتر جنت کے مزے لیتا رہا اور باپ ایک سال بعد جنت میں پہنچا ۔ اس لئے بیٹا باپ سے بڑھ گیا تو میرے اندر کا خطیب پکار اٹھتا ہے کہ نہیں نہیں ، بیٹا باپ سے نہیں بڑھ سکتا ۔ کیونکہ بیٹا جنت میں تھا باپ نبی کی صحبت میں تھا ۔ جنت میں سب کچھ تھا مگر مصطفٰے نہیں تھا ۔ مدینہ میں کچھ نہیں تھا مگر مصطفٰے کا مقدس وجود تھا ۔

سبحان اللہ العظیم

بیٹا جنت میں حوروں کی صورتیں تکتا رہا ۔
باپ نبی سے قرآن کی سورتیں پڑھتا رہا ۔

بیٹا غلمان سے گفت گو کرتا رہا۔
باپ سجدہ میں رحمان سے گفت گو کرتا رہا۔
اگر بیٹا فِيهِمَا عَيْنَانِ تَجْرِيَانِ کے مزے لے رہا تھا۔
تو باپ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ کے نظارے کر رہا تھا۔
بیٹا جنت میں رہا۔
باپ پیغمبر کی خدمت میں رہا۔
بیٹا جنت کی لطافت میں تھا۔
باپ نبیؐ کی رفاقت میں تھا۔
بیٹا فرشتوں کی جماعت میں تھا۔
باپ صحابہ کی جماعت میں تھا۔
بیٹا فرشتوں کی حمایت میں تھا۔
باپ نبیؐ کی حمایت میں تھا۔
بیٹا فرشتوں سے خدمت لے رہا تھا۔
باپ نبیؐ کی خدمت کر رہا تھا۔
بیٹا جنت میں تھا لیکن حسن مصطفٰے سے محروم تھا۔
باپ دنیا میں تھا مگر حسن مصطفٰے دیکھنے میں مشغول تھا۔ سبحان اللہ العظیم۔
تو یہاں خطیب کو کہنے دیجئے کہ
اگرچہ بیٹا ایک سال پہلے جنت میں گیا لیکن باپ سے نہ بڑھ سکا کیونکہ باپ نے جو عرصہ مصطفٰے کے قدموں میں گذارا وہ جنت میں رہنے سے افضل ہے۔ اس لئے کہ
نبیؐ کی صحبت جنت سے افضل ہے۔
نبیؐ کی رفاقت ریاضت سے افضل ہے۔
نبیؐ کی خدمت عبادت سے افضل ہے ــــــ اور
نبیؐ کا مدینہ جنت سے افضل ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔

ایک نماز نہ پڑھی اور جنّت مل گئی

حضرات گرامی! حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت اتنی بابرکت ہے کہ اگر کسی کے پاس اور کوئی عبادت نہ ہو بلکہ اسے صرف پیغمبر کی صحبت میسر آجائے تو جنت اس کے دروازہ پر آجاتی ہے۔

آیئے آخر میں ایک ایسے صحابی کا تذکرہ کرتا چلوں کہ جن کو قربت مصطفےٰ بھی نصیب نہیں بلکہ یہ ان اصحاب میں شامل ہو گئے جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ احد میں برسرپیکار تھے۔

روایات میں آتا ہے کہ حضرت عمرو بن ثابت جنہیں اُصَیرِم بھی کہا جاتا ہے یہ ہمیشہ اسلام کے خلاف رہے۔ لیکن جب مسلمان میدان احد میں جہاد کر رہے تھے تو ان کے دل میں اسلام کی محبت آگئی۔ بس پھر کیا تھا تلوار ہاتھ میں لے کر میدان میں پہنچ گئے اور کفار سے زبردست جہاد کرنا شروع کر دیا اور اس وقت تک لڑتے رہے جب تک کہ زخمی ہو کر گر نہ پڑے۔ صحابہ نے پہچان کر پوچھا۔

اصیرم! تم تو مسلمانوں کے مخالف تھے۔ یہ آج تم کس طرح میدان میں آگئے!

کیا تمہیں اسلام کی محبت لے آئی۔ یا قومی غیرت کی وجہ سے آئے ہو!

حضرت اصیرم کہتے ہیں۔

بَلْ رَغْبَةً فِي الْاِسْلَامِ فَاٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔

بلکہ اسلام کی رغبت داعی ہوئی میں ایمان لایا اللہ پر اور اس کے رسول پر۔

فَاَسْلَمْتُ وَاَخَذْتُ سَيْفِيْ وَقَاتَلْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى

اور مسلمان ہوا اور تلوار لے کر رسول اللہ کے ساتھ آپ کے دشمنوں سے

اَصَابَنِيْ مَا اَصَابَنِيْ۔

قتال کیا یہاں تک کہ مجھ کو یہ زخم پہنچے۔

یہ کلام کیا اور خود بھی ختم ہو جاتے ہیں۔ صحابہ پکار اٹھتے ہیں۔

اِنَّہٗ لَمِنَ اَھلِ الجَنَّۃِ ۔

البتہ تحقیق وہ اہل جنت سے ہے ۔

خطیب کہے کہ

نماز ایک نہ پڑھی مگر جنت مل گئی ۔

روزہ ایک نہ رکھا مگر جنت مل گئی ۔

سورت ایک نہ پڑھی مگر جنت مل گئی ۔

عبادت بالکل نہ کی مگر جنت مل گئی ۔

ریاضت بالکل نہ کی مگر جنت مل گئی ۔

کیوں ؟

اس لئے کہ حضرت اصیرمؓ کو

ان اصحاب کی رفاقت مل گئی جو نبیؐ کی مجلس میں بیٹھ چکے تھے ۔

ان اصحاب کا ساتھ مل گیا جو نبی کے ساتھی تھے ۔

تو خطیب کو کہنے دیجئے کہ

اگر کسی کو صحابہ کی رفاقت ملے تو اسے جنت مل جاتی ہے ۔

تو جسے نبیؐ کی رفاقت ملے گی اسے خدا مل جائے گا ۔

اور جسے خدا مل جائے گا اسے کائنات مل جائے گی ۔

اسے پھر کسی شے کی ضرورت ہی نہیں ہوگی ۔

باقی آئندہ جمعہ

اِنشآءُ اللّٰہ

عرض کروں گا ۔

خطبہ نمبر ۶۷

شاگردانِ مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم

رجیع کے مقام پر

جھلکیاں

- نیند کی شکل میں انعام مل گیا
- بغیر نماز کے جنت مل گئی
- محبوب ہے تو پھر کسی کی پرواہ نہیں
- پھول سپرد خاک کر دیئے گئے
- آپؐ کے سامنے آپؐ کی وفات کی خبر کیوں؟
- عمرؓ کی بیٹی کو عثمانؓ سے بہتر شوہر ملا
- صحابہ کی پرہیزگاری پر خدا کی گواہی
- زخمی صحابہ کا دندان شکن جواب
- مکڑی کے جالے یا آہنی تالے
- لاٹھی کفن میں رکھ دینا
- خوشی اور سوچ میں فرق
- مکھیاں یا زرہ کی کڑیاں
- دو صحابی فروخت کر دیئے گئے

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

هُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّهٖ ؕ وَکَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیۡدًا ؕ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰهِ

صدق اللہ العظیم

بزرگان محترم دوستو، عزیزو، نوجوان ساتھیو!

گذشتہ خطبہ میں جنگ احد میں ہونے والی صحابہ کی شہادتوں کا ذکر کر رہا تھا۔ آج جنگ احد میں ہونے والے دیگر واقعات کا تذکرہ کروں گا۔ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے حق اور سچ بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

نیند کی شکل میں انعام مل گیا

حضرات گرامی! اس سے پیشتر کہ میں جنگ احد کے واقعات کا ذکر کروں یہاں یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر جب انعام بھیجتے ہیں تو ایسی شکلوں میں بھیجتے ہیں کہ بندہ کو وہم و گمان بھی نہیں ہوتا کہ انعام خداوندی اس انداز سے بھی حاصل ہوگا۔

روایات میں آتا ہے کہ جب میدان احد میں کسی بدبخت شیطان نے یہ افواہ اڑادی کہ حضور اکرمؐ شہید ہو گئے ہیں تو بعض مسلمان یہ افواہ سن کر انتہائی پریشانی کے عالم میں کچھ تو میدان سے تھوڑی دیر کے لئے ہٹ گئے اور کچھ شہید ہو گئے اور جو باقی میدان میں تھے ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نیند طاری کر دی گئی اور وہ لوگ کھڑے... اونگھنے لگتے ہیں۔ ایک صحابی کہتے ہیں کہ کئی بار تلوار میرے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر پڑی

اور کئی بار میں نے اسے اٹھایا اور اسی نیند نے دل سے کفار کا خوف اڑا دیا۔

سبحان اللہ العظیم

قرآنِ پاک میں ارشاد خداوندی ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

ثُمَّ اَنۡزَلَ عَلَيۡكُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ الۡغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا

پھر اللہ نے اس غم کے بعد تم پر چین یعنی اونگھ بھیجی اس نے تم

يَّغۡشٰى طَآئِفَةً مِّنۡكُمۡ ۙ وَطَآئِفَةٌ قَدۡ اَهَمَّتۡهُمۡ اَنۡفُسُهُمۡ

میں سے بعضوں کو ڈھانک لیا اور بعضوں کو اپنی جانوں کا فکر ہو رہا تھا

يَظُنُّوۡنَ بِاللّٰهِ غَيۡرَ الۡحَـقِّ ظَنَّ الۡجَاهِلِيَّةِ ۔ (پ ۴ ع ۶)

اور یہ لوگ خدا تعالٰے کے ساتھ جاہلیت کی طرح بدگمانی میں مبتلا تھے۔

خطیب کہے کہ

انسان جاگ رہا ہو تو ہشیار ہوتا ہے لیکن جب اس پر نیند کا غلبہ ہو جائے تو پھر اس کی تمام پھرتی اور ہشیاری ختم ہو جاتی ہے اور سو کر اٹھنے کے بعد تو بہت ہی زیادہ نقاہت اور طبیعت میں سستی اور کاہلی ہوتی ہے۔ لیکن قربان جائیں اصحاب مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم پر کہ ان پر جو نیند طاری کی گئی وہ نقاہت کے لئے نہیں بلکہ طاقت کے لئے تھی۔ اس نیند نے صحابہ کے دل سے کافروں کا خوف دور کر دیا۔ اس نیند نے صحابہ کے دل سے مشرکین کا رعب کافور کر دیا۔ سبحان اللہ العظیم۔

یہی نیند جو عام انسانوں کے لئے سستی اور کاہلی کا باعث بنتی ہے۔ اسی نیند نے پیغمبر کے خدمت گاروں میں چستی اور تیزی پیدا کر دی۔

خطیب کو کہنے دیجئے کہ

یہ سب خدا تعالٰے کا فضل تھا اور اللہ تعالٰے کی ذات بے نیاز ہے اسے کسی اسباب کی ضرورت نہیں۔

کبھی وہ فرشتوں کے ذریعہ صحابہ کی مدد کرتا ہے ——— اور

کبھی وہ نیند کے ذریعے صحابہ میں جرأت پیدا کرتا ہے۔

وہ چاہے تو روٹی سے بھوک ختم کر دے۔

وہ چاہے تو یوسفؑ کا چہرہ دکھا کر لوگوں کی بھوک ختم کر دے۔ سبحان اللہ العظیم۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ نیند اگرچہ کاہلی پیدا کرنے کا باعث بنتی ہے لیکن جب نیند انعام کی شکل میں آئے تو پھر یہ دلوں میں جرأت و ہمت پیدا کرتی ہے اور ان کے مقابلہ میں منافقین پریشان حال تھے اور انہیں اپنی جانوں کا فکر تھا۔ اس وجہ سے وہ سکون کی نیند سے یکسر محروم تھے۔ ایک تو منافقین نیند جیسی نعمت سے محروم تھے اور اس کے علاوہ یہ بدبخت گروہ ایمان کی نعمت سے بھی محروم تھے۔ اگرچہ ظاہری طور پر یہ لوگ کہتے تھے کہ ہم اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور نمازیں بھی پڑھتے ہیں لیکن اس ذات کریم نے جو دلوں کے بھید خوب جانتا ہے جو علیمٌ بذات الصدور ہے۔ جو عالم الغیوب ہے۔ وہ خدا جانتا تھا کہ یہ لوگ دل سے مومن نہیں ہیں۔

ارشاد خداوندی ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَ مِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّقُوۡلُ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَ بِالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ

اور کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور قیامت کے دن پر

وَ مَا ہُمۡ بِمُؤۡمِنِیۡنَ ؔ پ۱ ع ۲

ایمان لائے حالانکہ وہ ایماندار نہیں ہیں۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کو کہنے دیجئے کہ

یہ لوگ جو بظاہر اسلام کے ارکان پورے کرتے تھے۔ ظاہری طور پر نمازیں بھی پڑھتے تھے مگر دل سے مومن نہ تھے۔ چنانچہ ان کی عبادات انہیں کوئی فائدہ نہ دے سکیں۔ لیکن جب دل میں سچا ایمان ہو تو چاہے نماز ایک بھی نہ پڑھی ہو اللہ تعالٰے اسے جنت کا سرٹیفکیٹ جاری کر دیتے ہیں اور جس کو اللہ تعالےٰ جنتی ہونے کا سرٹیفکیٹ دے دیں۔ پھر کون ہے جو اسے جنت میں جانے سے

روک سکے۔ سبحان اللہ العظیم۔

بغیر نماز کے جنت مل گئی

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ ایک شخص جن کا نام تو عمرو بن ثابت تھا لیکن اُصَیرِم کے لقب سے مشہور تھے۔ ہمیشہ اسلام اور دین سے متنفر رہے اور مسلمان خیال کرتے تھے کہ اصیرم کبھی بھی دائرہ اسلام میں نہیں آئے گا۔ لیکن جب اس کو خالق کائنات نے ایمان کی توفیق دی تو دل میں اسلام کی محبت پیدا ہو گئی اور مسلح ہو کر میدان احد میں جا پہنچتے ہیں اور کافروں سے خوب جرأت اور بہادری کے ساتھ جنگ کرتے ہیں۔ صحابہ کرام جو میدان احد میں برسر پیکار تھے انہیں یہ علم نہ تھا کہ اصیرم کیسے آ گئے۔ بعض نے سمجھا کہ شاید قومی غیرت انہیں کھینچ لائی ہے۔ بحرحال یہ جنگ کرتے رہے اور کئی ایک کافروں کو زخمی کیا۔ اور کئی مشرک ان کی تلوار سے دوزخ میں جا پہنچے۔ آخر کار خود بھی دشمن کی تلوار سے زخمی ہو کر گر پڑتے ہیں جو انہیں جانتے تھے وہ پہچان کر بہت ہی تعجب سے پوچھتے ہیں کہ اے عمرو بن ثابت! تم اس جنگ میں کیسے آ گئے؟ کیا تمہیں اسلام سے محبت اور کفار سے نفرت کیسے ہو گئی ہے! یا تمہیں قومی غیرت نے مجبور کیا کہ تم میدان میں مسلمانوں کا ساتھ دو!

چنانچہ صحابہ کے سوال پر عمرو بن ثابت کہتے ہیں۔

بَلْ رَغْبَةً فِي الْإِسْلَامِ فَاٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

بلکہ اسلام کی رغبت داعی ہوئی میں ایمان لایا اللہ پر اور اس کے رسول پر

فَاَسْلَمْتُ وَاَخَذْتُ سَيْفِيْ وَقَاتَلْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ

اور مسلمان ہوا اور تلوار لے کر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اَصَابَنِيْ مَا اَصَابَنِيْ۔

دشمنوں سے قتال کیا۔ یہاں تک کہ مجھ کو یہ زخم پہنچے۔

بس یہ کلام ختم کیا اور خود بھی حضرت اصیرم جام شہادت نوش کر گئے۔

سبحان اللہ العظیم

حضرت ابوہریرہ فرمایا کرتے تھے کہ بتاؤ وہ کون ہے کہ جس نے نماز تو ایک نہ پڑھی اور جنت میں پہنچ گیا۔ اور پھر خود ہی فرماتے کہ وہ حضرت اصیرم ہیں جو مسلمان ہو کر سیدھا میدان جنگ میں آئے کفار سے جہاد کیا اور شہید ہو گئے۔

صحابہ ان کا تذکرہ کرتے تو کہا کرتے تھے کہ

اِنَّهٗ لَمِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ ۔

بے شک وہ اہل جنت سے ہے۔

(سیرت المصطفٰی ص ۲۳۵ ۔ مولانا ادریس کاندھلوی۔ بحوالہ ابن اسحاق)

محبوبؐ ہے تو پھر کسی کی پرواہ نہیں

عزیزان گرامی قدر! میں عرض کر رہا تھا کہ احد کے واقعات میں ایک ایسا واقعہ بھی ہے کہ جسے پڑھ کر انسان حیران و ششدر رہ جاتا ہے اور یقین نہیں آتا کہ یہ واقعہ انہیں لوگوں کا ہے جو گوشت پوست کے انسان تھے مگر ان کے پائے استقامت میں ذرہ برابر فرق نہ آیا۔ آیئے آپ کو یہ واقعہ بھی سناتا چلوں۔

روایات میں آتا ہے کہ میدان احد سے جنگ کے متعلق کچھ تشویش ناک خبریں مدینہ پہنچ چکی تھیں جو مسلمان مدینہ میں تھے وہ اپنے عزیز و اقارب کی خیریت معلوم کرنے کی فکر میں تھے۔ چنانچہ جب ان سے نہ رہا گیا تو مدینہ سے مرد، عورتیں، بچے بوڑھے احد کی طرف جنگ کے حالات معلوم کرنے کے لئے چل پڑتے ہیں اور ادھر مسلمان بھی مدینہ واپس ہوتے ہیں تو راستہ میں یہ عورت مجاہدین سے ملتی ہے۔ مجاہدین اسے بتاتے ہیں کہ تیرا باپ شہید ہو گیا ہے۔ دوسرا کہتا ہے کہ اے بہن تیرا شوہر بھی شہید ہو گیا ہے۔ صحابیہ کہتی ہے میں نے تم سے ان کے متعلق تو نہیں پوچھا۔ میں نے اپنے محبوب پیغمبر کے متعلق پوچھا ہے کہ وہ کیسے ہیں؟

اتنے میں ایک تیسرا شخص بول اٹھتا ہے کہ اے بہن! تیرا حقیقی بھائی بھی اس جنگ میں شہید ہو گیا ہے۔

صحابیہ چیخ اٹھتی ہے اور کہتی ہے کہ میں نے تم سے اس وقت نہ تو باپ کا پوچھ رہی ہوں اور بھائی کے متعلق سوال کر رہی ہوں اور نہ مجھے اپنے شوہر کے متعلق کچھ پوچھنا ہے۔ مجھے تو صرف یہ بتاؤ کہ خدا کے محبوب پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیسے ہیں؟ سبحان اللہ العظیم۔

جب اسے بتایا جاتا ہے کہ وہ حضرت محمد رسول اللہ ہیں۔ تو جمال مصطفٰے دیکھ کر پکار اٹھتی ہے کُلُّ مُصِیْبَۃٍ بَعْدَکَ جَلَلٌ (ابن ہشام)

اس کا ترجمہ پنجابی شاعر اقبال دائم سے سنیئے۔

بولی ویکھ جمال سبحان اللہ اوہوں حمدی خاک دربار دی اے
لکھ شکر آقا میرے نظر آئے کھلے پاک وا ذکر جیتار دی اے
سوہنا خیر اندر تے ساری خیر دتے باندی جھنڈڑی جان وار دی اے
دائم اسیدا نام ایمان کامل سینے پیچ دی تار پیار دی اے

سبحان اللہ العظیم

خطیب کہے کہ

جب دل میں ایمان کی شمع روشن ہو اور زبان پر قرآن کی تلاوت ہو اور ساتھ ہی صاحب قرآن کا دیدار ہو تو پھر کوئی مصیبت بھی مصیبت نہیں بلکہ مصیبت بھی راحت بن جاتی ہے۔ اور اگر محبوب اور مطلوب ہی نظر نہ آئے تو پھر ہر شے ویران نظر آتی ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے۔

نہ ہو جب تو ہی اے ساقی بھلا پھر کیا کرے کوئی
اُبر کو، گُل کو، چمن کو، صحنِ بُستاں کو

پھول سپردِ خاک کر دیئے گئے

عزیزان گرامی قدر! میدان احد میں جام شہادت پینے والوں کو اور اصحاب مصطفےٰ نے اپنے مقدس ہاتھوں سے سپرد خاک کیا۔ اس غزوہ میں ستر (۷۰) صحابہ شہید ہوئے تھے۔ اس وقت اصحاب رسول کی بے سرو سامانی کا یہ عالم تھا کہ کفن کی چادریں بھی مکمل نہ تھیں۔

روایات میں آتا ہے کہ حضرت مصعبؓ بن عمیر کو جب چادر میں کفن دیا جانے لگا تو وہ اس قدر چھوٹی تھی کہ اگر سر ڈھانکتے تو پاؤں ننگے ہو جاتے اور اگر پاؤں ڈھکے جاتے تو سر ننگا ہو جاتا۔ چنانچہ یہ صورت حال دیکھ کر آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ سر ڈھک دو اور پیروں پر گھاس ڈال دو۔ (بخاری شریف) سبحان اللہ العظیم۔

اور جب صحابہ شہید کو قبر میں اتارتے تو سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے۔

اَنَا شَہِیْدٌ عَلٰی ھٰؤُلَاءِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔

قیامت کے دن میں ان لوگوں کے حق میں شہادت دوں گا۔

سبحان اللہ العظیم

خطیب کہے کہ

قیامت کے روز کسی کے متعلق ہاتھ بولیں گے۔

کسی کے متعلق اس کے پاؤں بولیں گے۔

کسی کے متعلق در و دیوار بولیں گے۔

کسی کے متعلق حجر و شجر بولیں گے۔

کسی کے متعلق ملائکہ مقربین بولیں گے۔

لیکن قربان جائیں اے احد کے شہیدو!

تمہارے متعلق امام الانبیاء بولیں گے۔

تمہاری شہادت کی گواہی خود اللہ تعالےٰ کا محبوب دے گا۔

سبحان اللہ العظیم۔

آپ کے سامنے آپ کی وفات کی خبر! کیوں؟

حضرات گرامی! آگے چلنے سے پہلے یہاں یہ عرض کرتا چلوں کہ احد کے اندر آپ کی موجودگی میں آپ کی وفات کی خبر صحابہ کو کیوں سنائی گئی۔ علماء کہتے ہیں کہ اس سے مقصود یہ تھا کہ صحابہ کرام کو اس عظیم صدمہ کے لئے تیار کر دیا جائے تاکہ جب کبھی یہ سانحہ پیش آئے تو وہ صراط مستقیم سے انحراف نہ کر جائیں۔ کیونکہ احد میں آپ کی وفات کی خبر سن کر مقتضائے بشریت بعض کے پاؤں اکھڑ گئے تھے لیکن خدا تعالیٰ صحابہ کے دلوں کی کیفیت جانتے تھے کہ ان کا میدان سے ہٹنا بزدلی اور نفاق کی وجہ سے نہ تھا بلکہ پیغمبر سے انتہائی محبت اور الفت کی وجہ سے تھا کہ آپ کی شہادت کی خبر برداشت نہ کر سکے اور اس درجہ پریشان ہو گئے کہ میدان سے ہی پاؤں اکھڑ گئے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کا قصور معاف کر دیا۔ ارشاد ہوتا ہے۔

وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ہ

اور اللہ تعالیٰ نے تمہارا یہ قصور معاف کر دیا اور اللہ تو ایمان داروں پر بڑا ہی فضل فرمانے والا ہے۔ (پ ۴ ع ۶) سبحان اللہ العظیم

خطیب کہے کہ

جب خدا تعالیٰ نے اس لغزش کو معاف کر دیا تو اب کسی کو کیا حق ہے کہ وہ ان پر اعتراض کرے بلکہ اگر بنظر عمیق دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقع تو صحابہ کو خبردار اور ہوشیار کرنے کے لئے رونما ہوا تاکہ جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے رحلت فرما جائیں تو آپ کے انتقال کے بعد لوگ دین سے منحرف نہ ہو جائیں بلکہ بتانا یہ مقصود تھا کہ اگر نبی نہ رہیں تو کیا خدا تعالیٰ بھی نہ رہے گا۔ یہاں انہیں یہ بتایا گیا کہ جو صورت بھی پیش آئے لیکن اے مسلمانو! تم حضور کے طریقہ پہ ہی زندہ رہو اور انہی کے طریقہ پر مرو۔ اور اگر حضور صلے اللہ علیہ وسلم وفات پا جائیں یا قتل ہو جائیں تو کیا تم دین اسلام کو چھوڑ دو گے؟

نہیں .

بلکہ تمہیں اسی طریقہ پر رہنا چاہیئے. کیونکہ جس کی تم عبادت کرتے ہو وہ تو (خدا) زندہ ہے اور خدا تعالےٰ کی عبادت کسی نبی کے انتقال سے بند نہیں ہو جاتی .

خطیب کو کہنے دیجئے کہ

جس کی عبادت ہوتی ہے اسے تو اونگھ بھی نہیں آتی .

جس کی عبادت ہوتی ہے اسے تو نیند بھی نہیں آتی .

جس کی عبادت ہوتی ہے وہ تو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا .

اس لئے آپؐ کے سامنے آپؐ کی وفات کی خبر مشہور کرا دی گئی تاکہ مسئلہ واضح ہو جائے اور عقیدہ درست ہو جائے اور عقیدہ درست کرنے کے لئے قرآن نازل فرما دیا .

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ . اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِکُمْ

اور محمد تو ایک رسول ہے اس سے پہلے بہت رسول گذرے پھر کیا اگر وہ مر جائے یا مارا جائے تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے .

وَ مَنْ یَّنْقَلِبْ عَلٰی عَقِبَیْہِ فَلَنْ یَّضُرَّ اللّٰہَ شَیْئًا وَ سَیَجْزِی اللّٰہُ الشّٰکِرِیْنَ ، پ۴ ع ۶

اور پھر کوئی الٹے پاؤں پھر جائے گا تو اللہ کا کچھ بھی نہیں بگاڑے گا اور اللہ شکر گذاروں کو ثواب دے گا . سبحان اللہ العظیم

خطیب کہے کہ

آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ نہیں محمد مگر رسول یعنی محمد خدا نہیں جو ہمیشہ زندہ رہے گا . یہ تو ایک رسول ہیں .

محمد خالق نہیں بلکہ خالق کے رسول ہیں .

محمدؐ مالک نہیں بلکہ مالک کے رسول ہیں ۔

محمدؐ رازق نہیں بلکہ رازق کے رسول ہیں ۔

محمدؐ خدا نہیں بلکہ خدا کے رسول ہیں ۔

محمدؐ اللہ نہیں بلکہ محمدؐ رسول اللہ ہیں ۔ صلی اللہ علیہ وسلم ۔

یہاں خطیب کو کہنے دیجئے کہ

جو سوتا ہے وہ خدا نہیں ——— جو خدا ہے وہ سوتا نہیں ۔

جو کھاتا ہے وہ خدا نہیں ——— جو خدا ہے وہ کھاتا نہیں ۔

جو پیتا ہے وہ خدا نہیں ——— جو خدا ہے وہ پیتا نہیں ۔

جو چلتا ہے وہ خدا نہیں ——— جو خدا ہے وہ چلتا نہیں ۔

جو انتقال کر جائے وہ خدا نہیں ——— جو خدا ہے اس کا انتقال نہیں ۔

مزید کہتا ہوں کہ

جس کا مزار ہے وہ خدا نہیں ——— جو خدا ہے اس کا مزار نہیں ۔

سبحان اللہ العظیم

خطیب کو کہنے دیجئے کہ

آیت میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ محمدؐ خدا نہیں صرف رسول ہیں اور

جو رسول ہوتا ہے

وہ کھاتا بھی ہے ۔

وہ پیتا بھی ہے ۔

وہ سوتا بھی ہے ۔ جاگتا بھی ہے ۔ اور

جو خدا ہے

وہ ان تمام ضرورتوں سے پاک ہے ۔ بلکہ

وہ ایک ہے ۔

وہ بے نیاز ہے ۔ کسی کا نیازمند نہیں ہے ۔

وہ لَمۡ یَلِدۡ وَلَمۡ یُوۡلَدۡ ہے۔
نہ وہ کسی سے پیدا ہوا نہ اس سے کوئی پیدا ہوا۔
لیکن
جو رسول ہے وہ کسی کا بیٹا ہے اور کسی کا باپ ہے۔
جو رسول ہے وہ کسی کا بھتیجا ہے اور کسی کا چچا ہے۔
جو رسول ہے وہ کسی کا بھانجا ہے اور کسی کا ماموں ہے۔
جو رسول ہے وہ کسی کا داماد ہے اور کسی کا سُسر ہے۔
جو رسول ہے وہ کسی کا بابل ہے اور کسی کا شوہر ہے۔ سبحان اللہ العظیم
پیغمبر انسانوں میں سے ہی ہوتا ہے فرشتہ نہیں ہوتا۔ کیونکہ
جو فرشتہ ہوتا ہے وہ شادی نہیں کرتا۔ اور
جو شادی کرے وہ فرشتہ نہیں ہوتا۔ اور
تاریخ شاہد ہے کہ آپؐ نے شادیاں کیں اور یہ ایسی حقیقت ہے کہ جس کا کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔

عمرؓ کی بیٹی کو عثمانؓ سے بہتر شوہر ملا

حضرات گرامی! میرا دل چاہتا ہے کہ مَیں آپ کو چلتے چلتے یہ واقعہ بھی سناتا چلوں۔ روایات میں آتا ہے کہ حضرت عمرؓ کی بیٹی حضرت حفصہؓ بیوہ ہو چکی تھیں حضرت عمرؓ اپنی بیٹی کا نکاح کرنا چاہتے تھے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت صدیق اکبر سے کہا کہ تم میری بیٹی سے نکاح کر لو۔ لیکن صدیق اکبر نے کوئی جواب نہ دیا اور خاموش رہے۔ حضرت عمر کو جب ان سے کوئی جواب نہ ملا۔ تو پھر انہوں نے حضرت عثمان غنی سے کہا کہ تم میری بیٹی سے نکاح کر لو۔ لیکن یہ بھی خاموش رہے انہوں نے بھی جب کوئی جواب نہ دیا تو حضرت عمر نے جا کر حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے شکایت کر دی۔ آپؐ نے حضرت عمر کی شکایت سن کر فرمایا کہ خدا تعالےٰ تمہاری بیٹی کو

بہتر شوہر دے گا اور عثمان کو تمہاری بیٹی سے بہتر بیوی ملے گی۔

چنانچہ کچھ دیر بعد حضور صلے اللہ علیہ وسلم اپنی بیٹی ام کلثوم کا نکاح حضرت عثمان سے کر دیا اور حضرت حفصہ سے آپ نے خود نکاح کر لیا۔ (طبری)

سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہتا ہے کہ

حضرت عمر کو اس وقت کیا خبر تھی کہ میں اپنی بیٹی کا نکاح کرنے کیلئے پریشان ہوں لیکن عنقریب ایسا وقت بھی آئے گا کہ تیری بیٹی امہات المومنین کی صف میں شامل ہو گی۔ لوگ انہیں ام المومنین کے پاکیزہ لقب سے یاد کریں گے اور ان کی طہارت و پاکیزگی کا تذکرہ قرآن میں ہوگا

جہاں جہاں مسلمان ہوگا وہاں وہاں قرآن ہوگا۔ اور

جہاں جہاں قرآن ہوگا وہاں وہاں ام المومنین کا تذکرہ ہوگا۔ اور

جہاں جہاں ام المومنین کا تذکرہ ہوگا۔ وہاں وہاں حضرت عمر کی بیٹی سیدہ حفصہ کی عزت و عفت کا تذکرہ ہوگا۔ سبحان اللہ العظیم۔

یہاں خطیب کو کہنے دیجئے کہ

ہمارا عقیدہ ہے کہ پیغمبرؐ کے ساتھ جس کو نسبت ہو گئی وہ دوسروں سے اعلیٰ ہو گیا اور دلیل یہ ہے کہ آپؐ حضرت عمر سے کہتے ہیں کہ عثمان کو تیری بیٹی سے بہتر بیوی ملے گی اور حقیقت بھی یہی ہے کہ دنیا میں کوئی مصطفےٰ سے نہیں بڑھ سکتا اور کوئی عورت حسب و نسب میں مصطفےٰ کی بیٹی سے نہیں بڑھ سکتی۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرات گرامی! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ میں یہ بتایا گیا ہے کہ جس خدا کی تم عبادت کرتے ہو۔

جس خدا کو تم سجدہ کرتے ہو۔

جس خدا کے راستہ میں تم جہاد کرتے ہو۔

وہ تو الحی القیوم ہے۔ وہ تو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اس لئے

اے میرے نبیؐ کے یار و! زخم کھا کر اور حوصلہ شکن خبریں سن کر تم شکستہ خاطر نہ ہو جانا اور اسلام کے دشمن جب بھی للکاریں تو تم انہیں دندان شکن جواب دینا۔ سبحان اللہ العظیم۔

صحابہؓ کی پرہیزگاری پر خدا کی گواہی

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ جنگ احد سے واپس ہونے کے بعد قریش کا قافلہ روحاء مقام پر ٹھہرتا ہے تو اہل قافلہ مشورہ کرتے ہیں کہ ہم کام ادھورا چھوڑ کر آگئے ہیں ہمیں اتنا جلدی واپس نہیں آنا چاہئے تھا اور اس وقت چونکہ مسلمانوں میں بہت سے زخمی موجود ہیں اور بہت سے قتل ہو چکے ہیں تو ایسے حالات میں وہ ہمارے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتے۔ لہٰذا ہمیں یہیں سے واپس ہو کر یکبارگی مدینہ پر حملہ کرنا چاہیئے۔ صفوان بن امیہ کہتا ہے کہ اس وقت ہمارے لئے مناسب یہ ہے کہ مکہ واپس پہنچ جائیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ محمدؐ کے ساتھی مرنے کا فیصلہ کئے بیٹھے ہوں۔ اس طرح دوبارہ کامیابی مشکل ہوگی۔ کیونکہ جب کوئی مرنے کا فیصلہ کر لے تو پھر وہ موت سے بھی ٹکرا جاتا ہے۔

ادھر مشرکین میں یہ گفتگو ہو رہی تھی ادھر سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو علی الصبح اطلاع ملتی ہے۔ چنانچہ آپؐ اسی وقت حضرت بلالؓ کو بھیج کر مدینہ میں منادی کروا دیتے ہیں کہ جہاد کے لئے تیار ہو جائیں اور صرف وہ لوگ جہاد کو نکلیں گے جو جنگ احد میں شریک ہو چکے ہیں۔ (زرقانی)

حضرت جابر بن عبداللہ عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ! میرے والد گرامی معرکہ احد میں شہید ہو چکے ہیں۔ اس لئے اب مجھے اجازت دی جائے۔ چنانچہ انہیں خصوصی اجازت ملتی ہے اور یہ سب نفوس قدسیہ پیغمبر علیہ السلام کے ساتھ چل پڑتے ہیں۔ آپؐ مدینہ سے تقریباً آٹھ دس میل دور حمراء الاسد میں قیام فرماتے ہیں اور ادھر قریش کو اطلاع ملتی ہے کہ پیغمبر اسلام ایک عظیم الشان لشکر لے کر مشرکین کے تعاقب کے لئے نکل پڑے ہیں تو قافلہ قریش مکہ واپس ہونے میں عافیت سمجھتا ہے۔ (زرقانی) سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہتا ہے کہ

نبی کے یاروں کی جرأت و بہادری اور ان کی اطاعت گذاری اور نیکوکاری کا کون مقابلہ کر سکتا ہے کہ ابھی جنگ احد سے زخم کھا کر لوٹے ہیں۔

ابھی زخم بھی نہیں بھرے۔

ابھی خون آلود کپڑے بھی نہیں دھلے۔

ابھی تک مکمل آرام سے سو بھی نہ سکے تھے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی پہلی آواز پر لبیک کہتے ہوئے پھر جہاد کے لئے چل پڑے ہیں۔ پھر خدا تعالےٰ کیوں نہ فرمائے۔

وَالْعٰدِیٰتِ ضَبْحًا ہ

ان گھوڑوں کی قسم جو ہانپتے ہوئے دوڑتے ہیں۔

فَالْمُوْرِیٰتِ قَدْحًا ہ

پھر پتھر پر ٹاپ مار کر آگ جھاڑتے ہیں۔

یعنی ان گھوڑوں کی قسم جن پر بیٹھ کر صحابہ جہاد کرتے ہیں۔ سبحان اللہ العظیم۔

صحابہ کی اس اطاعت گذاری کو دیکھ کر ارشاد خداوندی ہوتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰہِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَھُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا مِنْھُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِیْمٌ۔ (پ ۴ ع ۹)

جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانا بعد اس کے کہ انہیں زخم پہنچ چکے تھے تو ایسے نیکوکاروں اور پرہیزگاروں کے لئے بڑا اجر ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہتا ہے کہ

اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے صحابہ کرام کی نیکی، پرہیزگاری اور تقوے کی گواہی دی ہے۔ تو جن کے تقوے طہارت کی گواہی خدا دے اور ساتھ انہیں اجر عظیم سے بھی نوازنے کا پیغام دے ان کی عظمت و بلندی کا مقابلہ کون کر سکتا ہے اور جو صحابہؓ کے

ایمان وعمل میں شک کرے ۔ جو صحابہ کے تقویٰ طہارت پر تنقید کرے اسے اپنے ایمان وعمل کی خیر منانا چاہیئے اور اسے اپنے غلط عقیدے سے توبہ کرنی چاہیئے ۔

خطیب کو کہنے دیجئے کہ

خدا تعالیٰ تو ان کو نیکوکار کہتا ہے یہ انہیں گنہگار کہتے ہیں ۔

خدا تعالیٰ انہیں پرہیزگار کہتا ہے یہ انہیں خطاکار کہتے ہیں ۔

اللہ انہیں اجر دینا چاہتا ہے یہ ان کو محروم کرنا چاہتے ہیں ۔

لیکن

جب تک اللہ کریم کسی کو محروم نہ کرے کوئی انسان کسی کو انعام خداوندی سے محروم نہیں کر سکتا ۔ صحابہ پر تنقید کرنے والوں کو خدا جانے جنت ملے گی یا نہیں لیکن صحابہ کے سرداروں کو تو اب بھی دنیا میں جنت مل گئی اور دوسروں کو نبیؐ کی صحبت مل گئی ۔ جس کو دنیا میں ایمان کی حالت میں نبیؐ کی صحبت مل گئی ان کے جنتی ہونے میں کوئی شک نہیں ہے ۔

سبحان اللہ العظیم ۔

زخمی اصحابؓ کا دندان شکن جواب

حضرات گرامی ! روایات میں آتا ہے کہ جنگ احد کے دو ماہ بعد آپؐ کو اطلاع ملتی ہے کہ طلیحہ اور اس کا بھائی سلمہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ کے لئے لوگوں کو جمع کر رہے ہیں ۔ چنانچہ آپؐ ان کی سرکوبی کے لئے تقریباً ڈیڑھ سو صحابہ کو روانہ فرماتے ہیں لیکن مشرکین اللہ کے ان زخمی شیروں کے پہنچنے سے پہلے پہلے راہ فرار اختیار کر لیتے ہیں ۔ لیکن اپنا کافی مال جو اونٹ اور بکریوں کی شکل میں تھا چھوڑ جاتے ہیں ۔ صحابہ مال غنیمت اکٹھا کر کے مدینہ لاتے ہیں اور ہر ایک مجاہد کو سات سات اونٹ اور بکریاں ملتی ہیں ۔ (البدایہ والنہایہ)

خطیب کہے کہ

یہ مال خدا تعالیٰ کی طرف سے صحابہ کے لئے انعام تھا کہ جو زخمی حالت میں پیغمبرؐ کا

ارشاد سن کر پھر جہاد کے لئے نکل کھڑے ہوئے تھے۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کو کہنے دیجئے کہ

طلیحہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لشکر جمع کر رہا تھا اسے کیا خبر تھی کہ جس نبی کے خلاف آج تو لشکر اکٹھا کر رہا ہے کل ایک وقت آئے گا کہ تو خود اس پیغمبر کی فوج کا سپاہی ہوگا اور تیرے گلے مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا طوق غلامی ہوگا اور اس پر تجھے فخر ہوگا۔ چنانچہ ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ طلیحہ مسلمان ہو جاتے ہیں لیکن پیغمبر اسلام کی جب وفات ہوتی ہے تو یہ پھر اسلام ترک کر کے مرتد ہو جاتے ہیں اور نہ صرف مرتد ہوتے ہیں بلکہ نبوت کا دعویٰ بھی کر لیتے ہیں۔ چنانچہ ان کی سرکوبی کے لئے حضرت صدیق اکبر حضرت خالد بن ولید کو روانہ فرماتے ہیں۔ لیکن نہ جانے خدا تعالےٰ کو ان کی کون سی نیکی پسند آگئی تھی کہ یہ فرار ہو کر شام پہنچ جاتے ہیں اور پھر تائب ہو کر اسلام میں داخل ہو جاتے ہیں اور پھر اس غلطی کا کفارہ اس طرح ادا کرتے ہیں کہ ہمیشہ جہاد میں شرکت کرتے ہیں اور پھر انہیں اللہ تعالےٰ حضرت عمر کے دور میں معرکہ نہاوند میں جام شہادت پینے کی توفیق عطا فرما دیتا ہے۔ (زرقانی) سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہتا ہے کہ

میرے اللہ کو یہ پسند نہ آیا کہ جو میرے محبوب کی صحبت اختیار کر چکا ہو اور جس کی نسبت کملی والے سے ہو چکی ہو وہ جہنم کا ایندھن بن جائے بلکہ اللہ کریم نے انہیں توبہ کی توفیق دے کر اور انہیں شہادت کا اعزاز عطا فرما کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جنت کا وارث بنا دیا۔ سبحان اللہ العظیم۔

مکڑی کے جالے یا آہنی تالے

عزیزان گرامی قدر! صحابہ کرام کے حالات پڑھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ یہ لوگ نہ جانے کس مٹی کے بنے ہوئے تھے کہ ابھی احد سے آتے ہیں اور پھر قریش کے لشکر

کے تعاقب میں چل پڑتے ہیں۔ اس کام سے فارغ ہوئے اور ابھی ٹھیک طرح سستانہ پائے تھے کہ طلیحہ کے مقابلہ کو چل پڑتے ہیں۔ یہاں سے واپس ہوئے تو دوسرے مسائل سے نپٹنے کو تیار ہیں۔ اور پھر یہ نہیں کہ اجتماعی طور پر ہی جاتے ہوں بلکہ اگر کسی ایک صحابی کے ذمہ سرکار مدینہ نے کوئی کام لگا دیا تو اس نے اپنی جان کی پرواہ کئے بغیر اسے سرانجام دیا۔ سبحان اللہ العظیم۔

روایات میں آتا ہے کہ ۵ محرم ۴ھ کو آپ کو یہ اطلاع ملتی ہے کہ خالد بن سفیان نامی ایک شخص جنگ کرنے کے لئے ایک لشکر جرار اکٹھا کر رہا ہے۔ یہ شخص آپ کی شان میں گستاخی اور آپ کے خلاف غلیظ زبان استعمال کرتا تھا۔ اس لئے آپ نے حضرت عبداللہ بن انیس کو اس کے قتل کرنے کا حکم فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن انیس بلا جھجک تعمیل ارشاد کے لئے چل پڑتے ہیں اور سیدھے خالد بن سفیان سے ملاقات کرتے ہیں اور کسی حیلے بہانے سے موقع پا کر اسے قتل کر دیتے ہیں اور اس کا سر کاٹ کر ساتھ لے آتے ہیں اور اس خوف سے کہ کہیں پکڑا نہ جاؤں ایک غار میں چھپ جاتے ہیں۔ خدا کی قدرت دیکھئے کہ جس غار میں چھپتے ہیں اس کے منہ پر مکڑی جالا تان دیتی ہے۔ مشرکین حضرت عبداللہ بن انیس کی تلاش میں اس غار تک پہنچتے ہیں لیکن مکڑی کا جالا دیکھ کر واپس ہو جاتے ہیں۔ (طبقات) سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہے کہ

یہ مکڑی کے جالے ہیں یا کہ لوہے کے مضبوط تالے کہ دشمن ان تک پہنچ ہی نہیں سکتا۔ بظاہر تو ان میں کوئی مضبوطی والی شے نہیں بلکہ دنیا کی ہر شے سے کمزور یہی تار ہیں لیکن جب رب غفار ان سے کام لینا چاہے تو پھر ان سے مضبوط دنیا کی کوئی شے نہیں ہے ہجرت کے وقت یہی مکڑی کا جالا تھا جس نے مشرکین مکہ کو ناکام کر دیا تھا۔ (فتح الباری)

اور آج اسی جالے نے یہاں بھی دشمنان مصطفٰے کو ناکام و نامراد لوٹا دیا۔

سبحان اللہ العظیم۔

مکڑی وہاں بھی مکڑی تھی مکڑی آج بھی "مکڑی" ہے۔

مکڑی نے وہاں بھی مشرکین کو بکری بنایا ۔

مکڑی نے یہاں بھی مشرکین کو بکری بنایا ۔

جال نے اس روز بھی غار ثور پر دشمن کو بے حال کر دیا ۔

جال نے یہاں بھی دشمن کو بے حال کر دیا ہے ۔ سبحان اللہ العظیم ۔

جال نے اس روز دشمن سے صدیق کو چھپایا تھا ۔

جال نے آج بھی دشمن سے عبداللہ بن انیس کو چھپایا ہے ۔

اس روز صدیق پیغمبر کا سر گود میں رکھے بیٹھا تھا ۔

آج ابن انیس دشمن پیغمبر کا سر سامنے رکھے بیٹھا ہے ۔

وہ بھی عبداللہ تھا ۔ یہ بھی عبداللہ ہے ۔

وہ عبداللہ بن ابی قحافہ تھا ۔ یہ عبداللہ بن انیس ہے ۔

وہ بھی نبی کا خادم تھا یہ بھی نبی کا خادم ہے ۔

وہ بھی نبی کا صحابی تھا ۔ یہ بھی نبی کا صحابی ہے ۔

فرق یہ ہے کہ

وہ نبی کا یار غار تھا ۔ یہ اکیلا مقیم غار ہے ۔ سبحان اللہ العظیم ۔

لاٹھی کفن میں رکھ دینا

حضرات گرامی ! دور چلا گیا ۔ عرض کر رہا تھا کہ حضرت عبداللہ بن انیس دشمن اسلام کا سر لے کر آپ کی خدمت میں مدینہ پہنچتے ہیں اور خالد کا سر آپ کے سامنے رکھ دیتے ہیں ۔ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوتے ہیں اور حضرت عبداللہ کو ایک لاٹھی انعام کے طور پر دیتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں کہ

تَخَصَّرْ بِهٰذِهٖ فِي الْجَنَّةِ فَاِنَّ الْمُتَخَصِّرِيْنَ فِي الْجَنَّةِ قَلِيْلٌ ۔ (طبقات ابن سعد)

اس عصا کو پکڑ کر جنت میں چلنا ۔ جنت میں لاٹھی لے کر چلنے والا

کوئی کوئی ہوگا، سبحان اللہ العظیم۔

حضرت عبداللہ بن انیس سے آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ قیامت کے دن یہ لاٹھی میرے اور تیرے درمیان نشانی ہوگی۔ اس لئے ساری زندگی حضرت عبداللہ بن انیس اس لاٹھی کی حفاظت کرتے رہے اور آخری وقت وصیت کی کہ اس لاٹھی کو میرے کفن میں رکھ دینا۔ (طبقات ابن سعد)

خطیب کہے کہ

صحابہ کو حضور کی عطا کردہ اشیاء سے کس قدر پیار تھا حضرت معاویہؓ کے پاس آپؐ کے تراشے ہوئے ناخن مبارک تھے۔ انہوں نے وصیت کی تھی کہ ان ناخنوں کو میرے لبوں اور میری آنکھوں پر رکھ دینا اور حضرت عبداللہ نے لاٹھی کے متعلق فرمائی۔ بظاہر تو یہ ایک لاٹھی تھی۔ لیکن حقیقت میں یہ سرکار دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے

ایک انعام تھا۔

ایک اعزاز تھا۔

ایک تمغہ تھا۔ اور

آپؐ کی رضا کا سرٹیفکیٹ تھا۔

جس کو ابن انیس نے دل وجان سے زیادہ عزیز رکھا۔ سبحان اللہ العظیم۔

خوشی اور سوچ میں فرق

حضرات گرامی! میں عرض کر رہا تھا کہ: اللہ تعالےٰ ساری کائنات کا خالق و مالک ہے وہ جسے ڈیوٹی پر لگادے۔ وہ چاہے تو کبوتر سے کہہ کر غار کے منہ کے اوپر انڈے دلوادے۔

وہ چاہے تو مکڑی سے کہہ کر جالا بنوادے۔

وہ چاہے تو مکھیوں سے کہہ کر صحابہ کی حفاظت کروالے۔

روایات میں آتا ہے کہ ہجرت کا چوتھا سال اور صفر کا مہینہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عضل اور قارہ قبیلہ کے کچھ لوگ آتے ہیں اور آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ ہمارے قبیلہ نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ لہٰذا ہمیں کوئی ایسے چند استاد دیویں جو ہمارے قبیلہ کے لوگوں کو قرآن کی تعلیم دے سکیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ قرآن کے دس قاری روانہ کرتے ہیں۔ قرآن کے ان دس قاریوں میں حضرت خبیبؓ اور حضرت زیدؓ بن دُثنہ بھی تھے اور ان کے امیر حضرت عاصمؓ کو بنایا گیا تھا۔ چنانچہ دس قاری حضرت عاصم بن ثابت کی امارت میں روانہ ہوتے ہیں۔ (طبقات)

خطیب کہے کہ

مدینہ سے نکلنے کے بعد دونوں گروپ خوش تھے کہ ہمیں مقصود مل گیا۔ قبیلہ عضل اور قارہ کے وہ لوگ اس لئے خوش تھے کہ ہمیں یہ قاری ہاتھ لگ گئے اور ان کے ساتھ عاصمؓ بن ثابت بھی جس نے سلافہ عورت کے دو بیٹوں کو میدان احد میں قتل کر دیا تھا اور اسی عاصم بن ثابت کے متعلق سلافہ نے منت مان رکھی ہے کہ اگر مجھے عاصم بن ثابت کا سر مل جائے تو اس کی کھوپڑی میں میں شراب پیوں گی۔ اور اسی عاصم بن ثابت کے متعلق سلافہ نے کہہ رکھا ہے کہ جو بھی اسے قتل کرے گا میں اسے انعام واکرام سے نوازوں گی۔ چنانچہ یہ لوگ بڑے خوش جا رہے تھے کہ اب ان سے گن گن کر بدلہ لیں گے۔

ادھر پیغمبرؐ کے یہ دس قاری۔
پیغمبرؐ کے یہ دس شاگرد۔
پیغمبرؐ کے یہ دس مرید۔
پیغمبر کے یہ دس صحابی۔

رسول کے یہ امتی بھی خوش وخرم تھے کہ ہمیں قرآن کی تعلیم کا موقع ملے گا۔ آج ہمیں اسلام کی تبلیغ کرنے کی سعادت میسر آئے گی۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہتا ہے کہ

اس وقت تو دونوں خوش تھے لیکن دونوں کی خوشی میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ اور یہ اپنے انتقام کی آگ بجھانے کے لئے بے قرار تھے اور یہ ان لوگوں کو قرآن پڑھانے کے لئے بے قرار تھے۔

یہاں خطیب کو کہنے دیجئے کہ

یہ لوگ پیغمبر کے صحابی تھے مگر عالم الغیب نہ تھے کہ ان کے دلوں کی کیفیت جان لیتے۔ بس سفر کر رہے تھے۔ ان میں سے کسی کو علم نہ تھا کہ یہ ان کا آخری سفر ہوگا۔

کوئی نہیں جانتا تھا کہ اب حضورؐ سے ان کی ملاقات نہ ہو سکے گی۔

کوئی نہیں جانتا تھا کہ اب انہیں حضور کی اقتدا میں نماز پڑھنے کا موقع نہ ملے گا۔

کوئی نہیں جانتا تھا کہ اب یہ کبھی بھی نبوت والا چہرہ نہ دیکھ سکیں گے۔

کوئی نہیں جانتا تھا کہ اب یہ کبھی بھی پیغمبر کے لبوں سے قرآن نہ سن سکیں گے۔

انہیں علم نہیں تھا کہ آگے چل کر ہمارے ساتھ کیا کچھ ہونے والا ہے۔

بس یہ چل رہے تھے اور ان کے ہونٹوں پر ذکر جاری تھا۔ آخر چلتے چلتے مقام رجیع پر پہنچتے ہیں تو پروگرام کے مطابق مقام رجیع پر بنو لحیان دو سو آدمی لے کر ان سے مقابلہ کے لئے پہنچ جاتے ہیں۔ حضرت عاصم اپنے ساتھیوں کو لے کر ایک ٹیلہ پر چڑھ جاتے ہیں لیکن گھبراتے نہیں۔ سبحان اللہ العظیم۔

مکھیاں بازرہ کی گڑیاں

حضرات گرامی! میں عرض کر رہا تھا کہ جب حضرت عاصمؓ اپنے ساتھیوں کو لے کر ٹیلہ پر چڑھ جاتے ہیں تو بنو لحیان والے انہیں صلح کے لئے اور امن دینے کے لئے نیچے اترنے کو کہتے ہیں مگر حضرت عاصمؓ فرماتے ہیں کہ میں مشرک کی پناہ کبھی منظور نہ کروں گا اور دعا کرتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ اَخْبِرْ عَنَّا رَسُوْلَکَ۔

اے اللہ اپنے پیغمبر کو ہمارے حال کی خبر کر دے۔

ادھر حضرت عاصم دعا کرتے ہیں۔ اُدھر پیغمبرؐ کو ان کے حالات کی اللہ اطلاع کر دیتے ہیں اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم بھی اسی وقت اپنے صحابہ کو صورت حال بتا دیتے ہیں۔

خطیب کہتا ہے کہ

ذرا تصور کیجئے کہ جب حضور کو ان کے حالات کا علم ہوا ہوگا تو آپؐ کو کس قدر صدمہ ہوا ہوگا اور صحابہ کرام کو کس درجہ رنج و غم پہنچا ہوگا۔ لیکن مجال ہے کہ کوئی کلمہ شکایت زبان پر آیا ہو۔ آپ ان کے لئے دعا ہی کرتے ہیں۔ ادھر حضرت عاصمؓ بن ثابت ایک اور دعا کرتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَحْمِیْ لَکَ اَلْیَوْمَ دِیْنَکَ فَاحْمِ لِیْ لَحْمِیْ۔

اے اللہ! آج میں تیرے دین کی حفاظت کر رہا ہوں۔ تو میرے جسم کی حفاظت فرما۔ سبحان اللہ العظیم۔

چنانچہ حضرت عاصم اپنے فیصلہ کے مطابق کہ میں مشرکین کی پناہ میں نیچے نہیں اتروں گا۔ ٹیلہ سے ہی لڑائی کا آغاز کرتے ہیں اور اپنے ساتھیوں کے ہمراہ کفار سے لڑ کر شہید ہو جاتے ہیں اور باقی تین حضرت زید، حضرت خبیب حضرت عبد اللہ بن طارق مشرکین کی پناہ دینے پر نیچے اتر آتے ہیں۔ ادھر حضرت عاصم کی نعش کو شہد کی مکھیاں آکر گھیر لیتی ہیں تاکہ کوئی مشرک ان تک نہ پہنچ سکے اور ان کا سر کاٹ کر سلافہ کو نہ دے سکے۔ (تیس پروانے شمع رسالت کے)

خطیب کہتا ہے کہ

یہ مکھیاں تھیں یا زرہ کی کڑیاں تھیں کہ انہوں نے مشرکین کو حضرت عاصم تک پہنچنے ہی نہیں دیا اور ان کی خدا کے حکم سے ایسی حفاظت کی کہ دشمن اپنے ناپاک عزائم پورے نہ کر سکا۔ دشمن نے سوچا کہ چلو رات گذر جائے صبح کو یہ مکھیاں اڑ جائیں گی تو پھر ہم حضرت عاصم کا سر کاٹ کر لے جائیں گے اور سلافہ سے سو اونٹ انعام پائیں گے مگر اللہ تعالےٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ رات کو اللہ کے حکم سے ایسی بارش

ہوتی ہے کہ حضرت عاصم کی نعش پانی میں بہہ جاتی ہے. سبحان اللہ العظیم.

دو صحابی فروخت کر دیئے گئے

حضرات گرامی! میں عرض کر رہا تھا کہ تین صحابی امن کا وعدہ ملنے پر ٹیلہ سے نیچے اترتے ہیں تو مشرکین فوراً انہیں پکڑ کر ان کے ہاتھ باندھ لیتے ہیں. عبد اللہ بن طارق کہتے ہیں کہ یہ تمہاری پہلی بدعہدی ہے آگے چل کر نہ جانے تم کیا گل کھلاؤ گے لہذا وہ ان کے ساتھ چلنے سے انکار کر دیتے ہیں مشرکین انہیں اسی جگہ شہید کر دیتے ہیں. باقی دو اصحاب حضرت خبیب اور حضرت زید کو مکہ لے جا کر فروخت کر دیتے ہیں.

خطیب کہے کہ اصحاب مصطفےٰ کی مظلومیت دیکھئے کہ انہیں غلاموں کی طرح فروخت کر دیا جاتا ہے اور پھر یہی نہیں کہ فروخت کرنے کے بعد ظلم ختم ہو گیا ہو بلکہ ان کے خریداروں کو کہا جاتا ہے کہ تم انہیں طرح طرح کی تکلیفیں دے کر مارنا. انہیں دھوپ میں بٹھانا. انہیں ٹھنڈا پانی نہ دینا بلکہ ان کے سامنے بیٹھ کر ٹھنڈا پانی پینا لیکن انہیں نہ دینا.

قربان جائیں اصحاب مصطفےٰ کی استقامت اور ہمت کے.

میں سلام کرتا ہوں ان کی جرأت اور بہادری کو کہ انہوں نے ہر مشکل اور مصیبت کو تو برداشت کیا مگر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ساتھ چھوڑنا گوارا نہ کیا. اسی لئے تو خدا تعالےٰ نے خوش ہو کر انہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنی رضا کا تمغہ دے کر انہیں جنت کا مستحق بنا دیا. اللہ تعالےٰ صحابہ کرام کی سچی محبت نصیب فرمائے.

باقی
آئندہ جمعہ انشاءاللہ
عرض کروں گا.

خطبہ نمبر ۶۸

رفیقانِ مصطفیٰ!

تختۂ دار پر

جھلکیاں

دو صحابی دو قیدی
تین درخواستیں
عقیدہ ہو تو ایسا ہو
ولی کو غیب کا علم ہے تو صحابی کو کیوں نہیں؟
کرامت خبیبؓ
دو مستانے دو پروانے
بھاگنے والے بھاگ والے ہو گئے
بے مثال نبیؐ سے لازوال محبت
اے خبیبؓ! تم پر سلام
حضرت زیدؓ کا عاشقانہ جواب

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَکَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیْدًا ۝

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

صدق اللہ العظیم

بزرگان محترم دوستو، عزیز و نوجوان ساتھیو!

گزشتہ خطبہ کے اندر میں نے یہ عرض کیا تھا کہ حضرت خبیبؓ اور حضرت زیدؓ کو مکہ لے کر فروخت کر دیا جاتا ہے اور خریداروں کو تاکید کی جاتی ہے کہ ان دونوں کو سخت سے سخت سزا دی جائے۔

آج کے خطبہ میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ان دو شاگردوں کے متعلق مزید کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ محض اپنے فضل و کرم سے مجھے حق اور سچ کہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دو صحابیؓ دو قیدی

عزیزانِ گرامی قدر! روایات میں آتا ہے کہ مکہ میں جا کر ان لوگوں نے اعلان کیا کہ ہم محمدؐ کے صحابی لائے ہیں اور ان دونوں کو غلام بنا کر فروخت کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن ان کے خریداروں کو عہد کرنا ہوگا کہ ہم انہیں سکون و اطمینان سے ایک لمحہ بھی بیٹھنے نہ دیں گے چنانچہ خریدار اکٹھے ہو جاتے ہیں اور حضرت زیدؓ کو صفوان بن امیہ خریدتا ہے تاکہ حضرت زید کو اپنے باپ امیہ کے بدلے میں قتل کر سکے، اور حضرت خبیبؓ کے ہاتھ سے جنگ

بدر میں حارث بن عامر مارا گیا تھا۔ اس لئے انہیں حارث کے بدلہ میں قتل کرنے کیلئے حارث کے بیٹے خرید لیتے ہیں اور اپنے اپنے گھروں میں لے جاتے ہیں۔

خطیب کہتا ہے کہ

صفوان بن امیہ کو کیا علم تھا کہ آج جس نبیؐ کے غلام کو تم نے قتل کرنے کے لئے خریدا ہے کل ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ تم خود اس پیغمبر کے قدموں میں سر کٹانا اپنی سعادت سمجھو گے۔

آج جس خدا کے بندو کے تم خلاف ہو کل اس کی یاد ستائے گی۔

آج تم صرف زید کو اس لئے قتل کرنا چاہتے ہو کہ یہ پتھروں کے بتوں سے منہ موڑ ایک خدا کے در پر سجدہ کرتا ہے۔

کل ایک وقت آئے گا کہ تم اپنی پیشانی اسی معبود حقیقی کے آگے جھکاؤ گے۔

آج تم توحید کے خلاف ہو۔ تو کل شرک کے خلاف ہو گے۔

آج دل میں نبی کی نفرت ہے تو کل ان کی محبت تمہارا ایمان ہو گی۔

آج دل میں صحابہ کا بغض ہے تو کل دل صحابہ کی محبت سے سرشار ہو گا۔

آج قرآن کے قاریوں سے عداوت ہے تو کل انہی قاریوں سے پیار ہو گا۔

آج جس مشرک باپ کی محبت میں حضرت زید کو قتل کرنا چاہتے ہو۔

کل اسی مشرک باپ سے تمہیں سخت نفرت ہو گی۔ سبحان اللہ العظیم

خطیب کو کہنے دیجئے کہ

پھر وہ وقت بھی آگیا کہ قریش کے اس سردار کو جو فیاضی اور مہمان نوازی میں ممتاز حیثیت رکھتا ہے حنین سے واپسی پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم صفوان بن امیہ کو بے شمار بکریاں عطا فرماتے ہیں۔ صفوان بن امیہ ان بکریوں کو پکار اٹھتے ہیں کہ اتنی سخاوت سوائے نبی کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔ چنانچہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاتے ہیں۔ (استیعاب)

اور زبان حال سے جھوم کر کہتے ہیں۔

کس نے ذروں کو اٹھایا اور صحرا کر دیا
کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کر دیا
کس کی حکمت نے یتیموں کو کیا درِ یتیم
اور غلاموں کو زمانے بھر کا مولیٰ کر دیا

بسحان اللہ العظیم

تین درخواستیں

حضرات گرامی! میں عرض کر رہا تھا کہ زیدؓ کو تو صفوان بن امیہ نے خریدا تھا اور حضرت خلیبؓ کو حارث کے بیٹے اس غرض سے خرید لائے تاکہ اس سے اپنے باپ کے خون کا بدلہ لے سکیں۔ چنانچہ انہیں خرید کر گھر لے جاتے ہیں اور گھر جا کر بیوی اور ملازموں سے کہتے ہیں کہ اس غلام کو سخت دھوپ میں بٹھانا ہے اور اسے ٹھنڈا پانی نہیں دینا اور پیٹ بھر کر کھانا بھی نہیں دینا۔ کھارا پانی دینا ہے اور گرم دینا ہے اور جب تم کھانا کھانے لگو اور پانی پینے لگو تو اس کے سامنے بیٹھ کر کھانا پینا اسے دکھا دکھا کر ٹھنڈا پانی پینا۔ اسے ترسا ترسا کر طعام کھانا اور اگر یہ تم سے کسی شے کا مطالبہ کرے کھانا مانگے یا پانی مانگے تو اسے کہنا کہ تو اپنے خدا سے مانگ جس کی تو عبادت کرتا ہے۔

اس عورت کی ایک کنیز جس کا نام ماریہ تھا یہ بھی حضرت خبیب کی نگرانی پہ مامور تھی اور نت نئے طریقے حضرت خلیب کو ستانے اور ڈرانے کے لئے سوچا کرتی تھی۔ ـــــــ خطیب کہتا ہے کہ

یہ ماریہ جو حضرت خبیب کو ستانے کے لئے طریقے سوچتی تھی اسے یہ خبر نہ تھی کہ کسی دن اس کے دل میں بھی اسلام کی محبت جاگے گی اور یہ بھی نبیؐ کی خادمہ اور مومنہ کہلانے پر فخر محسوس کرے گی۔ پھر ایک وقت آیا ہے کہ یہ بھی اسلام قبول کر لیتی ہے اور خود ہی بتاتی ہے کہ خدا کی قسم میں نے خبیب بن عدی سے بہتر کوئی نہیں دیکھا۔

وہ رات کے پچھلے حصہ میں ایسی پُر سوز آواز میں قرآن پڑھتا تھا کہ قریش کی عورتیں اسے سن کر بے اختیار رویا کرتی تھیں۔

ماریہ کہتی ہے کہ میں نے ایک دن خبیب سے کہا کہ اگر تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہو تو مجھے بتاؤ۔

حضرت خبیبؓ نے جواب دیا کہ مجھے کسی چیز کی حاجت نہیں۔ البتہ میں تجھ سے تین درخواستیں کرتا ہوں۔

۱۔ مجھے میٹھا پانی پلانا۔

۲۔ جو جانور بتوں کے نام پر ذبح ہوں مجھے ان کا گوشت نہ کھلانا۔

۳۔ جب قریش میرے قتل کا ارادہ کریں تو مجھے پہلے آگاہ کر دینا۔ (ابن سعد)

خطیب کہتا ہے کہ

حضرت خبیب کی ان باتوں پر اور ان درخواستوں پر غور کیجئے۔ پہلی درخواست میں حضرت خبیب کی مظلومی اور بے بسی نظر آتی ہے کہ خبیب دشمن کی قید میں تھا اور میٹھے پانی کو ترس گیا تھا۔ وہ ظالم تو ٹھنڈا پانی پیتے تھے مگر ساقیٔ کوثر کا صحابی میٹھے پانی کے ایک گھونٹ کے لئے ترس رہا تھا۔

یہاں خطیب کو کہنے دیجئے کہ

کربلا کے پیاسوں کو یاد کرنے والو! کیا کبھی تمہیں مکے کا یہ مظلوم قیدی بھی یاد آیا ہے جس پر میٹھا پانی بند کر دیا گیا تھا۔ جو پیا سارہ کر قرآن کی تلاوت کیا کرتا تھا۔ جو زنجیروں میں جکڑا ہوا خدا کے ذکر کے ترانے گایا تھا۔ جس نے ان کے ایک ایک ظلم کو برداشت کیا لیکن پیغمبر کا ساتھ چھوڑنا گوارا نہ کیا۔ جو لوہے کی زنجیروں میں جکڑا درخت سے بندھا ہوا زبان حال سے کہہ رہا تھا۔

جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں
ستم نہ ہو تو محبت میں کچھ مزا ہی نہیں

سبحان اللہ العظیم

عقیدہ ہو تو ایسا ہو

حضرات گرامی! میں عرض کر رہا تھا کہ حضرت خبیبؓ نے ایک تو اس باندی سے یہ کہا کہ مجھے میٹھا پانی پلانا اور دوسری یہ بات کہی تھی کہ مجھے اس جانور کا گوشت نہ کھلانا جسے غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔

خطیب کہتا ہے کہ

صحابہ کے عقیدہ کی پختگی دیکھئے کہ بھوک اور پیاس سے نڈھال ہے لیکن غیر اللہ کے نام کا چڑھاوا کسی صورت قبول نہیں۔ غیر اللہ کے نام پر ذبح شدہ جانور کا گوشت کھانے سے صاف انکار ہے اور پھر کہہ بھی انہیں رہے ہیں جن سے جھگڑا ہی اس بات پر ہے کہ

جو سب کچھ غیر اللہ کو سمجھتے ہیں۔

جن کے نزدیک خوب صورت پتھر مشکل کشا ہے۔

جن کے نزدیک پانی کا ہر دھارا حاجت روا ہے۔

جن کے نزدیک آگ کا ہر شعلہ قابل تعظیم ہے۔

جو سورج کو دیوتا اور چاند کو اپنا خدا سمجھتے تھے۔

جن کی زندگی کی غمی خوشی ستاروں کی گردش سے وابستہ تھی۔

جو توحید سے نفرت اور شرک سے محبت کرنے والے تھے۔

جو توحید پرستوں کے جانی دشمن تھے۔

حضرت خبیب ان سے کہہ رہے ہیں کہ مجھے غیر اللہ کے نام پر ذبح کئے گئے جانور کا گوشت نہ کھلانا۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کو کہنے دیجئے کہ

عقیدہ ہو تو ایسا ہو کہ زنجیروں میں جکڑے ہیں۔ موت کا وقت قریب ہے لیکن قید کے اندر بیٹھے خدا کی توحید کا اعلان کر رہے ہیں۔ اس واقعہ سے ان لوگوں کو سبق حاصل کرنا چاہیئے جو حالات کی نزاکت کا بہانہ بنا کر رسم و رواج کر گذرتے ہیں اور

دوسروں کے عقائد خراب کرنے کا باعث بنتے ہیں ۔

دعا کریں کہ خدا تعالےٰ ہمیں بھی حضرت خبیب جیسا ایمان اور عقیدہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ ہمارے دلوں میں بھی شرک سے نفرت اور توحید سے محبت پیدا فرمائے ۔ سب کہدیں آمین ۔

ولی کو غیب کا علم ہے تو صحابی کو کیوں نہیں ؟

عزیزان گرامی قدر ! میں یہ کہہ رہا تھا کہ تیسری بات حضرت خبیب نے اس خادمہ سے یہ کہی کہ اہل قریش جب مجھے قتل کرنے کا ارادہ کریں تو تم مجھے پہلے آگاہ کر دینا ۔ سبحان اللہ العظیم

مطلب یہ تھا کہ میں تیاری کر سکوں ۔

خطیب کہتا ہے کہ

آگے چلنے سے پہلے اس بات پر غور کریں کہ

ایک شخص جو مرید مصطفےٰ ہے ۔

ایک شخص جو شاگرد مصطفےٰ ہے ۔

ایک شخص جو عاشق مصطفےٰ ہے ۔

وہ ایک باندی سے کہہ رہا ہے کہ جب مجھے قتل کرنے کا ارادہ کریں تو تم مجھے قبل از وقت آگاہ کر دینا ۔

یہاں خطیب یہ پوچھنے کا حق رکھتا ہے کہ

اگر ولی کو ذرے ذرے کا علم ہے تو صحابی کو کیوں نہیں ۔

کیونکہ اگر کوئی ولایت میں کتنا ہی بلند مقام کیوں نہ حاصل کر لے وہ صحابیؓ کی خاک پا کا بھی مقابلہ نہیں کر سکتا ۔ اس لئے

ولی نے کتابوں میں پڑھ کر سنت پر عمل کیا ۔

صحابی نے آنکھوں سے پیغمبر کو دیکھ کر سنت پر عمل کیا ۔

ولی نے سن کر سنت پر عمل کیا ۔

صحابی نے دیکھ کر سنت پر عمل کیا۔
ولی نے قرآن غلام مصطفیٰ سے پڑھا۔
صحابی نے قرآن محمد مصطفیٰ سے پڑھا۔
ولی نے علم امتی مصطفیٰ سے حاصل کیا۔
صحابی نے علم احمد مجتبیٰ سے حاصل کیا۔
ولی نے نماز میں اپنے امام کی اقتداء کی۔
صحابی نے نماز میں مصطفیٰ کی اقتداء کی۔ سبحان اللہ العظیم۔
تو پھر خطیب کیوں نہ کہے کہ

ہزاروں ولی مل کر بھی ایک صحابیؓ کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ تو جب اتنے بلند مرتبہ والا صحابی علم غیب نہیں رکھتا اور خادمہ سے کہتا ہے کہ مجھے اس بات سے آگاہ کرنا کہ مجھے ان لوگوں نے کس دن قتل کرنا ہے۔ تو صحابی سے چھوٹا درجہ رکھنے والا ولی کس طرح عالم الغیب ہو سکتا ہے۔ معلوم ہوا کہ علم غیب نہ تو صحابی کو ہے اور نہ ہی کسی ولی کو ہے۔

علم غیب کس نمے داند بجز پروردگار
ہر کسے گوید کسے می دانم از و باور مدار

کرامتِ خبیبؓ

حضرات گرامی! میں عرض کر رہا تھا کہ حضرت خبیب ماریہ سے جو تین باتیں کہی تھیں وہ اس نے پوری کر دیں اور ماریہ کہتی ہے کہ جب میں نے خبیب کو بتایا کہ فلاں دن تمہیں قتل کر دیا جائے گا تو خدا کی قسم میں نے انہیں غمزدہ نہ پایا بلکہ ان کے چہرے پر مسرت کھیلنے لگتی ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔
خطیب کہے کہ

ایسے تاریخ انسانیت میں شاید ہی کہیں ملیں جو اللہ کریم نے اپنے محبوبؐ

کی جھولی میں ڈال دیئے۔ ایسے ہی لوگوں کے متعلق کسی شاعر نے کہا ہے کہ

زندہ ہوتے ہیں جو مرتے ہیں حق کے نام پر
اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ حضرت خبیبؓ یہ اطلاع پا کر کہ مجھے فلاں قتل کر دیا جائے گا۔ ماریہ سے طہارت کے لئے استرہ مانگتے ہیں۔ ماریہ استرہ اپنے کمسن بیٹے کے ہاتھ بھیج دیتی ہے۔ کمسن بیٹا استرہ لے کر جب حضرت خبیبؓ کے پاس پہنچتا ہے تو ماں کو خیال آتا ہے کہ یہ تو مر رہا ہے کہیں میرے بیٹے کو ہی قتل نہ کر دے۔ چنانچہ فوراً حضرت خبیب کی طرف جاتی ہے تو کیا دیکھتی ہے کہ خبیب اس کے بیٹے کو گود میں لئے باتیں کر رہے ہیں اور استرہ ہاتھ میں پکڑ رکھا ہے۔ یہ چیخ کر کہتی ہے کہ خبیبؓ میں نے اپنے بیٹے کو تیرے پاس خدا کی امان میں بھیجا ہے۔ تجھے تیرے خدا کا واسطہ اسے کچھ نہ کہنا۔

حضرت خبیب اس عورت کی پریشانی اور گھبراہٹ دیکھ کر کہتے ہیں کہ میں ایسا نہیں کہ معصوم بچے کو قتل کر دوں۔ ہمارا دین اس ظلم کی اجازت نہیں دیتا۔ اور معصوم بچوں پر حملہ کرنا ویسے ہی مردانگی کے خلاف ہے۔

حضرت خبیبؓ کی باتیں سن کر ماریہ مطمئن ہو جاتی ہے اور دل میں سوچتی ہے کہ میں ذرا کام سے فارغ ہو جاتی ہوں تو خبیب کو کھانے کے لئے کوئی شے دیتی ہوں کہ اس نے عہد شکنی نہیں کی اور اس نے اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کیا ہے۔

عورت کہتی ہے کہ اس سے پہلے کہ میں اسے کوئی شے کھانے کو دیتی میں نے دیکھا کہ حضرت خبیبؓ بڑے مزے سے میٹھے انگور کھا رہے ہیں۔ سبحان اللہ العظیم۔

عورت کہتی ہے کہ ایسا اکثر دیکھنے میں آتا تھا۔ اسی لئے یہ عورت اکثر کہا کرتی تھی کہ

مَا رَأَيْتُ أَسِيْرًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ خُبَيْبٍ۔

میں نے کوئی قیدی خبیب سے بہتر نہیں دیکھا۔

لَقَدْ رَأَيْتُهُ يَأْكُلُ مِنْ قِطْعَةِ عِنَبٍ۔

البتہ تحقیق میں نے انہیں انگور کے خوشے کھاتے دیکھا۔

وَمَا بِمَكَّةَ يَوْمَئِذٍ ثَمَرَةٌ وَإِنَّهُ لَمُوثَقٌ فِي الْحَدِيدِ۔

حالانکہ اس وقت مکہ میں کہیں انگور کا نام نشان نہ تھا اور وہ خود لوہے کی بیڑیوں میں جکڑے ہوئے تھے۔

وَمَا كَانَ إِلَّا رِزْقٌ رَزَقَهُ اللهُ۔ (زرقانی)

یہ رزق ان کے پاس محض اللہ کی طرف سے آتا تھا۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہے کہ

یہ حضرت خبیبؓ کی کرامت تھی کہ انہیں اللہ تعالےٰ کی طرف سے ایسا رزق دیا جاتا تھا جو اس وقت مکہ شہر میں کہیں بھی نہ ملتا تھا لیکن وہ رازق حقیقی انہیں قید کے اندر بھی پھلوں کی شکل میں رزق عطا فرماتا تھا۔ اللہ کریم جب اپنے بندوں پر خصوصی رحمت فرمانا چاہیں تو ان کی دستِ غیب سے امداد فرماتے ہیں۔ قرآن پاک میں اس کے دلائل موجود ہیں۔ ارشادِ خداوندی ہے۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا

جب زکریا اس کے پاس حجرہ میں آتے تو اس کے پاس کچھ کھانے کی چیز پاتے

قَالَ يٰمَرْيَمُ أَنّٰى لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللهِ

کہتے اے مریم تیرے پاس یہ چیزیں کہاں سے آئی ہیں وہ کہتی یہ اللہ کے

إِنَّ اللهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ (پ ۳ ع ۱۲)

ہاں سے آئی ہیں اللہ جسے چاہے بے حساب رزق دیتا ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہتا ہے کہ

حضرت مریم کو بند کمروں میں بے موسمی رزق دیا گیا اور حضرت خبیب کو قید و بند کی حالت میں بے موسمی پھل دیا گیا۔ قرآن سچ کہتا ہے کہ خدا تعالےٰ جب چاہے جسے چاہے بے موسمی پھل عطا فرماتا ہے۔

دو مستانے دو پروانے

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ حضرت خبیبؓ اور حضرت زیدؓ علیحدہ علیحدہ قید تھے لیکن ان دونوں کو قتل کرنے کے لئے ایک جگہ مقرر کی گئی۔ چنانچہ جب انہیں مقتل کی طرف لایا جاتا ہے تو دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے سلام کرتے ہیں اور پھر بڑی خوش دلی سے ایک دوسرے کو مبارک باد دیتے ہیں اور بڑے یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ انشاء اللہ حوض کوثر پر ملاقات ہوگی اور اس ملاقات میں تفصیل سے بات ہوگی. مشرکین ان کی اس کیفیت کو دیکھ کر حیران تھے کہ انہیں مرنے کا کوئی غم نہیں ہے بلکہ یہ تو ایک دوسرے کو مبارک باد دے رہے ہیں. سبحان اللہ العظیم.

بندھے تھے پشت پر ہاتھ ان کے پیروں میں زنجیریں
نظر آتی تھیں دو آزادئ فطرت کی تصویریں

یہ اک اللہ کے بندے یہ دو احرار دو قیدی
یہ اک توحید کے پابند دو مختار دو قیدی

ہوئے یک جا خبیبؓ و زیدؓ بچھڑے تھے کئی دن کے
نگاہیں ہو گئیں روشن ستارے مل گئے ان کے

سبحان اللہ العظیم

بھاگنے والے بھاگ والے ہو گئے

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ جب حضرت خبیبؓ کو سولی دینے کا وقت آتا ہے تو مشرکین ان سے پوچھتے ہیں کہ تمہاری کوئی خواہش ہے تو بتاؤ؟

حضرت خبیبؓ انتہائی متانت اور سنجیدگی سے فرماتے ہیں.

کھادانہ نہ پانی اور نہ دولت چاہتا ہوں
فقط دو نفل ادا کرنے کی مہلت چاہتا ہوں

سبحان اللہ العظیم

چنانچہ حضرت خبیبؓ کو نماز پڑھنے کی اجازت دی جاتی ہے اور یہ نفل ادا کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ میں نے نماز کو اس لئے طویل نہیں کیا کہ کہیں تم یہ نہ سمجھو کہ موت سے ڈر کر ایسا کر رہا ہوں اور پھر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ اَحْصِهِمْ عَدَدًا۔ وَاقْتُلْهُمْ بَدَدًا۔
وَلَا تُبْقِ مِنْهُمْ اَحَدًا۔ (زرقانی)

اے اللہ! ان کو شمار کر لے اور ان میں سے ہر ایک پر اپنا قہر نازل کر ان کو ذلیل کر کے مار اور ان میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑ۔

مشرکین حضرت خبیبؓ کی بد دعا سے اتنے خوف زدہ ہوتے ہیں کہ اکثر ان میں سے زمین پر لیٹ جاتے ہیں اور بعض تو کانوں میں انگلیاں دے کر بھاگنے لگتے ہیں اور بعض مشرک درختوں کی اوٹ میں جا چھپتے ہیں۔ یہ سب کچھ اس لئے کرتے ہیں کہ ان کے عقیدہ کے مطابق انہی طریقوں کو اپنا کر کسی کی بد دعا سے بچا جا سکتا ہے۔

ادھر حضرت معاویہؓ کی سنیئے۔ سیدنا حضرت معاویہؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت خبیبؓ کو سولی دینے لگے تھے تو میں اس وقت وہاں موجود تھا اور میں نے یہ منظر اپنی آنکھوں کہ جب حضرت خبیبؓ نے بد دعا کی تو دوسرے لوگ بھی بھاگے اور مجھے میرے والد ابو سفیان نے اس زور سے دھکا دیا کہ میں زمین پر گر پڑا اور پھر مجھے اتنی سختی سے گھسیٹا کہ میرا بدن چھل گیا اور میں اس صدمہ سے کئی دن بیمار رہا۔

خطیب کہتا ہے کہ

حضرت خبیبؓ کی بد دعا سے خوف زدہ ہو کر جو بھی بھاگا اللہ تعالےٰ نے اسے اسلام کی دولت سے مالا مال کر دیا۔

جو بد دعا سے بھاگے وہ خدا والے بن گئے۔

جو دعا کرنے والوں کے ساتھ وہ وفاداروں کے ساتھ ہو گئے۔

جو تماشا دیکھنے آئے تھے وہ خود تماشا بن گئے۔

جو بھاگنے والے تھے وہ بھاگ والے ہو گئے۔ سبحان اللہ العظیم۔

بے مثال نبیؐ سے لازوال محبّت

حضرات گرامی! میں عرض کر رہا تھا کہ جب حضرت خبیبؓ دعا مانگ چکے تو پھر اٹھ کر خود سولی پر چڑھتے ہیں اور اپنے ہاتھ سے اپنے گلے میں پھانسی کا پھندا ڈال لیتے ہیں. مشرکین حیران و پریشان ہیں. ابو سفیان قریب آکر حضرت خبیبؓ سے پوچھتا ہے کہ تمہیں تمہارے سچے خدا کی قسم ہے. بتاؤ کیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ تمہاری جگہ تمہارے پیغمبرؐ کو سولی دے دی جائے اور تم اپنے گھر آرام سے رہو؟

حضرت خبیبؓ تڑپ کر کہتے ہیں کہ خدا کی قسم! مجھے تو یہ بھی گوارا نہیں ہے کہ میرے محبوب محمد رسول اللہ کے پائے اقدس میں ایک کانٹا بھی چبھ جائے اور میں اپنے گھر میں آرام سے بیٹھا رہوں. سبحان اللہ العظیم.

خطیب کہتا ہے کہ

صحابی کی بے مثال نبی بے مثال محبت ہے.

باکمال پیغمبر سے لازوال محبت ہے. سبحان اللہ العظیم.

خطیب کو کہنے دیجئے کہ

اگر حضورؐ آخری نبی ہیں تو حضورؐ سے محبت کرنے والے بھی آخری عاشق ہیں.

حضورؐ سے بڑا نبی کوئی نہیں. صحابہ سے بڑا عاشق کوئی نہیں

حضورؐ پر نبوت ختم ہے صحابہ پر عشق ختم ہے.

حضورؐ پر رسالت ختم ہے صحابہ پر محبت ختم ہے.

حضورؐ پہ پیغمبری ختم ہے صحابہ پہ دلبری ختم ہے.

حضورؐ صاحب قرآن ہیں تو صحابہ تابع فرمان ہیں. سبحان اللہ العظیم.

خطیب کو مزید کہنے دیجئے کہ

اگر جبرئیل کو مشرق و مغرب میں حضورؐ سے بڑھ کر کوئی حسین نہیں ملا.

اگر جبرئیل کو مصطفٰے سے بڑھ کر کوئی جمیل نہیں ملا. تو جاؤ جبرئیل سے کہہ دو کہ

اے جبرئیل! تجھے صحابہ سے بڑھ کر دنیا میں کوئی عاشقِ مصطفےٰ بھی نہ ملے گا۔

سبحان اللہ العظیم

اگر کسی کو شک ہے تو جائے اور جبرئیل سے درخواست کرے۔

جائے میکائیل سے اپیل کرے۔

جائے اسرافیل سے عرض کرے۔

جائے عزرائیل سے گذارش کرے۔

کہ اے خدا کے مقرب فرشتو! ذرا تم بتاؤ کہ

تم نے حضرت آدم اور آدم کی امت کو دیکھا ہے۔

تم نے نوح اور ان کی امت کو دیکھا ہے۔

تم نے خلیل کو دیکھا اور خلیل کی امت کو دیکھا۔

تم نے سلیمان اور سلیمان کی امت کو دیکھا۔

تم نے داؤد اور داؤد کی امت کو دیکھا۔

تم نے موسیٰ اور موسیٰ کے صحابہ کو دیکھا۔

تم نے عیسےٰ اور عیسیٰ کے صحابہ کو دیکھا۔ اور پھر تم نے

اور مصطفےٰ کو دیکھا اور مصطفےٰ کے صحابہ کو دیکھا۔

بتاؤ کیا تم نے مصطفےٰ کے صحابہ سے بڑھ کر کسی کو نبی کا عاشق دیکھا؟

تو میں پورے وثوق اور جرأت سے کہتا ہوں کہ خدا تعالےٰ کے تمام مقرب فرشتے پکار اٹھیں گے کہ ہم نے شرق و غرب شمال و جنوب میں دیکھا مگر محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ کے صحابہ سے بڑھ کر کسی کو عاشق نہ دیکھا۔ سبحان اللہ العظیم۔

اے خبیبؓ تم پر سلام

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ حضرت خبیبؓ کو اسلام سے متنفر کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں مگر انہیں سخت ناکامی ہوتی ہے۔ لیکن وہ پھر بھی کہتے ہیں کہ

ے اگر تم آج بھی توبہ کرو اسلام کو چھوڑو
محمدؐ اور اس کے ماننے والوں سے منہ موڑو
ے تو ہم تم کو رہائی دیں گے خوش حال کر دیں گے
ہم تم کو وہ دولت بخشیں گے مالامال کر دیں گے

سیدنا حضرت خبیبؓ بڑی جرأت سے جواب دیتے ہیں کہ

ے اگر قارون کی دولت زمانے بھر کا مال و زر
ملے اسلام کے بدلے تو تھوکیں گے ہم اس پر
ے محمدؐ سے نہ پلٹیں گے ملے ہم کو خدائی بھی
بغیر اسلام کے بدلے جہنم سے رہائی بھی

سبحان اللہ العظیم

ایک پنجابی شاعر حضرت خبیبؓ کے جواب کو اپنے انداز میں بیان کرتا ہے۔

ے بیتوں آکھدے کفر قبول کرے دلیاں چھوڑ آباد تے شاد ہوسیں
عشق آکھدا زلف زنجیر اندر جے اسیر ہوسیں تاں آزاد ہوسیں
ے کافر آکھدے چھوڑ اسلام نہیں تے سولی چڑھیں گا ہنے برباد ہوسیں
ایہہ عشق پیارے دا آکھدا اے اجڑ جا ہمیش آباد ہوسیں
ے کافر آکھدے سراں گے کٹ قیمہ عشق آکھدا اے زندہ باد ہوسیں
دائم شیریں ہوسیں شیر شیریں، شیریں ملے گی جے توں فرہاد ہوسیں

سبحان اللہ العظیم

حضرت خبیبؓ کفار کو منہ توڑ جواب دے کر قبلہ کی طرف رخ کر کے کھڑے ہو جاتے ہیں تو کفار آگے بڑھ کر ان کا منہ قبلہ سے پھیر دیتے ہیں۔ حضرت خبیبؓ قرآن کی آیت تلاوت کرتے ہیں۔

فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ۔ (پ ۱ ع ۱۴)

سو تم جدھر بھی رخ کرو اُدھر ہی اللہ کا رخ ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔

حضرت خبیبؓ پھر پرجوش انداز سے کہتے ہیں کہ

وَلَسْتُ اُبَالِیْ حِیْنَ اُقْتَلُ مُسْلِمًا
عَلٰی اَیِّ شِقٍّ کَانَ لِلّٰہِ مَصْرَعِیْ

مجھ کو کچھ پرواہ نہیں ہے جب کہ میں مسلمان مارا جاؤں خواہ کسی کروٹ پر مروں جبکہ یہ مرنا خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔

وَذَالِکَ فِیْ ذَاتِ الْاِلٰہِ وَاِنْ یَّشَاء
یُبَارِکْ عَلٰی اَوْصَالِ شِلْوٍ مُمَزَّعِیْ

اور یہ محض اللہ کے لئے ہے اگر وہ چاہے تو میرے جسم کے پارہ پارہ میں کئے ہوئے جوڑوں پر برکت نازل کرسکتا ہے۔

اب مشرکین آگے بڑھتے ہیں اور اپنے نیزوں سے حضرت خبیبؓ کے جسم پر چرکے لگانے شروع کر دیتے ہیں۔ حضرت خبیبؓ پر عجیب کیفیت طاری ہوجاتی ہے اور وہ اسی حالت میں کہتے ہیں۔

اے اللہ! میرے آقا کو میرا سلام پہنچا دے۔ سبحان اللہ العظیم۔

ادھر حضرت خبیبؓ سلام کہتے ہیں اور ادھر مدینہ میں حضورؐ پر وحی کی کیفیت طاری ہوجاتی ہے اور زبان نبوت پر یہ الفاظ جاری ہوجاتے ہیں۔

عَلَیْکَ السَّلَامُ یَا خُبَیْبُ — عَلَیْکَ السَّلَامُ یَا خُبَیْبُ۔

اے خبیب! تجھ پر سلام۔ اے خبیب! تجھ پر سلام

سبحان اللہ العظیم

خطیب کہتا ہے کہ

حضرت خبیب کے مقدر کی بلندی دیکھئے کہ آخری وقت وہ حضور کو سلام بھیج رہے ہیں اور حضورؐ ان کے سلام کا جواب دے رہے ہیں اور پھر آپؐ نے اپنے اصحاب کو مدینہ کے اندر اطلاع دیدی کہ خبیب کو خدا کے دشمنوں نے قتل کر دیا ہے۔

روایات میں آتا ہے کہ حضرت خبیبؓ نے سولی پر تڑپتے ہوئے جان رب دو جہاں کے سپرد کر دی۔ تڑپتے ہوئے جب رخ قبلہ کی طرف ہو گیا تو پھر کہتے ہیں کہ الحمد للہ کہ اس خدا نے میرا منہ اپنے گھر کی طرف پھیر دیا۔ سبحان اللہ العظیم شاعر کہتا ہے۔

گلوئے عشق میں ڈالا گیا جلاد کا پھندا
پکڑ کر دار پر باندھا گیا اللہ کا بندہ

خدا جانے محبت کے یہ کیا اسرار ہوتے ہیں
جو سر سجدہ دل میں جھکتے ہیں وہ زیب دار ہوتے ہیں

بڑھایا مرتبہ کردار سا گفتار کے اوپر
کہ واعظ بر سر منبر ہے عاشق دار کے اوپر

حضرت زیدؓ کا عاشقانہ جواب

حضرات گرامی! حضرت خبیبؓ کو قتل کرنے کے بعد پھر حضرت زید کو سولی کی طرف لایا جاتا ہے۔ ابوسفیان حضرت زید سے وہی بات کہتے ہیں جو حضرت خبیب سے کہی تھی شاید ابوسفیان کے دل میں یہ بات ہو کہ اس نے پہلے کی موت دیکھی ہے۔ شاید اسلام سے علیحدہ ہونے کا یہ اعلان کر دے اور اس کا دوست خبیب اس کے سامنے سولی پر تڑپتا رہا ہے۔ شاید یہ اسلام چھوڑنے کا فیصلہ کر چکا ہو۔ یا شاید اس کے دل میں پیغمبر کی محبت اتنی نہ ہو جتنی خبیب کے دل میں تھی۔ چنانچہ یہ سب کچھ سوچ کر حضرت زید سے بھی کہتا ہے کہ کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ تم کو چھوڑ کر تمہارے نبی کو پھانسی دے دی جائے۔

یہ بات سنتے ہی حضرت زید چیخ اٹھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک زید نہیں لاکھوں زید بھی محمد کی محبت پر قربان کٹے جا سکتے ہیں۔ کائنات بدل سکتی ہے لیکن زید محمد کی محبت نہیں چھوڑ سکتا۔ حضور کی محبت میرا دین اور میرا ایمان ہے۔ مجھے سب کچھ گوارا

ہے مگر اپنے پیارے محبوب کی تکلیف گوارا نہیں ہے۔

سب کچھ گوارہ مگر یہ ہو نہیں سکتا
کہ ان کے پاؤں کے تلوے میں اک کانٹا بھی چبھ جائے

ابوسفیان یہ الفاظ سن کر پکار اٹھتے ہیں کہ

مَارَأَيْتُ مِنَ النَّاسِ اَحَدٍ يُحِبُّ اَحَدًا
كَحُبِّ اَصْحٰبِ مُحَمَّدٍ مُحَمَّدًا

میں نے دنیا میں ایسا کوئی نہیں دیکھا جس سے کوئی اتنی محبت کرتا ہو جتنی اصحابِ محمد محمد سے کرتے ہیں۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہے کہ

اصحاب محمد حضرت محمد رسول اللہ سے کیوں محبت نہ کرتے جب کہ ان سے زیادہ حسین، ان سے زیادہ جمیل، ان سے زیادہ خلیق کوئی دنیا میں پیدا ہی نہیں ہوا۔ ابوسفیان کون بتائے کہ اگر تم نے

اصحابِ محمد زیادہ کوئی محمد سے محبت کرنے والا نہیں دیکھا۔ تو مصطفٰے سے زیادہ کوئی صحابہ سے شفقت کرنے والا بھی نہیں دیکھا ہوگا۔

خطیب کو کہنے دیجئے کہ

صحابہ اپنے پیغمبر سے خصوصی محبت کرتے تھے ——— اور
حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب سے خصوصی شفقت کرتے تھے ——— اور
اللہ تعالٰے ان دونوں پر خصوصی رحمت نازل فرماتے تھے۔ سبحان اللہ العظیم

سنّتِ خبیبؓ

عزیزانِ گرامی قدر! آخر میں یہ عرض کرتا چلوں کہ حضرت زید کو قتل کرنے کے لئے لایا گیا تو ان سے بھی ان کی آخری خواہش پوچھی گئی تو انہوں نے بھی صرف دو رکعت نفل پڑھنے کی مہلت مانگی۔ چنانچہ انہیں نفل ادا کرنے کی اجازت مل جاتی ہے اور پھر نماز

کے بعد انہیں شہید کر دیا جاتا ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ حضرت خبیب یہ سنت قائم کر گئے کہ جو بھی قتل ہو وہ پہلے وہ رکعت نماز ادا کرے۔ چنانچہ حضرت زید نے سب سے پہلے حضرت خبیبؓ کی سنت پر عمل کیا اور دنیا کو بتا دیا کہ اصحاب مصطفےٰ کا سر صرف خدا کے آگے جھکتا ہے اور کسی کے آگے نہیں جھک سکتا۔ اگر کوئی ہمارا سر جھکانے کی کوشش کرے گا تو ہم اپنا سر کٹوالینا تو منظور کر لیں گے مگر کسی غیر اللہ کے در پر سر جھکانا قبول نہ کریں گے۔

سبحان اللہ العظیم۔

عزیزان گرامی! ذرا تصور کیجئے کہ حضرت خبیب کی لاش سولی پر لٹک رہی ہے حضرت زید سے پوچھا جا رہا ہے کہ اگر تم اسلام چھوڑ دو تو تمہیں معاف کر دیا جائے گا مگر وہ اپنے دوست کی لٹکتی ہوئی لاش کو دیکھ کر زبان حال سے پکار اٹھتے ہیں۔

؎ اک یوں بھی عبادت ہوتی ہے، ہم یوں بھی عبادت کرتے ہیں
ناموس رسول اکرم کی جاں دے کے حفاظت کرتے ہیں

؎ جینے کا ہمیں کچھ شوق نہیں مرنے کی ہمیں کچھ فکر نہیں
وہ مر کے بھی زندہ رہتے ہیں جو حق کی حمایت کرتے ہیں

سبحان اللہ العظیم

آخر میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ کریم ہم سب کو پیغمبر علیہ السلام سے سچی محبت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہمارے عقائد اور ہمارے ایمانوں کی حفاظت فرمائے۔

باقی
آئندہ
جمعہ
انشاء اللہ

خطبہ نمبر ۶۹

وجودِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حفاظتِ رحمان میں

جھلکیاں

زمین نے چھپالیا
ستر صحابہ قرآن کے قاری
میں شہادت کیوں چھوڑوں
نوریوں نے بستر کو اٹھالیا
مقامِ صدیق
ایک ہی جملہ نے جنتی بنادیا
شمع کے پروانے محبوب کے دیوانے
وجود مصطفیٰ حفاظت رحمان میں
انصار کا لافانی ایثار
مشرکین کا پہلا کام جھوٹا پروپیگنڈا
وکیلِ صحابہ کون؟

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَکَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیْدًا ۝

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

صدق اللّٰہ العظیم

بزرگان محترم دوستو عزیزو، نوجوان ساتھیو!

گذشتہ خطبہ کے اندر میں نے حضرت خبیبؓ کی شہادت کا تذکرہ کیا تھا آج کے خطبہ میں اس کے بعد کے واقعات عرض کروں گا۔ سب حضرات بلند آواز سے درود شریف پڑھ لیں۔

زمین نے چھپا لیا

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ حضرت خبیبؓ کی نعش کو سولی پر لٹکے کئی روز گذر گئے تو سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ سے حضرت زبیر اور حضرت مقداد کو مکہ روانہ کرتے ہیں کہ تم جا کر خبیبؓ کی نعش لے آؤ۔ چنانچہ یہ حضرات جب مکہ کے اس مقام پر پہنچتے ہیں جس جگہ حضرت خبیبؓ کو پھانسی دی گئی تھی تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت خبیبؓ کی لاش سولی پر لٹک رہی ہے اور تقریباً چالیس اشخاص نعش پر پہرہ دینے کے لئے سولی کے اردگرد پڑے ہوئے ہیں۔ حضرت زبیرؓ اور حضرت مقدادؓ جب ان لوگوں کو غافل دیکھتے ہیں تو وقت ضائع کئے بغیر نعش کو سولی سے اتار کر گھوڑے پر رکھ لیتے ہیں۔ لیکن یہ دیکھ کر

حیران و ششدر رہ جاتے ہیں کہ چالیس دن گذرنے کے باوجود حضرت خبیبؓ کی نعش بالکل اسی طرح تر و تازہ تھی کسی قسم کا کوئی تغیر نہ آیا تھا۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہتا ہے کہ

یہ خدا کی قدرت تھی۔

میرے محبوب کا معجزہ تھا۔

اور حضرت خبیبؓ کی کرامت تھی کہ

آج چالیس دن اور چالیس راتیں گذرنے کے بعد بھی جسم بالکل تر و تازہ نظر آتا ہے اور پھر یہ جسم خدا کی راہ میں فروخت ہو چکا تھا۔

اس جسم کا خدا تعالےٰ سے سودا ہو چکا تھا۔

بلکہ یہ جسم اللہ تعالےٰ کے ہاتھ بک چکا تھا۔

اب یہ جسم اللہ کا ہو چکا تھا۔

اب یہ مال خداوند قدوس کی ملکیت تھا۔

کیونکہ خدا نے ان سے جنت کے بدلے ان سے ان کے جسموں ان کی جانوں، ان کے مالوں کا سودا کر لیا تھا۔ قرآن پاک میں آتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَ اَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ ۔ (پ ۱۱ ع ۳)

بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کی جان اور ان کا مال اس قیمت پر خرید لئے ہیں کہ ان کے لئے جنت ہے۔ سبحان اللہ العظیم

تو پھر خطیب کو کہنے دیجئے کہ

جب سب مال ہی اللہ نے خرید لیا اور کسی کا کوئی عمل دخل ہی نہ رہا تو یہ مال کیسے خراب ہو سکتا ہے۔ اس مال میں کیسے تغیر و تبدل ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ کریم نے اپنا مال یعنی حضرت خبیبؓ کی نعش کو خراب نہ ہونے دیا اور اسی طرح تر و تازہ رکھا جیسے آج ہی روح نکلی ہو اور ان کا ایک ہاتھ اپنے زخم پر تھا جس سے خون

بھی ٹپک رہا تھا حالانکہ انہیں شہید ہوئے چالیس دن ہو چکے تھے۔ سبحان اللہ العظیم
چنانچہ یہ نعش لے کر مدینہ کو روانہ ہوتے ہیں صبح ہوئی تو پہرہ دینے والوں نے دیکھا کہ خبیبؓ کی لاش غائب ہے اور پھر ادھر اُدھر دیکھا مگر کوئی پتہ نہ چلا۔ مزید تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ اس کی لاش مسلمان لے جا چکے ہیں۔ چنانچہ بہت سے مسلح مشرکین اونٹوں گھوڑوں پر سوار ہو کر ان کا تعاقب کرتے ہیں۔

ادھر حضرت زبیر جب مشرکین کو اپنے قریب دیکھتے ہیں تو حضرت خبیبؓ کی نعش گھوڑے سے اُتار کر زمین پر رکھ دیتے ہیں۔ خدا کی قدرت کہ زمین پر رکھتے ہی زمین فوراً اس لاش کو نگل جاتی ہے اور اس طرح خدا تعالیٰ حضرت خبیبؓ کے جسم کی مشرکین سے حفاظت فرماتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت خبیبؓ کو بلیغ الارض کے لقب سے یاد کیا جانے لگا۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہے کہ

ایک حضرت خبیبؓ کا جسد اطہر ہے کہ اسے زمین خود بخود چھپا لیتی ہے۔
اور ایک حارث کا جسم تھا جسے نہ تو پانی قبول کرتا ہے اور نہ ہی زمین قبول کرتی ہے۔

جس کو زمین نے چھپا لیا وہ جسم عاشق مصطفےٰ حضرت خبیبؓ کا جسم تھا۔
اور جس کو زمین نے قبول نہ کیا وہ مسلم بن عقیل کے دو معصوم بچوں کے قاتل کا جسم تھا۔

خبیبؓ پیغمبر کا وفادار تھا اس لئے زمین بھی خبیب سے محبت کرتی تھی۔ اور حارث خاندان نبوت کا غدار تھا اس لئے بھی زمین بھی حارث سے نفرت کرتی تھی۔
سچ ہے جب کوئی مصطفےٰ کریم سے محبت کرتا ہے تو کائنات کا ذرہ ذرہ اس سے محبت کرتا ہے۔

ے کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

ستر صحابہ قرآن کے قاری

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ ابھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر سے واقعہ رجیع کا صدمہ محو نہ ہوا تھا کہ ایک شخص عامر بن مالک آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر ہدیہ پیش کرتا ہے مگر آپؐ اس سے ہدیہ قبول نہیں کرتے بلکہ اسلام کی دعوت دیتے ہیں۔

خطیب کہے کہ

آج کل کے پیروں اور مذہبی راہنماؤں کو اس سے سبق حاصل کرنا چاہیئے جو بلا سوچے سمجھے ہدیہ قبول کر لیتے ہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ ہدیہ دینے والا کون ہے۔ اس سے ہدیہ قبول کرنا چاہیئے یا نہیں۔

بحر حال یہ عرض کر رہا تھا کہ آپؐ عامر بن مالک سے ہدیہ قبول کرنے کی بجائے اسے اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتے ہیں لیکن عامر بن مالک نہ تو اسلام قبول کرتا ہے اور نہ ہی رد کرتا ہے بلکہ کہتا ہے کہ اگر آپؐ اپنے چند اصحاب اہل نجد کی طرف دعوتِ اسلام کی عرض سے روانہ فرما دیں تو مَیں امید رکھتا ہوں کہ اہل نجد اس دعوت کو ضرور قبول کر لیں گے۔

سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے اہل نجد پر اعتبار نہیں مجھے خطرہ اور اندیشہ ہے کہ وہ میرے اصحاب کو کہیں کوئی نقصان نہ پہنچائیں۔

عامر بن مالک کہتا ہے کہ حضورؐ! مَیں اس کا ضامن ہوں۔

چنانچہ حضرت امام الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم حضرت منذر بن عمرو ساعدی کی امارت میں قرآن کے ستر قاریوں کو روانہ کرتے ہیں۔

خطیب کہے کہ

یہ صحابہ قرآن کے قاری تھے۔

یہ صحابہ قرآن کے حافظ تھے۔

یہ صحابہ پیغمبر اسلام کے شاگرد تھے .

یہ صحابہ پیغمبر کے پروانے تھے .

یہ صحابہ کملی والے کے دیوانے تھے .

یہ صحابہ میرے محبوبؐ کے امتی تھے .

یہ صحابہ نبی کے بلا واسطہ شاگرد تھے .

یہ صحابہ دن کو لکڑیاں چن کر شام کو بازار میں فروخت کرتے تھے اور پھر اس سے حاصل شدہ رقم سے اصحاب صفہ کے لئے کھانا لے کر آتے تھے .

یہ انتہائی مقدس اور پاک باز لوگ تھے . رات کا کچھ حصہ تو اس قرآن کی تلاوت میں اور کچھ حصہ تہجد میں گزارتے تھے . یوں سمجھئے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بڑے قیمتی ہیرے عامر بن مالک کی جھولی میں ڈال دیئے تھے . سبحان اللہ العظیم .

مَیں شہادت کیوں چھوڑوں

حضرات گرامی ! روایات میں آتا ہے کہ یہ لوگ جو قرآن کے قاری اور حافظ تھے . جنہوں نے براہ راست مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم سے سبقاً قرآن سیکھا اور پڑھا تھا مدینہ سے روانہ ہو جاتے ہیں . روانگی کے وقت حضور صلے اللہ علیہ وسلم ایک خط لکھوا کر حضرت انس کے ماموں حرام بن ملحان کو دیتے ہیں کہ یہ خط تم عامر بن طفیل کو دے دینا .

چنانچہ یہ لوگ بئر معونہ پہنچ کر قیام کرتے ہیں اور حرام بن ملحان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا والا نامہ لے کر عامر بن طفیل کے پاس پہنچتے ہیں اور آپ کا مکتوب گرامی اسے دیتے ہیں لیکن عامر بن طفیل آپ کا خط پڑھنے سے قبل ہی حضرت حرام بن ملحان کو قتل کرنے کے لئے ایک شخص کو اشارہ کرتا ہے وہ شخص پیچھے سے آکر ان سے ایک نیزہ مارتا ہے جو ان کے جسم سے پار ہو جاتا ہے . حضرت حرام بن ملحان چکرا کر زمین پر گرتے ہیں اور کہتے ہیں اَللّٰہُ اَکْبَرُ فُزْتُ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ

اللہ بہت بڑا ہے۔ رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔

اس کے بعد عامر بن طفیل دیگر قبائل کو ان صحابہ کے قتل پر ابھار کر انہیں تیار کرتا ہے اور پھر وہ سب مل کر ان نفوس قدسیہ کو شہید کر تے ہیں۔ ان قرآن کے قاریوں میں سے صرف حضرت کعب بن زید بچ جاتے ہیں جو زخمی تو ہو گئے تھے مگر شہید نہ ہو سکے۔ ان کے علاوہ دو صحابہ جو مویشی چرانے جنگل کی طرف گئے ہوئے تھے وہ بچ جاتے ہیں۔ (زرقانی)

خطیب کہے کہ

خدا کی قدرت دیکھئے کہ

جو منگل میں تھے وہ شہید ہو گئے اور جو جنگل میں تھے وہ بچ گئے۔

جو فرصت میں وہ شہید ہو گئے جو خدمت پر تھے وہ بچ گئے۔

جو ساتھیوں کے ساتھ تھے وہ شہید ہو گئے۔

جو مویشیوں کے ساتھ وہ بچ گئے۔ سبحان اللہ العظیم۔

عزیزان گرامی قدر! میں عرض کر رہا تھا کہ یہ دونوں ساتھی جو جانور چرانے جنگل میں گئے ہوئے تھے یہ جنگل میں ہی آسمان کی طرف پرندے اڑتے دیکھتے ہیں تو انہیں تشویش لاحق ہوتی ہے کہ ضرور کوئی نہ کوئی حادثہ ہوا ہے۔ چنانچہ یہ جلدی مویشی لے کر ساتھیوں کی طرف آتے ہیں تو کیا دیکھتے ہیں کہ تمام ساتھی جام شہادت نوش کر چکے ہیں۔ بے ساختہ ان کی زبانوں پر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن جاری ہو جاتا ہے۔ آپس میں مشورہ کرتے ہیں کہ کیا کرنا چاہیئے۔

عمرو بن امیہ کہتے ہیں کہ ہمیں مدینہ پہنچ کر حضور کو اطلاع کرنی چاہیئے لیکن حضرت منذر بن محمد کہتے ہیں کہ اطلاع تو آپ کو ہو ہی جائے گی میں جام شہادت کیوں نہ نوش کر دوں۔ چنانچہ یہ دونوں بھی تلواریں لہرا کر آگے بڑھتے ہیں۔ داد شجاعت دیتے ہیں۔ حضرت منذر بن محمد تو جام شہادت پی کر عازم جنت ہوتے ہیں لیکن حضرت عمرو بن امیہ کو گرفتار کر کے عامر بن طفیل کے سامنے پیش کیا

جاتا ہے وہ ان کے سر کے بال کاٹ کر چھوڑ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ میری والدہ نے ایک غلام آزاد کرنے کی نذر مانی تھی اس لئے میں اس نذر میں تمہیں آزاد کرتا ہوں۔

(زرقانی جلد دوم) سبحان اللہ العظیم

خطیب کہے کہ

یہ لوگ ایمان سکھانے آئے تھے۔

یہ لوگ اخلاق بتانے آئے تھے۔

یہ لوگ قرآن سنانے آئے تھے۔

یہ لوگ قرآن پڑھانے آئے تھے۔

یہ لوگ رحمان کے در پر جھکانے آئے تھے۔

یہ لوگ اخوت و محبت کا درس دینے آئے تھے۔

لیکن ان نیک بختوں کو ان بدبختوں نے قتل کر دیا۔

خطیب کو کہنے دیجئے کہ

ان قرآن کے قاریوں نے جہان چھوڑنا منظور کر لیا مگر قرآن و ایمان چھوڑنا گوارا نہ کیا اور قربان جائیں ان مویشی چرانے والے دو صحابہ پر جنہوں نے مسئلہ ہی حل کر دیا کہ جب ایک نے دوسرے سے کہا کہ ہمیں مدینہ جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع کرنی چاہیئے تو اس صحابی نے جواب دیا کہ اطلاع تو آپ کو ہو ہی جائے گی میں شہادت کیوں چھوڑوں۔

یہاں میں یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ

قرآن کے قاریوں کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ ہی اطلاع دیتے ہیں۔ آپ کو خود بخود بغیر خدا تعالےٰ کے بتائے علم نہیں ہوتا۔ اگر قرآن کے قاری یہ عقیدہ رکھتے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم عالم الغیب ہیں تو پھر وہ یہ نہ کہتے کہ آپ کو اطلاع تو ہو ہی جائے گی بلکہ کہتے کہ آپ سے کون سی بات چھپی ہے آپ کو تو ذرے ذرے کا علم ہے۔ آپ کو جا کر اطلاع دینے کی ضرورت نہیں۔ لیکن چونکہ یہ

قرآن کے قاری اور عالم تھے لہذا وہی بات کہی جو قرآن کے مطابق تھی سبحان اللہ العظیم

خطیب کہتا ہے کہ

اگر آپ کو عالم الغیب تسلیم کر لیا جائے تو پھر معاذ اللہ یہ کہنا پڑے گا کہ آپ نے سب کچھ جانتے ہوئے اپنے جانثاروں کو ان ظالم اور سفاک لوگوں کے سپرد کر دیا۔ لیکن جو پیغمبر اپنے صحابہ کی تکلیف پر تڑپ اٹھتا ہو وہ اپنے دوستوں کو اس طرح ظالموں کے سپرد نہیں کر سکتا۔ بلکہ آپ کو اس واقعہ کا اس قدر صدمہ ہوتا ہے کہ آپ تقریباً ایک ماہ تک صبح کی نماز میں ان ظالموں کے لئے بددعا کرتے رہتے ہیں۔

نوریوں نے بشر کو اٹھا لیا

حضرات گرامی! میں عرض کر رہا تھا کہ اس معرکہ میں ایک ایسے شخص بھی تھے جنہیں امتیازی مقام عطا فرمایا گیا۔ روایات میں آتا ہے کہ ان پیغمبر کے شاگردوں میں۔ ان قرآن کے قاریوں میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت عامر بن فہیرہ بھی تھے۔ جب یہ شہید ہوتے ہیں تو ان کی نعش کو آسمان پر اٹھا لیا جاتا ہے۔ دشمن اسلام عامر بن طفیل اس منظر کو دیکھ کر کہتا ہے۔

لَقَدْ رَأَيْتُهُ بَعْدَ مَا قُتِلَ رُفِعَ إِلَى السَّمَاءِ حَتَّى إِنِّي لَأَنْظُرُ إِلَى السَّمَاءِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْأَرْضِ ثُمَّ وُضِعَ. (بخاری)

ترجمہ: میں نے خود حیرانی کے عالم میں اس شخص کو قتل ہونے کے بعد دیکھا کہ اس کی لاش آسمان کی طرف اٹھائی گئی کہ آسمان اور زمین کے درمیان معلق رہتی ہے اور پھر زمین پر رکھ دی جاتی ہے۔ سبحان اللہ العظیم

خطیب کہتا ہے کہ

خدا تعالٰی کبھی انبیاء کی تبلیغ کے ذریعہ۔

کبھی معجزات کے ذریعہ۔ اور

کبھی ایسے عجیب و غریب واقعات کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت کا راستہ دکھاتے ہیں تاکہ وہ مسلمان ہو کر صراط مستقیم کو اختیار کریں۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہاں اور بھی قاری موجود تھے مگر حضرت صدیقؓ کے آزاد کردہ غلام عامر بن فہیرہ کی ہی نعش کو آسمان پر اٹھانے کے لئے کیوں منتخب کیا گیا۔ تو اس کا جواب خطیب یہ دیتا ہے کہ

یہ ٹھیک ہے کہ دوسرے بھی قرآن کے قاری تھے۔
یہ ٹھیک ہے کہ دوسرے بھی مریدان مصطفیٰ تھے۔
یہ ٹھیک ہے کہ دوسرے بھی شاگردان مجتبیٰ تھے۔
یہ ٹھیک ہے کہ دوسرے بھی خادمین اسلام تھے۔

لیکن ان میں صدیق کے ناز اٹھانے والا عامر بن فہیرہ ہی تھا جس کی نعش مبارک کو نوریوں نے آسمان پر اٹھالیا۔

یہاں خطیب کو کہنے دیجئے کہ
جس نے صدیق کی خدمت کی تھی اس کی فرشتوں نے خدمت کی۔
جو صدیق کا غلام تھا اس کے نوری غلام بن گئے۔
جو صدیق کا خادم تھا اس کے فرشتے خادم ہوگئے۔ اور
جو صدیق کے ناز اٹھانے والا تھا اس کی لاش کو خدا کے فرشتوں نے اٹھالیا تاکہ دنیا کو پتہ چل جائے کہ جو صدیق سے محبت کرتا ہے خدا کے فرشتے بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔ اور یہ بھی بتایا گیا کہ اے دنیا والو! اگر صدیق امت میں ایک امتیازی علامات رکھتا ہے تو جو صدیق کا خادم ہوگا اسے بھی ایسی انفرادی علامت عطا ہوگی کہ دوسرے اس کی اس شان کا مقابلہ نہ کرسکیں گے۔ سبحان اللہ العظیم۔

مقامِ صدیقؓ

حضرات گرامی! چلتے چلتے یہ عرض کرتا چلوں کہ

حضرت ادریس کو فرشتوں نے اٹھایا۔

حضرت سلیمان کو ہواؤں نے اٹھایا۔

حضرت عیسٰے کو فرشتوں نے اٹھایا۔

لیکن جب میرے مصطفٰے کی باری آئی تو آپ کو صدیق نے کندھوں پر اٹھایا۔ یہ ایک ایسا اعزاز ہے جو پوری کائنات میں صدیق کے سوا کسی اور کو میسر نہ ہو سکا۔ اور پھر عامر بن فہیرہ۔ صدیق کے غلام کی لاش کو آسمان پر اٹھایا جانا خدا تعالٰے کی طرف سے یہ ایک انعام تھا۔ ایک اعلان تھا کہ اے صدیق تو نے میرے نبی کو کندھوں پر اٹھایا میرے نوری فرشتوں نے تیرے غلام کی لاش کو کندھوں پر اٹھا لیا۔

اے صدیق تو مصطفٰے کو اٹھا کر پہاڑ کی بلندی پہ لے گیا تھا اور فرشتے تیرے خادم کو اٹھا کر آسمان کی بلندی پر لے گئے۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کو کہنے دیجئے کہ

یہاں یہ بتانا مقصود تھا کہ صدیق کے غلام کا یہ مقام ہے تو اس غلام کے آقا حضرت صدیق کی بلندیٔ درجات کا کیا مقام ہوگا۔

؎ یہ شان ہے خدمت گاروں کی
سردار کا عالم کیا ہوگا سبحان اللہ العظیم

ایک ہی جملہ نے جنّتی بنا دیا

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ جبار بن سلمٰی حضرت عامر بن فہیرہ کے قاتل تھے کہتے ہیں کہ میں نے جب عامر بن فہیرہ کے نیزہ مارا تو اس وقت ان کی زبان سے ایک جملہ نکلا کہ فُزْتُ وَاللّٰہِ۔ خدا کی قسم میں مراد کو پہنچا۔

حضرت جبار بن سلمٰی کہتے ہیں کہ یہ سن کر میں حیران و ششدر رہ گیا کہ میں اسے قتل کر رہا ہوں اور یہ کہہ رہا ہے کہ میں مراد کو پہنچ گیا۔ میں نے اپنا مقصود پالیا۔

مجھے کامیابی کی منزل مل گئی ۔

آخر وہ کون سی کامیابی اور منزل ہے جو قتل کے بعد ملتی ہے ۔ چنانچہ حضرت جبار بن سلمیٰ حضرت ضحاک سے یہ واقعہ عرض کر کے ان سے اس کامیابی کے متعلق سوال کرتے ہیں تو حضرت ضحاک انہیں بتاتے ہیں کہ حضرت عامر بن فہیرہ کے اس جملہ کا مطلب ہے کہ انہیں جنت مل گئی ۔ یہ سن کر جبار بن سلمیٰ کہتے ہیں کہ اچھا یہ بات ہے تو پھر سن لو اور گواہ ہو جاؤ کہ

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

خطیب کہتا ہے کہ

صدیق کے غلام کا شان دیکھئے کہ

جس کے ایک ہی جملہ نے جبار بن سلمیٰ کی کایا پلیٹ کر رکھ دی ۔

عامر کے ایک ہی جملہ نے جبار بن سلمیٰ کو جہنمی سے جنتی بنا دیا ۔

ایک ہی جملہ نے دوزخ سے کھینچ کر جنت میں داخل کر دیا ۔

ایک ہی جملہ نے ذرے کو آفتاب بنا دیا ۔

ایک ہی جملہ نے کھیرے کو ہیرا بنا دیا ۔

ایک ہی جملہ نے شرارے کو ستارا بنا دیا ۔

ایک ہی جملہ نے مٹی کو سونا بنا دیا ۔ سبحان اللہ العظیم ۔

خطیب کو کہنے دیجئے کہ

ایک ہی جملہ نے سیاہی کو سفیدی سے بدل دیا ۔

ایک ہی جملہ نے ظلمت کو نور سے بدل دیا ۔

ایک ہی جملہ نے برائی کو اچھائی میں بدل دیا ۔

ایک ہی جملہ نے دشمنی کو دوستی سے بدل دیا ۔

ایک ہی جملہ نے نفرت کو محبت سے بدل دیا ۔

ایک ہی جملہ نے شقاوت کو شرافت میں بدل دیا۔
ایک ہی جملہ نے کذب کو صدق سے بدل دیا۔
ایک ہی جملہ نے دشمن اسلام کو محافظ اسلام بنا دیا۔ سبحان اللہ العظیم۔
خطیب کہے کہ
بعض مرتبہ لمبے چوڑے وعظ اتنا اثر نہیں کرتے جتنا اثر چند الفاظ کر جاتے ہیں
کسی پنجابی شاعر نے خوب کہا ہے کہ

عاقل نوں اک نقطہ کافی تے لوڑ نہیں دفتر دی
بے عقلاں تے اثر نہ کردی پند نبیؐ سرور دی

خدا تعالےٰ نے جبار بن سلمیٰ کو عقل سلیم عطا فرما رکھی تھی کہ ایک ہی جملہ نے ان کی قسمت سنوار کر رکھ دی اور دوسری طرف ابوجہل کئی معجزات دیکھ کر بھی اسلام قبول نہ کر سکا۔

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشند خدائے بخشندہ

شمع کے پروانے محبوبؐ کے دیوانے

حضرات گرامی! میں عرض کر رہا تھا کہ مولیشی چرانے کے لئے جو دو صحابی جنگل گئے ہوئے تھے ان میں سے ایک تو شہید کر دیئے گئے تھے اور دوسرے عمرو بن امیہ کے سر کے بال کاٹ کر انہیں چھوڑ دیا گیا تھا۔ یہ جب مدینہ کو روانہ ہوتے ہیں تو راستہ میں انہیں دو شخص ملتے ہیں وہ ان کے ساتھ مدینہ چل پڑتے ہیں۔ مقام قناۃ میں پہنچ کر ایک باغ میں ٹھہر جاتے ہیں۔ جب یہ بنی عامر کے دونوں مشرک سو جاتے ہیں۔ تو حضرت عمرو بن امیہ دل میں سوچتے ہیں کہ بنی عامر کے سردار عامر بن طفیل نے ہمارے ستر قاری شہید کئے ہیں۔ سب کا انتقام تو اس وقت لے نہیں سکتا لیکن ان دونوں کو قتل کر کے اپنے دو قاریوں کا بدلہ تو لے سکتا ہوں۔ چنانچہ یہ سوچ کر حضرت عمرو بن امیہ ان دونوں کو قتل کر دیتے ہیں۔ یہ صحابی مدینہ پہنچ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام واقعہ سے آگاہ کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ بنی عامر کے ساتھ ہمارا عہد و پیمان تھا تمہیں نہیں چاہیئے تھا کہ ان

سے دو آدمی قتل کرتے۔ اب ہمیں ان کی دیت اور خون بہا دینا ضروری ہے. چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کی دیت روانہ فرماتے ہیں۔ (فتح الباری)

خطیب کہے کہ

اس محسن اعظم اور رحمت دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حمیدہ ملاحظہ فرمائیں کہ دشمن ان کے ستر قاریوں کو قتل کر چکا ہے مگر آپؐ ان دو شخصوں کا خون بہا روانہ فرما رہے ہیں۔

سبحان اللہ العظیم

عزیزان گرامی قدر! روایات میں آتا ہے کہ آپ اسی سلسلہ میں بات کرنے کی غرض سے بنونضیر کی طرف جاتے ہیں۔ آپؐ کے ساتھ اس وقت کون کون تھا؟

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ حضرت ابوبکر بھی تھے۔ حضرت عمر بھی تھے۔ حضرت عثمان بھی تھے۔ حضرت زبیر بھی تھے۔ حضرت طلحہ بھی تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف بھی تھے۔ حضرت سعد بن معاذ بھی تھے۔ حضرت اسید بن حضیر بھی تھے اور حضرت سعد بن عبادہ بھی تھے۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہتا ہے کہ

اگر شمع رسالت جا رہے تھے تو ساتھ رسالت کے پروانے بھی جا رہے تھے۔

اگر نبی جا رہے تھے تو ساتھ امتی بھی جا رہے تھے۔

اگر استاد جا رہے تھے تو ساتھ شاگرد بھی جا رہے تھے۔

اگر عرب کا چاند جا رہا تھا تو ساتھ ستارے بھی جا رہے تھے۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کو کہنے دیجئے کہ

صاحبِ قرآن کے ساتھ قاریٔ قرآن بھی تھے۔

صاحب نبوت کے ساتھ خادمانِ نبوت بھی تھے۔

صاحبِ صداقت کے ساتھ صاحبان صداقت بھی تھے۔

صاحبِ امانت کے ساتھ صاحبانِ امانت بھی تھے۔

صاحبِ دیانت کے ساتھ صاحبانِ دیانت بھی تھے۔

امام المرسلین کے ساتھ امام المتقین بھی تھے۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کو کہنے دیجئے کہ وہ کیا منظر ہوگا۔

جب حضور آگے ہوں گے اور صحابہ پیچھے ہوں گے۔

جب صاحبِ جمال آگے ہوگا اور عاشقانِ جمال پیچھے ہوں گے۔

جب صاحبِ کمال آگے ہوگا اور عاشقانِ کمال پیچھے ہوں گے۔

جب سردارِ انبیاء آگے ہوگا اور سردارانِ امت پیچھے ہوں گے۔

جب حبیبِ رحمان آگے ہوگا اور بندگانِ رحمان پیچھے ہوں گے۔

جب صاحبِ معراج آگے ہوگا۔

جب صاحبِ لولاک آگے ہوگا۔

جب ساقی کوثر آگے ہوگا۔

جب شافع محشر آگے ہوگا ـــــ اور

آپؐ کے پیچھے آپ کے اصحابؓ چل رہے ہوں گے تو یقیناً در و دیوار سے آواز آ رہی ہوگی کہ ؎ سیدِ کونین تیرے جاں نثاروں کو سلام

یعنی گردونِ نبوت کے ستاروں کو سلام

خطیب کو کہنے دیجئے کہ

یہ نہیں ہو سکتا کہ

چاند ہو اور ستارے نہ ہوں۔

سورج ہو اور کرنیں نہ ہوں۔

سمندر ہو اور لہریں نہ ہوں۔

پھول ہو اور خوشبوئیں نہ ہوں۔

محبوب ہو اور دیوانے نہ ہوں۔

شمع ہو اور پروانے نہ ہوں۔

مصطفےٰ ہو اور صحابہ نہ ہوں۔ سبحان اللہ العظیم۔

تو پھر خطیب کو کہنے دیجئے کہ

جہاں چاند ہوگا تو ستارے بھی ہوں گے۔

سورج ہوگا تو کرنیں بھی ہوں گی۔

سمندر ہوگا تو لہریں بھی ہوں گی۔

پھول ہوگا تو خوشبوئیں بھی ہوں گی۔

محبوب ہوگا تو دیوانے بھی ہوں گے۔

شمع ہوگی تو پروانے بھی ہوں گے۔

نبی ہوگا تو صحابہ بھی ہوں گے۔ سبحان اللہ العظیم۔

وجودِ مصطفٰے حفاظتِ رحمان میں

حضراتِ گرامی! روایات میں آتا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم دیت کے سلسلہ میں بات چیت کرنے کے لئے بنو نضیر کے پاس جاتے ہیں۔ وہ لوگ ظاہری طور پر انتہائی خندہ پیشانی سے ملاقات کرتے ہیں اور دیت میں شرکت کا وعدہ کرتے ہیں لیکن اندرون خانہ طے ہوتا ہے کہ کوئی شخص چھت پر چڑھ کر اور پیغمبرِ اسلام جس جگہ تشریف فرما ہوں ان پر ایک بہت بڑا پتھر گرا دے تاکہ (معاذ اللہ) آپ پتھر کے بوجھ سے ہی دب کر رہ جائیں اور زندہ نہ بچ سکیں۔ لیکن انہی میں سے ایک شخص سلام بن مشکم کہتا ہے۔

لَا تَفْعَلُوْا۔ وَاللّٰہِ لَیُخْبِرُنَّہٗ رَبُّہٗ۔

ایسا ہرگز نہ کرو۔ خدا کی قسم اس کا رب اس کو خبر کر دے گا۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہتا ہے کہ

اتنی موٹی بات تو اس وقت کے مشرکین بھی سمجھتے تھے کہ نبی کو غیب کی خبریں خدا تعالےٰ دیتے ہیں۔ اسی لئے کہا کہ خدا کی قسم! اس کا رب اسے خبر کر دے گا۔ مگر آج کا مشرک یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ پیغمبر کو بغیر خدا کے بتائے ذرے ذرے کا

علم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ عقل سلیم عطا فرمائے۔

میں عرض کر رہا تھا کہ ادہر ان بدبختوں نے یہ مشورہ کیا ادہر رب العالمین نے رحمۃ اللعالمین کو جبریل امین کے ذریعے اطلاع فرما دی کہ میرے محبوب! آپ یہاں سے اٹھ جائیں۔ چنانچہ اطلاع ملتے ہی اللہ کا پیارا پیغمبر اس جگہ سے اس طرح اٹھتا ہے کہ دیکھنے والا سمجھے کہ آپ کسی ضرورت کے لئے تشریف لے گئے ہیں۔ یہود کو جب آپ کے اس طرح اٹھ کر چلے جانے کا علم ہوتا ہے تو وہ انتہائی پریشان اور نادم ہوتے ہیں۔ ان میں ایک یہودی کہتا ہے کہ کیا تم کو معلوم نہیں ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کیوں اٹھ کر چلے گئے ہیں۔ خدا کی قسم! آپ کو تمہاری غداری اور ناپاک سازش کا علم ہو گیا ہے اور میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہتا ہے کہ

یہودی یہ بات جانتے تھے کہ ان کو سازش کے متعلق بتلانے والا بھی خدا ہے اور بچانے والا بھی خدا ہے۔

آج یہودیوں نے دیکھ لیا کہ جس خدا نے طوفان سے نوح کو بچایا تھا۔ اسی خدا نے آج اپنے محبوب کو یہود کے حملہ سے بچا لیا۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کو کہنے دیجئے کہ

آج میرے محبوب کا وہی محافظ ہے جو نمرود کی آگ میں خلیل کا محافظ تھا۔

آج میرے آقا کا وہی محافظ ہے جو دریائے نیل میں حضرت موسیٰ کا محافظ تھا۔

آج میرے نبی کا وہی محافظ ہے جو مچھلی کے پیٹ میں حضرت یونس کا محافظ تھا۔

سبحان اللہ العظیم

خطیب کو مزید کہنے دیجئے کہ

جو قرآن کا محافظ ہے وہی صاحب قرآن کا محافظ ہے۔

جو کتاب اللہ کا محافظ ہے وہی رسول اللہ کا محافظ ہے۔

جو فرقان کا محافظ ہے وہی برہان کا محافظ ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔

روایات میں آتا ہے کہ جب کافی دیر ہو گئی آپ واپس تشریف نہ لائے تو صحابہ آپ کی تلاش میں مدینہ پہنچتے ہیں۔ آپ اپنے جاں نثاروں کو یہودیوں کی سازش اور ان کی غداری سے آگاہ کرتے ہیں۔ لیکن اس کے بعد یہودی ایک اور غداری کرتے ہیں۔ کہ آپ کے پاس پیغام بھیجتے ہیں کہ آپ اپنے ساتھ تین آدمی لے کر آجائیں اور ہمارے بھی تین عالم ہوں گے جو آپ سے آپ کی نبوت کے متعلق گفتگو کریں گے اور اگر آپ نے انہیں قائل کر لیا اور وہ آپ کی نبوت پر ایمان لے آئے تو ہم بھی ایمان لے آئیں گے اور ان بدبختوں نے اور بدنصیبوں نے ان عالموں سے مل کر یہ سازش تیار کر لی کہ جب تم پیغمبر اسلام سے ملاقات کے لئے جاؤ تو تم اپنے کپڑوں میں خنجر چھپا کر لے جانا اور موقع ملتے ہی آپ پر حملہ کر کے قصہ ہی ختم کر دینا۔ مگر جس خدا نے آپ کو نبوت دے کر بھیجا تھا اس نے آپ کی حفاظت کا ذمہ بھی لیا تھا۔ آپ کو ان کی اس سازش اور غداری کا بھی علم ہو جاتا ہے۔ اس طرح وہ مالک الملک آپ کو بچا لیتا ہے۔

اس واقعہ کے متعلق قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ

اے ایمان والو! اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو۔

إِذْ هَمَّ قَوْمٌ أَنْ يَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ

جب لوگوں نے ارادہ کیا کہ تم پر دست درازی کریں پھر اللہ نے ان

أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ

کے ہاتھ تم پر اٹھنے سے روک دیئے اور اللہ سے ڈرتے رہو اور ایمان

الْمُؤْمِنُوْنَ ٥ (پ ۶۔ رکوع ۷)

والوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔ سبحان اللہ العظیم۔

انصار کا فانی ایثار

حضرات گرامی!

میں عرض کر رہا تھا کہ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو جب یہودی کی یکے بعد دیگرے غداری کا علم ہوتا ہے تو آپ ان پر حملہ کرنے اور ان کے باغوں، درختوں کو جلانے کا حکم دیتے ہیں اور انہیں کہا جاتا ہے کہ تمہیں دس دن کی مہلت ہے۔ ان دس دنوں میں جس قدر سامان بھی تم اپنے اونٹوں پر لے جا سکتے ہو لے جاؤ۔ چنانچہ یہودی جس قدر ہو سکتا ہے۔ سامان اٹھا کر لے جاتے ہیں۔

روایات میں آتا ہے کہ جب یہود جلاوطن ہو گئے تو باقی جتنا بھی ان کا مال و اسباب تھا اسے مسلمانوں میں تقسیم کرنے سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے گروہ انصار! اگر تم چاہو تو میں بنو نظیر کے مال کو تم میں اور مہاجرین میں برابر تقسیم کر دوں اور مہاجرین پہلے کی طرح تمہارے ساتھ تمہارے گھروں میں رہیں اور اگر چاہو تو یہ مال صرف مہاجرین میں تقسیم کر دوں اور وہ تمہارے گھر خالی کر دیں۔

حضرات گرامی! ذرا توجہ کیجئے انصار کا جواب سنیئے اور سر دھنیئے۔ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی سن کر انصار جواب دیتے ہیں کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم نہایت خندہ پیشانی اور خوشی اس بات پر راضی ہیں کہ آپ یہ سارا مال صرف مہاجرین حضرات میں ہی تقسیم فرما دیں اور ہم یہ بھی چاہتے ہیں کہ پہلے کی طرح ہی مہاجرین ہمارے گھروں میں رہیں اور کھانے پینے میں ہمارے ساتھ شریک ہوں۔

سبحان اللہ العظیم

خطیب کہتا ہے کہ

انصار مدینہ کا جواب کس قدر دلکش اور فرحت بخش ہے اور کس قدر مناسب حال ہے کہ اگر یہ کہتے کہ یہ مال ہم میں برابر تقسیم کر دیا جائے تو اس سے یہ مطلب نکلتا کہ انصار سارا مال مہاجرین کو دینے کے لئے تیار نہیں اور مال کا لالچ دل میں رکھتے ہیں اور اگر یہ کہتے کہ ٹھیک ہے سارا مال مہاجرین کو ہی دے دیا جائے تو اس کا مطلب یہ نکلتا کہ انصار مہاجرین سے تنگ ہیں اس لئے وہ چاہتے ہیں کہ مہاجرین ان کے گھر خالی

کر کے چلے جائیں۔ لیکن قربان جائیں تربیت پیغمبر پر اور انصار کے اس لاثانی ایثار پر۔ عرض کرتے ہیں کہ مال بھی مہاجرین کو دے دیا جائے اور گھروں میں سے بھی نہ جانے دیا جائے۔ سبحان اللہ العظیم:

اگر کوئی آج کل کا مطلب پرست ہوتا تو کہتا کہ یہ سارا مال تو آپ ہمیں دے دیں کیونکہ ہم نے بہت مال و اسباب مہاجرین پر خرچ کیا ہے۔ لہٰذا ہمیں کچھ تو اس کا بدلہ ملنا چاہیئے۔ لیکن یہ لوگ میرے آقا کے بلا واسطہ شاگرد تھے جن کی نظریں مال پر نہیں بلکہ مالک دوجہاں پر تھیں۔

جو مکان نہیں رضائے رحمان چاہتے تھے۔

جو دولت نہیں صحبت نبوت چاہتے تھے۔ سبحان اللہ العظیم۔

انصار کا یہ لاثانی ایثار دیکھ کر آقائے دوجہاں فرماتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ ارْحَمِ الْاَنْصَارَ وَ اَبْنَاءِ الْاَنْصَارِ (زرقانی)

اے اللہ! انصار اور ان کی اولاد پر خاص مہربانی فرما۔

حضرت صدیق جوشِ مسرت سے فرماتے ہیں کہ اے گروہ انصار! اللہ تعالےٰ تم کو جزائے خیر دے۔ خدا کی قسم تم نے ہمارے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا ہے۔ تم مہاجرین کی امداد سے اکتائے نہیں۔ اگر بالفرض ایسی صورت حال ہماری مال کو پیش آ جاتی تو وہ بھی اکتا جاتی۔ لیکن تم نے جو ہمارے ساتھ سلوک کیا ہے اس کا اجر تمہیں خدا کی طرف سے ملے گا۔ سبحان اللہ العظیم۔

مشرکین کا پہلا کام جھوٹا پروپیگنڈا

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ احد سے واپسی کے وقت ابوسفیان سے آئندہ سال بدر میں لڑائی کا وعدہ ہو گیا تھا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ معاہدہ یاد تھا اور ادھر ابوسفیان بھی اس سے غافل نہ تھا۔ ابوسفیان دل سے خائف تھا۔ چنانچہ اس نے ایک شخص معاوضہ دے کر تیار کیا کہ وہ مدینہ پہنچ کر یہ جھوٹا پروپیگنڈا کرے

کہ قریش نے لڑائی کے لئے بڑا زبردست انتظام کیا ہے اور بہت بھاری لشکر تیار کیا ہے۔ اس لئے بہتر ہے کہ مسلمان اس کے مقابلہ میں نہ جائیں۔ مطلب یہ تھا کہ مسلمان مرعوب ہو کر رک جائیں گے اور اس طرح عرب بھر میں دھاک بیٹھ جائے گی لیکن جن لوگوں نے شراب وحدت پی لیا ہو بھلا وہ ایسے پروپیگنڈا سے کب گھبراتے ہیں۔ ادھر جب صحابہ کرام کو علم ہوا تو ان کے ایمانوں میں اور جوش اور ولولہ پیدا ہو گیا اور پورے مدینہ میں ہر صحابی یہ کہتے ہوئے تیاری کرنے لگا کہ

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ

یعنی ہمارے لئے ہمارا خدا وکیل اور مددگار ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہتا ہے کہ

صحابہ زخم پر زخم اٹھا چکے ہیں اور ابھی پہلے زخم مندمل نہیں ہوتے لیکن جذبۂ ایمانی ملاحظہ کریں کہ کفر سے ٹکرانے کے لئے پھر تیاری کر رہے ہیں۔ رب ذوالجلال کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ ایسے اطاعت گذار ساتھی پوری کائنات میں محبوب خدا کے سوا کسی کو نہیں ملے جس طرح حضور کی نبوت بے مثال و بے نظیر تھی اسی طرح آپ کے جاں نثار صحابہ بے مثال و بے نظیر تھے۔ مداح صحابہ کمتر مرحوم خوب کہتے ہیں۔

نہیں جھک کسی توں گھبرائے نہ سر دیون توں کترائے
لہو وچ ہو کے بھی لت پت نہ حق آکھن توں باز آئے

تعلق ایہہ جیہا سائیں نال ہالایا صحابہؓ نے
خدا دے دین نوں دنیا تے چمکایا صحابہؓ نے

سبحان اللہ العظیم

صحابہ کی تیاری اور جاں نثاری دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن آگیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْ بَعْدِ مَا

جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانا بعد اس کے کہ انہیں

أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِيْنَ أَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا

زخم پہنچ چکے تھے۔ جو ان میں سے نیک ہیں اور پرہیزگار ہوئے

أَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ

ان کے لئے بڑا اجر ہے۔ جنہیں لوگوں نے کہا کہ مکہ والوں نے تمہارے

النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ

مقابلہ کے لئے سامان جمع کیا ہے سو تم ان سے ڈرو تو ان کا ایمان

إِيْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ۝

اور زیادہ ہوا اور کہا کہ ہمیں اللہ ہی کافی ہے اور بہترین کارساز ہے۔

وکیل صحابہؓ کون؟

حضرات گرامی! میں آخر میں کہوں گا کہ آج ہر خطیب اور مقرر یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں صحابہ کا وکیل ہوں۔ ٹھیک ہے ہر خطیب کو صحابہ کی وکالت کرنی چاہیئے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ خدا سے بڑھ کر صحابہ کا وکیل کوئی نہیں۔

خدا سے بڑھ کر صحابہ کا مددگار کوئی نہیں
خدا سے بڑھ کر صحابہ کا طرف دار کوئی نہیں

کیونکہ صحابہ نے جو کام فرش پر کئے خدا تعالیٰ نے عرش پر ان کی تعریف کرتا ہے۔ صحابہ نے جو جملے اللہ کی محبت میں سرشار ہو کر کہے خدا تعالیٰ نے انہیں قرآن بنا کر اپنے محبوب پر نازل فرمایا تاکہ پتہ چل جائے کہ صحابہ کا قول و فعل خدا کو پسند ہے تو جو بات خدا کو پسند ہو گی وہی بات محبوب خدا کو بھی پسند ہو گی اور جو بات محبوب خدا کو پسند ہو گی وہ بات حضور کی امت کو بھی پسند ہو گی اور جو صحابہ کا بغض رکھے گا وہ سب کچھ ہو سکتا ہے مگر حضور کا امتی نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ صحابہ کی محبت نصیب فرمائے۔

باقی آئندہ جمعہ انشاء اللہ
عرض کروں گا۔

خطبہ نمبر ۷

حبیبۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

رحمان کی نگاہ میں

جھلکیاں

بے نیاز کی بے نیازی

بشریت مصطفیٰ پر ایک دلیل

پیغمبر عالم الغیب نہیں ہوتے

ان کی تیغوں کی چمکتی تیز دھاروں کو سلام

منافقین کا لالچی ٹولہ

قسمت جاگ اٹھی

وہ گھاٹی والے اونٹ کس لئے ہیں

جویریہ کی سوکن کہتی ہے

نفاق کی بدبُو

حبیبۂ مصطفیٰ رحمان کی نگاہ میں

تہمت لگانے والے ملعون ہیں

صدیق کا گھرانہ برکت والا ہے

بیٹی تو بڑی مبارک ہے۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَکَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیْدًا ؁

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

صدق اللہ العظیم ۔

بزرگان محترم دوستو، عزیزو، نوجوان ساتھیو!

گذشتہ خطبہ کے اندر میں نے ۲ھ کے بعض واقعات کا تذکرہ کیا تھا اور یہ عرض کیا تھا کہ اسی ۲ھ ہجری میں حضورؐ پندرہ سو صحابہ لے کر بدر میں قیام کرتے ہیں۔ لیکن ابو سفیان صحابہ کے جوش ایمانی کے سامنے نہیں ٹھہر سکتا اور راستہ ہی سے مکہ واپس ہو جاتا ہے۔ اگرچہ ابو سفیان چاہتا تھا کہ میری مسلمانوں پر دھاک بیٹھ جائے لیکن الٹا ابو سفیان پر مسلمانوں کا رعب طاری ہو جاتا ہے اور خاموشی سے واپس ہونے میں عافیت سمجھتا ہے۔

خطیب کہتا ہے کہ

ابو سفیان کو کیا علم کہ یہ واپسی اس کی اسلام کی طرف واپسی ہے۔

یہ واپسی اس کی ایمان کی طرف واپسی ہے۔

یہ واپسی اس کی قرآن اور صاحب کی طرف واپسی ہے۔

اور پھر ابو سفیان واپس ہوا۔ دنیا نے دیکھا کہ

جو نبی کو مارنے کے لئے بے تاب تھا۔

اب نبی کے لئے مرنے کو بے قرار ہے۔

جو قرآن سننا گوارا نہ کرتا تھا۔

اب قرآن پڑھنا اور دیکھنا سعادت سمجھتا ہے۔

جو مسلمانوں کے خلاف مال و اسباب اکٹھا کرتا تھا۔

اب مسلمانوں کی امداد کے لئے یہ اسباب اکٹھا کر رہا ہے۔

خیر میں آپ سے یہ عرض کر رہا تھا کہ سن چار ہجری میں جہاں اور واقعات ہوئے وہاں یہ بھی ہوا کہ پیغمبر اسلام کی لاڈلی بیٹی سیدہ فاطمہ کو ایک اور حسین بیٹا حسین کی شکل میں عطا فرمایا گیا۔ (طبری)

شاید یہ اشارہ تھا کہ حسینؓ اس لئے سن چار ہجری میں پیدا کیا گیا تاکہ حسینؓ سے محبت رکھنے والے چار یاروں سے بغض نہ رکھیں۔

بے نیاز کی بے نیازی

عزیزان گرامی قدر! اللہ تعالےٰ کی بے نیازیاں دیکھئے کہ جس سال علی کو حسینؓ کی شکل میں حسین بیٹا عنایت فرمایا اسی سال عثمانؓ سے بیٹا واپس لے لیا۔ یا یوں سمجھئے کہ سن چار ہجری جمادی الاول میں حضرت عثمان سے عبداللہ بیٹا واپس لے لیا۔ چھ ماہ کی عمر تھی کہ عبداللہ بن عثمان انتقال کر گیا اور ادھر حضرت علی کو حضرت حسنؓ کے بعد حضرت حسینؓ عطا فرما دیا گیا۔

خطیب کہتا ہے کہ

رحمان نے عثمان کے پاس ایک بھی نہ رہنے دیا اور علی کو کئی بیٹے اور بیٹیاں عطا فرما دی گئیں۔ اس مقام پر قرآن پکار اٹھتا ہے۔

یَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّیَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَ۔

جسے چاہتا ہے لڑکیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے لڑکے بخشتا ہے

اَوْ یُزَوِّجُھُمْ ذُکْرَانًا وَّاِنَاثًا وَّیَجْعَلُ مَنْ

یا لڑکے اور لڑکیاں ملا کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بانجھ

يَشَآءُ عَقِيمًا ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ قَدِيرٌ ۝ پ ۲۵ ع ۶
کر دیتا ہے بے شک وہ خبردار قدرت والا ہے۔

بشریتِ مصطفٰے پر ایک دلیل

حضرات گرامی! آگے چلنے سے پہلے میں یہاں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ اسی سن چار ہجری میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت ام سلمہ سے بھی ہوا اور ایک ماہ بعد پھر نکاح حضرت زینب سے ہوا۔ (طبری)

خطیب کہتا ہے کہ

آج تک کوئی شخص یہ ثابت نہیں کر سکا کہ کسی فرشتے نے نکاح کیا ہو۔ اس لئے جب پیغمبر نکاح کریں گے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ فرشتے نہیں بلکہ انسان ہیں اور انسان بھی کامل ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ

جو نکاح کرے وہ انسان ہوتا ہے خدا نہیں ہوتا۔

جو نکاح کرے وہ بشر ہوتا ہے فرشتہ نہیں ہوتا اور

جو فرشتہ ہو وہ نکاح نہیں کرتا۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کو کہنے دیجئے کہ

جو باپ کہلائے وہ خدا نہیں ہوتا۔

جو خدا ہوتا ہے وہ باپ نہیں کہلاتا۔

جو اولاد والا ہو وہ خدا نہیں ہوتا۔

جو خدا ہو وہ اولاد والا نہیں ہوتا۔

جو بشر ہو وہ بیویاں رکھتا ہے۔

جو خدا ہو وہ بیویاں نہیں رکھتا۔

جو نکاح کرے وہ بشر ہوتا ہے۔

جو نور ہو وہ نکاح نہیں کرتا۔ سبحان اللہ العظیم۔

حضرت زینب اور ام سلمہ سے حضور کا نکاح اس بات کی دلیل ہے کہ آپ انسان کامل ہیں۔

پیغمبر عالم الغیب نہیں ہوتے

عزیزان گرامی قدر! سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کا اگر گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے تو میں وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ انسان راہ راست سے بھٹک نہیں سکتا اور کسی غلط عقیدہ کی دَلدل میں نہیں پھنس سکتا۔

مَیں آگے چلنا چاہتا ہوں مگر مجھے سن چار ہجری آگے نہیں چلنے دیتا۔ کہتا ہے کہ ذرا ٹھہر و اور لوگوں کو بتاؤ کہ اسی سن میں حضورؐ نے زید بن ثابت سے کہا تھا کہ یہود کی زبان میں لکھنا پڑھنا سیکھ لو کیونکہ مجھے ان کے پڑھنے پر اطمینان نہیں ہے۔ (طبری)

خطیب کہتا ہے کہ

اس کا مطلب یہ ہے کہ یہود جب پڑھتے تھے تو پڑھتے وقت کچھ اپنی طرف سے بھی ملا دیتے تھے۔ اسی لئے آپ نے فرمایا کہ مجھے اطمینان نہیں ہے۔ یہیں سے خطیب استدلال کرتا ہے کہ جو عالم الغیب ہو اور ہر بات جانتا ہو تو وہ یہ بھی جان سکتا ہے کہ اس نے کیا چھوڑا ہے اور کیا پڑھا ہے اور پھر جو عالم الغیب ہو تو اسے کسی کچھ سننے کی ضرورت نہیں ہوتی کہ وہ سب جانتا ہے۔ تو جب آپ تحریر سنتے تھے۔ کسی سے پڑھواتے تھے تو اس کا مطلب ہے کہ آپ غیب نہیں جانتے تھے۔ آپ کو معلوم نہ تھا کہ کیا تحریر کیا گیا ہے۔ اسی لئے فرمایا کہ مجھے ان کے پڑھنے پر اطمینان نہیں اور جن پر پیغمبر کو اطمینان تھا انہیں عثمان غنیؓ اور معاویہ بن ابی سفیان کہتے ہیں۔ سبحان اللہ العظیم۔

حضرات گرامی! میں اگر کاتبان وحی اور کاتبان اسلام کے فضائل عرض کرنے لگوں تو اپنے موضوع سے ہٹ جاؤں گا۔ اس لئے یہ کہہ کر بات ختم کرتا ہوں کہ اگر پیغمبر اسلام کو حضرت عثمان اور حضرت معاویہ کی تحریر و تقریر پر اطمینان نہ ہوتا تو آپ یقیناً انہیں بھی اس کام سے فارغ کر دیتے لیکن آخر وقت تک انہیں اس کام پر مامور رکھنا

اس بات کی بیّن دلیل ہے کہ سرکار مدینہ کو ان کے ایمان و اسلام، اخلاص و اخلاق پر مکمل اطمینان تھا۔ جن پر نبی کو اطمینان ہو اور دوسرے لوگ ان پر غیر مطمئن ہوں تو انہیں اپنی آخرت کے انجام کی فکر کرنی چاہیئے۔ صحابہ کے ایمان و اسلام میں نقص نکالنے والا خود اسلام سے نکل جاتا ہے۔ شاعر کہتا ہے۔

لکھا کرتے تھے ان کے ہاتھ پروانے معافی کے
کیا کرتے تھے یہ تقسیم جوہر طبع صافی کے

انہی کی ذات سے ملتی تھی دنیا کو نوید اکثر
زبانیں ان کی بنتی تھیں عدالت کی کلید اکثر

طواف شمع کرتے تھے نبوت کے یہ پروانے
نگاہیں ان کی فرش راہ تھیں، دل ان کے نذرانے

سبحان اللہ العظیم

ان کی تیغوں کی چمکتی تیز دھاروں کو سلام

حضرات گرامی! حضور صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے چار سال گذر چکے تھے اور جب پانچواں سال شروع ہوتا ہے تو کچھ عرصہ بعد آپ کو اطلاع ملتی ہے کہ دُومتہ الجندل کے لوگ اکٹھے ہو کر مدینہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ آپ ان کی آمد سے پہلے ایک ہزار کی مقدس جماعت لے کر ان پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہوتے ہیں لیکن انہیں جب علم ہوتا ہے کہ مسلمان حملہ آور ہونے کے لئے چل پڑے ہیں تو وہ لوگ بھاگ اٹھتے ہیں اور ان پر ایسی ہیبت طاری ہوتی ہے کہ بدحواسی کے عالم میں اپنے اونٹ بھی چھوڑ جاتے ہیں اور مسلمان ان کے اونٹوں پر قبضہ کر لیتے ہیں۔

خطیب کہتا ہے کہ (محمد رسول اللہ)

یہ اتفاق تھا کہ جنگ کی نوبت نہیں آئی یا خدا کی مرضی یہ تھی کہ صحابہ کو کسی سال سے آرام سے بیٹھنے نہیں دیتا اور صحابہ بھی ہر وقت کمربستہ رہتے تھے اور جب یہ مقدس لوگ جس طرف کا رخ کرتے تو دشمن ان کے چمکتے چہرے اور چمکتی تلواریں دیکھ

کر بھاگ اٹھتا اور در و دیوار پکار اٹھتے کہ

ان تیغوں کی چمکتی تیز دھاروں کو سلام ~ سبحان اللہ العظیم

منافقین کا لالچی ٹولہ

عزیزان گرامی قدر! روایات میں آتا ہے کہ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو سن پانچ ہجری میں یہ اطلاع ملتی ہے کہ بنی المصطلق کے سردار حارث بن ابی ضرار نے مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے بہت بھاری فوج جمع کر لی ہے اور وہ کسی وقت بھی مدینہ پر حملہ کر سکتا ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم حضرت بریدہ بن حصیب اسلمی کو تصدیق کے لئے روانہ فرماتے ہیں حضرت بریدہ واپس آکر بتاتے ہیں کہ آپ کو ملنے والی اطلاع ٹھیک ہے۔ چنانچہ آپ صحابہ کو تیاری کا حکم دیتے ہیں۔

خطیب کہتا ہے کہ

اگر کسی کو خدا نے عقل سلیم عطا فرمائی ہو تو وہ اس واقعہ سے یہ نتیجہ اخذ کر سکتا ہے کہ اگر حضورؐ ہر جگہ موجود ہوتے تو آپ کو تصدیق کے لئے بھیجنے کی ضرورت نہ تھی اور دوسری بات کہ آپ عالم الغیب ہوتے تو پھر اطلاع ملنے اور پھر اس اطلاع کی تصدیق کی بھی قطعاً ضرورت نہ تھی۔ یہ سب ضرورتیں اس بات کی دلیل ہیں کہ آپ ہر جگہ موجود نہیں ہیں اور نہ ہی آپ کو ہر وقت ہر بات کا علم ہوتا ہے۔ ہر وقت ہر بات کا علم ہونا یہ خاصۂ خدا ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔

میں عرض کر رہا تھا کہ آپ حضرت بریدہ اسلمی سے تصدیق کرا کر صحابہ کو خروج کا حکم دیتے ہیں اور مقدس گروہ تو پہلے ہی کمربستہ تھا حکم ملتے ہی چل پڑتا ہے۔ صحابہ کے چہروں پر تو اللہ کی طرف سے ہر وقت صداقت مسکراتی رہتی تھی اور ہر وقت ان کے چہرے تر و تازہ رہتے تھے۔ انہیں خوش و خرم دیکھ کر منافقین کے منہ میں پانی آگیا کہ یہ جو خوشی خوشی جا رہے ہیں انہیں مال و دولت ملے گی۔ ہمیں بھی ان کے ساتھ چلنا چاہیئے تاکہ ہمیں بھی مال مل سکے۔ چنانچہ منافقین کا ایک بڑا گروہ اس مقدس

جماعت میں شامل ہو جاتا ہے اور ساتھ چل پڑتا ہے۔ جب کہ اس سے پہلے کبھی بھی۔۔۔ ۔۔۔۔ منافقین کسی غزوہ میں شامل نہ ہوئے تھے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم حضرت زید بن حارثہ کو مدینہ میں اپنا قائم مقام مقرر فرما کر قرعہ اندازی کرتے ہیں جس میں حضرت عائشہ صدیقہ کا نام نکلتا ہے اور انہیں ساتھ لے کر روانہ ہو جاتے ہیں اور تیزی سے سفر طے کرتے ہوئے اور جنگی تدبیر اختیار کرتے ہوئے اچانک ان پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ وہ اچانک حملہ کی تاب نہیں لا سکتے۔ بعض قتل ہو جاتے ہیں اور بعض گرفتار ہو جاتے ہیں۔ ان کے مال و اسباب دو ہزار اونٹ پانچ ہزار بکریوں پر قبضہ کر لیا جاتا ہے اور تقریباً دو سو گھرانوں کو قید کر لیا جاتا ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔

قسمت جاگ اٹھی

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ جب قیدی تقسیم کئے گئے تو انہی قیدیوں میں بنی المصطلق کے سردار حارث بن ابی ضرار کی بیٹی جویریہ بھی تھی۔ یہ حضرت ثابت بن قیس کے حصہ میں آتی ہے۔ حضرت ثابت بن قیس اسے کہتے ہیں کہ اگر تم مجھے اتنی رقم ادا کر دو تو میں تجھے آزاد کر دوں گا۔ چنانچہ یہ حضورؐ کی خدمت میں آتی ہے اور عرض کرتی ہے کہ آپ جانتے ہیں کہ میں سردار حارث بن ابی ضرار کی بیٹی ہوں۔ میری اسیری کا حال بھی جانتے ہیں۔ میں ثابت بن قیس کے حصہ میں آئی تھی انہوں نے مجھے کہا ہے کہ اتنی رقم جمع کر کے مجھے دے دو میں تمہیں آزاد کر دوں گا۔

حضورؐ فرماتے ہیں کہ میں تم کو اس سے بہتر ایک شے بتاتا ہوں اگر تم پسند کرو تو میں تمہاری طرف سے رقم ادا کر دوں اور تم کو آزاد کر کے تم سے نکاح کر لوں۔ جویریہ کہتی ہے مجھے یہ صورت منظور ہے۔ (ابو داؤد)

خطیب کہتا ہے کہ

جویریہ! تیرے مقدر کو سلام۔ تیرے مقدر کا ستارہ چمک اٹھا۔

اسے حارث بن ابی ضرار کی بیٹی جویریہ! پہلے تجھے حارث کی بیٹی کہتے تھے۔ اب

تجھے مصطفےٰ کی زوجہ کہیں گے۔

اے بنتِ حارث! تیرا تذکرہ قرآن میں ہوگا۔

اے بنتِ حارث! تیرا تذکرہ آسمانوں میں ہوگا۔

اے بنتِ حارث! جنت کی حوریں تجھ پر رشک کریں گی۔

اے بنتِ حارث! کائنات کا حسن تم پر نثار ہوگا۔

اے بنتِ حارث! تجھے خدا کی کتاب میں ام المومنین کا لقب ملے گا۔

اے بنتِ حارث! تجھے کائنات کی عورتوں کی سردار کہا جائے گا۔

اے بنتِ حارث! پوری امتِ مسلمہ تجھے ماں کا درجہ دے گی۔

اے بنتِ حارث! تیری عصمت پر کائنات کی عورتیں قربان ہوں گی۔

اے بنتِ حارث! تیری عزت پر مسلمان اپنی عزتیں قربان کریں گے۔

اے بنتِ حارث! تیرا نام عقیدت و محبت سے لیا جائے گا۔

اے بنتِ حارث! تجھ پر سلام بھیجا جائے گا۔

اے بنتِ حارث! تیرا ذکر قیامت تک ہوتا رہے گا۔

اے بنتِ حارث! حضور کی زوجیت میں آنے کا فیصلہ تیرا بے مثال فیصلہ ہے۔

اور ادھر میرے خدا کا فیصلہ ہے کہ تجھے مصطفےٰ کریم کی زوجہ بنا کر جنت میں عورتوں

سردار بنانا چاہتا ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔

وہ گھاٹی والے اونٹ کس لئے ہیں؟

حضرات گرامی! میں عرض کر رہا تھا کہ جویریہ بنت حارث پیغمبرؐ کی زوجیت میں

آنے کے لئے تیار ہو جاتی ہے۔ ادھر حارث بہت سے اونٹ لے کر اپنی بیٹی کو آزاد

کرانے کے لئے مدینہ روانہ ہوتا ہے۔ مدینہ پہنچنے سے پہلے دو اونٹ جو بہت عمدہ

اور پسندیدہ تھے ان کو ایک گھاٹی میں چھپا دیتا ہے تاکہ واپسی پر انہیں واپس لے جائے

گا۔ جب حارث مدینہ میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ میں اپنی بیٹی

کا فدیہ لایا ہوں ۔ اسے آزاد کر دیا جائے ۔

تو آپ فرماتے ہیں کہ وہ دو اونٹ جو تم گھاٹی میں چھوڑ آئے ہو وہ کس لئے ہیں !

حارث آپ کی بات سن کر حیران و ششدر رہ جاتا ہے اور اپنے حواس درست کرکے کہتا ہے کہ مجھے اب وہ اونٹ ملیں یا نہ ملیں لیکن آج مجھے خدا مل گیا ہے ۔

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ۔

عرض کرتا ہے اے محبوب خدا، اے سرکار مدینہ ! ان دو اونٹوں کا میرے سوا کسی کو علم نہ تھا آپ نے جو ان کی نشان دہی فرمائی ہے تو میں جان گیا ہوں کہ آپ کو آپ کے رب نے ہی بتایا ہے ۔ سبحان اللہ العظیم ۔

خطیب کہے کہ

اگر کوئی آج کل کا عاشق ہوتا ہے تو کہتا کہ آپ کو تو ذرے ذرے کا علم ہے ۔ لیکن یہ بات تو اس وقت بھی ہر شخص جانتا اور مانتا تھا کہ نبی کو بتانے والا نبی کا خدا ہے ۔ یعنی

جو بتانے والا ہے وہ خدا ہے اور

جس کو بتایا جا رہا ہے وہ مصطفےٰ ہے ۔ سبحان اللہ العظیم ۔

جویریہؓ کی سوکن کہتی ہے

عزیزان گرامی قدر! آپ میں سے اکثر لوگوں نے سوکنوں کی لڑائی اور حسد دیکھا ہوگا مگر قربان جاؤں پیغمبر کی ازواج پر کہ ایک دوسری کو بابرکت کہہ رہی ہے ۔

روایات میں آتا ہے کہ جب سیدہ جویریہؓ سے آپ کا نکاح ہو جاتا ہے تو صحابہ بنی المصطلق کے تمام قیدیوں کو رہا کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اب ان کا ہمارے پیغمبر سے رشتہ قائم ہو گیا ہے ۔ چنانچہ سیدہ عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ میں نے جویریہؓ سے زیادہ کسی عورت کو اپنی قوم کے حق میں بابرکت نہیں دیکھا کہ جس کی وجہ سے ایک دن میں سو گھرانے آزاد ہوئے ہوں ۔ (ابوداؤد) سبحان اللہ العظیم ۔

خطیب کہے کہ

جس عورت کی تعریفیں خود سیدہ عائشہ کر رہی ہیں۔ کائنات کی عورتیں اس کی تعریفیں کیوں نہ کریں گی اور سیدہ عائشہ کے بھی قربان جاؤں انہوں نے اپنی سوکن کی فضیلت وعظمت کا سچائی اور بھلائی سے ذکر کر کے یہ بتا دیا کہ صدیق کی بیٹی صدیقہ جو بات بھی سمجھے گی وہ سچی کہے گی۔ جس کی تعریف کرے گی سچی کرے گی چاہے وہ اس کی سوکن ہی کیوں نہ ہو۔ سوکن کے متعلق تعریفی جملے کہنا عورت کے لئے بہت مشکل ہوتا ہے لیکن جب عورت عائشہ جیسی ہوگی تو پھر وہ وہی بات کہے گی جو سچ اور حق ہوگی۔

سبحان اللہ العظیم

خطیب کو کہنے دیجئے کہ

جب یہ تعریفی کلمات سیدہ جویریہ نے سنے ہوں گے تو وہ بھی خوشی سے جھوم اٹھی ہوں گی کہ میری یہ تعریف کسی عام عورت نے نہیں کی بلکہ میری تعریف حبیبۂ حبیب خدا نے کی ہے۔

میری تعریف صدیقہ بنت صدیق نے کی ہے۔

آج میری تعریف صدیقۂ کائنات نے کی ہے۔

آج میری تعریف اس عفیفہ نے کی ہے جس کی تعریف قرآن میں رحمان نے کی ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔

نِفاق کی بَدبُو

حضرات گرامی! میں نے عرض کیا تھا کہ اس سفر میں آپ کے ساتھ منافقین کا ایک گروہ بھی چل پڑا تھا اور یہ تو آپ لوگ جانتے ہیں کہ بدبو اور تعفن پھیلے بغیر نہیں رہتا چنانچہ پانی کے ایک چشمہ پر ایک مہاجر اور انصاری میں جھگڑا ہو جاتا ہے۔ مہاجر انصاری کے لات مارتا ہے۔ انصاری اپنے انصار کو آواز دیتا ہے اور مہاجر اپنے مہاجرین کو مدد کے لئے بلاتا ہے۔ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم یہ آوازیں سن کر پوچھتے ہیں کہ یہ جاہلیت کی آوازیں کیسی ہیں؟ صحابہ عرض کرتے ہیں کہ یارسول

اللہ ایک مہاجر نے ایک انصاری کے لات مار دی ہے۔ حضور فرماتے ہیں۔

دَعُوْهَا فَإِنَّهَا مُنْتِنَةٌ.

ان باتوں کو چھوڑ دے بلاشک یہ باتیں گندی بدبودار ہیں۔

منافقین کا سرغنہ عبداللہ بن ابی بھی وہیں موجود تھا۔ وہ موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہتا ہے کہ کیا یہ مہاجرین ہم پر حاکم ہو گئے ہیں۔ خدا کی قسم مدینہ پہنچ کر عزت والا ذلت والے کو نکال دے گا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو جب اس بات کی اطلاع ملتی ہے تو حضرت عمر جو قریب ہی تھے سن کر عرض کرتے ہیں یارسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس منافق کی گردان اڑا دوں۔ مگر آپ فرماتے ہیں کہ نہیں رہنے دو۔ لوگ اصل صورت حال کو تو سمجھیں گے نہیں اور یہ کہنے لگیں گے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اپنے ہی اصحاب کو قتل کرتے ہیں۔

خطیب کہے کہ

ابن ابی حقیقتاً حضورؐ کے صحابہ میں شامل نہ تھا بلکہ منافق اسلام، پیغمبر اسلام اور صحابہ کرام کا جانی دشمن تھا لیکن اس بدبخت اور لعین نے اپنی ظاہری صورت صحابہ جیسی بنا رکھی تھی اور زبان سے بھی حضورؐ کا صحابی ہونے کا دعوے دار تھا اس لئے آپؐ نے اس کے قتل کی اجازت نہ دی۔

یہاں خطیب کو کہنے دیجئے کہ

اگرچہ ابن ابی دل سے مسلمان نہیں تھا اور نہ ہی آپؐ سے قلبی محبت رکھتا تھا لیکن اس کی ظاہری صورت چونکہ صحابہ جیسی تھی تو اس ظاہری مطابقت نے ہی اس کی جان بچا لی۔ اس سے معلوم ہوا کہ مخلصین کی تشبہ اگرچہ نفاق سے ہو تو وہ بھی بے کار نہیں جاتی۔ تو جب کوئی دل و جان سے صحابہ سے محبت کرے گا تو ان کی صداقت و حقانیت پر ایمان رکھتے ہوئے ان کی اطاعت کرے گا تو اسے کیوں نہ اجر و جزا سے مالا مال کر دیا جائے گا۔

یہاں خطیب کو مزید کہنے کی اجازت دیجئے کہ

اگر صحابہ کی ظاہری نقل منافق کو عمر کی تلوار اور پیغمبر کے عتاب سے بچالیتی ہے تو جو مومن صحابہ کی نقل ایمان ویقین سے کرے گا وہ خدا کے عذاب سے کیسے نہیں بچے گا۔ اس لئے یہ عقیدہ بنا لیجئے کہ صحابہ کی نقل کرنے والے جیسے بھی ہوں اللہ اور اس کے رسول کے ہاں قابل احترام ہیں۔ لیکن مومن اور منافق کا پتہ چل جاتا ہے کیونکہ جب مومن بات کرتا ہے تو خوشبو پھیلتی ہے اور جب منافق بولتا ہے تو بدبو اٹھتی ہے۔

روایات میں آتا ہے کہ حضرت جابر کہتے ہیں کہ ہم حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے فَارْتَفَعَتْ رِيحٌ مُنْتِنَةٌ کہ اچانک سخت بدبو اٹھتی ہے۔

فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَدْرُوْنَ مَا هٰذِهِ الرِّيحُ۔

آپؐ فرماتے ہیں تمہیں معلوم ہے کہ یہ کس چیز کی بدبو ہے۔

هٰذِهِ رِيحُ الَّذِيْنَ يَغْتَابُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (رواہ احمد)

یہ بدبو ان لوگوں کے منہ سے آرہی ہے جو اس وقت مسلمانوں کی غیبت کر رہے ہیں۔

خطیب کہتا ہے کہ یہ بتلانے کی ضرورت نہیں کہ اس وقت جو مسلمان تھے انہیں صحابہ کہتے تھے۔ اور انہی صحابہ نے بھی اس بدبو کو محسوس کیا لیکن صحابہ کو یہ علم نہ ہو سکا کہ یہ بدبو ہے کس چیز کی مگر جب پیغمبر نے بتایا تو انہیں بھی علم ہوا کہ یہ غیبت کی بدبو ہے۔ خدا تعالےٰ ہمیں غیبت سے بچائے اور صحابہ کرام کا سچا شیدائی بنائے۔

جلیبۂ مصطفےٰ رحمان کی نگاہ میں

حضرات گرامی! اسی سفر میں ایک ایسا واقعہ بھی پیش آتا ہے کہ جس نے مومن اور منافق کی پہچان کرادی۔ جس نے پکے اور سچے مسلمان کا تعارف کرادیا۔ اس واقعہ کو افک کہا جاتا ہے۔ یہ واقعہ چونکہ سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے متعلق ہے تو میرا دلی ارادہ

ہے کہ میں سیدہ کی سیرت مکمل طور پر جمعہ کے خطبات میں عرض کروں۔ دعا کریں کہ خدا تعالےٰ مجھے اس کی توفیق اور ہمت عطا فرمائے۔ یہاں آج میں صرف اتنا عرض کروں گا کہ سیدہ عائشہ پر تہمت کو قرآن پاک میں اللہ تعالےٰ نے بہتانِ عظیم کہا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا یَكُوْنُ لَنَآ اَنْ

اور جب تم نے اسے سنا تھا تو کیوں نہ کہہ دیا کہ ہمیں تو اس کا منہ

نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِیْمٌ ۝

سے نکالنا بھی لائق نہیں۔ سبحان اللہ یہ بڑا بہتان ہے۔

یعنی تم نے اے مسلمانوں یہ تہمت کی باتیں سنتے ہی کیوں نہ کہہ دیا کہ توبہ معاذاللہ ہمیں ایسی عفیفہ کے متعلق ایسی باتیں منہ سے نکالنا بھی اچھا نہیں لگتا۔ اللہ تعالےٰ کی ذات پاک ہے یہ بہت بڑا بہتان ہے۔

خطیب کہتا ہے کہ

یہاں سبحان سے اس لئے بات کہی گئی کہ جو خدا خود پاک ہے تو

اس کی کتاب بھی پاک ہے۔

اس کا رسول بھی پاک ہے۔

تو جب اس کا رسول پاک ہے تو پاک خدا اپنے پاک رسول کو ناپاک بیوی نہیں دے سکتا۔

خطیب کو کہنے دیجئے کہ

اللہ بھی سُبحان ہے۔

رسول بھی سُبحان ہے۔ اور

عائشہ بھی سبحان ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔

خدا شریک سے اور اسباب سے پاک ہے۔

مصطفےٰ جھوٹ سے، بددیانتی سے اور بغض سے پاک ہے۔

عائشہ تہمت سے افک سے اور بہتان سے پاک ہے۔ سبحان اللہ العظیم

عائشہ پاک تھی تو پاک نبی کے گھر رہی۔

عائشہ طاہرہ تھی تو طاہر نبی کے گھر رہی۔

عائشہ طیبہ تھی تو طیب نبی کے گھر رہی۔

عائشہ حبیبہ تھی تو حبیبؐ خدا کے گھر رہی۔

عائشہ صدیقہ تھی تو صادق و امین نبی کے گھر رہی۔

عائشہ امینہ تھی تو صادق و امین کے گھر رہی۔

عائشہ افضل تھی تو افضل البشرؐ کے گھر رہی۔ سبحان اللہ العظیم۔

تہمت لگانے والے ملعون ہیں

حضرات گرامی! میں عرض کر رہا تھا کہ خداوند قدوس خود پاک ہے اور اس کا نبی بھی پاک ہے۔ اس لئے اللہ تعالےٰ پاک کو ناپاک کے گھر رہنے نہیں دیتا۔ جب علیؓ ناپاک کے گھر نہیں رہ سکتا تو نبی کیسے رہ سکتا ہے۔ نہیں سمجھے۔ میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ علیؓ کو بچپن میں حضورؐ ابو طالب کے گھر سے اپنے گھر لے آئے تھے۔ یہ اشارہ تھا کہ جو ناپاک ہوگا اس کے گھر علی بھی نہیں رہے گا اور نبی بھی نہیں رہے گا۔

علی نبی کے گھر آیا —— اور

نبی عائشہ کے گھر گیا۔

نبی علی کو بھی خدا کے حکم سے لے کر آیا —— اور

نبی عائشہ کے گھر بھی خدا کے حکم سے گیا۔ سبحان اللہ العظیم۔

اگر خدا نبی کو منافقین کی تیار کردہ مسجد ضرار میں جانے سے روک سکتا ہے۔

تو وہی خدا نبی کو عائشہ کے گھر جانے سے بھی روک سکتا ہے۔

لیکن نہیں روکا بلکہ فرمایا جو کسی پاک دامن پر تہمت لگاتا ہے وہ دنیا و آخرت میں بدبخت اور ملعون ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد خداوندی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ

جو لوگ پاک دامنوں پر بے خبر ایمان والیوں پر تہمت لگاتے ہیں

لُعِنُوْا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝

ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے (پ ۱۸ ع ۹)

خطیب کہتا ہے کہ

قرآن پاک کے اس ارشاد کے بعد جو شخص بھی کسی انداز سے سیدہ عائشہ پر تبرا کرے گا وہ خدا تعالےٰ اور مصطفےٰ کی نظر میں ملعون ہوگا۔

تو پھر خطیب کو کہنے دیجئے کہ

جو مرحوم ہوگا ملعون کا ساتھی کیسے بن سکتا ہے۔ یعنی ایک وہ شخص ہے جس پر رحمت کی گئی ہے۔ دوسرا وہ شخص ہے جس پر لعنت کی گئی ہے یہ دونوں آپس میں دوست نہیں بن سکتے۔ جب یہ دوست نہیں بن سکتے تو رشتہ دار کیسے بن سکتے ہیں۔

خطیب کہتا ہے کہ

اگر صدیق و عمر منافق ہوتے تو میرے مصطفےٰ کے رشتہ دار نہ بنتے۔

اگر صدیق و عمر اسلام کے مخالف ہوتے تو پیغمبر اسلام کے سسر نہ بنتے۔

اگر عثمان و علی اسلام کے دشمن ہوتے تو حضورؐ کے داماد نہ بنتے۔

اگر عائشہ و حفصہ مومن نہ ہوتیں تو نبی کی ازواج نہ بنتیں۔

تو پھر خطیب ڈنکے کی چوٹ کہتا ہے کہ

صدیق و عمر مومن تھے اسی لئے آپ کے سسر بن گئے۔

عثمان و علی مسلمان تھے تو حضورؐ کے داماد بن گئے۔

عائشہ و حفصہ مومنہ تھیں تو محبوب خدا کی ازواج بن گئیں۔

اب جو ان کے ایمان و اسلام میں شک کرے گا وہ دنیا میں بدترین لعنتی تو ہو سکتا ہے لیکن خدا کا محبوب بندہ اور نبی کا محبوب امتی نہیں ہو سکتا۔ میری دعا ہے کہ خدا

تعالےٰ ہمیں صحابہ اور اہل بیت سے قلبی محبت وعقیدت کی توفیق عطا فرمائے اور ان کے نقش قدم پر چل کر عاقبت سنوارنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ سب کہدیں آمین۔

آخر میں سیدہ سے متعلق ایک واقعہ برکت کے لئے عرض کرتا ہوں۔

صدیق کا گھرانہ برکت والا

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ جب آپ کسی سفر میں جاتے تو قرعہ اندازی کرتے پھر جس زوجہ محترمہ کا نام نکلتا اسے سفر میں ساتھ لے جاتے۔ سن پانچ ہجری میں آپ کسی سفر تھے اور سیدہ عائشہ صدیقہ آپ کے ہمراہ تھیں کہ سفر میں سیدہ کا ہار گم ہوگیا اور سیدہ اس ہار کے لئے سخت پریشان ہوتیں ہیں۔ چنانچہ قافلہ رک جاتا ہے کہ ہار تلاش کیا جا سکے۔ ادہر نماز کا وقت آجاتا ہے اور وضو کے لئے پانی نہیں ملتا۔ حضرت صدیق اکبر اپنی بیٹی کو لال پیلے ہو کر کہتے ہیں کہ عائشہ! تو ہر سفر میں لوگوں کے لئے مشقت اور مصیبت بن جاتی ہے۔ اب نئی مصیبت تیری وجہ سے آئی ہے کہ نماز کا وقت ہوگیا ہے اور یہاں وضو کے لئے پانی نہیں ہے۔ اب تیرا ہار تلاش کریں یا وضو کے لئے پانی تلاش کریں۔

خطیب کہتا ہے کہ

صحابہ عجیب کشمکش میں تھے کہ کیا کریں۔ پہلے ہار تلاش کریں یا وضو کے لئے پانی تلاش کریں۔ کیونکہ

ایک طرف ہار ہے۔

دوسری طرف خدا کا پیار ہے۔

ایک طرف خدا ہے۔

دوسری طرف مصطفٰے ہے۔

نماز کا حکم خدا نے دیا ہے۔ اور

ہار تلاش کرنے کا حکم مصطفٰے نے دیا ہے۔

اگر وضو کے لئے پانی تلاش نہیں کرتے تو خدا ناراض ہوتا ہے۔ اور اگر ہار تلاش نہیں کرتے تو مصطفےٰ ناراض ہوتا ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔
اسی پریشانی کے عالم میں تھے کہ خداوند قدوس کی طرف سے حکم نازل ہوتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا۔
پھر تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے کام لو
فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ۔
اور اسے اپنے مونہوں اور ہاتھوں پہ ملو۔
اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ۱۰ (پ ۵ ع ۴)
بے شک اللہ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔

صحابہ خوشی سے جھوم اٹھتے ہیں۔ تیمم کر کے نماز فجر ادا کرتے ہیں۔ سیدنا صدیق اکبر کو مبارک باد دیتے ہیں۔ حضرت اسید بن حضیر تو جوش مسرت میں با آواز بلند کہتے ہیں۔

مَا هِيَ بِاَوَّلِ بَرَكَتِكُمْ يَا آلَ اَبِيْ بَكْرٍ۔

اے آل ابوبکر یہ تیمم کا حکم نازل ہونا تمہاری پہلی برکت نہیں ہے۔ بلکہ تمہاری برکت سے اس سے پہلے اور بھی بہت سی سہولت اور آسانیوں کے حکم نازل ہو چکے ہیں۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہتا ہے کہ

خاندان ابوبکر کو برکت والا صحابہ بھی کہتے تھے اور آج سنی بھی حضرت صدیق اور ان کے گھرانے کو برکت والا کہتے ہیں۔ نہ صرف برکت والا کہتے ہیں بلکہ ان سے محبت کو اپنے لئے ذریعہ نجات سمجھتے ہیں۔

خطیب کو کہنے دیجئے کہ

اس وقت صحابہ کو صدیق کے گھرانہ پر اعتماد تھا۔
آج بھی خدام صحابہ کو صدیق کے گھرانے پر اعتماد ہے۔

اس وقت صحابہ خاندان صدیق کو باعث برکت سمجھتے تھے ۔
آج بھی عاشقان صحابہ خاندان صدیق کو باعث برکت سمجھتے ہیں ۔
اس وقت صحابہ کو صدیق اور خاندان صدیق سے عقیدت تھی ۔
آج بھی محبان صحابہ کو صدیق اور خاندان صدیق سے عقیدت و محبت ہے ۔

سبحان اللہ العظیم

دشمنان صدیق اس وقت بھی خائب و خاسر تھا ۔
دشمنان صدیق اِس وقت بھی خائب و خاسر ہے ۔
دشمنان صدیق اُس وقت بھی ناکام و نامراد تھا ۔
دشمنان صدیق اِس وقت بھی ناکام و نامراد ہے ۔
دشمنان صدیق اس وقت بھی ذلیل و رسوا تھا ۔
دشمنان صدیق اِس وقت بھی ذلیل و رسوا ہے ۔
دشمنان صدیق کی ہدایت کے لئے اس وقت بھی دعا کی جاتی تھی ۔ اور
دشمنان صدیق کی ہدایت کے لئے آج بھی دعا کی جاتی ہے ۔
آپ بھی دعا کریں کہ خدا تعالےٰ انہیں ہدایت اور صحیح سوچ کی توفیق عطا فرمائے ۔

بیٹی تو بڑی مبارک ہے

عزیزان گرامی ! روایات میں آتا ہے کہ جب تیمم کی آیت نازل ہوئی اور مسلمانوں کو تیمم کی سہولت اور رخصت مل گئی تو حضرت سیدنا ابو بکر صدیق کی خوشی و مسرت کی کوئی انتہا نہ رہی اور اسی خوشی میں اپنی لاڈلی بیٹی سیدہ عائشہ سے تین مرتبہ کہتے ہیں ۔

"اِنَّكِ لَمُبَارَكَةٌ" ۔ "اِنَّكِ لَمُبَارَكَةٌ" ۔ "اِنَّكِ لَمُبَارَكَةٌ" ۔

اے بیٹی ! بلاشبہ تو بہت ہی مبارک ہے ۔ سبحان اللہ العظیم ۔
خطیب کہتا ہے کہ

یہ وہی صدیق ہیں جو ابھی تھوڑی دیر پہلے اپنی بیٹی کو خفا ہو رہے تھے کہ تم ہر سفر میں

لوگوں کے لئے مصیبت بن جاتی ہو لیکن اب جب کہ وہی مصیبت باعث رحمت و برکت ہوگئی تو اب خوشی سے پھولے نہیں سماتے اور مبارک باد دیتے نہیں تھکتے۔

سبحان اللہ العظیم

خطیب کہتا ہے کہ

جو صدیق کچھ دیر پہلے اپنی بیٹی پر لال پیلے ہو رہے تھے۔ اب اس کی تعریف کرتے ہوئے چپ نہیں ہو رہے۔ خوشی کے آنسو آنکھوں میں تیر رہے ہیں اور بیٹی کی تعریفیں کئے جا رہے ہیں۔

خطیب کو کہنے دیجئے کہ

جب صدیق سیدہ عائشہ پر ناراض ہو رہے تھے تو شاید خدا تعالےٰ کو یہ بات پسند نہ آئی ہو کہ

یہ ٹھیک ہے کہ عائشہ صدیق کی بیٹی ہے۔

یہ ٹھیک ہے کہ عائشہ صدیق کی لخت جگر ہے۔

یہ ٹھیک ہے کہ سیدہ صدیق کی نور نظر ہے۔

لیکن اب سیدہ کی نسبت مصطفےٰ کے ساتھ ہو چکی ہے۔ اب صدیق کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ عائشہ پر ناراض ہو۔ کیوں کہ

عائشہ اب عزت مصطفےٰ ہے۔

عائشہ اب حبیبۂ حبیب خدا ہے۔

عائشہ اب ام المومنین کے عظیم لقب سے ملقب ہو چکی ہے۔

عائشہ اب صدیقۂ کائنات کا اعزاز حاصل کر چکی ہے۔

عائشہ اب مصطفےٰ کی زوجہ بن چکی ہے۔

عائشہ اب پیارے محبوب کی بیوی بن چکی ہے۔ اور

جو پیغمبر کی زوجہ ہوگی وہ امت کی ماں ہوگی۔ اس طرح روحانی طور پر عائشہ صدیق کی ماں کا درجہ رکھتی ہے اور یہ بات جچتی نہیں کہ کوئی روحانی فرزند اپنی روحانی ماں پر

خفا ہو۔ سبحان اللہ العظیم۔

یہاں خطیب کو مزید کہنے کی اجازت دیجئے کہ

اگر صدیق کو عائشہ پر خفا ہونے کی خدا نے اجازت نہیں دی تو آج کے تبرائی کو عائشہ پر تبرّی کرنے کی اجازت کیسے ہوگی۔ سبحان اللہ العظیم۔

اور پھر خدا تعالٰی نے صدیق کی زبان سے الفاظ ہی ایسے نکلوائے کہ

اے بیٹی! بے شک تو مبارک ہے۔

خطیب کہتا ہے کہ

بیٹی تو مبارک اسی روز ہو گئی تھی جس روز اس کی نسبت میرے محبوب کے ساتھ ہوئی۔

عائشہ تو مبارک اسی روز ہو گئی تھی جس روز میرا محبوب صدیق کے گھر گیا تھا۔

عائشہ تو مبارک اسی روز ہو گئی تھی جس روز اس کا پیغمبر سے نکاح ہوا تھا۔

عائشہ تو مبارک اسی روز ہو گئی تھی جس روز سیدہ کو محبوب خدا نے قبول کیا تھا۔

عائشہ تو مبارک اسی روز ہو گئی تھی جس روز اس نے پیغمبر کے گھر قدم رکھا تھا۔

سبحان اللہ العظیم

ٹھہریئے ذرا مجھے صدیق سے بات کرنے دیجئے کہ

اے میرے صدیق!

اے رہبر رضی اللہ عنہ!

اے ابوبکر رضی اللہ عنہ!

اے نبی کے ہمسفر!

کیا آپ کو اس روز پتہ چلا کہ عائشہ مبارک ہے!

اگر آپ اجازت دیں تو میں عرض کروں کہ عائشہ تو پیدا ہی خدا نے مصطفٰے کے لئے کی تھی۔ یہ تو آپ کے پاس امانت تھی اور جب اللہ کی مرضی ہوئی تو اس نے حکم دے دیا کہ اب وہ امانت پیغمبر کے سپرد کر دی جائے۔ تو جو پیدا ہی مصطفٰے کے لئے ہو۔

اس سے بڑھ کر پھر کون مبارک ہو سکتا ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔

یہی وجہ تھی کہ صدیق اکبر کی زبان سے وہی الفاظ نکلے جو خدا تعالےٰ چاہتے تھے تاکہ دنیا کو پتہ چل جائے کہ

جو نبی سے مل جائے گا وہ مبارک ہو جائے گا۔

جو نبی سے کٹ جائے گا وہ مردود ہو جائے گا۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کو کہنے دیجئے کہ

صدیق کے گھر والوں کی طرف سے جو پریشانی آئی اللہ تعالےٰ نے اس کو امت کے لئے رحمت بنا دیا تاکہ کل کلاں کسی کو ان پر اعتراض کا موقع نہ مل سکے۔

سبحان اللہ العظیم

باقی آئندہ جمعہ

انشاء اللہ

عرض کروں گا۔

خطبہ نمبر ۱۷

اصحابِ مُصطفےٰ

خندق کھدائی میں

جھلکیاں

بت پرستوں کے حامی لعنتی ہیں
فرزند اسلام کا بے نظیر مشورہ
صحابہ میں بحث چھڑ گئی
اصحاب مصطفےٰ خندق کی کھدائی میں
مومن اور منافق کی پہچان ہوگئی
پیغمبر کی تجویز اور انصار کا انکار
تین ضربیں تین کنجیاں
گردن ٹوٹ گئی

مشرک کی لاش اور دس ہزار درہم
حضور کی چار نمازیں قضا ہوگئیں
یہ مرد ہے اور میں عورت ہوں
دھوکا دینا جائز ہے
ہنڈیاں الٹ گئیں
حضرت خدیجہ کی حاضر دماغی
اسلام کا اقرار ——— اور
باطل کا فرار

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ

لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ وَکَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

صدق اللہ العظیم

سب حضرات بلند آواز سے درود شریف پڑھیں.

بزرگان محترم دوستو، عزیزو، نوجوان ساتھیو!

خداوند قدوس کے فضل وکرم سے اب تک آپ کو سرکار دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پر ستر تقریر سنا چکا ہوں. الحمد للہ ثم الحمد للہ۔ یہ سب اسی وحدہ لاشریک کی امداد اور نصرت سے ہوا ہے. اللہ تعالےٰ قبول فرمائے اور ہمیں سیرت مصطفےٰ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے.

حضرات گرامی! سن پانچ ہجری میں واقعہ افک پیش آیا. اس پر میں نے گذشتہ خطبہ میں اختصار سے عرض کیا تھا. اس کی تفصیل جب سیرت عائشہ پر خطبہ دوں گا اس وقت عرض کروں گا.

آج کے خطبہ میں سن پانچ ہجری میں پیش آنے والے واقعات کا تذکرہ کروں گا.

بُت پرستوں کے حامی لعنتی ہیں

حضرات گرامی! میں نے آپ کو جمعہ کے خطبات میں ہی بتایا تھا کہ بنو نضیر کی غداری کی وجہ سے انہیں مدینہ سے جلا وطن ہونے کا حکم دے دیا گیا تھا چنانچہ ان

لوگوں نے اپنی عادت کے مطابق اپنی خباثتیں نہیں چھوڑیں اور اسلام کے اسی طرح سرگرم رہے۔ روایات میں آتا ہے کہ جب بنو نضیر جلا وطن ہو کر خیبر میں جا کر اترتے ہیں تو وہاں ان کے معززین مسلمانوں سے اپنا بدلہ لینے کی تدبیریں سوچتے ہیں اور ان امور پر غور و خوض کرتے ہیں جنہیں اختیار کر کے وہ دوبارہ یثرب کے علاقہ میں اپنے قلعوں اور اپنے باغات اور کھیتوں میں واپس جا سکیں۔ چنانچہ طے یہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے مختلف جمعیتوں کو تیار کیا جائے اور اس کام کو سر انجام دینے کی ذمہ داری حیی بن اخطب اور کنانہ بن ربیع وغیرہ کے سپرد کر دی جاتی ہے کہ یہ طوفانی دورے کر کے لوگوں کو اسلام کے خلاف تیار کریں۔

خطیب کہتا ہے کہ

اسلام کے خلاف دورے کرنے والے اس وقت سے آج تک دورے کر رہے ہیں لیکن ان دوروں کی وجہ سے ان کو دورے پڑ گئے مگر اسلام کا دور اسی طرح جاری اور ساری ہے اور انشاء اللہ قیامت تک رہے گا۔ سبحان اللہ العظیم۔

میں عرض کر رہا تھا کہ حیی بن اخطب اور کنانہ بن ربیع اپنے اپنے پروگرام کے مطابق اپنا اپنا وفد لے کر متعلقہ لوگوں سے ملتے ہیں۔ حیی بن اخطب وفد لے کر مکہ پہنچتا ہے اور قریش کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکاتا ہے لیکن قریش جو کہ بت پرست تھے ان سے کہتے ہیں کہ

اے یہودی لوگو! تم بھی تو پہلی آسمانی کتاب کے ماننے والے ہو اور محمدؐ بھی پہلی آسمانی کتاب کو مانتے ہیں۔ اس طرح تمہارا دین اسلام کے قریب ہے لیکن تمہارا جو محمدؐ سے اختلاف ہے وہ یہی ہے کہ دین کونسا بہتر ہے۔ اور یہی سوال ہم تم سے بھی کرتے ہیں کہ تم ہمیں واضح طور پر بتاؤ کہ ہمارا دین بہتر ہے یا محمدؐ کا؟

یہودی جواب دیتے ہیں کہ نہیں نہیں۔ بلکہ تمہارا دین محمدؐ کے دین سے بہتر ہے اور تم ان کے مقابلہ میں زیادہ حق و صداقت پر ہو۔

چنانچہ یہودی وفد کی یہ بات سن کر قریش بہت خوش ہو جاتے ہیں اور ان کے ساتھ

مل کر جنگ کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ پھر یہ شیطانی وفد قبیلۂ غطفان کے پاس پہنچتا ہے اور انہیں بھی اسی طرح ورغلا کر مسلمانوں کے خلاف تیار کرتا ہے۔

خطیب کہتا ہے کہ

یہود نے قریش کو یہ جواب دیا تھا کہ قریش کا دین بت پرستی محمدؐ کے دین سے بہتر ہے۔ اس طرح انہوں نے خود اپنے دین کی مخالفت کر دی تھی جو صرف ایک خدا کی عبادت کا داعی ہے۔ حالانکہ ان کے لئے بہتر یہی تھا کہ وہ مسلمانوں کا ساتھ دیتے اور ان کے ساتھ مل کر ایک وفاق کی صورت میں زندگی بسر کرتے اور دشمنان اسلام سے میل جول نہ رکھتے مگر اسلام کی مخالفت میں ایسے اندھے ہو چکے تھے کہ انہیں بت پرستی کی حمایت کرتے ہوئے ذرہ برابر شرم محسوس نہ ہوئی۔ ایسے ہی لوگوں کے متعلق قرآن میں ارشاد گرامی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُوْنَ

کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا کچھ حصہ دیا گیا وہ بتوں

بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اور شیطانوں کو مانتے ہیں اور کافروں سے یہ کہتے ہیں کہ یہ لوگ

هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ۝

مسلمانوں سے زیادہ راہ راست پر ہیں۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ

یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی لعنت ہے اور جس پر اللہ لعنت

تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ۝ پ ۵ ع ۵

کرے تو اس کا کوئی مددگار نہیں پائے گا۔ سبحان اللہ العظیم

خطیب کو کہنے دیجئے کہ

یہ ارشاد خداوندی ان لوگوں کے لئے انتباہ ہے جو غلط عقیدہ رکھنے والوں کی

بلا وجہ حمایت کرتے ہیں اور بڑے آرام سے کہہ دیتے ہیں کہ جو جہاں لگا ہوا ہے ٹھیک ہے۔ یہ بات اللہ کریم کو قطعاً پسند نہیں ہے بلکہ ان لوگوں کو راہ راست پر لانا ہے اور انہیں بتانا ہے کہ تم غلط جگہ گئے۔

یہ درخت۔
یہ پتھر۔
یہ پہاڑ۔
یہ دریا۔
یہ آبشاریں۔ یہ سب اسی

خدا تعالٰے کی پیدا کردہ ہیں۔ اگر وہ انہیں پیدا نہ کرتا تو یہ خود بخود پیدا نہ ہوتیں۔ اس لئے ان کی عبادت چھوڑ کر اس ایک وحدہٗ لاشریک کی عبادت کرو جس نے ساری کائنات کو بنایا اور سجایا ہے اور حضرت انسان کو زمین پر چلایا ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔

اپنے مفاد کی خاطر مسئلہ کو گول مول کرنا یہ مسلمانوں کا شیوہ نہیں بلکہ یہودیوں کا کام ہے کہ انہوں نے یہ جانتے ہوئے کہ بت پرستی غلط عقیدہ ہے لیکن صرف اس لئے حمایت کی کہ انہیں بت پرستوں سے مفاد اٹھانا تھا۔ انہیں ساتھ ملا کر اسلام پر حملہ کرنا تھا لیکن خدا تعالٰے نے ان کی تمام تدابیر خاک میں ملا دیں اور ان سب کو خائب و خاسر کر دیا۔ سبحان اللہ العظیم۔

فرزندِ اسلام کا بے نظیر مشورہ

حضرات گرامی! میں عرض کر رہا تھا کہ اہل یہود نے ہر طرف طوفانی دورے کر کے لوگوں کو تیار کر لیا اور جو ذرا حیل و حجت کرتے تھے انہیں لالچ دیا کہ خیبر کے باغات سے جس قدر کھجوریں حاصل ہوں گی ہم ہر سال اس کا نصف حصہ تم کو دیا کریں گے۔ بس پھر کیا تھا کچھ لالچ میں آ کر اور کچھ انتقامی جذبہ کے تحت تیار

ہو گئے۔ چنانچہ روایات میں آتا ہے کہ ابو سفیان کی قیادت میں دس ہزار کا لشکر مسلمانوں کو ختم کرنے کے لئے مدینہ کی طرف روانہ ہوتا ہے۔ (فتح الباری)

اگرچہ دشمنانِ اسلام نے جمعیت اکٹھا کرنے کا کام بہت راز داری سے کیا تھا لیکن آپ کو بھی اس کی اطلاع ہو جاتی ہے۔ چنانچہ آپؐ انکی روانگی کی خبر سنتے ہی اپنے تمام جاں نثار صحابہ کو جمع کر کے مشورہ کرتے ہیں۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہتا ہے کہ

صحابہ سے مشورہ کرنے کا حکم خود اللہ تعالےٰ نے قرآن پاک میں دیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ. (پ۴ ع ۸)

اور ان کے واسطے بخشش مانگ اور کام میں ان سے مشورہ لیا کر۔

سبحان اللہ العظیم

خطیب کہتا ہے کہ

اس مقدس جماعت کے کیا کہنے کہ جس سے مشورہ کرنے کا حکم خود عرش والا دیتا ہے اور کملی والے ان سے مشورہ لیتا ہے۔

خطیب کو کہنے دیجئے کہ

ان مشورہ دینے والوں کی عظمت کو سلام کرتا ہوں۔ جب پیغمبر اپنی مازاغ البصر والی نگاہوں سے اس مشیر کا چہرہ دیکھ رہے ہوں گے۔ وہ کیا حسین منظر ہوگا جب تمام صحابہ خاموشی سے بیٹھے مشورہ سن رہے ہوں گے اور پھر وہ منظر تو شاید کوئی بھلا نہ سکے جب فارس کے غریب الدیار نے مشورہ دیا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کھلے میدان مقابلہ کرنے کی بجائے مدینہ میں رہ کر مقابلہ کیا جائے اور شہر کے گرد خندق کھود دی جائے۔ مزید عرض کرتے ہیں کہ ایک طرف تو پہاڑ ہیں اور ایک طرف مدینہ شہر کے مکانات ہیں۔ اس لئے جو جگہ خالی ہے وہاں خندق کھود کر اسے محفوظ کر لیا جائے۔ سبحان اللہ العظیم۔

سب اہل مجلس اس رائے کو پسند کرتے ہیں اور خندق کھودنے کا فیصلہ ہو جاتا ہے اور پھر خود سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم اس کی حدیں قائم کرتے ہیں اور خط کھینچ کر دس دس آدمیوں پر دس دس گز زمین تقسیم فرما دیتے ہیں. (طبقات) سبحان اللہ العظیم.

خطیب کہتا ہے کہ

اس فرزند اسلام کا مشورہ متفقہ طور پر منظور کر لیا گیا اور خندق کھودنے کی تیاری شروع کر دی جاتی ہے.

صحابہؓ میں بحث چھڑ گئی

عزیزان گرامی قدر! میں عرض کر رہا تھا کہ جب خندق کھودنے کے لئے گروپ بنائے جا رہے تھے کہ حضرت سلمان فارسیؓ کے متعلق نہایت ہی دلچسپ بحث چھڑ جاتی ہے انصار چاہتے تھے کہ سلمانؓ ہمارے ساتھ ہوں اور مہاجرین چاہتے تھے کہ سلمانؓ ہمارے ساتھ ہوں. جب اس بحث کی اطلاع سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو ملتی ہے تو حضورؐ فرماتے ہیں کہ

سَلْمَانُ مِنَّا اَهْلِ الْبَيْتِ.

سلمان میرے اہل بیت سے ہے. سبحان اللہ العظیم.

فارس کے اس غریب و مسکین سلمان کے کیا کہنے کہ جن کو خدا تعالےٰ کے محبوبؐ خود زبان نبوت سے اپنے اہل بیت میں شامل فرما رہے ہیں.

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

خطیب کہتا ہے کہ

غریب الوطن سلمان فارسیؓ نے آج تک جو حق و صداقت کے لئے مشقتیں اٹھائی تھیں آج اس کا صلہ انہیں دربار رسالت سے مل گیا.

آج اس فارسی کو مدنی کے دربار سے لافانی اعزاز مل گیا. سبحان اللہ العظیم.

خطیب کو کہنے دیجئے کہ

کوئی خوش ہوتا ہے کہ مجھے وزیر اپنا کہتا ہے۔

کوئی خوش ہوتا ہے کہ مجھے مشیر اپنا کہتا ہے۔

کوئی خوش ہوتا ہے کہ مجھے صدر اپنا کہتا ہے۔

کوئی خوش ہوتا ہے کہ مجھے گورنر اپنا کہتا ہے۔

کوئی خوش ہوتا ہے کہ مجھے ڈی سی اپنا کہتا ہے۔

لیکن اے سلمان! تیرے قربان!

تُو وہ ہے جسے مصطفےٰ اپنا کہتا ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہتا ہے کہ

کوئی پیر کے ساتھ ہو تو اسے اعزاز سمجھتا ہے۔

کوئی مولوی کے ساتھ ہو تو اسے اعزاز سمجھتا ہے۔

کوئی شیخ الحدیث کے ساتھ ہو تو اسے اعزاز سمجھتا ہے۔

کوئی علامہ کے ساتھ ہو تو اسے اعزاز سمجھتا ہے۔

کوئی بیرسٹر کے ساتھ ہو تو اسے اعزاز سمجھتا ہے۔

لیکن اے فارس کے غریب! تیرے مقدر کو سلام!

آج تو اس کے ساتھ ہے جسے دنیا صادق و امین کہتی ہے۔

آج تو اس کے ساتھ ہے جسے دنیا رسول کریم کہتی ہے۔

آج تو اس کے ساتھ ہے جسے دنیا ختم المرسلین کہتی ہے۔

آج تو اس کے ساتھ ہے جسے دنیا خاتم النبیین کہتی ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔

اصحابِ مصطفےٰ خندق کی کھدائی میں

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ پیغمبر اور امتی، نبی اور صحابی، استاد، پیر اور مرید سب خندق کھودنے کے لئے اوزار لے کر متعین کردہ جگہ پر پہنچ جاتے ہیں۔

اور سب سے پہلے خود حضرت امام الانبیاء اپنے ہاتھوں میں کدال لے کر زمین پر مارتے ہیں اور فرماتے ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ وَبِہٖ بَدِیْنَا   وَلَوْعَبَدْ نَاغَیْرَہٗ شَقِیْنَا

اللہ کے نام سے شروع کرتے ہیں مبادا اگر اس کے سوا کسی اور کی عبادت کریں تو بڑے ہی بدنصیب ہیں۔

حَبَّذَا رَبًّا وَحَبَّذَا دِیْنَا   فتح الباری

وہ کیا ہی اچھا رب ہے اور اس کا دین کیا ہی اچھا دین ہے۔

خطیب کہتا ہے کہ

جب نبی خود کام کر رہا ہو تو صحابہ کیسے پیچھے رہ سکتے ہیں۔

جب استاد کام کر رہا ہو تو شاگرد کیسے پیچھے رہ سکتے ہیں۔ اور

محبوب کام میں مصروف ہو تو عاشق بھلا کب فارغ بیٹھ سکتے ہیں۔

چنانچہ روایات میں آتا ہے کہ ایک طرف آقا کھدائی میں مصروف خدا تعالٰے اور اس کے دین کی تعریفیں کر رہے تھے تو دوسری طرف اس آقا کے غلام ہاتھوں میں کدالیں اور لوہے کے ہتھیار لئے کھدائی میں مصروف تھے۔ اگرچہ سخت سردی کا موسم تھا یخ بستہ ہوائیں چل رہی تھیں پھر اس کے علاوہ کئی روز سے کھانے کو بھی کچھ نہ ملا تھا مگر کام میں پھر بھی کوئی سستی اور نقاہت نہ تھی۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہتا ہے کہ

ذرا تصور کیجئے کہ جب کچھ صحابہ کھدائی کر رہے ہوں گے اور کچھ مٹی اٹھا کر پھینک رہے ہوں گے۔ صحابہ پیغمبر کو دیکھ رہے ہوں گے اور پیغمبر صحابہ کو دیکھ رہے ہوں گے۔ اس وقت صحابہ کی خوشی کا ٹھکانا کیا ہو گا۔

روایات میں آتا ہے کہ اسی خوشی اور مسرت میں جھوم جھوم کر صحابہ کہہ رہے تھے۔

نَحْنُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا مُحَمَّدًا

ہم وہ ہیں جنہوں نے محمد کے ہاتھ پر بیعت کی

عَلَی الْجِهَادِ مَا بَقِیْنَا اَبَدًا

جب تک جان میں جان ہے جہاد کرتے رہیں گے

سبحان اللہ العظیم

حضرات گرامی! جب سرکار مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم بھوکے پیاسے صحابہ کو خوشی اور محنت سے کام کرتے دیکھتے ہیں تو آپ بھی ان کے لئے مسکرا کر دعا کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ ے اَللّٰھُمَّ لَاعَیْشَ اِلَّاعَیْشَ الْاٰخِرَۃِ

اے اللہ! بیشک زندگی تو حقیقت میں آخرت کی زندگی ہے

فَاغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ وَالْمُھَاجِرَۃِ

پس انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما۔

سبحان اللہ العظیم

نبی کا نشان صحابہ کا احترام

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم خندق کے دن خود مٹی اٹھا اٹھا کر پھینک رہے تھے۔ آپ کے انہماک کا یہ عالم تھا کہ آپ کا شکم مبارک گرد آلود ہو گیا تھا۔ مگر آپ گرد سے بے پرواہ مٹی ڈھو رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ

ے وَاللّٰہِ لَوْلَا اللّٰہُ مَا اھْتَدَیْنَا

خدا کی قسم! اگر اللہ کی توفیق نہ ہوتی تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے

وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّیْنَا

اور نہ صدقہ دیتے اور نہ نماز پڑھتے۔ سبحان اللہ العظیم

روایات میں آتا ہے کہ سیدنا حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خندق کھودتے کھودتے ایک مقام پر ایک سخت چٹان آجاتی ہے جو باوجود سخت کوشش نہیں ٹوٹتی۔ چنانچہ اس پریشانی کی اطلاع آپ کو دی جاتی ہے کہ اس سخت چٹان نے تو ہمیں سخت مشقت میں ڈال دیا ہے۔ ہماری آہنی کدالیں ٹوٹ گئی ہیں مگر یہ

چٹان ابھی تک نہیں ٹوٹی۔ اس لئے یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمیں ہدایت فرمایئے کہ ہم کیا کریں۔ کیونکہ آپ کی اجازت کے بغیر ہم آپ کے بتائے ہوئے نشان سے متجاوز نہیں ہونا چاہتے۔ سبحان اللہ العظیم

خطیب کہتا ہے کہ

یہ تھے صحابہ جو آپ کی اجازت کے بغیر آپ کے بتائے ہوئے نشان کو چھوڑ کر دوسری جگہ کھدائی کرنا پسند نہیں کرتے اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کرتے ہیں۔

تو پھر خطیب کو کہنے دیجئے کہ

جو صحابہ آپ کی مرضی اور اجازت کے بغیر کھدائی نہیں کرتے وہ آپ کی مرضی کے بغیر لڑائی کیسے کر سکتے ہیں اور جو صحابہ آپ کے بتائے ہوئے نشان سے متجاوز نہیں ہوتے وہ آپ کے بتائے راستہ سے کیسے ہٹ جائیں گے۔

اس واقعہ سے دشمنان صحابہ کو سبق حاصل کرنا چاہیئے اور صحابہ کا بغض دل سے نکال کر غور کرنا چاہیئے کہ صرف زمین ہی تھی اور خندق کھودنی تھی اگر دو چار فٹ اپنی مرضی سے ادھر اُدھر کھدائی کر دیتے تو کیا تھا لیکن مجال ہے کہ ان جان نثار دل نے بلا اجازت کوئی کام کیا ہو۔

تو جو صحابہ آپ کا بتایا ہوا نشان نہیں چھوڑ سکتے تو وہ صحابہ آپ کا سکھایا ہوا قرآن کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔ سبحان اللہ العظیم۔

تو پھر خطیب کو کہنے دیجئے کہ

صحابہ وہ ہیں جو آپ کا نشان چھوڑ کر کھدائی نہیں کرتے۔

صحابہ وہ ہیں جو آپ کا قرآن چھوڑ کسی اور کتاب کی پڑھائی نہیں کرتے۔

صحابہ وہ ہیں جو آپ کا فرمان چھوڑ کر کسی اور کی اطاعت نہیں کرتے۔

صحابہ وہ ہیں جو رحمان کی عبادت چھوڑ کر کسی اور کی عبادت نہیں کرتے۔

سبحان اللہ العظیم

خطیب کو کہنے دیجئے کہ

صحابہ وہ ہیں جو نبی کا نشان نہیں چھوڑتے —— اور

خدا تعالیٰ ان کی نشانیاں قرآن میں بیان کرتا ہے۔

جو لوگ نبی کے نشان سے متجاوز نہیں ہوتے۔

اللہ ان کا نشان قیامت تک باقی رکھے گا۔ —— اور

جن لوگوں نے پیغمبر کے نشان کا احترام نہ کیا۔

خدا تعالیٰ نے ان کا نشان صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔

تین ضربیں تین کنجیاں

عزیزانِ گرامی قدر! میں عرض کر رہا تھا کہ جب سرکارِ دوعالم صلے اللہ علیہ و سلم اس سخت چٹان کی اور صحابہ کی پریشانی کی اطلاع ملتی ہے تو خدا کا برگزیدہ پیغمبر خود کدال ہاتھ میں لے کر اس جگہ پہنچتا ہے اور اس چٹان پر جا کر بسم اللہ کہہ کر پہلی ضرب مارتا ہے تو چٹان کا ایک حصہ ٹوٹ کر ادھر اُدھر بکھر جاتا ہے۔ اس میں سے ایک تیز روشنی نکلتی ہے جس سے مدینہ کے درودیوار روشن ہو جاتے ہیں۔

حضور فرماتے ہیں، اللہ اکبر مجھے ملک شام کی کنجیاں عطا کر دی گئیں۔ خدا کی قسم! شام کے سرخ محلوں کو اس وقت میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں سبحان اللہ العظیم

حضور پھر اس چٹان پر دوسری ضرب لگاتے ہیں تو پھر ایک تیز روشنی چمکتی ہے آپ فرماتے ہیں اللہ اکبر۔ مجھے ملک فارس کی کنجیاں عطا کر دی گئی ہیں۔ واللہ! مدائن کے سفید محلات کو اس وقت میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔

سبحان اللہ العظیم

پھر آپ تیسری مرتبہ بسم اللہ کہہ کر کدال مارتے ہیں تو اس دفعہ یمن کی طرف روشنی چمکتی ہے جس سے مدینہ کے اطراف روشن ہو جاتے ہیں۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے اندھیری شب میں چراغ روشن ہو گیا ہے پھر آپ کی زبان نبوت سے اللہ

اکبر نکلتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ یمن کی کنجیاں مجھے عطا کر دی گئیں۔ خدا کی قسم! صنعاء کے دروازوں کو میں اپنی آنکھوں سے اس جگہ کھڑا دیکھ رہا ہوں۔ (مسند احمد) نسائی

خطیب کہتا ہے کہ

عنایات ربانی دیکھئے کہ

جو لوگ بھوک اور پیاس برداشت کرتے ہوئے خندق کھودنے میں مصروف تھے اللہ تعالیٰ انہیں نقد انعامات عطا فرماتا ہے کہ اپنے محبوب کو وہ مقامات دکھا دیئے جو ان فاقہ زدہ اصحاب نے فتح کرنے تھے اور اس انداز سے یہ مشاہدہ پیغمبر کے لئے بھی باعث مسرت تھا کہ آپ نے اپنے مظلوم اور جاں نثاروں کے ہاتھوں فتح ہونے والے ملک خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لئے بلکہ ساتھ ہی اپنے صحابہ کو اطلاع بھی کر دی کہ مجھے جبرئیل علیہ السلام نے خبر دی ہے کہ تمہاری امت ان شہروں کو فتح کرے گی۔ (فتح الباری)

خطیب کو کہنے دیجئے کہ

کبھی خدا تعالیٰ اپنے محبوب سے فرماتے ہیں کہ

تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا

آپ ان کو دیکھیں گے کہ رکوع اور سجود کر رہے ہیں۔

اور کبھی اللہ کریم اپنے محبوب کو وہ ملک دکھاتا ہے جو ان رکوع و سجود کرنے والوں کے ہاتھوں فتح ہوں گے۔ سبحان اللہ العظیم۔

یہ صلہ تھا اس دنیا میں اس محنت کا جو صحابہ کر رہے تھے اور آخرت میں تو ان کے لئے اجر عظیم ہوگا ہی لیکن دنیا میں بھی انہیں فتح کی بشارتیں سنا دی گئیں تاکہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ آج جو اپنی حفاظت کے لئے خندق کھود رہے ہیں کل ایک وقت آئے گا کہ ان کا قبضہ ملک شام پر ہوگا۔

آج جو بھوک سے نڈھال کھدائی میں مصروف ہیں۔

کل فارس پر ان کی حکومت ہوگی۔

آج جو اپنے بچاؤ کے لئے خندق کھود رہے ہیں۔

کمل ملک یمن انہیں غریب لوگوں کا قبضہ ہوگا۔

کمتر مرحوم خوب کہتے ہیں کہ

جن کی ہیبت سے لرزتے کفر کے ایوان تھے

جن سے لرزاں مصر و شام و ترکی و ایران تھے

ان خلافت راشدہ کے تاج داروں کو سلام

سید کونین تیرے جاں نثاروں کو سلام

یعنی گردونِ نبوت کے ستاروں کو سلام

مومن اور منافق کی پہچان ہوگئی

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ ادھر مسلمان خندق کھود کر فارغ ہوتے ہیں تو ادھر قریش دس ہزار آدمیوں کا لشکر لے کر مدینہ پہنچ جاتے ہیں اور احد کے قریب پڑاؤ کرتے ہیں۔ ادھر سرکار دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم تین ہزار صحابہ کی جماعت لے کر کوہِ سلع کے قریب جا ٹھہرتے ہیں۔ مدینہ میں جو عورتیں اور بچے تھے انہیں ایک قلعہ میں محفوظ کر دیا جاتا ہے۔ اب صورت یہ تھی کہ کوہِ سلع پہ اسلامی لشکر تھا اور آگے خندقیں تھیں۔ مشرکین کا لشکر مدینہ سے باہر احد کے قریب خیمہ زن تھا۔ ادھر مدینہ کے اندر بنی قریظہ کے یہودی بھی آپ سے کیا گیا معاہدہ توڑ کر غداری پر اتر آئے تھے کیونکہ ان کے سردار کعب بن اسد کو حیی بن اخطب نے بڑی کوشش کر کے اپنے ساتھ ملا لیا تھا۔ کیونکہ مدینہ کے باہر مشرکین کا لشکر تھا۔ اندرون مدینہ یہودی اور منافقین سے خطرہ تھا۔ ہر شخص مسلمانوں کے خون کا پیاسا تھا۔ یہ وقت مسلمانوں کے بہت ہی دکھ اور پریشانی کا وقت تھا اور اوپر سے سخت سردی اور کئی کئی دن کا فاقہ تھا۔ ایسی صورت حال میں بڑے بڑوں کے کلیجے پانی ہو جاتے ہیں۔ ایسے مشکل حالات تھے کہ خود اللہ تعالٰے ان حالات کا تذکرہ اپنے قرآن میں فرماتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَ مِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَ

جب وہ لوگ تم پر تمہارے اوپر کی طرف سے اور تمہارے نیچے کی

اِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَ بَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ

طرف سے چڑھ آئے اور جب آنکھیں پتھرا گئی تھیں اور کلیجے منہ کو

وَ تَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ۝

آنے لگے تھے اور تم اللہ کے ساتھ طرح طرح کے گمان کرنے لگے تھے۔

هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ زُلْزِلُوْا زِلْزَالًا

اس موقع پر ایمان دار آزمائے گئے اور سخت ہلائے گئے۔

شَدِيْدًا ۝ (پ ۲۱ ع ۱۸)

خطیب کہتا ہے کہ

یہ وقت انتہائی آزمائش اور ابتلاء کا وقت تھا۔

یہ وقت مومن اور منافق کے لئے ایک امتحان تھا۔

یوں سمجھیئے کہ آزمائش کی اس کسوٹی پر نفاق اور اخلاق کو پرکھا جا رہا تھا۔

سبحان اللہ العظیم

خطیب کو کہنے دیجئے کہ

اس کسوٹی نے کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا۔

اس آزمائش نے مومن اور منافق کی پہچان کرا دی۔

اس ابتلاء نے سچے اور جھوٹے کی شناخت کرا دی۔

اس آزمائش نے حق اور باطل میں امتیاز کر دیا۔

اس آزمائش نے اچھائی اور برائی میں تمیز کر دی۔

اس آزمائش نے بتا دیا کہ عاشق کون ہے اور فاسق کون ہے۔

اس ابتلاء نے دوست اور دشمن کی پہچان کرا دی۔

اس آزمائش نے رحمان والوں اور شیطان والوں کو الگ کر دیا. سبحان اللہ العظیم.

ایسے حالات میں مومن کیا کہہ رہے تھے اور منافقین کا کیا طرزِ عمل تھا. آئیے قرآن پاک سے پوچھئے. قرآن کہتا ہے.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ

اور جب ان میں سے ایک جماعت کہنے لگی اے مدینہ والو! تمہارے

فَارْجِعُوْا وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ

لئے ٹھہرنے کا موقع نہیں سو لوٹ چلو اور ان میں سے کچھ لوگ نبی سے رخصت

بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ

مانگنے لگے کہنے لگے کہ ہمارے گھر اکیلے ہیں. حالانکہ ان کے گھر غیر محفوظ نہیں

اِلَّا فِرَارًا ۝ پ۲۱ ع ۱۸

یہ محض بھاگنا چاہتے ہیں.

سب کہہ دیں سبحان اللہ. یہ تو منافقین کا حال تھا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر کہتے ہیں کہ ہمارے گھر اکیلے ہیں ہمیں گھروں کو جانے کی اجازت دیں تاکہ ہم اپنے گھروں کی حفاظت کر سکیں. اللہ فرماتے ہیں کہ یہ جھوٹ بول رہے ہیں. حالانکہ ان کے گھر اکیلے نہ تھے. لیکن دوسری طرف ان حالات میں مومنین یعنی صحابہ کرام کیا کہتے تھے. قرآن سے سنئے.

وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا

جب مومنوں نے فوجوں کو دیکھا تو کہا یہ وہ ہے جس کا

وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ.

ہم سے اللہ نے وعدہ کیا اور اس کے رسول نے اور سچ کہا اللہ اور اس کے رسول نے

وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ۝ پ۲۱ ع ۱۹

اور اس سے ان کے ایمان اور فرمان برداری میں ترقی ہو گئی. سبحان اللہ العظیم

پیغمبر کی تجویز اور انصار کا انکار

حضرات گرامی! میں عرض کر رہا تھا کہ انتہائی پریشان کن حالات تھے کہ مسلمان اندرونی اور بیرونی دشمنوں کے محاصرہ میں تھے۔ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ خیال آتا ہے کہ کہیں مسلمان بتقاضائے بشریت گھبرا نہ جائیں اس لئے آپ ارادہ کرتے ہیں کہ مدینہ کے باغات کی تہائی کھجوریں دے کر بعض قبائل سے صلح کر لی جائے تاکہ وہ لوگ ابوسفیان کی حمایت سے کنارہ کش ہو جائیں اور مسلمانوں کو اس شدید احصار سے نجات مل جائے۔ چنانچہ آپ حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہؓ سے اس سلسلہ میں بات کرتے ہیں۔ تو وہ دونوں عرض کرتے ہیں۔

یا رسول اللہ! کیا یہ آپ کو خدا تعالےٰ نے حکم دیا ہے؟

اگر یہ اللہ کی طرف سے حکم ہے تو پھر ہم ہر طرح حاضر ہیں اور اگر آپ نے صرف ازراہ شفقت یہ ارادہ فرمایا ہے تو پھر ہم کچھ عرض کرتے ہیں۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے اس کا کوئی حکم نہیں ہے۔ میں نے صرف اپنی مرضی سے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ اس طریقہ سے کفر و شرک کی اجتماعیت ختم ہو جائے گی۔

حضرت سعد بن معاذ عرض کرتے ہیں۔ یا رسول اللہ! جب ہم لوگ کافر اور مشرک تھے۔ بتوں کو پوجتے تھے۔ خدا تعالےٰ کو جانتے بھی نہ تھے۔ اس وقت بھی ان لوگوں کی یہ مجال نہ تھی کہ ہم سے ایک کھجور بھی وصول کر سکیں۔ اب جبکہ اللہ تعالےٰ نے ہمیں دولت اسلام بخش دی ہے اور ہدایت کی بے نظیر نعمت سے سرفراز فرمایا ہے اور اپنے دین سے ہم کو عزت بخشی ہے تو اب ہم اپنا مال ان کو دیں تو یہ ناممکن ہے۔ خدا کی قسم! ہم انہیں اپنا مال کبھی بھی نہ دیں گے۔ ان سے جو ہو سکتا ہے وہ کر گذریں ہمیں اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ اور اس سلسلہ میں جو تحریر لکھی جا چکی تھی حضرت سعد بن معاذ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک سے لے کر اس کی

تمام عبارت مٹا دیتے ہیں. سبحان اللہ العظیم.

خطیب کہتا ہے کہ

یہ واقعہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اگر صحابہ کرامؓ سے مشورہ لیا جاتا تھا تو اس پر عمل بھی ہوتا تھا. آج کل کے پیشواؤں کی طرح نہیں کہ مشورہ تو سب سے کرتے ہیں لیکن کرتے وہی ہیں جو اپنی مرضی ہوتی ہے. اب دیکھئے کہ ساری مخلوق سے اعلیٰ ساری مخلوق سے ارفع اور خدا کے برگزیدہ محبوب پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی رائے ان لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں لیکن وہ لوگ آپ کی رائے تسلیم نہیں کرتے اور پھر اپنی رائے پیش کرتے ہیں تو سرکار دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم اس رائے کو پسند کرتے ہیں اور اسی پر عمل ہوتا ہے.

خطیب کو کہنے دیجئے کہ

اصحاب رسول کی عظمت کو سلام جن کی رائے سن کر خدا کا نبی اپنی رائے سے دستبردار ہو جاتا ہے. سبحان اللہ العظیم.

گردن ٹوٹ گئی

عزیزان گرامی قدر! میں عرض کر رہا تھا کہ صحابہ مشرکین اور منافقین کے حصار میں تھے. اندرونی اور بیرونی دشمن ہر وقت گھات لگائے موقع کی تلاش میں تھے. اسی طرح دو ہفتے گذر جاتے ہیں. لڑائی کی نوبت نہیں آتی صرف دونوں طرف تیر اندازی ہوتی ہے. آخر تنگ آکر مشرکین کی طرف سے کچھ لوگ نکلتے ہیں اور خندق دیکھ کر رک جاتے ہیں پھر جہاں سے خندق کی چوڑائی کم تھی اس جگہ سے پھلانگ کر مسلمانوں کی طرف پہنچ جاتے ہیں. عمرو بن عبدود جو اس وقت نوے سال کا تھا حضرت علی کے ہاتھوں مارا جاتا ہے اور دوسرا شخص نوفل بن عبداللہ گھوڑے پر سوار ہو کر خندق پھلانگنا چاہتا ہے. لیکن خندق میں گر پڑتا ہے اور گردن تڑوا کر واصل جہنم ہو جاتا ہے. سبحان اللہ العظیم.

خطیب کہتا ہے کہ

اسلام کا دشمن اس روز بھی گھوڑا ساتھ لے کر آیا تھا۔

اسلام کے دشمن آج بھی گھوڑا ساتھ لے کر آتے ہیں۔

لیکن یاد رکھئے کہ

دشمنان صحابہ کی اس روز بھی گردن ٹوٹ گئی تھی۔

دشمنان صحابہ کی آج بھی گردن ٹوٹ چکی ہے۔

اس لئے کہ ہر شخص جو عقل سلیم رکھتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ اگر اسلام ہم تک پہنچا ہے تو صحابہ کرام کے ذریعے پہنچا ہے۔ اگر ان پر سے اعتماد اٹھ جائے تو پھر اسلام کے دامن میں باقی کیا رہ جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ صحیح سوچ رکھنے والا انسان دشمنان صحابہ کے فریب میں نہیں آتا۔ خدا تعالےٰ دشمنانِ صحابہ کے شر سے بچائے۔ سب کہدیں آمین۔

مشرک کی لاش اور دس ہزار درہم

عزیزان گرامی قدر! روایات میں آتا ہے کہ نوفل بن عبداللہ جو آپ کو قتل کرنے آیا تھا لیکن خود اللہ تعالےٰ کی گرفت میں آگیا اور گردن تڑوا کر مردار ہوگیا تو اس کی لاش کے حصول کے لئے مشرکین آپ کی خدمت میں دس ہزار درہم پیش کرتے ہیں کہ نوفل بن عبداللہ کی لاش ہمارے سپرد کر دی جائے۔

لیکن سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ نوفل بھی خبیث اور ناپاک تھا اور اس کی دیت بھی خبیث اور ناپاک ہے۔ اللہ کی لعنت ہو اس پر اور اس کی دیت پر ہمیں نہ اس ناپاک لاش کی ضرورت ہے اور نہ دس ہزار کی اس لئے بلا معاوضہ لاش ان کے سپرد کر دی جائے۔ (زرقانی)

خطیب کہتا ہے کہ

اس واقعہ سے یہ سبق ملتا ہے کہ انسان چاہے کتنا ہی ضرورت مند کیوں نہ ہو لیکن اسے حلال اور حرام کا خیال رکھنا چاہیئے اگرچہ اس وقت اسلام کی اشاعت

کے لئے وسائل کی اشد ضرورت تھی لیکن ایک مشرک کی دیت اور معاوضہ کو قبول نہ کیا گیا اور اگر قبول کر لیا جاتا تو حضرت صدیق کے مال کی اہمیت کم ہو جاتی اور مخالفین اعتراض کرتے کہ اگر صدیق نے اسلام کے لئے مال خرچ کیا ہے تو کیا ہوا اسلام کی اشاعت کے لئے تو مشرک کی لاش کا معاوضہ لے کر بھی خرچ کیا گیا ہے۔ اس لئے ناپاک مال حضرت صدیق کے پاکیزہ مال میں شامل نہیں ہونے دیا اور بلا معاوضہ لاش ان کے سپرد کرنے کا حکم دے دیا۔ اور یہ بتا دیا کہ مسلمان مردے کی قیمت نہیں کھاتے۔

سبحان اللہ العظیم

حضورؐ کی چار نمازیں قضا ہو گئیں

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ جب نوفل بن عبد اللہ کی لاش اس کے ورثا کے سپرد کی جا رہی تھی تو اچانک مشرکین کی طرف سے ایک تیر حضرت سعد بن معاذ کی گردن میں آلگتا ہے۔ حضرت سعد دعا کرتے ہیں۔

اے الٰہ العالمین! اگر تو نے قریش کے ساتھ لڑائی باقی رکھی ہے تو مجھ کو بھی ان سے لڑنے کے لئے باقی رکھ۔ کیوں کہ مجھے اس شے سے اور کوئی شے پیاری نہیں کہ میں ان لوگوں سے لڑوں جنہوں نے میرے محبوب پر طرح طرح کے ظلم کئے ہیں اور انہیں شب و روز ستایا ہے اور

اے میرے مولیٰ! اگر تو نے ہمارے اور ان کے درمیان لڑائی ختم کر دی ہے تو پھر میرے مولا! اس زخم کو میرے لئے شہادت کا ذریعہ بنا دے۔ لیکن

اے میرے مولیٰ کریم! مجھے اس وقت تک موت نہ دینا جب تک کہ میں اپنی آنکھوں سے دشمنانِ اسلام کی ذلت و رسوائی نہ دیکھ لوں۔ (ابن ہشام)

روایات میں آتا ہے کہ دن جان نثاران مصطفےٰ کے لئے بہت ہی سخت دن تھا کیوں کہ اس روز تمام دن تیر اندازی اور سنگ باری ہوتی رہی۔ اسی دن سرورِ دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی چار نماز قضا ہو جاتی ہیں لیکن مشرکین کے ساتھ جہاد کو مؤخر نہیں کیا جاتا۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب ہے کہ

نمازیں قضا کرنے کا شاید یہ مطلب ہو کہ نماز کی قضا تو ہو ہی جائے گی لیکن یہ پتہ نہیں کہ مشرک پھر قابو آئے یا نہ آئے۔ اس لئے اسے مٹانا ضروری سمجھا گیا۔ سبحان اللہ العظیم۔

یہ مرد ہے اور میں عورت ہوں

عزیزان گرامی قدر! میں نے ابھی عرض کیا تھا کہ آپ نے عورتوں اور بچوں کو ایک قلعہ میں محفوظ کرا دیا تھا۔ اس قلعہ کے پاس ہی یہودیوں کی خاصی آبادی تھی اور ان عورتوں میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ بھی موجود تھیں۔ حضرت صفیہ اچانک دیکھتی ہیں کہ ایک یہودی قلعہ کے ارد گرد چکر لگا رہا ہے۔ حضرت صفیہ کو شک ہوتا ہے کہ کہیں یہ جاسوس ہی نہ ہو۔ چنانچہ حضرت صفیہ حضرت حسان سے کہتی ہیں۔ کہ تم یہاں قلعہ کی حفاظت پر متعین ہو۔ اس یہودی کو ٹھکانے لگاؤ۔

حضرت حسان کہتے ہیں کہ تمہیں معلوم ہے کہ میں یہ کام نہیں کر سکتا۔ میں لڑنے والا آدمی نہیں ہوں۔

آخر حضرت صفیہ خود ہی خیمہ کی ایک لکڑی لے کر اس کے سر پر اس زور سے مارتی ہیں کہ اس کا سر پھٹ جاتا ہے جس سے وہ مر جاتا ہے۔

حضرت صفیہ پھر حضرت حسان سے کہتی ہیں کہ دیکھو یہ مرد ہے اور میں عورت ہوں میں اس کے جسم سے ہتھیار نہیں اتار سکتی۔ یہ تو کام تم کر دو۔

حضرت حسان کہتے ہیں کہ مجھے اس کے ہتھیار کی ضرورت نہیں ہے۔ (ابن ہشام)

خطیب کہتا ہے کہ

حضرت صفیہ حضرت حسان سے زیادہ جرأت مند اور بہادر تھیں اور ساتھ ہی امت کو یہ سبق بھی دے دیا کہ مرد چاہے مُردہ ہی کیوں نہ ہو عورت کی حیا کا تقاضا یہ ہے کہ وہ غیر محرم کو ہاتھ نہ لگائے۔ آج کمزور عقیدہ والی عورتیں اجنبی پیروں کے ہاتھوں میں ہاتھ دے دیتی ہیں بلکہ ان کی مٹھی چاپی کرتی ہیں جو کہ سراسر اسلام اور شریعت کے خلاف ہے۔

دھوکا دینا جائز ہے

عزیزان گرامی قدر! آج میں آپ کو یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ دھوکا دینا جائز ہے۔ یقیناً آپ میرا یہ جملہ سن کر حیران ہوں گے کہ آج خطیب صاحب کیا کہہ رہے ہیں۔ لیکن میں اس کی وضاحت کر دوں کہ کسی مسلمان کو دھوکا دینا جائز نہیں۔ البتہ جنگ کے دنوں میں مشرکین اور کفار کو دھوکا دینا جائز ہے بلکہ اسی جنگ میں ایک ایسا واقعہ ہوتا ہے کہ جس سے میرے اس موقف پر روشنی پڑتی ہے۔

روایات میں آتا ہے کہ نعیم بن مسعود نامی ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے۔ عرض کرتا ہے کہ حضورؐ میں آپؐ پر ایمان لا چکا ہوں لیکن میری قوم کو اس کا ابھی علم نہیں ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں کوئی ایسی تدبیر کر دوں جس سے دشمنوں میں پھوٹ پڑ جائے۔

آپؐ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی ایسی تدبیر تمہارے ذہن میں ہے تو ضرور کرو۔ کیونکہ

فَاِنَّ الْحَرْبَ خُدْعَةٌ"۔

لڑائی نام ہی اصل میں حیلہ اور تدبیر کا ہے۔

چنانچہ نعیمؓ بن مسعود بنو قریظہ سے جا کر کہتے ہیں کہ سنو اگر تم جیت گئے تو تمہارے ساتھ قریش مال غنیمت میں حصہ دار ہوں گے اور مسلمانوں کے اموال برابر تقسیم کریں گے۔ لیکن اگر معاملہ الٹ ہو گیا اور تمہیں شکست ہو گئی تو پھر نقصان صرف تمہارا ہوگا۔ اس لئے کہ قریش اور دیگر قبائل تو اپنے اپنے شہروں کو چلے جائیں گے اور تمہارے مال اور مکانات تو مدینہ میں ہیں اور پھر تم ہر حال میں مدینہ میں ہی رہو گے تو پھر اکیلے ان مسلمانوں سے کیسے مقابلہ کر سکو گے۔

ان کو یہ بات سمجھ آجاتی ہے تو کہتے ہیں پھر ہم کیا کریں؟

یہ کہتے ہیں کہ تم قریش سے ان کے چند معززین، سردار بطور رہن رکھ لو تاکہ وہ تم سے علیحدہ نہ ہو سکیں۔ بنو قریظہ والے اس بات پر متفق ہو جاتے ہیں۔

پھر حضرت نعیم بن مسعود یہاں سے اٹھ کر قریش کی طرف جاتے ہیں اور انہیں کہتے ہیں کہ بنو قریظہ والے اس بات پر پچھتا رہے ہیں کہ ہم نے مسلمانوں سے کیا ہوا معاہدہ کیوں توڑا۔ ہمیں اب اس کا کوئی حل تلاش کرنا چاہیئے کہ مسلمان ہم سے خوش ہو جائیں۔ چنانچہ انہوں نے یہ طے کیا ہے کہ قریش اور قبیلہ غطفان کے چند بڑے بڑے سردار لے کر انہیں محمد کے سپرد کر دیا جائے تاکہ وہ ان کو قتل کر دیں۔

اس لئے اے قریش مکہ! اگر بنو قریظہ والے تم سے رہن رکھنے والے آدمی مانگیں تو انہیں نہ دینا۔

اب نعیم بن مسعود نے دونوں طرف اس طرح ان کے ذہن ایک دوسرے کے خلاف کر دیئے۔ چنانچہ شوال کے مہینہ میں ہفتہ کی رات تھی جب قریش کی طرف سے ایک وفد بنو قریظہ کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ چونکہ ہم یہاں کے رہنے والے نہیں ہیں۔ ہمارے اونٹ اور جانور ہلاک ہو رہے ہیں۔ اس لئے اب ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ کل ان سے جنگ کر دی جائے۔ لہٰذا تم بھی کل جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔

یہ جواباً کہتے ہیں کہ جاؤ اور اپنے سرداروں سے کہہ دو کہ تم نے جو دن مقرر کیا ہے یہ ہمیں پسند نہیں ہے۔ یہ ہفتہ کا دن ہے اس روز ہم کوئی کام نہیں کرتے تمہیں معلوم ہے کہ ہمارے ایک آدمی نے اس روز کوئی غلط کام کر لیا تھا اور وہ ہلاک ہو گیا۔ باقی اس کے علاوہ اگر کوئی دن مقرر کرو تو ہم پھر بھی نہیں لڑیں گے اس لئے کہ جب تک تم اپنے چند آدمی ہمارے پاس رہن نہ رکھ دو اور تمہارے وہ آدمی ہمارے قبضہ میں رہیں گے۔ پھر ہم محمد اور اس کے ساتھیوں سے جنگ کریں گے۔ کیونکہ ہمیں خدشہ ہے کہ تم لوگ تو اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ گے اور ہمیں مسلمانوں کے رحم و کرم پر چھوڑ جاؤ گے اور اس وقت پھر ہم میں اکیلے محمد سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ہو گی۔

جب بنو قریظہ کا یہ جواب قریش سنتے ہیں تو کہتے ہیں کہ واقعی نعیم بن مسعود نے صحیح کہا تھا۔ یہ پھر انہیں جواب بھیجتے ہیں کہ اگر تم اس کے بغیر لڑنا چاہتے ہو تو

میدان میں آؤ۔ لیکن ہم ایک آدمی بھی تمہیں نہ دیں گے۔

بنو قریظہ نے جب قریش کا یہ جواب سنا تو کہا کہ نعیم بن مسعود نے سچ کہا تھا کہ قریش صرف ہمیں لڑانا اور مروانا چاہتے ہیں۔ انہوں نے لڑنے سے صاف انکار کر دیا اور اس طریقہ سے یہ دھوکا کامیاب ہو گیا۔ اللہ کریم نے قریش اور بنو قریظہ میں اس طرح پھوٹ ڈال دی۔ (زرقانی۔ طبری) سبحان اللہ العظیم۔

ہنڈیاں الٹ گئیں

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ سیدنا حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہیں کہ صحابہ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حصار کی شدت سے ہمیں تکلیف ہے۔ آپ اللہ کریم سے دعا کریں۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سب مل کر یہ دعا مانگو۔

اَللّٰھُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَاٰمِنْ رَوْعَاتِنَا۔ (مسند احمد)

اے اللہ ہمارے عیبوں کو چھپا اور ہمارے خوف کو دور کر۔

بس پھر کیا تھا ادھر ان نفوس قدسیہ نے ہاتھ اٹھائے ادھر اللہ تعالےٰ نے ایسی تیز آندھی بھیجی جس نے مشرکین کو زیر و زبر کر کے رکھ دیا۔ ان کے خیمے اکھڑ گئے۔ رسیاں ٹوٹ گئیں۔ ہانڈیاں الٹ گئیں۔ گرد و غبار اڑ اڑ کر ان کی آنکھوں میں بھرنے لگا جس سے ہر طرف بھگدڑ مچ گئی۔ اونٹ ہو کنے اور گھوڑے شور کرنے لگے اور مشرکین اپنے ہاتھوں کو پھونکنے لگے۔ سبحان اللہ العظیم۔

قرآن کہتا ہے۔

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ

اے ایمان والو! اللہ کے احسان کو یاد کرو جو تم پر ہوا جب تم

جَآءَتْکُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْھِمْ رِیْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ

پر کئی لشکر چڑھ آئے پھر ہم نے ان پر آندھی بھیجی اور وہ لشکر بھیجے جنہیں

تَرَوْهَا وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۱۵ پ ۲۱ ع ۱۸

تم نے نہیں دیکھا اور جو تم کر رہے تھے اللہ دیکھ رہا تھا ۔ سبحان اللہ العظیم ۔

خطیب کہتا ہے کہ

اللہ تعالےٰ نے دشمنانِ اسلام پر ایسی تیز آندھی بھیجی کہ ان کے خیمے اکھڑ گئے ۔

افراتفری پڑ گئی ۔ ہانڈیاں الٹ گئیں ۔ سبحان اللہ العظیم ۔

یہاں خطیب کو کہنے دیجئے کہ

اُس وقت جو دشمنان اسلام اور دشمنان صحابہ تھے اللہ تعالےٰ نے ان کی ہانڈیاں

الٹادیں ——— اور

جو آج کل دشمنان اسلام اور دشمنان صحابہؓ ہیں یہ اپنی ہانڈیاں خود ہی الٹا دیتے ہیں ۔

شاید یہ اپنے بڑوں کی یاد تازہ کرتے ہوں ۔ اللہ تعالےٰ انہیں صحیح سمجھ عطا فرمائے اور

صحابہ دشمنی ختم کر کے صحابہ سے محبت اور پیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ سب

کہہ دو آمین ۔

حضرت حذیفہؓ کی حاضر دماغی

حضرات گرامی ! مَیں دور چلا گیا عرض کر رہا تھا کہ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم

نے حضرت حذیفہ کو مشرکین کی خبر لینے کے لئے بطور جاسوس روانہ فرماتے ہیں ۔

حضرت حذیفہ عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ ! میں کہیں پکڑا نہ جاؤں !

حضور صلے اللہ علیہ وسلم حضرت حذیفہ کو تسلی دیتے ہوئے فرماتے ہیں ۔

اِنَّكَ لَنْ تُؤْسَرَ ۔ البتہ تحقیق تو ہرگز گرفتار نہ ہوگا ۔

اور پھر حضرت حذیفہ کے لئے حضور دعا فرماتے ہیں ۔

اَللّٰهُمَّ احْفَظْهُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ وَمِنْ

اے اللہ ! اس کے آگے سے اور اس کے پیچھے سے اور اس کے

يَمِيْنِهٖ وَمِنْ شِمَالِهٖ وَمِنْ فَوْقِهٖ وَمِنْ تَحْتِهٖ

بائیں سے اور اس کے دائیں سے اور اس کے اوپر سے اور اس کے نیچے سے حفاظت فرما۔ سبحان اللہ العظیم۔

حضرت حذیفہ کہتے ہیں کہ آپؐ کی دعا سے میرا سارا خوف دور ہو گیا اور میں خوشی خوشی روانہ ہوا۔

آپؐ فرماتے ہیں اے حذیفہ! دیکھو وہاں کوئی نئی بات نہ کرنا۔ تمہیں جس کام کے لئے بھیجا جا رہا ہے وہی کرنا۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہتا ہے کہ

پیغمبرؐ اپنے جاسوس کو آداب سکھا رہا ہے کہ اگر سپہ سالار کسی فوجی کو دشمن کی طرف جاسوسی کے لئے روانہ کرے تو اس فوجی کو وہی کام کرنا چاہیئے کوئی نئی کام کر کے پورے لشکر کے لئے کوئی نیا مسئلہ پیدا نہیں کرنا چاہیئے۔ اسی کا نام نظم وضبط اور ڈسپلن ہے۔

حضرت حذیفہ دشمن کے لشکر میں پہنچتے ہیں تو کیا دیکھتے ہیں کہ ابو سفیان کھڑا ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ ہر کوئی اپنے برابر والے پر نظر رکھے۔ حضرت حذیفہ فوراً حاضری دماغی سے کام لیتے ہوئے اپنے ساتھ والے کا ہاتھ پکڑ کر پوچھتے ہیں کہ تو کون ہے؟ وہ کہتا ہے کہ میں فلاں بن فلاں ہوں۔

خطیب کہتا ہے کہ

ابو سفیان اس وقت ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے جب وہ کہہ رہے تھے کہ ہر کوئی اپنے برابر والے پر نگاہ رکھے۔ یہی جملہ آج بھی آپ کو بعض جلسوں میں سننے کو ملے گا کہ ہر کوئی اپنے دائیں بائیں دیکھ لے اور ہاتھ بلند کر کے نعرہ لگائے۔

معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ اسلام کے خلاف کام کرتے ہیں انہیں یہ فکر ہوتی ہے کہ یہاں کوئی توحید پرست نہ گھس آیا ہو اور اسے ہمارے کرتوتوں کا علم نہ ہو جائے لیکن اس کے برعکس موحدین کسی قسم کی پرواہ نہیں کرتے چاہے کوئی آئے بلکہ وہ تو اس بات سے خوش ہوتے ہیں کہ مخالفین اسلام ان کی باتیں آکر سنیں اور پھر جو عقل سلیم رکھنے والا

ایک بار توحید پر وعظ سُن لیتا ہے وہ پھر اللہ کے فضل و کرم سے اللہ والا ہی ہوجاتا ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔

اسلام کا قرار اور باطل کا فرار

عزیزانِ گرامی قدر! میں عرض کر رہا تھا کہ ابوسفیان نے اپنے لشکر میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اے گروہ قریش! خدا کی قسم! تم صحیح جگہ پر نہیں ٹھہرے۔ ہمارے اونٹ اور دوسرے جانور ہلاک ہو گئے ہیں اور ادھر بنو قریظہ نے ہم سے غداری کی ہے کہ انہوں نے ہمارا ساتھ نہیں دیا اور دوسری طرف تیز آندھی سے تباہی آئی ہے وہ بھی ملاحظہ کر رہے ہو۔ خدا کی قسم! آندھی کی وجہ سے نہ تو چولہے پر ہنڈیاں ٹھہرتی ہیں اور نہ ہی خیمے رکتے ہیں۔ اس لئے بہتر ہے کہ یہاں سے کوچ کر جاؤ اور میں تو چلنے کا فیصلہ کر چکا ہوں اور وہ یہ کہہ کر اپنے اونٹ پر بیٹھتا ہے اور چل دیتا ہے۔

قریش کی واپسی کی اطلاع ملتے ہی سرکار دو عالم فرماتے ہیں۔

اَلْاٰنَ نَغْزُوْهُمْ وَلَا يَغْزُوْنَنَا نَحْنُ نَسِيْرُ اِلَيْهِمْ۔

اب ہم ان پر حملہ آور ہوں گے اور یہ کافر ہم پر حملہ نہ کر سکیں گے۔ ہم ہی ان پر حملہ کے لئے جائیں گے۔ (بخاری) سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہتا ہے کہ

یہ پیش گوئی تھی جو زبان نبوت سے نکلی اور پھر کفر اہل اسلام پر حملہ آور نہ ہو سکا۔ پھر آپ ہی نے اپنے رفقاء کے ساتھ کفار پر حملے کئے اور قدم قدم پر اللہ تعالےٰ نے اپنے محبوب کو فتح سے کامیاب فرمایا۔ سبحان اللہ العظیم۔

روایات میں آتا ہے کہ جب آپؐ خندق سے مدینہ کو واپس ہوئے تو آپ کی زبان رسالت پر یہ الفاظ تھے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ۝

خطیب کہتا ہے کہ

یہ درس توحید تھا جو صحابہ کو دیا جا رہا تھا کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے اور اس کا شریک بھی کوئی نہیں ہے اور اسی کے لئے ساری بادشاہی ہے۔ اور تمام تعریفوں کے لائق وہی ذات باری ہے اور وہی ذات ہے جو ہر شے پر قادر ہے۔

باقی

آئندہ جمعہ

انشاء اللہ

عرض کروں گا۔

خطبہ نمبر ۲۷

محاصرۂ مصطفیٰ ۳

قریظہ کے یہود پر

جھلکیاں

مدینہ کے لوٹے

مدینہ میں منادی کہ عصر بنو قریظہ میں ادا کی جائے

یہودیوں کی کمینہ حرکت

تین باتیں، تین راستے

انوکھا قیدی، نرالی سزا

غداروں کے متعلق تاریخی فیصلہ

زبانیں گنگ کر دی گئیں

شوہر نے بیوی کو قاتل بنا دیا

جبرئیل کا سوال یہ کس کی میت ہے

بڑی عدالت نے فیصلہ سنا دیا

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ

لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ وَکَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

صدق اللہ العظیم

بزرگان محترم دوستو عزیزو نوجوان ساتھیو!

گذشتہ خطبہ کے اندر میں نے عرض کیا تھا کہ مدینہ میں بنو قریظہ کے یہودیوں نے آپؐ سے وعدہ خلافی کی اور عہد توڑ کر قریش مکہ کے ساتھ مل گئے تھے جس کا پیغمبر اسلام کو انتہائی دکھ تھا۔ اس لئے انہیں متنبہ کرنا ضروری تھا کیونکہ مدینہ میں ان کا وجود ایک فتنہ تھا جو ہمیشہ مسلمانوں کے وجود کے لئے دھمکی اور خطرہ کا باعث رہتا اور ان کی گوشمالی اس لئے بھی ضروری تھی کہ انہیں لوگوں کی شہ پر قریش مکہ اور دیگر قبائل جنگ کے لئے آمادہ ہوئے تھے اور پھر ان بدبختوں نے عہد شکنی کر کے عین جنگ کے موقع پر دشمنان اسلام کا ساتھ دیا تھا لیکن شاید حضور صلے اللہ علیہ وسلم صحابہ کی نقاہت اور تھکاوٹ کی وجہ سے فوری طور پر حملہ نہیں کرنا چاہتے تھے۔ کیونکہ ابھی تو صحابہ خندق کے محاذ سے واپس آئے تھے ان خدا کے بندوں نے پہلے تو سخت جانفشانی سے خندق کھودی اور پھر کئی روز تک شب و روز محاذ پر موجود رہے۔ اس لئے آپؐ نے انہیں فوری طور پر کسی اور جنگ میں لے جانا مناسب نہ سمجھا مگر عرش والے کو اس وقت کچھ اور ہی منظور تھا اور پھر دنیا جانتی ہے کہ ہوتا وہی ہے جو منظور خدا ہوتا ہے۔

مدینہ کے لوٹے

عزیزانِ گرامی قدر! روایات میں آتا ہے کہ خندق سے واپسی پر آپ کی لسانِ رسالت پر خدا تعالےٰ کی حمد و ثنا تھی اور آپ اپنے رفقاء سمیت مدینہ کی طرف جا رہے تھے۔ بعض صحابہ کو نہیں بلکہ سب کو ہی اپنی نقاہت اور تھکاوٹ کا شدید احساس تھا اور پھر اپنے چھ ساتھیوں کے شہید ہو جانے کا غم بھی تھا کیونکہ اس جنگ میں کفار کی طرف سے تین آدمی قتل ہوئے تھے اور مسلمانوں کے چھ اشخاص شہید ہوئے تھے۔ بہرحال تمام اہلِ توحید کا لشکر اپنے محبوب پیغمبر کی قیادت میں مدینہ طیبہ پہنچتا ہے اور آپؐ اپنے ہتھیار کھول دیتے ہیں۔ آپؐ کی اتباع میں تمام لشکرِ اسلام ہتھیار کھول دیتا ہے۔ لیکن اللہ کریم کی طرف سے سید الملائکہ سید الانبیاء کی خدمت میں پہنچ جاتے ہیں۔ عرض کرتے ہیں کہ کیا آپؐ نے ہتھیار کھول دیئے؟

حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہاں۔

حضرت جبرئیل کہتے ہیں کہ لیکن میں نے تو ابھی تک ہتھیار نہیں کھولے اور نہ ہی میرے ساتھ آنے والے فرشتوں نے ہتھیار کھولے ہیں۔

اے اللہ کے رسول! خدا تعالےٰ نے آپؐ کی بنو قریظہ کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا ہے اور میں بھی انہی کی طرف جا رہا ہوں اور ان پر زلزلہ لانے والا ہوں۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہتا ہے کہ

پیغمبر سے عہد شکنی کرنے والوں کا انجام ملاحظہ کریں کہ ان پر اللہ تعالےٰ کو اس قدر غصہ تھا کہ فرشتوں کو ہتھیار اتارنے ہی نہ دیئے اور انہیں بھیجدیا کہ یہ جا کر انہیں متزلزل کر دیں تاکہ دنیا کو علم ہو جائے کہ غداری کرنے والوں کا انجام کیا ہوتا ہے۔

آج کل بھی جو شخص عہد شکنی کرے تو اسے لوٹا کہا جاتا ہے۔ اس طرح قریظہ کے یہودیوں نے بھی عملاً ثابت کیا کہ یہ بھی لوٹے ہیں۔ ان کا کوئی پتہ نہیں کہ کب کس وقت کس طرف کو لڑھک جائیں۔

مدینہ میں منادی کہ عصر کی نماز بنو قریظہ میں ادا کی جائے

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ ظہر کے وقت حضرت جبرئیل آپؐ کی خدمت میں آتے ہیں اگرچہ آپؐ نے یہ فرمایا کہ ابھی تو میرے اصحاب تھکے ہوئے ہیں. لیکن حضرت جبرئیل نے عرض کیا کہ آپ اس کے متعلق کوئی فکر نہ کریں میں ابھی جا کر انہیں متزلزل کر دیتا ہوں. بس آپؐ اپنے اصحاب کو چلنے کا حکم فرما دیں. چنانچہ آپؐ اسی وقت مدینہ میں منادی کرا دیتے ہیں کہ جو شخص یہ اعلان سنے اور وہ فرمان بردار ہو تو وہ نماز عصر بنو قریظہ میں جا کر ادا کرے. (ابن ہشام)

چنانچہ اصحاب مصطفےٰ اگرچہ تھکے ہوئے تھے لیکن اعلان نبوت سنتے ہی ہتھیار باندھ کر روانہ ہو جاتے ہیں. راستہ میں نماز عصر کا وقت ہو جاتا ہے تو صحابہ میں اس بات پر اختلاف رائے ہوتا ہے. بعض کہتے ہیں کہ آپؐ کے اس ارشاد کا مقصد تھا کہ جلدی کی جائے یہ مقصد نہ تھا کہ عصر کی نماز قضا ہی کر دی جائے.

لیکن دوسرے صحابہ کہنے لگے کہ چونکہ ہمیں تو یہ حکم ملا ہے کہ نماز عصر بنو قریظہ میں ہی ادا کی جائے تو ہم تو اسی جگہ ادا کریں گے. سبحان اللہ العظیم.

خطیب کہتا ہے کہ

آپ حضرات سوچ رہے ہوں گے کہ ان دونوں جماعتوں میں بہتر کون تھا؟ کیا وہ جماعت بہتر تھی جس نے راستہ ہی میں وقت پر نماز ادا کر لی یا وہ جماعت بہتر تھی جس نے بنو قریظہ میں پہنچ کر نماز ادا کی.

اس کا جواب مجھ سے نہیں بلکہ حافظ ابن قیمؒ سے پوچھتے ہیں. وہ فرماتے ہیں کہ جس نے حدیث کے ظاہر الفاظ پر عمل کیا اس کو بھی اجر ملا. اور جس نے اجتہاد کیا اس کو بھی اجر ملا. لیکن جن لوگوں نے ظاہر الفاظ پر نظر کر کے بنی قریظہ پہنچنے سے پہلے نماز عصر ادا نہ کی حتیٰ کہ وقت عصر نکل گیا تو ان لوگوں کو فقط ایک فضیلت حاصل ہوئی. یعنی حکم پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی تعمیل کا اجر ملا. اور جن لوگوں نے اجتہاد کیا اور یہ سمجھا کہ منشاء پیغمبر یہ نہیں تھا کہ نماز عصر ہی قضا کر دی جائے بلکہ مقصد یہ تھا کہ بنو قریظہ پہنچنے میں جلدی کی جائے. اس لئے انہوں نے نماز عصر راستہ میں ہی ادا کر لی تو انہیں

اجتہاد کی وجہ سے دو فضیلتیں حاصل ہوئیں۔ ایک فضیلت تعمیل ارشاد کی اور دوسری فضیلت صلوٰۃ وسطیٰ کی محافظت کی اور اسی نماز کے متعلق قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۔ (پ ۲ ع ۱۴)

سب نمازوں کی حفاظت کیا کرو اور خاص کر درمیانی نماز کی۔

اور حدیث شریف میں ہے کہ جس کی عصر کی نماز فوت ہوگئی اس کے اعمال ضائع ہوگئے۔ (فتح الباری)

خطیب کہتا ہے کہ

یوں سمجھئے کہ صحابہ کے سامنے دو حکم تھے ایک حکم خدا تعالےٰ کا تھا اور ایک حکم امام الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کا تھا۔

خدا کی طرف سے حکم تھا کہ حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى —— اور حضورؐ کی طرف سے حکم تھا کہ بنو قریظہ جلدی سے جلدی پہنچا جائے۔

چنانچہ جنہوں نے صرف آپ کے حکم کو مدنظر رکھا انہیں ظاہر ہے کہ ایک ہی اجر ملے گا اور جنہوں نے آپ کے حکم کے ساتھ خدا تعالےٰ کے حکم کو بھی ذہن میں رکھا تو انہیں یقیناً دو اجر ملیں گے۔ سبحان اللہ العظیم۔

یہودیوں کی کمینہ حرکت

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ سیدنا حضرت علی مہاجرین اور انصار کی ایک جماعت کو ساتھ لے کر بنو قریظہ پہنچتے ہیں اور ان کے قلعہ کے قریب اپنا جھنڈا گاڑ دیتے ہیں۔ ادھر جب یہودیوں کو مسلمانوں کی آمد کی اطلاع ملتی ہے تو وہ انتہائی بے شرمی سے حضورؐ کو اور آپ کی ازواج کو کھلم کھلا سبّ وشتم کرتے ہیں جسے سیدنا حضرت علی برداشت نہیں کر سکتے۔ اتنے میں پیغمبرؐ کو تشریف لاتے دیکھتے ہیں اور آپ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم! آپ ان کمینوں کے قریب نہ جائیں۔ آپ فرماتے ہیں کیوں؟

معلوم ہوتا ہے کہ تم نے ان کی زبان سے میرے متعلق کوئی ناشائستہ گفتگو سن لی ہے۔

حضرت علی جواب دیتے ہیں جی ہاں یارسول اللہ۔ یہی بات ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ اگر وہ مجھے دیکھ لیں گے تو پھر کوئی گستاخانہ بات نہ کر سکیں گے۔

سبحان اللہ العظیم

خطیب کہتا ہے کہ

یہ آپ نے اس لئے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو چھ چیزوں میں دیگر انبیاء پر فضیلت

دی ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔

فُضِّلْتُ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ

مجھے فضیلت دی گئی ہے دیگر انبیاء پر چھ چیزوں میں

اُعْطِيْتُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ

مجھے مختصر مگر جامع کلام دیا گیا ہے

وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ

اور مجھے مدد دی گئی ہے ساتھ رعب کے۔

یعنی ابھی ایک مہینہ کی مسافت ہوتی ہے کہ دشمن پر آپ کا رعب طاری ہو جاتا

ہے۔ اس لئے سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب وہ مجھے دیکھ لیں گے

تو پھر گستاخانہ گفتگو نہ کر سکیں گے۔

محاصرہ مصطفےٰ قریظہ کے یہود پر

عزیزان گرامی قدر! میں عرض کر رہا تھا کہ جب حضرت امام الانبیاء صلے اللہ علیہ و

سلم یہودیوں کے قلعہ کے نزدیک پہنچتے ہیں تو انہیں فرماتے ہیں کہ بندروں کی برادری!

کیا تمہیں خدا تعالےٰ نے ذلیل و رسوا نہیں کر دیا اور تم پر اپنا عذاب نازل نہیں فرمایا؟

یہودی جواب دیتے ہیں۔ اے ابوالقاسم! آپ اس سے ناواقف تو نہیں۔ آپ

کو اس کا پتہ تو ہے۔

چنانچہ پھر ان کا محاصرہ کیا جاتا ہے۔ روایات میں آتا ہے کہ پچیس روز تک ان کا محاصرہ رہتا ہے اور ان کے دلوں پر اللہ تعالےٰ مسلمانوں کا رعب بٹھا دیتے ہیں اور پھر جب محاصرہ کو ۲۵ روز گذر تے ہیں تو پھر یہ لوگ آپس میں مشورہ کرتے ہیں کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اب ہم سے جنگ کئے بغیر واپس نہ ہوں گے تو تمہیں بھی متفقہ طور پر کوئی فیصلہ کرنا چاہیئے۔ چنانچہ ان کا سردار کعب بن اسد ان سے کہتا ہے کہ

اے میری قوم! میں تمہارے سامنے تین باتیں پیش کرتا ہوں۔ ان میں سے کسی ایک کو تم تسلیم کرلو تو بہتر ہوگا۔

تین باتیں، تین راستے

حضرات گرامی! یہودیوں کا سردار ان سب کو مخاطب ہو کر ان کے سامنے تین باتیں پیش کرتا ہے۔ کہ

۱۔ ہم سب حضرت محمد رسول اللہ پر ایمان لے آئیں اور ان کی اتباع اور پیروی کریں اور انہیں ہم سچا نبی مان لیں۔ کیونکہ خدا کی قسم! تم یہ بات جانتے ہو کہ وہ خدا تعالےٰ کے فرستادہ نبی ہیں اور وہ وہی نبی ہیں جن کا ذکر تم اپنی کتاب میں پاتے ہو۔

خطیب کہتا ہے کہ

تورات کتاب استثناء میں ہے کہ خداوند تیرا خدا تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے تیرے ہی بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کرے گا۔ (قصص القرآن صفحہ ۲۵۴)

سبحان اللہ العظیم

یہ تو شہادت تورات سے تھی۔ آیئے اب ذرا قرآن پاک کی بھی شہادت سن لیجئے ارشاد ہوتا ہے۔

اَلَّذِیْ یَجِدُوْنَہٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَھُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَ

الْاِنْجِیْلِ. (پ ۹ ع ۹)

وہ لوگ جسے اپنے ہاں تورات و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں.

خطیب کہتا ہے کہ

یہودی لوگ جس طرح اپنی اولاد کو جانتے اور پہچانتے تھے اسی طرح یہودی حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کو بھی جانتے اور پہچانتے تھے. لیکن مانتے نہیں تھے. اس لئے یہودی سردار کعب بن اسد نے انہیں وہ بات یاد دلائی کہ تم جانتے ہو کہ یہ پیغمبر بھی حضرت موسےٰ علیہ السلام کی طرح خدا کے سچے رسول ہیں. اس لئے پہلی بات تو یہ ہے کہ ان کی نبوت کو تسلیم کر لیا جائے. اس طرح تمہارے مال و جان اور بیوی بچے سب محفوظ ہو جائیں گے.

لیکن بنو قریظہ والے کعب بن اسد کی بات نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ ہمیں یہ بات منظور نہیں ہے کہ ہم اپنی کتاب چھوڑ کر کسی دوسری کتاب کا اتباع کریں.

۲ ر کعب بن اسد پھر کہتا ہے کہ اچھا اگر یہ بات تمہیں منظور نہیں ہے تو آؤ چل کر پہلے اپنے بچوں اور عورتوں کو خود اپنے ہاتھوں قتل کر ڈالیں اور پھر اپنی اپنی تلواریں کھینچ کر مسلمانوں پر حملہ کر دیں. اگر ہم مارے گئے تو ہمیں اپنے بیوی بچوں کا کوئی فکر نہ ہوگا اور اگر ہم کامیاب رہے تو ہمیں از سر نو دوسری عورتیں مل جائیں گی. جن سے ہمارے بچے بھی پیدا ہو جائیں گے.

قوم جواب دیتی ہے کہ ہم اپنے ہاتھ سے اپنے بیوی بچے مار ڈالیں. یہ بھی ہمیں منظور نہیں ہے. اگر ایسا ہوا تو پھر ان کے بعد ہماری زندگی ہی بے کار ہے.

۳ ر کعب بن اسد پھر اپنی تیسری بات پیش کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اچھا اگر تم یہ بھی نہیں مانتے تو پھر ایسا کرو کہ آج ہفتہ کی شب ہے اور یقیناً آج مسلمان ہماری طرف سے اس لئے مطمئن ہوں گے کہ یہ دن ہمارے لئے محترم ہے اور وہ جانتے ہیں کہ اس روز ہم کوئی خون خرابہ نہیں کرتے. لہذا بہتر ہے کہ آج ہی رات ان پر حملہ کر دیا جائے.

لیکن یہ بات بھی قوم منظور نہیں کرتی اور کہتی ہے کہ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم اپنے ہفتہ

کے دن کو خراب کرلیں اور خدا کے عذاب میں گرفتار ہو جائیں۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہمارے بڑوں نے اسی دن کی بے حرمتی کی تھی اور انہیں بطور سزا کے بندر اور سور بنا دیا گیا تھا۔ پھر یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی تم ہمیں ایسی بات کا حکم دیتا ہے ہم نہیں مانتے۔ قصہ مختصر یہ کہ بنو قریظہ نے کعب بن اسد کی کسی بات کو منظور نہ کیا اور اپنی طرف سے ایک تجویز پیش کر دی۔

انوکھا قیدی، نرالی سزا

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ بنو قریظہ والے آپؐ کی خدمت میں پیغام بھیجتے ہیں کہ ہمارے پاس ابو لبابہؓ بن عبد المنذر کو بھیج دیجئے تاکہ ہم ان سے اس معاملہ میں مشورہ کر سکیں۔ چنانچہ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم حضرت ابو لبابہ کو یہودیوں کے پاس بھیج دیتے ہیں۔ حضرت ابو لبابہ جیسے ہی ان کے پاس پہنچتے ہیں تو لوگ ان کے ارد گرد جمع ہو جاتے ہیں۔ چونکہ حضرت ابو لبابہ کے قبیلہ سے بنو قریظہ کے حلیفانہ تعلقات تھے۔ اس لئے اس تعلق کی وجہ سے ان کے آگے گریہ زاری کرتے ہیں۔ ان کے بچے اور عورتیں تو محاصرہ کی سختی کی وجہ سے بلک بلک کر رونا شروع کر دیتے ہیں۔ ان کی اس ظاہری حالت کو دیکھ کر حضرت ابو لبابہ کو بھی رحم آجاتا ہے وہ لوگ ان سے پوچھتے ہیں کہ

اے ابو لبابہؓ! کیا ہم خود کو محمدؐ کے سپرد کر دیں!

حضرت ابو لبابہ کہتے ہیں کہ ہاں سپرد کر دو اور پھر ہاتھ سے گلے کی طرف اشارہ کر کے سمجھا دیا کہ آپؐ کا ارادہ تمہیں قتل کرنے کا ہے۔

پھر حضرت ابو لبابہ کہتے ہیں کہ ابھی میں اسی جگہ کھڑا تھا کہ مجھے شدت سے یہ احساس ہوا کہ میں نے یہ اشارہ کر کے اچھا نہیں کیا بلکہ اللہ اور اس کے رسول کی خیانت کی ہے مجھے یہ جنگی راز فاش نہ کرنا چاہیئے تھا۔ اب کہیں ایسا نہ ہو کہ یہودی مایوسی کے عالم میں سر بکف ہو کر کوئی ایسا اقدام نہ اٹھالیں جس سے مسلمانوں کو نقصان پہنچ جائے۔ چنانچہ اپنے اس عمل سے لرز اٹھتے ہیں آنکھیں چھلک پڑتی ہیں زبان پر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ

راجعون جاری ہو جاتا ہے۔ انہیں اپنے گردوپیش کا ہوش نہیں رہتا۔ قلعہ سے باہر نکلتے ہیں تو آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کی ہمت نہیں ہوتی اور سیدھے مسجد نبوی میں جاکر اپنے آپ کو ایک ستون کے ساتھ باندھ لیتے ہیں۔

ادھر جب یہ دیر تک آپ کی خدمت میں نہیں پہنچتے تو آپ کو ان کے عمل کی اطلاع ملتی ہے تو آپ فرماتے ہیں کہ اگر وہ خود میرے پاس اسی وقت آجاتے تو میں خدا تعالیٰ سے ان کے قصور کی معافی کی دعا کرتا۔ لیکن اب خود ہی انہوں نے اپنے لئے یہ راستہ اختیار کر لیا ہے تو اب میں از خود ان کی بندش نہیں کھول سکتا جب تک اللہ تعالیٰ ہی انہیں معاف نہ فرمائے۔ (ابن ہشام) سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہتا ہے کہ

"آسمان کی نگاہ نے بھی اس طرح کا انوکھا قیدی اور انوکھی سزا شاید نہ دیکھی ہو کہ جو خطا کرنے کے بعد فوراً سارے کام چھوڑ کر خود کو سزا کے لئے تیار کر لیتا ہے۔ چونکہ اب معاملہ پیغمبر کی عدالت سے نکل کر اوپر کی بڑی عدالت میں پہنچ چکا تھا۔ لہذا سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم بھی اسی عدالت کے فیصلے کا انتظار فرماتے ہیں۔ سبحان اللہ العظیم۔

غداروں کے متعلق تاریخی فیصلہ

حضرات گرامی! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ حضرت ابولبابہ تو جاکر اپنے آپ کو ستون سے باندھ لیتے ہیں اور یہودی ان کے مشورہ کے مطابق خود کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دیتے ہیں۔ چنانچہ مرد قیدیوں کو حضرت اسامہ بن زیدؓ کے مکان میں مقید کیا جاتا ہے اور ان کی عورتوں بچوں کو بنو نجار کی ایک خاتون بنت حارث کے گھر میں رکھا جاتا ہے ادھر بنو اوس کے سرکردہ اشخاص آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ بنو قریظہ سے ہمارے حلیفانہ تعلقات ہیں۔ لہذا ہماری خاطر ان لوگوں سے نرمی کا سلوک کیا جائے۔

حضور فرماتے ہیں کہ ان کا فیصلہ تمہارے سردار ہی سے نہ کروا لیا جائے؟

وہ کہتے ہیں کہ یارسول اللہ ٹھیک ہے۔ حضرت سعدؓ بن معاذ ان کے متعلق جو بھی فیصلہ کر دیں ہمیں منظور ہے۔

حضرت سعد بن معاذ جو کہ خندق کے موقع پر زخمی ہو گئے تھے اور مسجد کے قریب ہی ایک خیمہ میں آرام کر رہے تھے۔ انہیں بلوایا جاتا ہے۔ چونکہ زخمی ہونے کی وجہ سے نقاہت بھی بڑھ گئی تھی۔ اس لئے سواری پر آتے ہیں۔ جب قریب پہنچتے ہیں تو حضور فرماتے ہیں۔

قُوْمُوْا اِلٰی سَیِّدِکُمْ۔

اپنے سردار کی تعظیم کے لئے اٹھو۔

وہ لوگ اٹھ کر اور حضرت سعد بن معاذ کو سہارا دے کر سواری سے اتارتے ہیں۔ جب حضرت سعد بیٹھ جاتے ہیں تو سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ

اے سعد! ان لوگوں نے اپنا فیصلہ تیرے سپرد کیا ہے۔ اب تم بتاؤ کہ تمہارا کیا فیصلہ ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہتا ہے کہ

وہ کیا منظر ہو گا جب مسجد نبوی میں سناٹا چھا گیا ہو گا۔ ہر شخص کی نظریں اس زخمی شیر حضرت سعد بن معاذ کے چہرہ پر جمی ہوں گی اور کان ان کا فیصلہ سننے کے منتظر ہوں گے نہ صرف صحابہؓ بلکہ خود سرکار دو عالم کی مقدس اور پاکیزہ نگاہیں حضرت سعد بن معاذ کے چہرہ پر ہوں گی بنو قریظہ کے حلیفوں کے دل دھڑک رہے ہوں گے کہ دیکھئے سعد بن معاذ کیا فیصلہ کرتے ہیں اور اب شاید آپ حضرات بھی بے چین ہوں گے اور اس انتظار میں ہوں گے کہ پتہ تو چلے حضرت سعد بن معاذ نے فیصلہ کیا کیا تھا۔ آیئے آپ کو بتاتا ہوں۔

سبحان اللہ العظیم

عزیزان گرامی قدر! روایات میں آتا ہے کہ حضرت سعد بن معاذ بنو قریظہ کی غداری کے پیش نظر یہ فیصلہ دیتے ہیں کہ ان میں سے جو بھی شخص جنگ کرنے کے قابل ہے اسے قتل کر دیا جائے اور ان کے بچوں عورتوں کو غلام اور باندیاں بنا لیا جائے اور ان کے تمام مال و اموال کو مجاہدین میں تقسیم کر دیا جائے۔ سبحان اللہ العظیم۔

سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اے سعد! تم نے ان کے متعلق اللہ اور اس کے رسول کی مرضی کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔

حضرت سعد بن معاذ کا فیصلہ نہ صرف اللہ اور اس کے رسول کی مرضی اور منشاء کے مطابق تھا بلکہ یہ فیصلہ عین تورات کے بھی مطابق تھا جس پر یہود کا ایمان تھا۔ چنانچہ تورات سفر استثناء باب بستم آیت دہم میں ہے۔

جب تو کسی شہر کے پاس لڑنے کے لئے آپہنچے تو پہلے اس سے صلح کا پیغام کر۔ اگر وہ صلح منظور کرے اور تیرے لئے دروازہ کھول دے تو ساری خلق جو اس شہر میں پائی جائے تیری خراج گذار ہو گی اور تیری خدمت کرے گی اور اگر وہ تجھ سے صلح نہ کرے بلکہ تجھ سے جنگ کرے تو تُو اس کا محاصرہ کر اور جب خداوند قدوس تیرا خدا اسے تیرے قبضے میں کر دے تو وہاں کے ہر مرد کو تلوار سے قتل کر۔ مگر عورتوں اور لڑکوں اور مواشی کو اور جو کچھ اس شہر میں ہو اس کا سارا لوٹ اپنے لئے لے اور تو اپنے دشمنوں کی لوٹ کو جو خداوند تیرے خدا نے تجھے دی ہے کھائیو۔ (سیرت المصطفٰے جلد ۲ ص ۳۴۰)

خطیب کہتا ہے کہ

حضرت سعد کا یہ تاریخی فیصلہ تھا جس کو خدا تعالےٰ نے بھی پسند کیا اور خدا کے محبوب نے بھی پسند کیا اور ایسے لوگوں کے متعلق تورات کا فیصلہ بھی آپ نے سن لیا اور اسی تورات پر ان یہودیوں کا ایمان تھا تو اب انہیں بھی یہ فیصلہ منظور کر لینا چاہیئے تھا۔ کیونکہ ایسے غداروں کا یہی انجام ہوتا ہے کہ اوپر سے تو معاہدہ کر رہے ہیں مگر اندرون خانہ اسلحہ بھی جمع کر رہے تھے اور دشمنانِ اسلام سے برابر ساز باز تھی کہ جب بھی موقع ملا تو مسلمانوں پر حملہ کر دیں گے لیکن قربان جائیں اس خداوند قدوس پر جو دلوں کی کیفیتیں بخوبی جانتا ہے اس نے ان بدبختوں کے لئے ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ ان کا نشان صفحۂ ہستی سے مٹا دیا۔ سبحان اللہ العظیم۔

زبانیں گنگ کر دی گیئں

عزیزانِ گرامی قدر! میں عرض کر رہا تھا کہ حضرت سعد بن معاذ کے فیصلہ کے بعد سرکارِ دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم ان کے لئے گڑھے کھودنے کا حکم دیتے ہیں اور جب گڑھے تیار ہو جاتے ہیں تو پھر ان قیدیوں کو دو دو اور چار چار کر کے لایا جاتا ہے اور حضرت علی اور حضرت زبیر بن عوام ان کی گردنیں اڑاتے جاتے ہیں۔ اس طرح ساڑھے آٹھ سو کے قریب یہودیوں کو تہہ تیغ کر دیا جاتا ہے۔ پیغمبرؐ کے خلاف بکواس کرنے والی زبانیں ہمیشہ کیلئے گنگ کر دی جاتی ہیں اور ان کے بیوی بچوں کو غلام بنا لیا جاتا ہے اور ان کے قلعہ میں جا کر ان کا تمام مال و اسباب قبضہ میں کر لیا جاتا ہے اور انہی کے متعلق قرآن پاک نازل ہوتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَئُوْهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ه (پ ۲۱ ع ۱۸)

اور جن اہلِ کتاب نے ان کی مدد کی تھی انہیں ان کے قلعوں سے نیچے اتار دیا اور ان کے دلوں میں خوف ڈال دیا بعض کو تم قتل کرنے لگے اور بعض قیدی بنا لیا اور ان کی زمین اور ان کے مالوں کا تمہیں مالک بنا دیا اور اس زمین کا جس پر تم نے کبھی قدم نہیں رکھا تھا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

خطیب کہتا ہے کہ

یہ آیات خدا تعالےٰ کی طرف سے حضرت سعدؓ بن معاذ کے فیصلہ کی تائید تھی اور دنیا کو یہ بتانا مقصود تھا کہ گنہگاروں کو تو معاف کیا جا سکتا ہے لیکن جو غدار ہوں انہیں معاف نہیں کیا جا سکتا۔

یہاں خطیب کو کہنے دیجئے کہ

جو نبیؐ سے غداری کرے گا وہ تلوار کی نوک پر ہوگا۔

جو صحابہؓ سے غداری کرے گا وہ تلوار کی نوک پر ہوگا۔

جو نبیؐ پر سب و شتم کرے گا وہ تلوار کی نوک پر ہوگا۔

جو صحابہ پر سب و شتم کرے گا وہ تلوار کی نوک پر ہوگا۔ سبحان اللہ العظیم۔

یہ نہیں ہو سکتا کہ

مسلمانوں سے غداری کرے اور پھر مسلمانوں کے ساتھ رہ جائے۔

پیغمبرؐ پر سب و شتم کرے اور پھر زمین پر چلتا پھرتا نظر آئے۔

جو پیغمبرؐ سے معاہدہ توڑے اور پھر زندہ رہ جائے۔

خدا تعالیٰ تو ایسے بدبختوں کی گردنیں کاٹنے کا حکم دیتے ہیں کہ

جو نبیؐ سے غداری کرے گا اس کا نشان صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے گا —— اور

جو نبیؐ سے وفاداری کرے گا اس صدیق کا نشان گنبد خضری میں بنا دیا جائے گا۔

شوہر نے بیوی کو قاتل بنا دیا

حضرات گرامی! پیغمبر اسلام نے اگرچہ عورتوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا تھا مگر بنو قریظہ کی عورتوں میں سے ایک نباتہ نامی عورت کو قتل کیا گیا۔ اس لئے کہ اس نے ایک صحابی کو قتل کیا تھا۔ آپ حیران ہوں گے کہ ایک عورت نے اسلام کے ایک مجاہد کو کیسے قتل کر دیا۔ توجہ کیجئے اس کی تفصیل عرض کرتا ہوں۔

روایات میں آتا ہے کہ جن دنوں مسلمانوں نے بنو قریظہ کا محاصرہ کر رکھا تھا تو یہ عورت اور اس کا شوہر قلعہ کے اندر محصور تھے۔ ایک دن اس کا شوہر اسے کہتا ہے کہ مجھے ایسے محسوس ہوتا ہے کہ مسلمان ہم پر قابو پالیں گے اور مردوں کو تو قتل کر دیں گے مگر عورتوں کو باندیاں بنا لیں گے لیکن میں نہیں چاہتا کہ تو کسی مسلمان کی باندی بنے۔

عورت اپنے شوہر سے کہتی ہے کہ مجھے بھی تم سے محبت ہے میں بھی تیری جدائی برداشت نہ کر سکوں گی۔ تو اس عورت کا شوہر کہتا ہے کہ

پھر اس کا بہترین حل ہے اگر تو میری جدائی واقعی برداشت نہیں کر سکتی تو پھر تو کسی مسلمان کو

قتل کر دے اور پھر مسلمان تجھے قصاص میں قتل کر دیں گے۔ اس طرح تو نہ تو کسی مسلمان کی باندی بن سکے گی اور نہ تجھے میری جدائی کا صدمہ اٹھانا پڑے گا۔

بنانہ اپنے خاوند سے کہتی ہے کہ میں محصور ہوں کس طرح کسی مسلمان کو قتل کروں؟

خاوند کہتا ہے کہ قلعہ کی دیوار کے ساتھ نیچے مسلمان بیٹھے ہیں تو ان پر چکی کا پاٹ گرا دے۔ ان میں سے کوئی نہ کوئی تو مرے گا بس جو بھی مرے گا مسلمان اس کے قصاص میں تجھے ضرور قتل کریں گے۔

چنانچہ میاں بیوی نے موقع دیکھ کر نیچے بیٹھے ہوئے مسلمانوں پر چکی کا پاٹ گرا دیا جس کے نتیجہ میں حضرت خلاد شہید ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ جب یہودی مردوں کو قتل کر دیا جاتا ہے تو پھر اس بنانہ نامی عورت کی تلاش ہوتی ہے۔ یہ اس وقت حضرت عائشہ کے پاس بیٹھی ہنس ہنس کر باتیں کر رہی تھی اور اس کی ہنسی قابو میں نہیں آ رہی تھی کہ اسی دوران اسے پکارا جاتا ہے کہ بنانا نامی عورت کہاں ہے؟

یہ عورت حضرت عائشہ کے پاس بیٹھی زور سے جواب دیتی ہے کہ میں یہاں ہوں۔ اور پھر اسی طرح ہنستی مسکراتی کھلکھلاتی کہتی ہے کہ مجھے قتل کرنے کے لئے باہر بلا رہے ہیں۔

سیدہ عائشہ اس عورت سے کہتی ہے کہ عورتوں کے قتل کرنے کا دستور تو نہیں ہے لیکن تمہیں کیوں قتل کیا جا رہا ہے؟

تو یہ عورت پھر ایک بار زور سے ہنس کر کہتی ہے کہ مجھے اور میرے شوہر کو آپس میں سخت محبت تھی سو اس نے مجھے کہا تھا کہ اگر تم کسی مسلمان کو قتل کر دو تو مسلمان تجھے قصاص میں قتل کر دیں گے۔ اس طرح تو مجھ سے آملے گی۔ چنانچہ میں نے ایک مسلمان کو چکی کا پاٹ گرا کر قتل کر دیا تھا۔ اب میں اس کے قصاص میں قتل کی جاؤں گی اور پھر اسی طرح ہنستی مسکراتی باہر نکل جاتی ہے اور پھر اسے قتل کر دیا جاتا ہے۔

سیدہ عائشہ فرماتی ہیں کہ مجھے ساری زندگی وہ عورت نہیں بھولی جو جانتی تھی کہ مجھے قتل کے لئے بلایا جا رہا ہے مگر وہ برابر مسکرائے جا رہی تھی۔ (عیون الاثر)

خطیب کہتا ہے کہ

اس عورت کے عقیدہ کی پختگی دیکھیئے کہ یہودی ہو کر بھی اس کا عقیدہ پختہ ہے لیکن آج ہم مسلمان ہو کر متذبذب ہیں کہ نہ جانے آخرت ہے بھی یا نہیں۔ العیاذ باللہ۔

وہ یہودی ہو کر یہ عقیدہ رکھتی ہے کہ مرنے کے بعد خاوند سے ملاقات ہوگی۔

ہم مسلمان ہو کر یہ عقیدہ نہیں رکھتے کہ مرنے کے بعد خداوند قدوس سے ملاقات ہوگی۔

وہ یہودی ہو کر خاوند کی محبت میں گرفتار ہے۔

ہم مسلمان ہو کر خداوند قدوس کی محبت سے سرشار نہیں۔

وہ یہودی ہو کر اپنے شوہر کی الفت فراموش نہیں کرتی۔

ہم مسلمان ہو کر اپنے پیغمبرؐ کی سنت فراموش کر بیٹھے ہیں۔

وہ یہودی ہو کر مرنے کے بعد اپنے شوہر سے ملاقات کا شوق رکھتی ہے۔

ہم مسلمان ہو کر مرنے کے بعد ساقی کوثر سے ملاقات کا شوق نہیں رکھتے۔

میری دعا ہے کہ خدا تعالٰی ہر مسلمان کو اپنا عقیدہ پختہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

جبرئیل کا سوال کہ کس کی میت ہے؟

حضرات گرامی! میں عرض کر رہا تھا کہ حضرت سعد بن معاذ تو زخمی تھے چنانچہ بنو قریظہ کے متعلق فیصلہ سنا کر پھر صاحب فراش ہو جاتے ہیں اور بارگاہ الٰہی میں دعا کرتے ہیں۔

یا الٰہی! تو جانتا ہے کہ میں ان لوگوں سے جہاد کرنا پسند کرتا ہوں جن لوگوں نے تیرے رسول کی تکذیب کی ہے اور انہیں مکہ سے نکالا ہے۔

اے اللہ! اگر قریش سے ہمارا لڑنا باقی ہے تو پھر مجھے بھی زندہ رکھ تاکہ میں تیری راہ میں ان سے جہاد کروں، اور اگر تو نے لڑائی کو ختم کر دیا ہے تو پھر میرے اس زخم کو جاری کر دے اور اسی کو میری شہادت کا ذریعہ بنا دے۔

ادھر حضرت سعد دعا ختم کرتے ہیں اور ادھر ان کا زخم جاری ہو جاتا ہے اور اسی زخم کی وجہ سے انتقال کر جاتے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ سبحان اللہ العظیم۔

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ جب حضرت سعد بن معاذ کی روح قبض کر لی جاتی ہے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نصف رات میں مخملی عمامہ باندھے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور آ کر عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ! یہ کس کی میت ہے جس کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں اور عرش ہل گیا ہے؟

یہ سن کر سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے جلدی جلدی حضرت سعد بن معاذ کے پاس جاتے ہیں تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت سعد انتقال کر چکے ہوتے ہیں۔

(محمد رسول اللہ صد ۴۶۵)

سیدنا حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ سعد بن معاذ کی موت سے عرش ہل گیا۔ (بخاری) سبحان اللہ العظیم۔

روایات میں آتا ہے کہ سیدنا حضرت سعد بن معاذ جسیم شخص تھے لیکن جب لوگوں نے ان کی میت اٹھائی تو ہلکا محسوس کرتے ہیں۔ اس پر آپس میں باتیں کرتے ہیں کہ واللہ! سعد اگرچہ جسیم تھے لیکن ہم نے اس سے پہلے ان سے ہلکا جنازہ نہیں اٹھایا۔ سبحان اللہ العظیم۔

یہ بات جب سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے تو آپ فرماتے ہیں کہ ان کے جنازہ کو تمہارے فرشتے بھی اٹھانے والے تھے۔ (محمد رسول اللہ صد ۴۶۵)

حضرت سعد کو یہ اعزاز کیسے نہ ملتا۔ انہوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد پھر کبھی آپ کی اطاعت سے انحراف نہیں کیا اور ہمیشہ آپ کو خوش رکھنے کی کوشش کی۔ آخری وقت بھی ایسا فیصلہ کر گئے کہ اللہ تعالےٰ نے اس کی تائید میں اپنا قرآن نازل کر دیا۔ سبحان اللہ العظیم۔

یہاں خطیب کو کہنے دیجئے کہ

کہ ایک وقت وہ بھی تھا جب حضرت سعد بن معاذ تلوار لے کر اسلام کے مبلغ حضرت مصعبؓ بن عمیر کو تبلیغ سے روکنے کے لئے پہنچ گئے تھے اور اپنے خالہ زاد بھائی سے گرم سرد ہوئے تھے، لیکن ایک آج کا وقت ہے کہ ان کے جنازہ کو فرشتے

کندھا دے رہے ہیں۔

ایک آج وقت ہے کہ ان کے انتقال کی خبر دینے کو جبرئیل آ رہے ہیں۔

ایک آج وقت ہے کہ ان کے جنازہ میں شرکت کے لئے ستر ہزار فرشتے آسمان سے نازل ہوتے ہیں۔ (البدایۃ والنہایۃ جلد چہارم صـ ۱۲۸)

ایک آج وقت ہے کہ ان کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں (حاکم)

ایک آج وقت ہے کہ ان کی قبر سے مشک کی خوشبو آ رہی ہے۔ (روض الالف ۲ صـ ۱۹۳)

سبحان اللہ العظیم۔

بڑی عدالت نے فیصلہ سنا دیا

حضرات گرامی! آپ تھک نہ چکے ہوں تو آخر میں اس انوکھے قیدی کا تذکرہ بھی کر دوں جس نے خود کو ستون سے باندھ لیا تھا۔ سبحان اللہ العظیم۔

روایات میں آتا ہے کہ حضرت ابو لبابہ کو ستون سے بندھے کئی روز گذر چکے تھے کھانا پینا چھوڑ رکھا تھا صرف نماز کے وقت اور قضائے حاجت کے لئے ان کی بیٹی آکر انہیں کھول دیتی تھی اور پھر تمام وقت ستون سے بندھے روتے رہتے۔ ان کی بیٹی کبھی کبھار ان کے منہ میں ایک کھجور ڈال دیتی یا پانی کے دو گھونٹ پلا دیتی اور پھر اسی طرح گریہ وزاری شروع کر دیتے۔ آخر ایک روز ان کی اس حالت پر اس اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْن کو رحم آجاتا ہے اور پھر صبح کی نماز سے پیشتر ہی ان کی معافی کے متعلق قرآن نازل ہوتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ وَ تَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے خیانت نہ کرو اور آپس کی امانتوں میں بھی خیانت نہ کرو حالانکہ تم جانتے ہو۔

وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَّ اَنَّ

اللّٰہَ عِنْدَہٗ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ہ

اور جان لو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایک امتحان کی چیز ہے اور بے شک اللہ کے ہاں بڑا اجر ہے۔

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّکُمْ فُرْقَانًا وَّیُکَفِّرْ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ وَیَغْفِرْ لَکُمْ وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ہ پ ۹ ع ۱۷

اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو اللہ تمہیں ایک فیصلہ کی چیز دے گا اور تم سے تمہارے گناہ دور کر دے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔

روایات میں آتا ہے کہ حضرت ابو لبابہ کی توبہ جب قبول ہو گئی اور ان کے لئے آیات قرآنی کا نزول ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت سیدہ حضرت ام سلمہؓ کے گھر تھے۔ چنانچہ سیدہ ام سلمہ آپ سے اجازت لے کر انہیں خوشخبری سناتی ہیں۔ ادہر جس کو پتہ چلتا ہے وہ حضرت ابو لبابہ کو کھولنے کے لئے، خوش خبری دینے کے لئے اور مبارکباد دینے کے لئے ان کی طرف دوڑتا ہے۔ لیکن حضرت ابو لبابہ کہتے ہیں کہ میں کسی کے کھولنے سے نہیں کھلوں گا جب تک کہ مجھے خود سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم آ کر نہ کھولیں گے۔ چنانچہ پھر انہیں خود سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم ہی آ کر کھولتے ہیں۔

خطیب کہتا ہے کہ

یہ مقام تھا صحابہ کا خدا تعالےٰ اور اس کے رسول کی نظر میں کہ خود آ کر ستون سے اپنے کو باندھ لیا اور پھر کہا کہ جب تک اللہ مجھے معاف نہیں کرتے میں نے اپنے آپ کو کھولنا ہی نہیں ہے۔ سبحان اللہ العظیم

یوں سمجھئے کہ جیسے کوئی شخص دھکے سے کام کرواتا ہے اور سینہ زوری کرتا ہے کہ یہ کام کرو نہیں تو میں یہاں بیٹھا ہوں۔ لیکن یہاں خدا کے ساتھ سینہ زوری تو نہیں۔ اور نہ ہی صحابہ کر سکتے تھے۔ مگر خدا سے جو قلبی محبت تھی اسی جوش محبت میں انہوں

نے یہ قدم اٹھایا تھا کہ خود کو باندھ کر کہا کہ

اے اللہ! مجھے معاف کر دے جب تک تو معاف نہیں کرے گا میں نے اپنے آپ کو کھولنا ہی نہیں ہے۔

اور پھر قربان جائیں اس ذات کریم کے جس نے قرآن اتار کر اپنے محبوب بندے ابولبابہؓ کی توبہ قبول کر لی اور ان کی توبہ قبول کرنے کا ذکر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے میں کر دیا۔ سبحان اللہ العظیم۔

میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالےٰ ہمیں صحابہ کا صحیح مقام سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

باقی
آئندہ جمعہ
انشاءاللہ

خطبہ نمبر ۲۳

تدبیر مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم

ثمامہ بن اثال پر

جھلکیاں

اللہ تعالےٰ نے ڈانٹ پلادی
نکاح ہوگیا مگر مزاج نہ مل سکا
زینب کی دل جوئی
خدا تعالےٰ سے مشورہ
نکاح کے تذکرے
اخلاق و آداب
رات کے مسافر
تدبیر مصطفےٰ ثمامہ بن اثال پر
دل نرم ہوگیا
مدینہ امن کا گہوارہ
ثمامہ بن اثال کا خطاب

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ وَکَفٰی بِاللّٰہِ شَهِیْدًا

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

صدق اللہ العظیم

بزرگان محترم دوستو، عزیزو، نوجوان ساتھیو!

گذشتہ خطبہ کے اندر میں نے دیگر واقعات کے علاوہ حضرت ابو لبابہؓ کی توبہ قبول ہونے کا واقعہ بھی عرض کیا تھا۔ آج کے خطبہ میں ۵ھ میں ہونے والے ایک اہم واقعہ کو عرض کرنا چاہتا ہوں۔ دعا فرمائیں کہ اللہ رب العزت مجھے حق اور سچ بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ نے ڈانٹ پلادی

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ سیدنا حضرت زید جو کہ ایک اچھے گھرانے سے تعلق رکھتے تھے لیکن بچپن میں کوئی ظالم انہیں پکڑ کر غلام بنا لیتا ہے اور مکہ آ کر فروخت کر دیتا ہے۔

خطیب کہتا ہے کہ

اگر حضرت زید بد قسمتی کی وجہ سے غلام بنا لئے گئے تھے لیکن اب ان کی خوش قسمتی ملاحظہ کیجئے کہ انہیں مکہ میں سیدہ خدیجہؓ خرید لیتی ہیں اور پھر یہیں سے حضرت زید کی خوش بختی جاگ اٹھتی ہے اور پھر رفعت حاصل کرتے چلے جاتے ہیں۔

خطیب کو کہنے دیجئے کہ

تو پھر اسے خدا تعالےٰ رفعت و سربلندی عطا فرماتا ہے. چنانچہ جب حضرت زیدؓ کو سیدہ خدیجہ نے خرید لیا تو پھر بعد میں سیدہ نے حضرت زید حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دیا. یہ بظاہر حضرت زید کی عظمت کا نقطہ عروج تھا. لیکن ابھی ان پر خدا تعالےٰ کی طرف سے عنایات جاری تھیں اور انہیں عظیم مقام ملنے والا تھا. سبحان اللہ العظیم.

اور پھر ایک روز حضرت زید کے باپ، چچا اور بھائی آپؐ کی خدمت میں پہنچتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ آپؐ ہم سے معاوضہ وصول کر لیں لیکن زید کو ہمارے سپرد کر دیں.

حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے معاوضہ کی تو ضرورت نہیں ہے میں زید کو اختیار دیتا ہوں کہ اگر یہ تمہارے ساتھ جانا چاہتا ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا.

چنانچہ جب زید سے پوچھا جاتا ہے تو وہ عرض کرتے ہیں کہ میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہنا چاہتا ہوں۔ اپنے باپ، چچا اور بھائی کے ساتھ جانا نہیں چاہتا.

یہ جواب سن کر ان کے رشتہ دار حیران و ششدر رہ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ زید تم غلامی کو آزادی پر ترجیح دیتے ہو؟

حضرت زید مسکرا کر کہتے ہیں کہ

؎ محمدؐ کی غلامی ہے سند آزاد ہونے کی
خدا کے دامن توحید میں آباد ہونے کی

چنانچہ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم حضرت زید کا جواب سن کر انتہائی مسرور ہوتے ہیں اور انہیں آزاد فرما کر اپنا متبنّٰی بنا لیتے ہیں. چنانچہ انہیں زید بن حارثہ کی بجائے زید بن محمد کے نام سے بلانا شروع کر دیتے ہیں. لیکن پھر خدا تعالےٰ کی طرف سے یہ حکم نازل ہوتا ہے.

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآءِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ. پ۲۱ ع ۱۷

انہیں ان کے اصلی باپوں کے نام سے پکارو اللہ کے ہاں یہی پورا انصاف ہے.

چنانچہ پھر زید بن محمد کی بجائے زید بن حارثہ کے نام سے پکارے جانے لگے. لیکن

آپؐ کو ان سے اسی طرح محبت رہی اور تعلق بھی وہی رہا۔ اسی تعلق اور محبت کے پیش نظر آپؐ اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب سے حضرت زید کا نکاح کرنا چاہتے تھے اور آپؐ نے اس سلسلہ میں جب زینب سے بات کی تو حضرت زینب اور ان کے بھائی نے صاف انکار کر دیا کہ ایک غلام یا آزاد کردہ غلام کے ساتھ ہم رشتہ نہیں جوڑ سکتے۔ اس انکار پر خدا کی طرف سے انہیں ڈانٹ پلائی جاتی ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۔

اور کسی مومن مرد اور مومن عورت کو لائق نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا حکم دے تو انہیں اپنے کام میں اختیار باقی رہے۔

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝ پ ۲۲ ع ۲

اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تو وہ صریح گمراہ ہوا

چنانچہ اس ڈانٹ کے بعد سیدہ زینب اور ان کا بھائی اس رشتہ پر راضی ہو گئے۔

خطیب کہتا ہے کہ

حضرت زید کو جو نسبت مصطفےٰ کا شرف حاصل ہوا تھا اس سے جب جدا کر دیئے گئے تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم ان کی دل جوئی کے لئے بھی اور اس نسبت کو دوسرے طریقہ سے قائم کرنے کے لئے بھی یہ چاہتے تھے کہ ان کا نکاح حضرت زینب سے ہو جائے تاکہ حضرت زید کو پھر مجھ سے نسبت ہو جائے۔ سبحان اللہ العظیم

نکاح ہو گیا مگر مزاج نہ مل سکا

عزیزان گرامی قدر! حضرت زید اور حضرت زینب کا نکاح کر دیا جاتا ہے لیکن نبھا نہیں ہوتا۔ نکاح کرنا تو آسان ہے مگر نبھا کرنا مشکل ہے۔ حضرت زینبؓ کی خاندانی حیثیت بہت بلند تھی اور ادھر حضرت زید پر غلامی کا داغ تھا جس کی وجہ سے

حضرت زید حضرت زینب کی نگاہ میں حقیر اور کمتر ہی رہتے ہیں اور اسی وجہ سے ان کے آپس میں مزاج نہیں مل سکتے اور اکثر گھر میں لڑائی رہتی تھی حضرت زید کئی بار آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر حضرت زینب کے اس سخت رویے اور ان کی بے اعتنائی کا شکوہ کرتے ہیں اور تنگ آ کر یہ بھی عرض کرتے ہیں کہ میں زینب کو طلاق دیتا ہوں۔

مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زید کو طلاق دینے سے منع کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تم نے میری خاطر اس سے شادی کی ہے۔ اب اگر چھوڑا تو اس سے اور زیادہ... شرمندگی ہوگی اور خاندان والے الگ باتیں کریں گے۔

خطیب کہتا ہے کہ

یہ واقعہ اگر کوئی توجہ سے مطالعہ کرے اور اسے سمجھے تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ اگر پیغمبر عالم الغیب ہوتے تو کبھی بھی ان دونوں کا نکاح نہ کرتے۔ یہ واقعہ دلیل ہے اس عقیدہ کی کہ حضور عالم الغیب نہیں تھے اور پھر ساتھ ہی اس عقیدہ کی بھی بیخ کنی ہو جاتی ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم مختار کل ہیں۔ اگر پیغمبر مختار کل ہو تو پھر یہ مسئلہ ہی پیدا نہ ہوتا اور اسے سلجھا دیا جاتا لیکن ایسا نہیں ہوتا اور روز روز کا جھگڑا حضرت زید کو اس بات پر مجبور کر دیتا ہے اور وہ حضرت زینب کو طلاق دے دیتے ہیں۔

زینبؓ کی دلجوئی

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ پہلے تو حضرت زید کی دل جوئی کی خاطر آپؐ نے اپنی پھوپھی زاد بہن کا نکاح ان سے کر دیا۔ اب ظاہر ہے کہ زیدؓ کے طلاق دینے پر حضرت زینبؓ بھی دل شکستہ ہوئی ہوں گی چنانچہ ان کی دل جوئی اس دل بنانے والے کردی جو علیم بذات الصدور ہے۔

روایات میں آتا ہے کہ جب روز روز کے جھگڑے اور قضیئے آپؐ کے پیش آتے رہے تو آپ کے قلب اطہر میں یہ خیال گزرتا ہے کہ اگر زید نے زینب کو طلاق دے دی تو اسے انتہائی صدمہ ہوگا اور پھر زینب کی دل جوئی اس کے بغیر ممکن نہ ہوگی کہ میں خود

اس سے نکاح کر لوں ۔ لیکن ساتھ ہی آپ کو یہ خیال بھی آتا ہے کہ اگر میں نے ایسا کر لیا تو منافقین اور جہلا طعن کریں گے کہ اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا. حالانکہ متبنیٰ کسی طرح بھی بیٹے کے حکم میں نہیں آتا. لیکن عرب میں یہ دستور تھا کہ جس کو منہ بولا بیٹا بنا لیتے پھر اس کی مطلقہ بیوی سے نکاح کرنے کو معیوب سمجھتے تھے. لیکن یہاں خدا تعالیٰ اپنے محبوبؐ کی دل جوئی فرماتے ہوئے بذریعہ وحی بتا دیا کہ آپؐ کو رنجیدہ خاطر ہونے کی ضرورت نہیں ہے. یہ بات آپؐ ذہن میں رکھیں کہ زید کے طلاق دینے کے بعد زینب آپؐ کے نکاح میں آئے گی تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ منہ بولے بیٹے کی بیوی کا وہ حکم نہیں ہے جو صُلبی بیٹے کی بیوی کا حکم ہے لیکن آپؐ اس پیش گوئی کو کسی پر ظاہر نہیں کرتے اور دل ہی میں پوشیدہ رکھتے ہیں کہ یہ بات تو ایسے ہی ہوگی اور جب اس کا وقت آیا تو یہ خود بخود واضح ہو جائے گی. چنانچہ پھر وہ وقت بھی آ جاتا ہے کہ حضرت زید آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں کہ میں نے زینب کو طلاق دے دی ہے. آپؐ یہ سن کر خاموش ہو جاتے ہیں. (سیرت المصطفیٰ ص ۳۱۰)

خطیب کہتا ہے کہ

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب آپؐ کو بذریعہ وحی مطلع کر دیا گیا تھا کہ زید کے طلاق دینے کے بعد زینب آپؐ کے نکاح میں آئے گی تو پھر آپؐ زید کو طلاق دینے سے منع کیوں کرتے ہیں. اس سوال کا جواب مولانا ادریس کاندھلوی سے سنئے ۔

فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے فی الحال اس پیش گوئی کے اظہار اور اعلان کا بھی کوئی حکم اور اشارہ نہ تھا. اس لئے آپؐ نے اس امر تکوینی کو دل میں مخفی رکھا اور تشریعی طور پر زید کو یہ مشورہ دیتے رہے کہ زینب کو طلاق نہ دینا. اس لئے کہ شریعت کا حکم یہی ہے کہ شوہر کو یہی مشورہ دیا جائے کہ اپنی بیوی کو طلاق نہ دو اور بیوی کی بے اعتنائی اور چیرہ دستی پر صبر کرو. اگر کسی کو بذریعہ وحی اور الہام یہ معلوم ہو جائے کہ تکوینی طور پر آئندہ چل کر یہ ماجرا پیش آنے والا ہے اور قضا و قدر میں یہ مقدر ہو چکا ہے تو فی الحال تشریعی حکم کا اتباع کرنا ہوگا. قضا و قدر اپنے وقت پر خود ظاہر

ہو جائے گی۔ (سیرت المصطفےٰ جلد ۲ ص ۳۰۹)

خدا تعالیٰ سے مشورہ

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ سیدہ زینب کی عدت جب پوری ہو جاتی ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زید ہی کی معرفت حضرت زینب کو پیغام نکاح پہنچاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت زید جب زینب کے گھر پہنچے ہیں تو دروازہ کی طرف پشت کر کے کھڑے ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

اے زینب! مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تم سے اپنے نکاح کا پیغام دے کر بھیجا ہے۔

سیدہ زینب جواب دیتی ہیں کہ میں فی الحال اس کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتی جب تک میں اپنے مولیٰ سے مشورہ نہ کر لوں۔

پھر اسی وقت اٹھ کر وضو کرتی ہیں اور پھر استخارہ میں مشغول ہو جاتی ہیں۔

جب حضرت زینب نے خدا تعالےٰ سے مشورہ مانگا تو اللہ تعالےٰ نے اپنی خاص ولایت سے آسمان پر فرشتوں کی موجودگی میں حضورؐ کا نکاح حضرت زینب سے کر دیا۔ آسمانوں پر تو اس کا نکاح کا اعلان ہو ہی گیا تھا لیکن ابھی زمین پر اعلان ہونا باقی تھا چنانچہ اس کے لئے قرآن نازل فرما دیا۔ سبحان اللہ العظیم۔

ارشاد ہوتا ہے۔

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا۔

پھر جب زید اس سے اپنی حاجت پوری کر چکا تو ہم نے تجھ سے اس کا نکاح کر دیا۔ سبحان اللہ العظیم۔

نکاح کے تذکرے

خطیب کہتا ہے کہ

سیدہ زینب کو کیا خبر تھی کہ ایک وقت آئے گا کہ ان کے سر پر ام المومنین کا تاج سجایا جائے گا۔

انہیں کیا خبر تھی کہ انہیں مصطفٰے کی عترت بنایا جائے گا۔

انہیں کیا خبر تھی کہ انہیں خدا کے محبوب کی زوجہ بننے کا شرف ملے گا۔

انہیں کیا خبر تھی کہ ان کا ذکر قرآن میں قیامت ہوتا رہے گا۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کو کہنے دیجئے کہ

اگر زینب نے اپنی مرضی کو اللہ اور اس کے رسول کی مرضی پر قربان کر دیا تھا تو خدا تعالٰے نے بھی ان پر ایسا عظیم احسان فرمایا کہ پوری نسل انسانی میں یہ شرف و اعزاز کسی اور کے حصہ میں نہ آیا کہ ان کا نکاح خود اللہ تعالٰے نے آسمان پر کر دیا۔

تو پھر خطیب کیوں نہ کہے کہ

کسی کا نکاح مولوی پڑھاتا ہے لیکن زینب کا نکاح خدا تعالٰے نے پڑھایا۔

کسی کا نکاح فرش پر ہوتا ہے لیکن زینب کا عرش پر ہوتا ہے۔

کسی کا نکاح مکان میں ہوتا ہے لیکن زینب کا نکاح لامکاں میں ہوتا ہے۔

سبحان اللہ العظیم

کسی کے نکاح کی کیفیت رجسٹر میں درج ہوتی ہے۔

لیکن زینب کے نکاح کی کیفیت قرآن میں درج ہے۔

کسی کے نکاح کی بات نمازیں میں کریں تو نماز ٹوٹ جائے گی۔

لیکن زینب کے نکاح کی باتیں کریں تو نماز ہو جائے گی۔

کیوں؟

اس لئے کہ

زینب کے نکاح کا تذکرہ قرآن میں ہوتا ہے۔

زینب کے نکاح کا تذکرہ فرقان میں ہوتا ہے۔

زینب کے نکاح کا تذکرہ نماز میں ہوتا ہے۔

زینب کے نکاح کا تذکرہ تراویح میں ہوتا ہے۔
زینب کے نکاح کا تذکرہ درس میں ہوتا ہے۔
زینب کے نکاح کا تذکرہ تدریس میں ہوتا ہے۔
زینب کے نکاح کا تذکرہ تعلیم میں ہوتا ہے۔
زینب کے نکاح کا تذکرہ مسجد میں ہوتا ہے۔
زینب کے نکاح کا تذکرہ مدرسہ میں ہوتا ہے۔
زینب کے نکاح کا تذکرہ زمینوں پر ہوتا ہے۔
زینب کے نکاح کا تذکرہ آسمانوں میں ہوتا ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔

اخلاق وآداب

حضرت گرامی! میں عرض کر رہا تھا کہ نبی کی دعوت ولیمہ پر پردے کا حکم نازل ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالٰے ہے۔

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ۔ پ۲۲

اور جب نبی کی بیویوں سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگا کرو ع ۴

خطیب کہتا ہے کہ

یہ امت کو ادب سکھایا گیا ہے اور پردے کا حکم دیا گیا کہ جب تمہیں کوئی چیز طلب کرنا ہو تو پردے کے پیچھے کھڑے ہو کر طلب کیا کرو اور اس سے پہلے کی آیات میں ایک اور حکم دیا گیا۔ وہ حکم بھی امت محمدیہ کے لئے ضابطہ اخلاق ہے ارشاد ہوتا ہے۔

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ

اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں داخل نہ ہو

اِلَّا اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ

مگر اس وقت کہ تمہیں کھانے کے لئے اجازت دیجائے نہ اس کی تیاری کا

وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا

انتظار کرتے ہوئے لیکن جب تمہیں بلایا جائے تب داخل ہو پھر جب تم کھا چکو تو اٹھ کر چلے جاؤ۔ سبحان اللہ العظیم۔

روایات میں آتا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی بیوی کے ولیمہ کا اس قدر اہتمام نہیں فرمایا جس قدر کہ سیدہ زینب بنت جحش کے ولیمہ میں کیا گیا باقاعدہ ایک بکری ذبح کی گئی اور لوگوں کو دعوت دی گئی اور پھر پیٹ بھر کو آنیوالوں کو گوشت روٹی کھلائی اور جب اکثر لوگ کھانا کھا کر چلے گئے لیکن تین آدمی بیٹھے اسی جگہ باتیں کرتے رہے اور اس بات کا احساس تک نہ ہوا کہ اس طرح بلا وجہ بیٹھنے سے پیغمبر علیہ السلام کو تکلیف ہو گی۔ چنانچہ حضورؐ تو حیا کی وجہ سے خاموش رہتے ہیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رب بول پڑتا ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہتا ہے کہ

اللہ تعالےٰ نے ادب سکھا دیا کہ جب کھانا کھا چکو تو پھر اس جگہ سے جلدی سے اٹھ جاؤ اور ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا کہ کھانا پکنے سے پہلے ہی جا کر مورچہ لگا کر بیٹھ جاؤ بلکہ انتظار کرو کہ کب تمہیں بلایا جاتا ہے۔

خطیب کہتا ہے کہ

یہ بات تو تقریباً ہر شخص کے تجربہ میں آتی ہو گی کہ اگر مہمان کھانا پکنے سے پہلے آجائیں تو کھانا جلدی تیار کرنا پڑتا ہے۔ بعض مرتبہ تیزی کی وجہ سے کھانے میں کوئی نقص رہ جاتا ہے۔ پانی کی کمی بیشی ہو جاتی ہے۔ اگر گوشت ہو تو وہ صحیح طریقے سے پکتا نہیں ہے اس کے گلنے میں فرق رہ جاتا ہے اور پھر میزبان معذرت کرتے ہوئے کہتا ہے کہ معاف کیجئے گا جلدی میں گوشت سخت رہ گیا ہے اور ادھر مہمان بوٹی کو دانتوں میں لے کر ہاتھوں سے کھینچتا ہے اور کہتا ہے کہ واقعی سخت ہی رہ گیا۔ چنانچہ اس طرح کی خفت سے بچانے کے لئے اللہ تعالےٰ نے پہلے ہی یہ ادب سکھا دیا کہ پہلے بھی جا کر نہ بیٹھو اور جب کھا چکو تو پھر بھی وہاں نہ بیٹھو تاکہ اہل خانہ کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔

یہاں خطیب کو کہنے دیجئے کہ

اسلام کے علاوہ کوئی ایسا مذہب نہیں ہے جس نے مہد سے لے کر لحد تک کی زندگی کے لئے اخلاق و آداب سکھا دیئے ہیں اور جو جو ضابطہ اخلاق بنائے آج سائنس بھی اسے صحیح تسلیم کرتی ہے اور ہر شخص تجربہ کرنے کے بعد یہ کہنے پر مجبور ہوتا ہے کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو انسان کی پوری زندگی کے لئے مشعل راہ ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔

اور ساتھ پیغمبر کے عمل سے علم ہوا کہ صاحب خانہ کو خود یہ کہنا ذرا مناسب نہیں لگتا کہ وہ خود کہے کہ اب چلے جاؤ۔ لیکن بیٹھنے والوں کو چاہیئے کہ وہ خود ہی اس بات کا خیال رکھیں کہ ان کے کسی قول و فعل سے اہل خانہ کو دشواری اور زحمت نہ ہو اور ان کی دعوت کرنے کی خوشی پریشانی میں نہ بدل جائے۔

اسلام تو ہمیں اچھے ہی کاموں کا حکم دیتا ہے تاکہ مسلمانوں کے اعمال دیکھ کر کفار راہ راست پر آجائیں۔ لیکن آج ہمارے اعمال یہ ہیں بقول علامہ اقبالؒ۔

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود ؎
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

ایک وقت تھا کہ کافر صحابہ کے اعمال دیکھ کر ہی مسلمان ہو جاتا تھا۔

رات کے مسافر

حضرات گرامی! آیئے میں آپ کو ایک ایسی ہی جھلک دکھاؤں کہ ایک پکا کافر کیسے مسلمانوں کو دیکھ کر مسلمان ہو جاتا ہے۔ روایات میں آتا ہے کہ ۶ھ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت محمد بن مسلمہ انصاری کی قیادت میں تیس سواروں کو قرطاء کی طرف روانہ فرماتے ہیں اور انہیں ساتھ ہی یہ حکم بھی دیتے ہیں کہ تم رات کو سفر کرنا اور دن کو پہاڑوں میں چھپ جانا اور کفار کو چاروں طرف سے گھیر کر یکبارگی ان پر حملہ کر دینا۔ چنانچہ یہ حضرات رات کو سفر کرتے ہیں اور دن کو پہاڑوں میں چھپ جاتے ہیں اور پھر قرطاء پہنچ کر ان پر یکبارگی حملہ کر دیتے ہیں۔ سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہتا ہے کہ

یہ رات کے مسافر جو پیغمبر کے حکم کے مطابق نکلے تھے ۔

یہ رات کے راہی جو پیغمبر کی خوشنودی کی خاطر سفر کر رہے تھے ۔

جب یہ صحرا میں چل رہے ہوں گے تو زمین بھی فخر سے آسمان کے ستاروں کو کہتی ہوگی کہ اے آسمان کے ستارو! ذرا میرے ان ستاروں کو دیکھو کس شان سے قرآن پڑھتے دشمن کی طرف بڑھ رہے ہیں ۔

اے آسمان کے ستارو! تم تو آسمانِ دنیا کے ستارے ہو ۔

لیکن یہ آسمانِ ہدایت کے ستارے ہیں ۔

اے ستارو! تمہاری روشنی سے مسافر کو منزل ملتی ہے ۔

لیکن میرے ستاروں کی روشنی سے مسافر کو جنت ملتی ہے ۔

اے ستارو! تمہارے وجود سے آسمان کی شان ہے ۔

لیکن میرے ستاروں کے وجود سے اسلام کی شان ہے ۔

اے ستارو! تمہیں آفتابِ فلک سے روشنی ملتی ہے ۔

لیکن میرے ان ستاروں کو آفتابِ رسالت سے ہدایت ملتی ہے ۔

اے ستارو! تم رات کو خدا کے حکم سے چمک رہے ہو ۔

لیکن میرے یہ ستارے رات کو نبی کے حکم سے چل رہے ہیں ۔

اے ستارو! تم تو دن کو سورج کی روشنی کی وجہ سے چھپ جاتے ہو ۔

لیکن میرے ستارے اپنے پیغمبر کی ہدایت کی وجہ سے دن کو چھپ جاتے ہیں ۔

اے ستارو! تمہارے متعلق قرآن کہتا ہے ۔

وَ إِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۝ پ ۳۰

اور جب ستارے گر جائیں گے ۔

اے آسمان کے ستارو! ایک وقت آئے گا تم جھڑ جاؤ گے گر جاؤ گے ۔

لیکن میرے ستارے تو ابدُ الآباد تک چمکتے اور جگمگاتے رہیں گے ۔

سبحان اللہ العظیم

تدبیر مصطفٰی ثمامہ بن اثال پر

عزیزانِ گرامی قدر! میں عرض کر رہا تھا کہ یہ رات کے مسافر جب قرطاء پر یک بارگی حملہ کرتے ہیں تو ان میں سے بعض تو مفرور ہو جاتے ہیں لیکن بعض قتل ہو جاتے ہیں۔ اور ان کا سردار ثمامہ بن اثال گرفتار ہو جاتا ہے۔ صحابہ ڈیڑھ سو اونٹ اور تین ہزار بکریاں لے کر اور ثمامہ بن اثال کو گرفتار کر کے مدینہ پہنچتے ہیں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ثمامہ بن اثال کو دیکھ کر فرماتے ہیں کہ اسے مسجد کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا جائے۔ چنانچہ ثمامہ بن اثال کو مسجد کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا جاتا ہے تاکہ ثمامہ مسلمانوں کے بہترین طریقہ عبادت اور ان کی اجتماعی شان کو دیکھے تو ممکن ہے کہ ان کا دل پگھل جائے۔ (طبقات) سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہتا ہے کہ

ایک وقت تھا کہ مسلمانوں کی عبادت اور اجتماعیت سے دشمن مرعوب ہو جاتا تھا۔ لیکن آج مسلمان جو پارہ پارہ ہیں۔ اجتماعیت مفقود ہو چکی ہے۔ دشمن مسلمانوں کے خلاف متحد ہے لیکن مسلمان دشمن کے خلاف متحد نہیں ہیں۔ علامہ اقبال مرحوم بھی یہ کہتا ہوا چلا گیا۔ ؎ ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے

نیل کے ساحل سے لیکر تابخاکِ کاشغر

میں عرض کر رہا تھا کہ ثمامہ بن اثال کو مسجد کے ہی اندر صحابہ کی عبادت و ریاضت دکھانے کے لئے باندھ دیا جاتا ہے۔ قرآن پکارتا ہے۔

اے ثمامہ بن اثال۔ اے بنی حنیفہ کے سردار!

تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا۔

صحابہ کے رکوع و سجود دیکھ۔ سبحان اللہ العظیم۔

یہاں خطیب کو کہنے دیجئے کہ

ثمامہ حنفی نے مسجد میں صحابہ کے قیام وطعام کو دیکھا۔

ثمامہ حنفی نے مسجد میں صحابہ کے قعود و سجود کو دیکھا۔

ثمامہ بن اثال نے صحابہ کے کردار و اخلاق کو دیکھا۔

ثمامہ بن اثال نے صحابہ کی نشست و برخاست کو دیکھا۔

ثمامہ بن اثال نے صحابہ کو قرآن کی تلاوت کرتے دیکھا۔

ثمامہ بن اثال نے صحابہ کو صاحب قرآن کی زیارت کرتے دیکھا۔

ثمامہ بن اثال نے صحابہ کو پیغمبر اسلام کا ادب کرتے ہوئے دیکھا۔

ثمامہ بن اثال نے صحابہ کی آمد و رفت اور محبت و الفت کو دیکھا۔

ثمامہ بن اثال نے صحابہ کی دعاؤں اور وفاؤں کو دیکھا۔ سبحان اللہ العظیم۔

ہاں۔ ہاں

ثمامہ نے وہ ہیرے دیکھے جنہیں مصطفٰے نے گھڑا تھا۔

ثمامہ نے وہ نگینے دیکھے جنہیں مصطفٰے نے اسلام کی انگوٹھی میں فٹ کیا تھا۔

ثمامہ نے وہ مرید دیکھے جنہیں پیرؐ نے بامراد کیا تھا۔

ثمامہ نے وہ شاگرد دیکھے جنہیں استاد نے پڑھایا تھا۔

ثمامہ نے وہ کرنیں دیکھیں جنہیں پیغمبر نے سورج بنایا تھا۔ سبحان اللہ العظیم۔

دل نرم ہو گیا

حضرات گرامی! میں عرض کر رہا تھا کہ ستون کے ساتھ باندھنے کے کچھ وقفہ بعد حضورؐ ثمامہ بن اثال کے قریب آ کر سوال کرتے ہیں کہ

اے ثمامہ! تمہارا کیا خیال ہے؟

مطلب تھا کہ اب میرے متعلق تمہارا کیا گمان ہے کہ تم سے کیا سلوک کیا جائے گا۔

تو ثمامہ جواب دیتا ہے کہ

اِنْ تَقْتُلْ تَقْتُلْ ذَا دَمٍ

اگر آپ قتل کریں تو ایک خونی کو قتل کریں گے جو قتل کا مستحق ہے۔

وَإِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلٰى شَاكِرٍ وَإِنْ كُنْتَ تُرِيْدُ الْمَالَ فَسْئَلْ مِنْهُ مَاشِئْتَ ۔

اور اگر انعام کریں تو ایک شکر گزار پہ انعام ہوگا ۔ اور اگر مال مطلوب ہے آپ کو تو بتلایئے جتنا آپ کہیں گے حاضر کر دوں گا ۔ (زرقانی جلد دوم)

سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم یہ جواب سن کر خاموشی کے ساتھ واپس ہوجاتے ہیں ۔ اگلے روز پھر یہی سوال کرتے ہیں ۔

اے ثمامہ ! تمہارا کیا خیال ہے ؟

ثمامہ کہتا ہے کہ إِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلٰى شَاكِرٍ

اگر احسان فرمائیں تو ایک شکر گزار پہ احسان ہوگا ۔

آپ ثمامہ کا یہ جواب سن کر بھی کچھ نہیں فرماتے اور پھر خاموشی سے واپس ہوجاتے ہیں ۔ تیسرے روز پھر ثمامہ سے وہی سوال کیا جاتا ہے ۔ ثمامہ اس مرتبہ صرف اتنا عرض کرتا ہے کہ میں وہی کہتا ہوں جو پہلے کہہ چکا ہوں ۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم صحابہ سے فرماتے ہیں کہ ثمامہ کو کھول دیا جائے اور پھر فرماتے ہیں اے ثمامہ ! جاؤ میں نے تجھے معاف کیا اور آزاد کیا ۔ سبحان اللہ العظیم

ثمامہ بن اثال صحابہ کا قال وحال دیکھ چکا تھا ۔

ثمامہ بن اثال حضورؐ کا جاہ وجلال دیکھ چکا تھا ۔

ثمامہ بن اثال حضورؐ کا کمال وجمال دیکھ چکا تھا ۔ سبحان اللہ العظیم ۔

خطیب کو کہنے دیجئے کہ

مسجد کے ماحول نے ابن اثال کا حال بدل دیا ۔

مسجد کے ماحول نے ابن اثال کا خیال بدل دیا ۔ سبحان اللہ العظیم ۔

بس پھر کیا تھا مسجد سے نکلتے ہیں ایک نخلستان میں پہنچتے ہیں اور غسل کرتے ہیں پھر مسجد میں آتے ہیں اور حضورؐ کی خدمت میں بیٹھ کر کہتے ہیں أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ! سبحان اللہ العظیم ۔

پیغمبر کے اخلاق اور صحابہ کے اطوار و کردار نے ثمامہ کے دل کو نرم کر دیا اور خدا نے اس دل میں اپنی محبت کو بھر دیا۔

مدینہ امن کا گہوارہ

حضرات گرامی! میں عرض کر رہا تھا کہ کلمہ پڑھنے کے بعد عرض کرتے ہیں۔ یا رسول اللہ! پہلے میرے نزدیک آپ سے زیادہ کوئی شخص مبغوض نہ تھا لیکن آج آپ کا روئے مبارک میرے نزدیک تمہارے چہروں سے زیادہ محبوب ہے۔

پھر کہتے ہیں کہ خدا کی قسم! پہلے میرے نزدیک آپ کا مذہب تمام مذاہب سے بُرا تھا۔ لیکن آج آپ کا مذہب میرے نزدیک تمام مذاہب سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

خدا کی قسم! پہلے آپ کے شہر سے زیادہ کوئی شہر میرے نزدیک مبغوض نہ تھا لیکن آج آپ کا شہر میرے نزدیک محبوب ترین ہے۔

یا رسول اللہ! میں عمرہ کے ارادہ سے سفر کر رہا تھا کہ آپ کے سوار مجھے گرفتار کر لائے تھے۔ اب آپ مجھے کیا مشورہ دیتے ہیں؟

حضورؐ فرماتے ہیں کہ تمہیں عمرہ ادا کرنے کی اجازت ہے۔

ثمامہ مکہ پہنچتے ہیں اور تلبیہ کہتے ہیں اور بلند آواز سے اللہ کے شریکوں کی نفی کرتے ہیں۔ مشرکین ان کے منہ سے یہ الفاظ سن کر کہتے ہیں کہ کیا تم بے دین ہو گئے ہو؟

ثمامہ کہتے ہیں کہ نہیں بلکہ میں تو مسلمان ہوا ہوں اور اللہ تعالےٰ کا مطیع اور فرمانبردار ہوا ہوں اور حضرت محمد رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر خدا تعالےٰ کی الوہیت پہ ایمان لے آیا ہوں۔ خدا کی قسم! میں کبھی تمہارے مذہب میں واپس نہ آؤں گا۔

پھر قریش سے کہتے ہیں کہ خدا کی قسم! اب تمہارے پاس یمامہ سے حضورؐ کی اجازت کے بغیر ایک دانہ بھی گندم کا تمہیں نہ مل سکے گا اور واقعی بند کر دیا جاتا ہے مگر پھر حضورؐ کے حکم پر قریش مکہ کو غلہ جاری کر دیتے ہیں۔ (فتح الباری) سبحان اللہ العظیم

خطیب کہتا ہے کہ

سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عالیہ کا تصور کیجئے کہ اہل مکہ تو آپ کو مکہ سے نکال دیتے ہیں مگر آپ ان کی درخواست پر یمامہ والوں کو غلہ جاری کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۔

خطیب کو کہنے دیجئے کہ

جس شہر والوں نے آپ کو ستایا، رلایا اور تڑپایا تھا۔ اس کے باشندوں سے آپ کی اس قدر محبت ہے تو جس شہر مدینہ کے لوگ آپ پر دیوانہ وار فدا ہونے کو تیار رہتے اور فدا ہو رہے تھے۔ اس شہر اور اس شہر کے باشندوں سے آپ کو محبت کیسے نہ ہوگی۔ حقیقت میں آپ نے مدینہ کو امن کا گہوارہ بنا دیا تھا۔ شاعر کہتا ہے۔

مدینہ کیا تھا؛ ان بیمار روحوں کا شفاخانہ
جمی تھی صحن مسجد میں یہاں بزم حکیمانہ

ازالہ ہو رہا تھا اس جگہ ہر اک قباحت کا
یہاں موجود تھا ساماں سکون و امن و راحت کا

سبحان اللہ العظیم

حضرت ثمامہ بن اثال یہ تمام باتیں اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے۔

یہیں ملتا تھا وہ منظر مساوات و اخوت کا
کہ جس میں راز پنہاں تھا مسلمانوں کی قوت کا

فضا میں گونجتی تھی جب صدا اللہ اکبر کی
تو قسمت جاگ اٹھتی تھی یہاں محراب و منبر کی

خدائے پاک کے بندے نہا کر با وضو ہو کر
صفیں شانہ بشانہ باندھتے تھے قبلہ رو ہو کر

ثمامہ بن اثال کا خطاب

عزیزان گرامی قدر! آخر میں یہ عرض کرتا چلوں کہ یہی ثمامہ بن اثال تھے جنہوں نے

نے جھوٹے مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کے خلاف عملی اور لسانی جہاد کیا اور مسیلمہ کذاب کی جھوٹی نبوت کے خلاف زبردست تقریریں کر کے اس کی نام نہاد نبوت کی دھجیاں اڑا کر رکھ دیں۔

روایات میں آتا ہے کہ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات شریفہ کے بعد جب یمامہ کے لوگ مرتد ہو جاتے ہیں اور مسیلمہ کذاب کو اپنا نبی بنا لیتے ہیں تو حضرت ثمامہ اہل ثمامہ کو خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں اور انہیں قرآن پاک کی آیات سناتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝

یہ کتاب اتاری گئی ہے اس اللہ کی جانب سے جو غالب ہے، دانا ہے۔

غَافِرِ الذَّنْبِ وَ قَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ

گناہوں کو بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا مجرموں کو سخت سزا دینے والا

ذِى الطَّوْلِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ. (پ ۲۴۔ مومن)

قدرت والا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

پھر اپنے خطاب میں لوگوں کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ ایک طرف یہ کلام الٰہی ہے جس کی تلاوت سے دل کو سرور اور ایمان کو نور ملتا ہے اور دوسری طرف مسیلمہ کذاب کی متعفن باتیں ہیں۔ بھلا خدا کے کلام کے سے مسیلمہ کی بکواس کو کیا نسبت ہے۔ اس لئے اب بھی وقت ہے کہ بدبو چھوڑ کر خوشبو کی طرف آجاؤ۔

غلاظت چھوڑ کر طہارت کی طرف آجاؤ۔

گندگی چھوڑ کر خدا کی بندگی کی طرف آجاؤ۔

ظلم چھوڑ کر رحم کی طرف آجاؤ۔

ستم چھوڑ کر کرم کی طرف آجاؤ۔

جھوٹ چھوڑ کر سچائی کی طرف آجاؤ۔

کذاب کو چھوڑ کر صادق کی طرف آجاؤ۔

بُرے کو چھوڑ کر اچھے کی طرف آجاؤ۔

بُرائی چھوٹ کر بھلائی کی طرف آجاؤ۔

اے لوگو! محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بے مثل و بے مثال تھے۔

وہ اپنی نبوت میں بے مثال تھے۔

وہ اپنی ذات میں بے نظیر تھے۔

ہمیں خدا کا شکر ادا کرنا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ نے ہمیں حضورؐ جیسا پیغمبر عطا فرمایا اور ہمیں اس کی امت بنایا۔

بشر بے مثل تھا جس سے بشر کے بخت جاگے تھے
کہ ذوق بندگی میں ہادیٔ دیں سب سے آگے تھے

زہے امت ملا جس کو محمد مصطفےٰ ہادی
کہ جس کی شرع بھی سادی ہے جس کی وضع بھی سادی

یہ چہرہ صاف آئینہ تھا، سینے کی صفائی کا
یہی چہرہ مدینے میں مرکز دلربائی کا

محبت آفریں آنکھیں، محبت آفریں چہرہ
محمد کی حسیں آنکھیں، محمد کا حسیں چہرہ

سبحان اللہ العظیم

اہل یمامہ سیدنا حضرت یمامہ کا خطاب بڑے غور کے ساتھ سن رہے تھے اور ان کی تقریر کا ایک ایک لفظ ان کے دلوں میں اتر رہا تھا۔ سیدنا حضرت ثمامہ کہتے ہیں کہ تم نے آفتاب ہدایت کو چھوڑ کر ایک ناچیز ذرے کو اپنا پیشوا بنالیا ہے۔

وہ خورشید رسالت صبح خنداں جس کی پیشانی
وہ پیشانی مقدر کے ستارے جس سے نورانی

وہ نورانی ملاحت، نور حق کی جس میں تابانی
وہ تابانی ہویدا جس سے صد تائید ربانی

وہی محبوبِ سبحانی یہاں جانِ نظارہ تھا
نگاہوں میں بسا تھا وہ دلوں میں جلوہ آرا تھا

سبحان اللہ العظیم

روایات میں آتا ہے کہ حضرت ثمامہ بن آثال سا نورانی اور حقانی خطاب اکثریت کے لوگوں میں اثر کر گیا اور تقریباً چار ہزار آدمی مسیلمہ کذاب کو چھوڑ کر دامنِ اسلام میں آگئے اور حضورؐ کے پکے اور سچے امتی بن گئے۔

باقی
آئندہ جمعہ
انشاء اللہ
عرض کروں گا۔

خطبہ نمبر ۷۴

تعلیماتِ مصطفٰے

نوجوان کے سوال پر

جھلکیاں

غم غلط نہ ہوسکا

جآء الحق وزھق الباطل

تم نے اسے بہت بُرا بدلہ دیا

مدینہ سے پانچ دن غیر حاضری

تعلیماتِ مصطفٰے

حضورؐ کے داماد بھی گرفتار ہو گئے

قیصر کے پیش کردہ تحائف پر ڈاکہ

لاڈلا بھی زخمی ہو گیا

تعلیماتِ مصطفٰے نوجوانوں کے سوال پر

پانچ خصلتیں

زمیں زادی سے نکاح

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ٥ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

صدق اللہ العظیم ۔

بزرگانِ محترم، دوستو، عزیزو، نوجوان ساتھیو!

گذشتہ خطبہ کے اندر میں نے سنہ ۶ھ میں حضرت ثمامہ بن اثال کے ساتھ پیش آنے والے واقعہ کا ذکر کیا تھا۔ آج کے خطبہ میں سن چھ ہجری میں رونما ہونے والے دیگر واقعات کا تذکرہ کرتا ہوں۔ دعاء فرمائیں کہ اللہ رب العزت مجھے حق اور صحیح بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

غم غلط نہ ہو سکا

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ سرکار دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم کو سیدنا حضرت عاصم اور ان کے دیگر رفقاء کی شہادت کا انتہائی غم تھا۔ دو سال کا طویل عرصہ گزرنے کے باوجود ان صحابہ کے قتل کا غم غلط نہ ہو سکا اور آپ ذہن مبارک پر ان شہداء کی یاد ہمیشہ تازہ رہی اور آپ چاہتے تھے کہ ان کے قاتلوں سے انتقام لیا جائے مگر دیگر امور کی وجہ سے آپ ان کی طرف متوجہ نہ ہو سکے اور اس طرح دو سال کا طویل عرصہ گذر جاتا ہے اور پھر ایک روز آپ اپنے جانثاروں سے فرماتے ہیں کہ میں بنولحیان والوں پر اچانک حملہ کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ اس کے لئے صحابہ تیار ہو جاتے ہیں اور پھر آپ دو سو صحابہ ۔ مجاہدین

لے کر مدینہ سے نکلتے ہیں اور انتہائی احتیاط کے ساتھ خفیہ اور غیر معروف راستوں سے ہوتے ہوئے بنو لحیان کی آبادیوں کی طرف بڑھتے ہیں. لیکن وہاں جاکر آپ کو معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ آپ کی آمد سے خائف ہو کر پہاڑوں کی چوٹیوں میں جا چھپے ہیں. چنانچہ آپ بغیر جنگ کئے واپس ہوتے ہیں. (طبقات. زرقانی)

خطیب کہتا ہے کہ

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب خدا تعالٰے کی منشاء اور مرضی نہ ہو کوئی بھی اپنا مقصد حاصل نہیں کر سکتا. اگر سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے دس قاریوں کی شہادت کا صدمہ اور غم تھا لیکن اس غم کے باوجود آپ انہیں سبق سکھانے اور ان پر حملہ کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے. اور آپ کو بغیر قتال و جدال واپس لوٹنا پڑا.

اس واقعہ سے ان لوگوں کو اپنا عقیدہ درست کر لینا چاہیئے جو لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ نبی کل مختار ہوتا ہے جو چاہے وہ ہی کر سکتا ہے. لیکن اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ کُلی اختیار اس خالق کائنات کے قبضۂ قدرت میں ہے. جس طرح وہ چاہتا ہے اسی طرح ہوتا ہے. سبحان اللہ العظیم.

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ

عزیزان گرامی قدر! اس واقعہ سے یہ بھی علم ہوتا ہے کہ
صداقت کے سامنے کذب ٹھہر نہیں سکتا.
اسلام کے سامنے کفر رُک نہیں سکتا.
دین کے سامنے شرک ٹھہر نہیں سکتا.
قرآن کے سامنے شیطان ٹھہر نہیں سکتا. ـــــ اور
صاحب قرآن کے سامنے قبیلہ بنو لحیان ٹھہر نہیں سکتا.
سبحان اللہ العظیم.

خطیب کو کہنے دیجئے کہ

اگر سچے ہوتے تو گھروں میں رکے رہتے۔

اگر سچے ہوتے تو دکانوں میں ٹھہرے رہتے۔

اگر بے قصور ہوتے تو انہیں بھاگنے کی کیا ضرورت تھی۔

اگر مجرم نہیں تھے تو پھر انہیں چھپنے کی کیا ضرورت تھی۔

تو معلوم ہوا کہ

مجرم تھے تو بھاگ گئے۔

ظالم تھے تو پہاڑوں میں جا چھپے۔

قصوروار تھے تو پیغمبر کا سامنا نہ کر سکے۔

جھوٹے تھے تو گھروں میں نہ رک سکے۔

لیکن میرے محبوبؐ نے ان کی آبادیوں پر چڑھائی کر کے بتا دیا کہ صحابہ مصطفےٰ کو اس قدر پیارے ہیں کہ اگر دو سال کا عرصہ بھی گزر جائے لیکن پھر بھی ان کی محبت، ان کی یاد دلوں میں تازہ اور باقی رہتی ہے۔

تو خطیب کو مزید کہتے دیکھئے کہ

یہ تو وہ صحابہ تھے جو قرآن کے قاری تھے اور شہید ہو گئے اور آپؐ ان قاریوں کی شہادت کو فراموش نہ کر سکے اور جس چچا نے آپؐ سے ٹوٹ کر محبت کی تھی۔ جو آپؐ کی خاطر کفار سے برسرپیکار رہتا تھا اور جس نے احد میں داد شجاعت دی تھی۔ اس مظلوم اور عظیم چچا حمزہ کی شہادت آپؐ کیسے فراموش کر سکتے تھے۔ سبحان اللہ العظیم۔

اس لئے میں کہوں گا کہ ۶ھ میں ہونے والا یہ سفر جسے غزوہ بنو لحیان کہا جاتا ہے۔ صحابہ کے ساتھ پیغمبر کی محبت و الفت کا منہ بولتا ثبوت ہے اور جو ان اصحاب گرامی کی اہانت کرتا ہے اور ان پر تبرّیٰ کرتا ہے وہ سمجھ لے کہ وہ اپنی دنیا اور آخرت دونوں خراب کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں صحابہ سے قلبی محبت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

تم نے اُسے بہت بُرا بدلہ دیا

حضرات گرامی! میں عرض کر رہا تھا کہ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو بنو لحیان کی طرف سے واپس ہوئے ابھی چند روز ہی گذرے تھے کہ عُیینہ بن حصن قبیلہ غطفان کے چند سواروں کے ساتھ مکہ کے جنگل میں چرنے والے آپ کے تقریباً بیس اونٹ ہانک کر لے جاتا ہے اور ان اونٹوں کے محافظ کو قتل کر دیتا ہے اور اس کی بیوی کو جو اس کے ساتھ تھی اونٹ پر سوار کر کے لے جاتا ہے۔ لیکن ایک روز موقع پا کر وہ عورت حضور کی عضباء نامی اونٹنی پر سوار ہو کر وہاں سے فرار ہو جاتی ہے۔ وہ لوگ اس کی تلاش میں نکلتے ہیں لیکن یہ ان کے ہاتھ نہیں آتی اور نذر مان لیتی ہے کہ اگر وہ ان کے ہاتھ سے بچ نکلی تو اسی اونٹنی کو ذبح کر دے گی۔ چنانچہ جب یہ عورت آپ کی خدمت میں پہنچتی ہے تو تمام واقعہ آپ کے گوش گذار کرتی ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ تم نے اسے بہت بُرا بدلہ دیا کہ اگر خدا تمہیں اس پر سوار کرا کر ان ظالموں سے نجات دے دے تو تم اسے ذبح کر ڈالو گی۔

یاد رکھو! نہ کسی گناہ میں کسی کی نذر صحیح ہے اور نہ ہی کسی دوسرے کی ملکیت میں نذر مانی جائز ہے کیونکہ وہ تو میری اونٹنی ہے۔ تم پر اللہ نے اپنا فضل کیا ہے۔ لہذا اب اپنے کنبہ میں واپس چلی جاؤ۔ (محمد رسول اللہ ص ۲۷۴) سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہتا ہے کہ

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ اگر کسی کے مال کے متعلق نذر نہیں مانی جا سکتی تو پھر کسی کے مال میں بغیر اس کی اجازت کے نیاز اور خیرات بھی نہیں دی جا سکتی۔ بعض لوگ کسی شخص کے فوت ہونے پر اس نابالغ اور یتیم ورثاء کے اذن کے اور اجازت کے بغیر خیرات کرتے ہیں۔ انہیں ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔ اس سلسلہ میں سخت احتیاط کی ضرورت ہے۔

مدینہ سے پانچ دن غیر حاضری

عزیزانِ گرامی قدر! میں عرض کر رہا تھا کہ جب آپ کے اونٹ ہانک کر چل دیتے ہیں تو سلمہ بن اکوع اس کی اطلاع پاتے ہی ایک ٹیلہ پر کھڑے ہو کر لوگوں کو پکارتے ہیں اور صورت حال سے آگاہ کرتے ہیں جس سے تمام مدینہ گونج اٹھتا ہے اور پھر خود ان کے پیچھے چل پڑتے

ہیں۔ چونکہ یہ خود بڑے زبردست تیرانداز تھے اور بڑی تیزی سے دوڑ کر انہیں پانی کے چشمہ پر جا پکڑتے ہیں اور ان پر تیروں کی بارش شروع کر دیتے ہیں اور ساتھ ساتھ بلند آواز سے کہتے جاتے ہیں۔

اَنَا ابْنُ الْاَکْوَعِ وَالْیَوْمَ یَوْمُ الرُّضَّعِ

مَیں اکوع کا بیٹا ہوں۔ اور آج کے دن معلوم ہو جائے گا کہ کس نے شریف عورت کا دودھ پیا ہے

چنانچہ ان پر اس شدت سے تیراندازی کرتے ہیں کہ ان سے تمام اونٹنیاں چھڑانے کے علاوہ ان سے تیس یمنی چادریں بھی چھین لیتے ہیں۔ ادھر سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ میں حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم کو مدینہ کا حاکم مقرر فرما کر پانچ صد مجاہدین کے ساتھ ان پر حملہ کی غرض سے نکلتے ہیں اور ان کو جا کر پکڑتے ہیں۔ مشرکین اسباب چھوڑ کر بھاگ اٹھتے ہیں۔ اس طرح حضور پانچ روز کے بعد مدینہ واپس آتے ہیں۔

خطیب کہتا ہے کہ

یہاں یہ مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے کہ حضور ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں ہیں۔ اگر آپ ہر جگہ موجود ہوتے تو پھر سیرت نگار اپنی کتابوں میں کبھی یہ نہ لکھتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پانچ دن تک مدینہ سے غیر حاضر رہے۔ کیونکہ جو غیر حاضر رہے وہ حاضر نہیں ہوتا اور جو حاضر و ناظر ہو وہ غیر حاضر نہیں ہوتا۔ سبحان اللہ العظیم۔

مہماتِ مصطفیٰ

حضرات گرامی! سنہ ۶ ہجری ایسا شروع ہوا کہ مہمات ہی شروع ہو گئیں اس لئے کہ اسلام تیزی سے ترقی کر رہا تھا اور جب کبھی کسی مقام پر کفار اور مشرکین مزاحمت کرتے اور مسلمانوں کو جانی یا مالی نقصان پہنچاتے تو حضور ان کی سرکوبی کے لئے مجاہدین کو روانہ فرماتے تھے

چنانچہ روایات میں ہے کہ ربیع الاول سنہ ۶ ھ میں اگر غمر کی طرف حضرت عکاشہ بن

محسن کو بھیجا جا رہا ہے تو ربیع الآخر میں حضرت محمد بن مسلمہؓ کو ذی القصّہ کی طرف روانہ کیا جا رہا ہے اور جب یہ حضرات جو حضرت محمد بن مسلمہ کی قیادت میں جہاد کے لئے گئے تھے۔ شہید ہو جاتے ہیں تو پھر ان مشرکین کا قلع قمع کرنے کے لئے سیدنا حضرت عبیدہ بن الجراح کو روانہ کیا جاتا ہے اور یہ مجاہدین انہیں شکست دے کر ان کے مویشی اور مال و اسباب لے کر واپس آتے ہیں۔ سبحان اللہ العظیم!

اسی مہینہ ربیع الآخر میں ہی حضرت زید بن حارثہ کو جموم کی جانب بھیجا جاتا ہے اور یہ ان پر حملہ کر کے انہیں شکست دے کر ان کے مال مویشی لے کر واپس لوٹتے ہیں۔ (زرقانی)

حضورؐ کے داماد بھی گرفتار ہو گئے

حضرات گرامی! جہاد کا سلسلہ جاری تھا کہ آپؐ کو اطلاع ملتی ہے کہ قریش کا ایک قافلہ تجارت شام سے واپس آ رہا ہے۔ اس اطلاع کے ملتے ہی آپؐ حضرت زید بن حارثہ کو ستر سواروں کا ایک دستہ دے کر روانہ فرماتے ہیں۔ چنانچہ حضرت زید قافلہ کو جا قابو کرتے ہیں اور ان کے کئی آدمی گرفتار کر لیتے ہیں اور کافی مال و اسباب ہاتھ آتا ہے۔ لیکن ان قیدیوں میں سیدہ زینب کے شوہر اور حضور کے داماد ابوالعاص بن ربیع بھی گرفتار ہو جاتے ہیں۔ سیدہ زینب کو اس کی جب اطلاع ملتی ہے تو آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتی ہیں کہ ان کے شوہر ابوالعاص سے جو مال لیا گیا ہے وہ انہیں واپس کر دیا جائے۔

آپؐ اس درخواست کو شرف قبولیت بخشتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تم ابوالعاص کی خاطر تواضع کرو۔ اکرام و اعزاز کرو لیکن وہ تم سے خلوت نہ کرنے پائیں۔ اس لئے کہ تم اب مسلمان ہونے کی وجہ سے ان کے لئے حلال نہیں ہو۔ اور پھر یہ ابوالعاص رہا ہو کر مکہ پہنچتے ہیں اور مکہ کے لوگوں کا جو جو مال تھا انہیں واپس کرتے ہیں اور پھر کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاتے ہیں۔ اور مکہ چھوڑ کر آپؐ کی خدمت میں مدینہ حاضر ہو جاتے ہیں۔ (طبقات) سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہتا ہے کہ

جو پیغمبر اپنی بیٹی کو اس کے کافر شوہر کے ساتھ خلوت کرنے کی اجازت نہیں دیتا

وہ پیغمبر کسی کافر اور مشرک کی کافرہ بیٹی کو اپنے گھر خلوت میں کیسے بٹھا سکتا ہے۔ معلوم ہوا کہ تمام ازواج مطہرات مومنہ اور مسلمہ تھیں۔ اسی لئے پیغمبرؐ کے یہ در اقدس میں رہیں۔ اگر ان میں سے ایک بھی اسلام سے دور ہوتی تو اسے کبھی بھی پیغمبرؐ کا شرف زوجیت حاصل نہ ہوتا۔ سبحان اللہ العظیم۔

قیصر کے پیش کردہ تحائف پر ڈاکہ

حضرات گرامی! میں عرض کر رہا تھا کہ حضرت زید ابھی قافلہ سے نپٹ کر آئے ہی تھے کہ انہیں پھر طرِفُ نامی چشمہ کی طرف بنی ثعلبہ کی سرکوبی کے لئے روانہ کر دیا جاتا ہے اور یہ دشمن کو شکست دے کر کافی اونٹ اور بکریاں لے کر پہنچتے ہیں۔

خطیب کہتا ہے کہ

وہ ہی صحابہ ہیں جنہیں خندق میں اپنے پیٹوں پر پتھر باندھنا پڑے تھے لیکن اب ہر طرف فتوحات کے دروازے کھل رہے ہیں اور مال غنیمت دھڑا دھڑ مدینہ پہنچ رہا ہے اور خدا تعالیٰ کی امداد و نصرت ہر صحابی کے شامل حال ہے۔ اگر حضرت زید جاتے ہیں تو وہ فاتح بن کر لوٹتے ہیں اور اگر حضرت دحیہ کلبی جاتے ہیں تو وہ کامیاب لوٹتے ہیں۔

روایات میں آتا ہے کہ اسی جمادی الاخریٰ ۶ھ میں حضرت زید کو طِرفُ چشمہ کی طرف روانہ کیا گیا تھا تو اسی مہینہ میں حضرت دحیہ کلبی کو اپنا مکتوب گرامی دے کر قیصر روم کے پاس روانہ کیا تھا۔ حضرت دحیہ کلبی واپس ہوئے تو قیصر نے بہت سے تحائف دیئے کہ یہ حضور کی خدمت میں پیش کر دینا۔ حضرت دحیہ کلبی وہ تحائف وغیرہ لے کر آ رہے تھے کہ ہُنید جذامی قبیلۂ جذام کے چند آدمی لے کر ڈاکہ مارتا ہے اور ایک پرانی چادر کے سوا باقی تمام تحائف اور مال و اسباب لوٹ لیتا ہے۔ لیکن اِدھر اسی قبیلہ کے رفاعہ بن زید جذامی کو جب اس صورت حال کی اطلاع ہوتی ہے تو وہ چند مسلمان ساتھیوں کو لے کر ہُنید پر حملہ کرتے ہیں اور وہ تمام مال اس سے لے کر حضرت دحیہ کلبی کو واپس کرتے ہیں۔ لیکن جب یہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور سفر کے حالات سے آگاہ کرتے ہیں تو آپؐ ان کی مزاج پرسی

کے لئے پانچ سو صحابہ کو حضرت زید بن حارثہ کی قیادت میں روانہ کرتے ہیں۔ یہ لوگ چھپتے چھپاتے ان پر اچانک دھاوا بول دیتے ہیں اور ہُنَید کو گرفتار کر لیا جاتا ہے۔ اس کا بیٹا قتل ہو جاتا ہے۔ تقریباً اس قبیلہ کی سو عورتیں اور بچے گرفتار کر لئے جاتے ہیں۔ ایک ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں ہاتھ لگتی ہیں۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ ان قیدیوں میں مسلمان ہو جانے والوں کے بچے اور عورتیں بھی گرفتار ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ ان کے لئے حضرت رفاعہ بن زید آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں کہ

مجاہدین نے ہمارے بچے اور عورتیں بھی گرفتار کر لی ہیں انہیں رہا کر دیا جائے۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ حضرت علی کو روانہ فرماتے ہیں کہ زید سے کہو کہ تمام قیدی رہا کر دو بلکہ نہ صرف قیدی رہا کر دو بلکہ ان کا تمام مال بھی واپس کر دیا جائے حتیٰ کہ کجاوہ تک واپس کر دیا جائے۔ (ابن سعد، زرقانی) سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہتا ہے کہ

پیغمبر کو اپنے مسلمان ساتھیوں کا کس قدر خیال تھا اور آپ انہیں کس درجہ محبوب رکھتے تھے کہ اگر ایک صحابی نے آکر بتایا کہ غلطی سے ایسا ہو گیا ہے کہ انہوں نے ہمارے بچے بھی گرفتار کر لئے ہیں۔ تو آپ نے نہ صرف انہیں آزاد کرنے کا حکم صادر فرمایا بلکہ تمام مال و اسباب بھی واپس کرا دیا۔ صرف اس لئے کہ جو انہیں ذہنی تکلیف ہوئی ہے اس کا ازالہ ہو سکے۔

لاڈلا بھی زخمی ہو گیا

عزیزانِ گرامی قدر! روایات میں آتا ہے کہ آپ کا لاڈلا اور پیارا صحابی جس کو کبھی زید بن محمد کہا جاتا تھا اکثر و بیشتر مجاہدین کے ساتھ برسرپیکار رہتا تھا کبھی کہیں اور کبھی کہیں۔ لیکن ایک مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سیدنا زید بن حارثہ کو بنی فزارہ کی سرکوبی کے لئے وادی القریٰ کی طرف روانہ کرتے ہیں۔ لیکن لڑائی میں چند مجاہدین شہید اور حضرت زید زخمی ہو جاتے ہیں۔ (زرقانی)

خطیب کہتا ہے کہ

آج کل تو رواج یہ ہے کہ جو پیارا ہوتا ہے اسے خطرناک مقامات پر نہیں بھیجا جاتا۔ لیکن حضور کے نزدیک اگرچہ حضرت زید محبوب ہے مگر ان سے زیادہ اللہ کے دین کی اشاعت اور اسلام کی تبلیغ عزیز اور محبوب تھی۔ لیکن آپ اس کی پرواہ کئے بغیر تبلیغ اسلام کے لئے کوشاں تھے۔

یہاں خطیب کو کہنے دیجئے کہ

، ہمیں بھی یہی جذبہ رکھنا چاہیئے کہ اگر جسم زخمی ہو جائے تو کوئی بات نہیں مگر ایمان زخمی نہ ہو۔ عقیدہ زخمی نہ ہو۔ اگر جسم زخمی ہے تو نجات اور اجر ضرور ملے گا لیکن اگر عقیدہ اور ایمان زخمی ہو گیا تو پھر نجات مشکل ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔

تعلیماتِ مصطفیٰ نوجوان کے سوال پر

حضرات گرامی! کبھی تو آپ خود مسائل سے صحابہ کو آگاہ فرماتے تھے اور بعض مرتبہ کوئی شخص سوال کرتا تو اس کے جواب میں آپ مسائل سے آگاہ فرما دیتے تھے۔

روایات میں آتا ہے کہ سیدنا حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے۔ ابوبکر و عمر و عثمان و علی کے علاوہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت معاذ بن جبل، حضرت حذیفہ بن الیمان، اور حضرت ابو سعید خدری جیسے جید نو صحابہ موجود تھے اور دس وال میں بھی آپ کی مجلس میں حاضر تھا کہ ایک انصاری نوجوان حاضر خدمت ہوتا ہے اور آپ کو سلام کر کے بیٹھ جاتا ہے اور عرض کرتا ہے۔

یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ اَفْضَلُ ؟

اے اللہ کے رسول! سب سے بہتر مسلمان کون ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

اَحْسَنُهُمْ اَخْلَاقًا۔

جس کے اخلاق سب سے بہتر ہوں۔

پھر سوال کرتا ہے.

فَاَیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ اَکْیَسُ ؟

کون مسلمان سب سے سمجھ دار ہے ؟

آپ جواب میں ارشاد فرماتے ہیں.

اَکْثَرُھُمْ لِلْمَوْتِ ذِکْرًا .

جو سب سے زیادہ موت کو یاد کرنے والا ہے .

اور موت آنے سے پہلے سب سے زیادہ موت کی تیاری کرنے والا ہے .

اُولٰئِکَ ھُمُ الْاَکْیَاسُ . (زرقانی)

ایسے ہی لوگ ہیں جو ہوشیار اور سمجھ دار ہیں . سبحان اللہ العظیم .

خطیب کہتا ہے کہ

انسان کے اخلاق کا امتحان اس وقت ہوتا ہے کہ یہ دیکھا جائے کہ وہ دشمن کے ساتھ کیسا سلوک کرتا ہے. اچھوں سے اچھا سلوک تو ہر کوئی کرتا ہے لیکن مزا تو یہ ہے کہ بروں سے اچھا سلوک کیا جائے .

نشہ پلا کے گرانا تو سب کو آتا ہے
مزا تو جب کہ گرتوں کو تھام لے ساقی

اچھے لوگوں کو سینے سے لگانا تو کوئی کمال نہیں. مزہ تو یہ ہے کہ بُرے لوگوں کو سینے سے لگایا جائے اور اسی کے متعلق اسلام کی یہ تعلیم ہے کہ

اِسلام کی تعلیم

عزیزان گرامی قدر! میں عرض کر رہا تھا کہ اسلام کہتا ہے کہ

- دشمنوں سے اچھا برتاؤ کرو .
- بدخواہوں سے نیکی کرو .
- بددعائیں دینے والوں کو دعا دو .

خطاکاروں کو معاف کرو۔ اور

ظالموں سے عدل و انصاف برتو۔ سبحان اللہ العظیم۔

قرآن کہتا ہے کہ

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ۔

اور کسی قوم کی دشمنی کے باعث انصاف کو ہرگز نہ چھوڑو۔

اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى

انصاف کرو یہی بات تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ

اور اللہ سے ڈرتے رہے۔

اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝

بے شک اللہ خبردار ہے جو تم کرتے ہو۔ سبحان اللہ العظیم۔

پانچ خصلتیں

حضرات گرامی! میں عرض کر رہا تھا کہ نوجوان انصاری تو خاموش ہو جاتا ہے مگر آپؐ مجلس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ پانچ خصلتیں نہایت خطرناک ہیں۔ اللہ تعالیٰ تم کو ان سے پناہ دے اور ان کے دیکھنے سے محفوظ رکھے۔

مجلس میں سناٹا ہے ہر صحابی انتہائی غور سے آپؐ کے ارشادات عالیہ سن رہا ہے۔

آپؐ فرماتے ہیں کہ

۱۔ جس قوم میں بے حیائی کھلم کھلا پھیل جائے تو اس قوم میں طاعون اور وہ بیماریاں پھیلتی ہیں کہ جو پہلے کبھی ظاہر نہ ہوئی تھیں۔

۲۔ جو قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے وہ قحط سالی اور مشقتوں میں مبتلا ہوتی ہے اور ظالم بادشاہ ان پر مسلط کر دیا جاتا ہے۔

۳۔ جو قوم اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں نکالتی ان سے بارش روک لی جاتی ہے۔ اگر جانور نہ ہوتے

تو بالکل بارش سے محروم کر دیئے جاتے ۔

۴ ۔ فرمایا جو قوم اللہ اور اس کے رسول کا عہد توڑتی ہے تو اللہ تعالےٰ اجنبی دشمنوں کو ان پر مسلط کر دیتا ہے اور وہ غیر قوم کے لوگ ان کے ہاتھوں میں جو کچھ ہوتا ہے وہ سب لے لیتے ہیں ۔

۵ ۔ پھر آپؐ فرماتے ہیں کہ جب پیشوا اور حکام کتاب اللہ کے خلاف فیصلہ کرنے لگیں اور متکبر اور سرکش ہو جائیں تو اللہ تعالےٰ آپس میں پھوٹ ڈال دیتے ہیں ۔

خطیب کہتا ہے کہ

ہمیں اپنے کردار و اعمال پر غور کرنا ہوگا اور یہ دیکھنا ہوگا کہ کہیں ہم ان خطرناک غلطیوں کا تو شکار نہیں ہیں ۔ اگر ان میں سے کوئی ایک بھی ہو تو ہمیں اپنے خدا سے گڑگڑا کر معافی مانگنا ہوگی ۔ ہمیں خود کا محاسبہ کرنا ہوگا اور اللہ کے حضور رو رو کر اپنے تمام کبیرہ صغیرہ گناہوں سے توبہ کرنی ہوگی ۔ تاکہ ہم پر خدا تعالےٰ کی برکتوں اور رحمتوں کا نزول ہو ۔

رئیس زادی سے نکاح

عزیزان گرامی قدر! میں عرض کر رہا تھا کہ مجلس میں مکمل سکوت ہے ۔ صحابہ انہماک سے آپ کے فرمودات سن رہے ہیں اور پھر آپؐ سیدنا حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ

میں تمہیں آج یا کل ایک اہم سفر پر روانہ کرنے والا ہوں تم تیار ہو جاؤ ۔

اگلے روز نماز کے بعد حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف کو آپؐ بلاتے ہیں اور پھر اپنے سامنے بٹھا کر ان کے سر پر اپنے نبوت والے ہاتھوں سے عمامہ باندھتے ہیں اور آپؐ خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے ہیں اور اپنے اوپر درود پڑھتے ہیں اور پھر حضرت عبدالرحمٰن کو فرماتے ہیں کہ تم اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے جاؤ ۔ جن لوگوں نے اللہ کے ساتھ کفر کیا ہے ان سے قتال کرو ۔ دیکھنا غدر اور خیانت نہ کرنا ۔ کسی کے ناک اور کان نہ کاٹنا ۔ کسی بچہ

کو قتل نہ کرنا۔ یہ اللہ کا عہد ہے اور اس کے نبی کی سنت ہے۔ چنانچہ پھر سات سو آدمیوں کا لشکر دے کر دومۃ الجندل کی طرف جانے کا حکم دیا جاتا ہے اور ساتھ ہی آپ یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر وہ لوگ تمہاری دعوت کو قبول کر لیں اور اسلام لے آئیں تو پھر وہاں کے رئیس کی بیٹی سے نکاح کرنے میں تامل نہ کرنا۔ سبحان اللہ العظیم۔

حضرت عبدالرحمان بن عوف وہاں پہنچتے ہیں اور تین روز تک برابر انہیں دعوت اسلام دیتے ہیں۔ تیسرے روز دومۃ الجندل کا رئیس جو کہ عیسائی تھا اسلام قبول کرتا ہے اور پھر اس کے ساتھ اور بہت سے لوگ بھی اسلام قبول کر لیتے ہیں اور پھر آپ کی پیش گوئی کے مطابق حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کا نکاح وہاں کے رئیس کی بیٹی سے ہوتا ہے۔

سبحان اللہ العظیم

خطیب کہتا ہے کہ

اسلام کے رئیس کا نکاح دومۃ الجندل کے رئیس کی بیٹی سے ہو گیا اور خدا تعالیٰ نے انہیں اس رئیس زادی سے ایک ایسا بیٹا عطا فرمایا کہ جو آگے چل کر جلیل القدر حافظ قاری اور محدث بنا۔ (زرقانی)

یہاں خطیب کو کہنے دیجئے کہ

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اس وقت کے انتہائی مال دار اور صاحب ثروت تھے لیکن دولت ہوتے ہوئے دین کو نہیں چھوڑا۔ آج جس کے پاس چار پیسے آجاتے ہیں وہ دین اور اسلام کے احکامات کو دقیانوسی کہنا شروع کر دیتا ہے۔ اسلام کی تعلیمات پر عمل کرنا اپنی کسر شان سمجھتا ہے۔ لیکن شاید وہ نہیں جانتا کہ ہماری شان اور آن صرف اور صرف اسلام سے ہے۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

باقی آئندہ جمعہ
انشاء اللہ
عرض کروں گا۔

خطبہ نمبر ۷۵

انتقامِ مصطفٰے

عرینہ کے غداروں سے

جھلکیاں

فدک اور حضرت علی

راہزنوں پر حملہ

یہودی اور مسلمان ایک اونٹ پر

کون ابن رواحہ

دودھ اور پیشاب پینے کا حکم

خبیثوں کی خباثت

تعاقب کرنے والا کون تھا

انتقامِ مصطفٰے عرینہ کے غداروں سے

خنجر گر پڑا

ابوسفیان کو بھی خدا نے بچا لیا

یک چشم گُل شاعر

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ۝

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ط صدق اللہ العظیم ۔

بزرگان محترم دوستو، عزیزو، نوجوان ساتھیو!

گذشتہ خطبہ کے اندر میں نے ۶ ھ کے بعض اہم واقعات کا تذکرہ کیا تھا۔ آج کے خطبہ میں بھی اسی سن چھ ہجری کے بعض دوسرے واقعات کا ذکر کروں گا تاکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ سے مکمل واقفیت ہو سکے اور پیغمبر علیہ السلام کا ہر امتی آپ کی زندگی کے ہر گوشہ سے آگاہ ہو سکے۔

فدک اور حضرت علیؓ

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملتی ہے کہ بنو سعد والے خیبر کے یہودیوں کی مدد کے لئے فدک کے قریب لوگوں کو جمع کر رہے ہیں تاکہ ایک مضبوط لشکر تیار کر کے مسلمانوں پر حملہ کیا جائے۔ چنانچہ آپ ان کے جمع ہونے سے پیشتر ہی ان کی سرکوبی کے لئے سیدنا حضرت علی کو سو آدمی دے کر فدک کی طرف روانہ کرتے ہیں۔

حضرت علی کو راستہ میں ایک شخص ملتا ہے اسے ڈرا دھمکا کر حقیقت حال پوچھتے ہیں۔ وہ تمام باتیں سچ سچ بتا دیتا ہے۔ چنانچہ حضرت علی اس کے بتائے ہوئے مقام پر

پہنچ کر ان پر حملہ کرتے ہیں مگر بنو سعد بھاگ جاتے ہیں لیکن مجاہدین پانچ سو اونٹ اور دو ہزار بکریاں لے کر واپس آجاتے ہیں۔ (زرقانی) سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہتا ہے کہ

اس فدک کے مقام پر حضرت علی کو بھیجنے کا مقصد تو صرف یہ تھا کہ بنو سعد کی مرمت ہو جائے لیکن اس سے ایک اور مسئلہ بھی حل ہو گیا اور ایک پرانا جھگڑا ختم ہو گیا کہ فدک کے مقام پر اگر بنو سعد والے جمع ہوں تو حضرت علی ان کی سرکوبی کے لئے وہاں پہنچ جائیں۔ اور انہیں راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کر دیں اور باغ فدک جو اہل تشیع کے نزدیک صرف اور صرف سیدہ فاطمہ کا حق تھا اس کے لئے زبان تک نہ کھولیں اور پھر ایک طویل عرصہ تک خاموش رہیں۔ نہ حضرت صدیق کے دور خلافت میں مطالبہ کریں نہ حضرت عمر کے دور خلافت میں اسے حاصل کرنے کی کوشش کریں اور نہ حضرت عثمان کے دور خلافت میں یہ مسئلہ اٹھائیں اور پھر جب اپنی خلافت ہو تو اس وقت بھی اس کے متعلق کوئی بات چیت نہ کریں اور نہ اسے اپنی زوجہ کا حق سمجھتے ہوئے حاصل کریں۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ سارا قصہ ہی غلط ہے۔ اگر حضرت علی کا حق ہوتا۔ اگر فدک سیدہ فاطمہ کا حق ہوتا تو یقیناً اس کے متعلق علی کی تلوار نیام سے باہر نکلتی۔ لیکن حضرت علی کی نہ تو تلوار نیام سے نکلی اور نہ ہی لسان علی نے اس کے متعلق احتجاج کیا۔ لہذا وہ لوگ جو اس فدک کے واقعہ کو سامنے رکھ کر سیدنا صدیق اکبر پر تبری کرتے ہیں انہیں عقل و خرد سے کام لینا چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ انہیں عقل سلیم عطا فرمائے۔

راہزنوں پر حملہ

عزیزان گرامی قدر! حضور صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ میں رہ کر گرد و پیش پر نظر رکھتے تھے جب کہیں کوئی اپنی حدود سے تجاوز کرتا تو اسے فوراً تنبیہ کر دی جاتی اور جس کا جتنا جرم ہوتا اسے اتنی ہی سزا دی جاتی تھی۔

روایات میں آتا ہے کہ شام کے راستے میں ایک مقام پر قبیلۂ بنی فزارہ آباد تھا۔

اس کی سردار فاطمہ بنت ربیعہ نامی عورت تھی جو ام قرفہ کنیت سے مشہور تھی۔ ایک مرتبہ سیدنا حضرت زید بن حارثہ مال تجارت لے کر شام جا رہے تھے کہ جب اس قبیلہ کے پاس سے گذرے تو بنی فزارہ کے لوگوں نے انہیں مار مار کر زخمی کر دیا۔ ان کا مال و اسباب چھین لیا۔

سیدنا حضرت زید آگے جانے کی بجائے مدینہ واپس آ جاتے ہیں۔ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم حضرت زید کو ہی ایک لشکر دے کر روانہ فرماتے ہیں جو لشکر ان کی مکمل گوشمالی اور سرکوبی کر کے واپس آتا ہے۔ (زرقانی جلد دوم)

خطیب کہتا ہے کہ

جس کو پیغمبر نے کبھی سخت لفظ نہ کہا ہو۔

جس کو پیغمبر نے کبھی ہاتھ تک نہ لگایا ہو۔

اس زید کو بنو فزارہ والے مار مار کر زخمی کر دیں اور مصطفےٰ کریم خاموش ہو جائیں۔ آپ نے نقدان سے انتقام لے لیا اور انہیں بتا دیا کہ اسلام راہزنوں کا دشمن اور راہبروں کا حامی ہے اور اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اگر کوئی مال چھین لے تو خاموشی سے بیٹھ رہنا کوئی مردانگی نہیں ہے بلکہ دشمن سے پنجہ آزمائی کر کے اپنا حق واپس لینا خدا تعالےٰ اور اس کے رسول کو پسند ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔

یہودی اور مسلمان ایک اونٹ پر

حضرات گرامی! میں عرض کر رہا تھا کہ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم دشمنان اسلام کی ایک ایک سازش کا پتہ رکھتے تھے۔ آپ کو جب بھی کوئی اطلاع ملتی کہ فلاں مقام پر لوگ مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے جمع ہو رہے ہیں تو پہلے اپنے جاسوس بھیج کر معلومات حاصل کرتے۔ اگر اطلاع ٹھیک ہوتی تو پھر ان کی سرکوبی کا حکم فرما دیتے۔

روایات میں آتا ہے کہ ابو رافع یہودی جو آپ کی شان اقدس میں سب و شتم کیا کرتا تھا اسے جب قتل کر دیا گیا تو پھر یہودیوں نے اسیر بن رزام کو اپنا امیر اور سردار

منتخب کر لیا۔ اسیر بن رزام سردار بنتے ہی آپے سے باہر ہو جاتا ہے اور قبائل کو راضی کر کے آپؐ پر حملہ کرنے کا پروگرام بناتا ہے لیکن جب سرکارِ دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ملتی ہے تو آپ سردست صحیح حالات معلوم کرنے اور تصدیق کرنے کے لئے حضرت عبداللہ بن رواحہ کو تین آدمیوں کے ساتھ روانہ فرماتے ہیں۔ وہ آکر اطلاع کی تصدیق کرتے ہیں۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم پھر حضرت عبداللہ بن رواحہ کو ہی تیس آدمی دے کر بھیجتے ہیں کہ تم انہیں بلا کر لاؤ تاکہ ان سے بالمشافہ گفت کو کر لیں۔ یہ جب اسیر بن رزام کے پاس پہنچتے ہیں لیکن پہلے وہ کچھ پس و پیش کرتا ہے اور پھر چلنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کا دل اندر سے صاف نہیں ہوتا کیونکہ یہودیوں نے اسے سردار بنایا ہی اس غرض کے لئے تھا کہ اس نے یہود کو یہ تجویز دی تھی کہ قبیلۂ غطفان کو ساتھ ملا کر مسلمانوں کے پیغمبر کے گھر اچانک حملہ کر دیا جائے۔ اس لئے اول تو یہ ذرا حیل و حجت کرتا لیکن جب حضرت عبداللہ بن رواحہ کہتے ہیں کہ تم چلو تو سہی میرا خیال ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم تمہیں خیبر کا حاکم مقرر فرمانا چاہتے ہیں۔ یہ اسی وقت لالچ میں آکر چلنے کو تیار ہو جاتا ہے۔

جب یہ یہودیوں سے مشورہ کرتا ہے تو وہ اس کی مخالفت کرتے ہیں، لیکن لالچی چولہا اپنی بات پر ڈٹا رہتا ہے کہ نہیں میں ضرور جاؤں گا اور مجھے یقین ہے کہ محمد مجھے خیبر کا حاکم ضرور بنائیں گے۔ چنانچہ اسیر بن رزام بھی اپنے ساتھ تیس آدمی لے کر آتا ہے۔ اب ایک اونٹ پر دو آدمی سوار ہوتے ہیں۔ اس طرح کہ ہر یہودی کے پیچھے ایک مسلمان بیٹھتا ہے۔

جب مدینہ کے راستہ میں پہنچتے ہیں تو اسیر بن رزام حضرت عبداللہ بن رواحہ کی تلوار پر ہاتھ ڈالنا چاہتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ اس کی نیت بھانپ جاتے ہیں اور اپنے اونٹ کو اسی جگہ ٹھہرا لیتے ہیں اور اسے للکارتے ہیں کہ

اے دشمن خدا! تو غداری کرتا ہے۔

پھر حضرت عبداللہ بن رواحہ اونٹ سے نیچے اتر کر دیگر لوگوں کو آگے جانے کا موقع دیتے ہیں اور اسیر بن رزام تنہا رہ جاتا ہے تو حضرت عبداللہ بن رواحہ اس

یہ تلوار کا وار کر کے اس کی پنڈلی کاٹ دیتے ہیں اور وہ تڑپ کر زمین پر گر پڑتا ہے
یہ دیکھ کر صحابہ پلٹ کر اسیر بن رزام کے ساتھیوں پر ٹوٹ پڑتے ہیں اور اسی جگہ ان سب
کو قتل کر دیا جاتا ہے۔ صرف ایک آدمی باقی بچتا ہے باقی سب واصل جہنم ہوتے ہیں۔
اور پھر جب یہ مقدس جماعت حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتی ہے
اور آپ کو تمام واقعہ سنایا جاتا ہے۔ یہ سن کر آپ فرماتے ہیں کہ

قَدْ نَجَّاكُمُ اللّٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ ، (زرقانی)

اللہ تعالے نے تم کو ظالموں سے نجات دی۔ سبحان اللہ العظیم

کون ابن رواحہ؟

حضرات گرامی! پھر حضور فرماتے ہیں کہ اپنے ساتھیوں کا کیا حال ہے؟
حضرت عبداللہ بن رواحہ عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ! سب بخیریت ہیں صرف
حضرت عبداللہ بن انیس کو زخم آیا ہے۔
آپ حضرت عبداللہ بن انیس کو بلاتے ہیں اور زخم پر لعاب دہن لگاتے ہیں۔
خدا تعالےٰ فوراً شفا دے دیتا ہے۔ (زرقانی) سبحان اللہ العظیم

خطیب کہتا ہے کہ
حضور کے لئے جاسوسی کرنے والا عبداللہ بن رواحہ معمولی آدمی نہیں ہے بلکہ وہ
شخصیت ہے کہ ایک روز یہ مسجد کی طرف جا رہے ہیں کہ آپ کا خطبہ سنیں۔ چنانچہ آپ
اس وقت خطبہ کے دوران چند کھڑے ہوئے لوگوں سے فرما رہے ہیں کہ اِجْلِسُوْا
اے لوگو! بیٹھ جاؤ۔ ادھر حضرت عبداللہ بن رواحہ مسجد میں داخل ہو رہے تھے جب
یہ سنا کہ آپ فرما رہے ہیں بیٹھ جاؤ تو فوراً جہاں تھے وہیں بیٹھ جاتے ہیں اور جب آپ کو
اس واقعہ کی اطلاع ملتی ہے تو آپ ان کے خصوصی دعا فرماتے ہیں۔
یہاں خطیب کو کہنے دیجئے کہ
انہی عبداللہ بن رواحہ کے اشعار حضور نے خندق کی کھدائی میں ذوق و شوق سے

پڑھ رہے تھے۔

اَللّٰھُمَّ لَوْلَا اَنْتَ مَا اھْتَدَیْنَا
وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّیْنَا

الٰہی تیری مدد نہ ہوتی تو ہم کو ہدایت کہاں ملتی۔
نہ ہم زکوٰۃ دیتے اور نہ ہم نماز پڑھتے۔

خطیب کہتا ہے کہ

یہی عبداللہ بن رواحہ ہیں جو قادر الکلام شاعر تھے۔
یہی عبداللہ بن رواحہ ہیں جنہیں آپ نے نقیب مقرر کیا تھا۔
یہی عبداللہ بن رواحہ جنہیں آپ نے مدینہ میں اپنا نائب بنایا تھا۔
یہی عبداللہ بن رواحہ ہیں جو بیعت رضوان میں بھی شامل تھے۔
یہی عبداللہ بن رواحہ ہیں جنہیں آپ نے یہودیوں کی طرف بھیجا تھا۔ اور
پھر انہی عبداللہ بن رواحہ نے انہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاموش کر دیا۔

سبحان اللہ العظیم

خطیب کو کہنے دیجئے کہ
جو لوگ پیغمبر سے غداری کرنے والے ہوں۔
جو لوگ پیغمبر کی محبت و الفت کا جواب نفرت و خباثت سے دیتے ہوں۔
جو لوگ اخلاق و اخلاص کا جواب کفر و نفاق سے دیتے ہوں۔
جو لوگ چھپ کر رسول پاک کے گھر حملہ کرنا چاہتے ہوں۔
جو لوگ رات کی تاریکی میں پیغمبر کے گھر کا تقدس پامال کرنا چاہتے ہوں۔
جو لوگ دھوکے سے مسلمانوں کو قتل کرنا چاہتے ہوں۔
جو لوگ ضیاء کے مقابلہ میں ظلمت پھیلانا چاہتے ہوں۔
جو لوگ اسلام کے مقابلہ میں کفر کو پھیلانا چاہتے ہوں۔
جو لوگ احکام الٰہی کا سر عام تمسخر اڑاتے ہوں ان کو معاف کیا جا سکتا ہے۔ اور پھر

عبداللہ بن رواحہ جیسا اطاعت گذار جو اجلسُوا سنتے ہی جہاں تھا وہیں بیٹھ جاتا ہو۔ بھلا وہ کب دشمن مصطفےٰ سے رعایت کر سکتا تھا۔ چنانچہ ان کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا اور دنیا کو بتلا دیا جو دشمن اسلام پیغمبر کی اہانت کرے گا۔ اسے دنیا کے تختہ سے مٹا دیا جائے گا۔ سبحان اللہ العظیم۔

دُودھ اور پیشاب پینے کا حکم

حضرات گرامی! میں عرض کر رہا تھا کہ بعض لوگ ایسے خبیث اور کمینہ صفت ہوتے ہیں کہ انہیں معاف کرنا کسی طرح بھی مناسب نہیں ہوتا۔ آج کل بعض اسلام کے مخالف اسلام کی سزاؤں پر تنقید کرتے ہیں لیکن یہ نہیں دیکھتے کہ جس شخص کو سزا دی جا رہی ہے اس نے جرم کیا کیا ہے اور کیسا کیا ہے۔ جیسا جرم ہوگا ویسی ہی سزا ہوگی۔

آئیے سنہ ھ میں پیش آنے والے ایک بڑے ہی اہم واقعہ کو آپ کے گوش گذار کرتا ہوں۔ روایات میں آتا ہے کہ قبائل عکل اور عرینہ کے تقریباً سات آٹھ آدمی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور آپ کے دست نبوت پہ اسلامی بیعت کرتے ہیں اور پھر سب کے سامنے زبان سے کلمہ توحید پڑھ کر مسلمان ہو جاتے ہیں جب یہ لوگ آئے تھے تو بیمار تھے۔ چہروں پر زردی اور یبوست طاری تھی۔ پیٹ بڑھے ہوئے تھے۔ شاید انہیں تلی اور خرابیٔ جگر کا مرض تھا۔ چنانچہ یہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ

یا رسول اللہ! ہم نے ہمیشہ دودھ والے جانور رکھے ہیں اور ان کا خوب دودھ پیا ہے۔ ہم خشک سالی اور تنگی والے لوگ نہیں ہیں۔ اس لئے ہمیں مدینہ کا قیام پسند نہیں ہے۔

خطیب کہتا ہے کہ

ان پر خدا کی طرف سے ہی رحمت کے دروازے بند تھے اور ان کے دلوں میں میل اور سیاہی تھی۔ اسی لئے انہیں مدینہ کا قیام ناپسند تھا ورنہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ

ہو مسلمان اور مدینہ سے محبت نہ کرے۔

ہو پیغمبر کا امتی اور مدینہ سے پیار نہ کرے۔

ہو اسلام کا سپاہی اور مدینہ کو پسند نہ کرے۔

یہ نہیں ہو سکتا۔

وہ لوگ جن کے دلوں میں خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت ہے وہ مدینہ میں رہنا بھی اور مرنا بھی سعادت سمجھتے ہیں۔ سبحان اللہ العظیم۔

تو ہاں!

مَیں عرض کر رہا تھا کہ یہ حضورؐ سے کہتے ہیں کہ ہمیں مدینہ کا قیام پسند نہیں ہے۔ اگر آپؐ ہمیں اجازت دیں تو ہم اپنے اونٹوں میں جا کر رہتے ہیں۔

سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم ان کی درخواست کو منظور کرتے ہوئے انہیں چند اونٹ عطا فرماتے ہیں اور ساتھ ہی ان اونٹوں کی حفاظت کے لئے ایک چرواہا بھی ساتھ روانہ کر دیتے ہیں۔

خطیب کہتا ہے کہ

یوں سمجھئے کہ آپؐ نے ان لوگوں کی خدمت کے لئے ایک خادم بھی عطا فرما دیا۔

سبحان اللہ العظیم

کس قدر نیک سلوک کیا آپؐ نے لیکن ان بدبختوں نے کیا کیا۔ ذرا سنئے۔

سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم جب اونٹ اور چرواہا عنایت فرماتے ہیں تو ان بیمار لوگوں کو حکم دیتے ہیں کہ تم اونٹوں کا دودھ بھی پینا اور ان کا پیشاب بھی پینا۔ یہ ان لوگوں کو بطور علاج حکم دیا جاتا ہے۔ (محمد رسول اللہ صہ ۴۸۷)

خطیب کہتا ہے کہ

جیسا منہ ویسی چپیڑ۔

جیسی روح ویسے فرشتے۔

جیسے وہ لوگ تھے ویسا ہی خدا تعالیٰ کے نبی نے ان کا علاج بتا دیا۔ سبحان اللہ العظیم

خطیب کو کہنے دیجئے کہ

جس کے دل میں بغض ہوتا ہے اسے اونٹوں کا پیشاب ملتا ہے ۔ اور

جس کے دل میں صدق ہوتا ہے اسے غذا زمزم ہی سے شفا دیدیتا ہے۔ سبحان اللہ العظیم۔

خبیثوں کی خباثت

عزیزان گرامی قدر! روایات میں آتا ہے کہ یہ لوگ اونٹ لے کر روانہ ہو جاتے ہیں اور باہر جاکر رہنا شروع کر دیتے ہیں۔ کچھ انہی اونٹوں کا دودھ پیتے ہیں جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمائے ہیں اور کچھ دوسرے صدقات کے اونٹوں کا دودھ بھی حاصل کر لیتے ہیں۔ اس طرح خوب دودھ پی پی کر طاقت ور اور توانا ہو جاتے ہیں۔ اور جو علاج انہیں بتایا گیا تھا وہ علاج بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ جب دودھ پی پی کر مست ہو گئے تو پھر انہیں خباثت سوجھتی ہے اور تندرستی برداشت نہیں کر سکتے اور اسی طاقت کے جوش میں ہوش بھلا بیٹھتے ہیں اور علی الاعلان اسلام سے پھر جاتے ہیں اور اسی بدمستی میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے غلام یسار نامی چرواہے کو بلاوجہ قتل کر دیتے ہیں اور نہ صرف قتل کرتے ہیں بلکہ اس کے ہاتھ پیر کاٹ ڈالتے ہیں۔ اس کا مثلہ کرتے ہیں۔ اس کی آنکھوں میں کانٹے چبھوتے ہیں اور پھر وہ اونٹ جو انہیں دودھ پینے کے لئے ملے تھے انہیں اور صدقات کے دوسرے اونٹوں کو بھگا کر لے جاتے ہیں۔

خطیب کہتا ہے کہ

آپ نے ان کے ساتھ کیسا اچھا معاملہ کیا مگر انہوں نے اس کا انتہائی گھٹیا جواب دیا۔ آپ نے انہیں ان کے مرض کا شافی علاج بتایا۔ آپ نے انہیں اپنا غلام بطور خادم اور محافظ عطا فرمایا۔ آپ نے انہیں ان کی مرضی کے مطابق رہنے کا حکم دیا۔ مگر ان احسان فراموش لوگوں نے آپ کے احسان کا یہ بدلہ دیا کہ آپ کے غلام یسار کو قتل کر دیا بلکہ ان کا مثلہ کر دیا۔ صدقات کے اونٹ بھگا کر لے گئے۔ تو سوچئے کہ ایسے لوگوں کے ساتھ کس اصول کے تحت نرم رویہ اختیار کیا جائے۔ دنیا

کا کوئی قانون اور اصول ایسے لعینوں کے ساتھ نرم خوئی کی اجازت نہیں دیتا بلکہ ہر انصاف پسند شخص یہ کہنے پر مجبور ہو گا کہ ایسے بدبختوں کو عبرت ناک سزا دی جائے۔

خطیب کو کہنے دیجئے کہ

پیغمبر سے غداری کرے اور بچ جائے۔

مسلمان ہو کر مرتد ہو اور سزا سے بچ جائے۔

ایک مسکین چرواہے کو قتل کرے اور سزا سے بچ جائے۔

پیغمبر کے غلام کا بغیر کسی جرم کے مثلہ کرے اور سزا سے بچ جائے۔

صدقات کے اونٹ چرا کرلے جائے اور پھر سزا نہ دی جائے۔

ہر وہ شخص جو عقل سلیم رکھتا ہے وہ یہ کہنے پر مجبور ہو گا کہ ایسے لوگ معافی اور حسن سلوک کے لائق نہیں ہیں بلکہ انہیں ایسی سخت سزا دی جائے کہ ان کی نسلیں بھی یاد رکھیں بلکہ ان کی نسلیں ہی ختم کر دی جائیں۔ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔

تعاقب کرنے والا کون تھا؟

حضرات گرامی! روایات میں آتا ہے کہ جب آپ کو ان کی احسان فراموشی، خباثت اور غداری کی اطلاع ملتی ہے تو آپؐ انہیں گرفتار کرنے کے لئے حضرت کرز بن جابر فہری کو بیس آدمیوں کے ساتھ ان کے تعاقب میں روانہ فرماتے ہیں۔

آپ جانتے ہیں کہ ان غداروں کو گرفتار کرنے والا کون تھا۔ آیئے آپ کو بتاؤں کہ وہی کرز بن جابر فہری ہے جو زمانہ جاہلیت میں مدینہ کی چراگاہ پر شب خون مار کر لوگوں کے اونٹ اور بکریاں چرا کرلے گئے تھے۔

خطیب کہتا ہے کہ

اس وقت کرز بن جابر فہری کو کیا خبر تھی کہ ایک دن ایسا بھی آئے گا کہ یہ خود اونٹ چرا کرلے جانے والوں کا تعاقب کرے گا۔ سبحان اللہ العظیم۔

جب کرز بن جابر فہری اونٹ اور بکریاں چرا کر بھاگے تھے تو اس وقت ان کا تعاقب سرکار مدینہ نے خود کیا تھا لیکن یہ اس وقت بچ کر نکل گئے تھے۔ شاید خدا تعالیٰ نے انہیں اسی لئے بچایا تھا کہ

ایک دن ان کو خود چوروں اور راہزنوں کا تعاقب کرنا تھا۔
ایک دن اونٹ چرانے والے نے اونٹ چرانے والوں کا تعاقب کرنا تھا۔
ایک دن اس بھاگنے والے نے ان بھاگنے والوں کا تعاقب کرنا تھا۔

چنانچہ خداوند قدوس نے حضرت کرز بن جابر فہری کو مسلمانوں کی تلواروں سے بچا لیا اور پھر قربان جائیں اس ذات قدیر پر کہ اس نے اس عظیم انسان سے اس طرح کفارہ ادا کرایا کہ ان صدقات کے اونٹ بھگا کر جانے والے قاتل، خائن اور چوروں کو گرفتار کرایا۔ سبحان اللہ العظیم۔

انتقامِ مصطفےٰ کے عرینہ کے غداروں سے

عزیزانِ گرامی قدر! میں عرض کر رہا تھا کہ جب یہ قاتل اور خونی، یہ چور اور اُچکے آپؐ کے سامنے لائے جاتے ہیں تو آپ انہیں قتل کرنے کا حکم دیتے ہیں اور ان کے ہاتھ پیر کاٹنے کا اور ان کی آنکھوں میں کانٹے چبھانے کا حکم بھی دیتے ہیں۔ ان سب کو اسی طرح سزا دی جاتی ہے جس طرح انہوں نے ایک غریب اور ایمان دار خادم پر ظلم کیا تھا اور پھر ان میں سے کوئی بھی نہیں بچا جسے مثلہ نہ کیا گیا ہو اور پھر انہیں حرہ کے مقام پر سخت دھوپ میں پھینک دیا جاتا ہے اور اس جگہ یہ قاتل اور خونی تڑپ تڑپ کر مرجاتے ہیں اور خدا تعالےٰ کی طرف سے پیغمبر کے اس فیصلہ کی تائید ہوتی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَ

یقیناً جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور

يَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا

زمین میں فساد پھیلاتے ہیں انہیں قتل کر دیا جائے یا سولی دیدی جائے۔

اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ

یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے کاٹے جائیں یا

يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا

وہ جلاوطن کر دیئے جائیں۔ یہ ذلت ان کے لئے دنیا میں ہے

وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝

اور آخرت میں ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔ (پ ۶ ع ۹)

خطیب کہتا ہے کہ

یہ سخت سزا صرف انہی لوگوں کے لئے مقرر تھی لیکن پھر کسی بھی سخت سے سخت دشمن کا مثلہ کرنا ہمیشہ کے لئے حرام کر دیا گیا۔ اس لئے اگر کوئی کافر کسی مسلمان کو قتل کر کے مثلہ کرے تو اس کے قصاص میں کافر کو صرف قتل کیا جائے گا اس کا مثلہ نہ کیا جائے گا۔ (زرقانی)

خنجر گر پڑا

حضرات گرامی! میں عرض کر رہا تھا کہ جس خدا نے اپنے محبوب کو نبوت عطا فرمائی ہے وہ اس کی حفاظت بھی کرتا ہے۔ کئی بدبخت آئے کہ اسلام کی شمع گل کر دیں لیکن انہیں خدا تعالیٰ نے ہی گل کر دیا۔ اور اگر کوئی بچا تو وہ آخر اسلام کا شیدائی بن گیا۔ سبحان اللہ العظیم۔

روایات میں آتا ہے کہ ایک دن ابو سفیان قریش کے اجتماع میں بیٹھا ہوا کہتا ہے کہ محمد کے ہاں کوئی پہریدار نہیں ہے۔ محمد بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں انہیں قتل کرنا بہت آسان ہے۔ کاش کوئی ایسا جوان ہو جو میری یہ آرزو پوری کر دے۔

خطیب کہتا ہے کہ

ابو سفیان کو اس کی کیا خبر تھی کہ جس کے متعلق تم سمجھتے ہو کہ اس کا کوئی پہرے دار نہیں ہے اس کا پہرے دار ایسا ہے کہ وہ ایک لمحہ میں دشمنوں کا تیا پانچہ کر کے رکھ دیتا

ہے۔ اس وقت وہ نہیں جانتا تھا کہ

محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا محافظ عرش والا ہے ۔ اس کے ہوتے ہوئے کسی پہرہ دار کی ضرورت نہیں ہے ۔

وہ چاہے تو مکھیوں کو پہرے دار بنا دے ۔

وہ چاہے تو مکھڑی کو پہرے دار بنا دے ۔

وہ اپنے محبوب کی حفاظت کرنا چاہتا ہے ۔ سبحان اللہ العظیم

روایات میں آتا ہے کہ ابوسفیان کی یہ بات سن کر ایک اعرابی اٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ اس کام کا میں بہت ماہر ہوں ۔ اگر تم میری مدد کرو اور سفر کے لئے انتظام کرو تو میں یہ کام کر سکتا ہوں ۔ ابوسفیان اسے ایک تیز رفتار اونٹنی اور سفر خرچ دیتا ہے اور پھر دوسری مزید امداد دینے کا وعدہ بھی کرتا ہے ۔

چنانچہ یہ اعرابی خنجر لے کر مدینہ پہنچتا ہے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بنی عبدالاشہل کی مسجد میں تشریف فرما تھے ۔ اس اعرابی کو آتا دیکھ کر فرماتے ہیں کہ یہ شخص کسی غلط نیت سے آرہا ہے ۔ حضرت اسید بن حضیر جلدی سے اٹھ کر اس اعرابی کو پکڑتے ہیں تو اس کے کپڑوں میں چھپا خنجر زمین پر گر پڑتا ہے ۔

آپؐ فرماتے ہیں کہ سچ بتاؤ تم کس نیت سے آئے ہو ؟

وہ کہتا ہے کہ اگر آپؐ مجھے امن دیں تو عرض کرتا ہوں ۔

آپؐ اسے امن دینے کا وعدہ کرتے ہیں ۔

وہ کہتا ہے کہ مجھے ابوسفیان نے آپؐ کے قتل کے لئے بھیجا ہے لیکن

یَا مُحَمَّدُ وَاللّٰہِ مَا کُنْتُ مَا اَفْرُقُ الرِّجَالَ

اے محمد ! میں کسی سے ڈرنے والا نہ تھا مگر آپ کو دیکھتے ہی یہ حالت ہو گئی کہ

فَذَهَبَ عَقْلِیْ وَضَعُفَتْ نَفْسِیْ ثُمَّ اِطَّلَعْتَ عَلٰی مَا هَمَمْتُ

خنجر گر پڑا ، عقل چلی گئی اور دل کمزور ہو گیا پھر آپ میرے ارادہ پر مطلع ہو گئے ۔

بِهٖ مِمَّا لَمْ يَعْلَمْهُ اَحَدٌ فَعَرَفْتُ اَنَّكَ مَمْنُوْعٌ وَ

جس کا کسی کو علم نہیں تھا میں نے پہچان لیا کہ آپ محفوظ ہیں اور

اَنَّكَ عَلٰى حَقٍّ . (زرقانی)

آپ حق پر ہیں .

اور اعرابی کہتا ہے کہ ابو سفیان کا گروہ تو شیطان کا گروہ ہے .

حضورؐ اس کی گفتگو سن کر مسکراتے ہیں . سبحان اللہ العظیم .

ابوسفیان کو بھی خدا نے بچالیا

حضرات گرامی ! روایات میں آتا ہے کہ اس واقعہ کے بعد خود حضور صلے اللہ علیہ وسلم بھی حضرت عمرو بن امیہ اور سلمہ بن اسلم انصاری کو مکہ روانہ کرتے ہیں کہ اگر موقع ملے تو تم ابو سفیان کو قتل کر دینا . چنانچہ یہ دونوں مکہ پہنچ کر حرم میں اس نیت سے داخل ہوتے ہیں کہ اگر موقع ملا تو ابو سفیان کو قتل کر دیں گے . لیکن انہیں حرم میں داخل ہوتے دیکھ کر ابو سفیان چیخ اٹھتا ہے کہ دیکھو یہ عمرو بن امیہ ضرور کسی شر اور نقصان کے لئے آیا ہے اس طرح سے تمام مشرکین چوکنے ہو جاتے ہیں . (زرقانی)

اور پھر عمرو بن امیہ کو دینے کے لئے کچھ رقم اکٹھی کرتے ہیں تاکہ عمرو بن امیہ ہمیں کوئی نقصان نہ پہنچائے . جب یہ صورت نظر آتی ہے تو پھر عمرو بن امیہ اپنے ساتھی سے کہتے ہیں کہ اب ابو سفیان کو قتل کرنا تو مشکل ہے . اس لئے بہتر ہے کہ ہم اب اپنی جان بچا کر یہاں سے نکل جائیں . چنانچہ دونوں حرم سے نکل کر فوری واپس ہو جاتے ہیں .

راستہ میں ایک مشرک عبد اللہ بن تمیمی ملتا ہے اسے قتل کرتے ہیں . (زرقانی)

خطیب کہتا ہے کہ

ابو سفیان نے حضور کو قتل کروانا چاہا تو اس مالک حقیقی نے بچا لیا . اور آپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابو سفیان کو قتل کرنے کے لئے آدمی بھیجے تو ابو سفیان کو بھی خدا تعالے نے بچا لیا .

یہ واقعہ دلیل ہے اس بات کی کہ حضور عالم الغیب نہ تھے۔ اگر آپ کو علم غیب ہوتا تو آپ ابوسفیان کو کبھی قتل کرنے کے لئے آدمی نہ بھیجتے۔ اور آپ کو علم ہوتا کہ ایک وقت آئے گا کہ یہ مسلمان ہو جائے گا۔ اور پھر اس واقعہ سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ زندگی اور موت سوائے خدا کے کسی کے قبضہ میں نہیں ہے۔ اگر زندگی کا اور بھی مالک ہوتا تو وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا۔

خطیب کو کہنے دیجئے کہ

ان دو صحابیوں کو کیا علم تھا کہ جس ابوسفیان کو تم قتل کرنے جا رہے ہو ایک وقت آئے گا کہ اس کے گھر کو دارالامن قرار دیا جائے گا اور زبان نبوت سے یہ اعلان ہو گا کہ جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اسے امن ہے۔ اسے کچھ نہ کہا جائیگا۔

سبحان اللہ العظیم

یک چشم گل شاعر

عزیزان گرامی قدر! میں عرض کر رہا تھا کہ جب یہ دونوں صحابی مکہ سے مدینہ واپس ہوتے ہیں اور ابوسفیان کے قتل کرنے میں کامیاب نہیں ہوتے تو پھر راستہ میں غصہ ایک مشرک پر نکال لیتے ہیں۔ اسے قتل کر کے آگے بڑھتے ہیں تو ایک کانا شخص لیٹا ہوا بلند آواز سے ایسا شعر پڑھ رہا ہے کہ جس سے مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوتے ہیں اور خون کھول اٹھتا ہے۔ وہ کانا شخص کہہ رہا ہے۔

وَلَسْتُ بِمُسْلِمٍ مَا دُمْتُ حَيًّا
وَلَسْتُ أَدِينُ دِينَ الْمُسْلِمِينَا

جب تک میری زندگی ہے میں کبھی مسلمان نہ ہوں گا
اور مسلمانوں کے دین کو اختیار کروں گا۔

یہ شعر سنتے ہی اس کے قریب جاتے ہیں اور پوچھتے ہیں۔

تو کون ہے؟

وہ کانا کہتا ہے میں قبیلہ بنی بکر کا ہوں۔

یہ کہتے ہیں اچھا بہت خوب۔

پھر وہ شخص لیٹ کر وہی شعر گانا شروع کر دیتا ہے۔

حضرت عمرو تو پہلے ہی اپنے ناکام لوٹنے کی وجہ سے غصہ میں تھے۔ تیر سے کر اس کی صحیح آنکھ میں مارتے ہیں اور پھر تلوار کے ایک ہی وار سے اسے جہنم کا ایندھن بنا دیتے ہیں۔

اور آگے چلتے ہیں تو انہیں قریش کے دو مشرک جاسوس ملتے ہیں۔ ایک تو اسی جگہ اڑا دیتے ہیں اور دوسرے کو گرفتار کر کے مدینہ آپ کی خدمت میں حاضر کر دیتے ہیں اور اپنی پوری روئداد سفر آپ کے گوش گذار کرتے ہیں تو آپ ان کی دلچسپ گفتگو سن کر مسکرا اٹھتے ہیں۔ (زرقانی) سبحان اللہ العظیم۔

خطیب کہتا ہے کہ

قربان جائیں ان کے جنہوں نے پیغمبر کے لئے اپنی جان تک کو خطرہ میں ڈال دیا۔ اور دشمن کے شہر جا کر پھر واپس آگئے اور ساتھ ہی اپنے عقیدہ کا اظہار بھی عملاً کرتے آئے۔ کہ جو مشرک ملتا اسے تلواروں میں پرو لیتے ہیں اور جب یہ سب واقعہ حضورؐ کو سناتے ہیں تو آپ مسکرا کر انہیں داد دیتے ہیں۔ سبحان اللہ العظیم۔

باقی

آئندہ جمعہ انشاء اللہ۔

تیسری جلد

بفضلِ خداوند قدوس

مکمل ہو گئی۔

الحمد للہ رب العالمین۔

حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ۔